ولیوں کے ولی
پیر سید جماعت علی رحمۃ اللہ علیہ

مصنف

پروفیسر خالد پرویز

بحسنِ اہتمام
جانشین امیرِ ملت حضرت پیر سید منور حسین جماعتی
چیئرمین: انٹرنیشنل انجمن خدام الصوفیہ و امیرِ ملت ٹرسٹ پاکستان و برطانیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ
یَا سَیِّدِیۡ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصۡحَابِکَ
یَا سَیِّدِیۡ یَاحَبِیۡبَ اللّٰہ

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ○

☆☆☆

قدوۃ الواصلین، زبدۃ العارفین، مزاج شناس مصطفیٰ، محی السنہ، مجدد دین وملت، ابوالعرب، سنوسئی ہند، قبلہ عالم، امیر ملت، الحاج، الحافظ، القاری سیدنا و مرشدنا

حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ محدث یگانہ علی پوری

ولیوں کے ولی

پیر سید جماعت علی رحمتہ اللہ علیہ

مصنف: پروفیسر خالد پرویز

نام کتاب : ولیوں کے ولی پیر سید جماعت علی رحمتہ اللہ علیہ

عرق قلم : پروفیسر خالد پرویز

ایڈیشن : 2012ء

تعداد : 1100

قیمت : -/1000 روپے

پبلشرز : انجمن خدام الصوفیہ وامیر ملت ٹرسٹ انٹرنیشنل

ملنے کا پتہ : 1۔آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف نارووال

2۔دارالعلوم گلزارِ مدینہ وجامعہ مسجد مکی مدنی بھوانہ ضلع جھنگ

3۔21- شیکسپیئر سٹریٹ سپارک ہل برمنگھم بی 11 4 آریو (یو کے)

4۔کرماں والا بک شاپ دربار مارکیٹ لاہور

5۔علی میاں پبلی کیشنز 20 عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور

6۔حق پبلی کیشنز چیٹر جی روڈ اردو بازار لاہور

زیر سرپرستی: مہر الملت پیر سید منور حسین شاہ صاحب جماعتی

0044-121-773-5966+2491763

0092 300 8883833/332 8883833

انتساب

عشق ، عقیدت اور محبت

یعنی

خاتم نبوت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

امیر ملت حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

اور

مہر ملت حضرت پیر سید منور حسین شاہ صاحب جماعتی

کے نام

پروفیسر خالد پرویز

0300-6302548

قصیدہ

در منقبت حضرت امیر ملت محدث علی پوری قدس سرہ

اے پناہ بیکساں اے حامی دیں خدا
واقف اسرار حق اے راز دار مصطفٰے ﷺ
نا خدائے بحر عرفان زینت بزم شہود
راہنمائے گمرہاں اے پیشوائے اتقیاء
راہنمائے سالکان و مقتدائے عارفاں
عالمِ علمِ شریعت فخر جملہ اصفیاء
اے کہ تیری ذات ہے آئینۂ خلق نبی ﷺ
اور نمایاں ذات میں تیری ہے وصف مرتضٰی
اے کہ نامت در جہاں مشہور مثل آفتاب
غوث اعظم شاہ جماعت معدن حلم و حیا
تیری فطرت تیری سیرت تیری عادت بے مثال
تیری صورت تیری طلعت تیری آنکھیں دلربا
ہو گئے شیدا تجھے سب دیکھ کر اہل جہاں
منظر شاہ جماعت سب کے دل میں بس گیا
بحر ظلمت میں پھنسا ہوں پیر دوراں المدد
اک نگاہ لطف سے مجھ کو کنارے پر لگا
تیرے در پہ آ کے لاکھوں ہو گئے ہیں فیضیاب
گوہر ناشاد جائے در سے کیوں خالی بھلا

پہلی بات

محبت وعقیدت کے مہک آمیز جگنو جب نیاز مندی کے جذبات واحساسات کی حدت وحرارت سے ارادت کی منزہ ومطہر جگمگاہٹیں بکھیرتے ہیں تو پس منظر میں روحانیت سے معمور کوئی ایسی شخصیت ضرور جلوہ گر ہوتی ہے جو عبادت وریاضت اور مجاہدہ ومشاہدہ کی چادر اوڑھے انسانیت کی فلاح واصلاح میں مشغول ومستغرق نظر آتی ہے۔

یہ سعادت وصلاحیت رب علیم وخبیر کی ودیعت ہے کہ ایسی شخصیات کی خصوصیات کو اجاگر کرنے میں نوک قلم کا استعمال کرتا ہوں۔ تاہم لکھنے لکھانے کے اس تانے بانے میں سیکھنے سکھانے کی خوشبو اگرچہ مشام جاں کو معطر ومطہر کیے رکھتی ہے مگر عرق قلم سے رقم حرفوں اور لفظوں کی تعداد جس قدر بڑھتی جاتی ہے اپنی کم علمی و کم مائیگی کا احساس فزوں تر ہوتا جاتا ہے۔

قلم کو متحرک رکھنے کا یہ مرحلہ بعض اوقات عجب قسم کی واردات منکشف کرتا ہے۔ جہاں تک ولیوں کے ولی، پیر سید جماعت علی رحمتہ اللہ علیہ کا تعلق ہے تو میں یہ راز عیاں کرنے میں اعزاز محسوس کرتا ہوں کہ میں جب بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت پر لکھنے کیلئے قرطاس وقلم کو تھامتا تھا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ میرے سامنے یوں جلوہ گر ہو جاتے تھے جیسے ایک معلم ومدرس اپنے متعلم پر اس طور نظر رکھتا ہے کہ جہاں شاگرد کی خوبی وخوش اسلوبی دیکھ کر اس کا چہرہ شاداب ومہتاب ہو جاتا ہے وہاں اسے ہلکا سا بھی بھٹکتا دیکھتا ہے تو انگشت شہادت اٹھا کر صراط مستقیم کی جانب اشارہ کرتا ہے حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ میں نے پیر سید جماعت علی رحمتہ اللہ علیہ سے

کبھی بالمشافہ ملاقات نہیں کی کیونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا عرصہ حیات میرے وقفہ حیات سے سراسر جدا ہے پھر بھی مجھے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ افتخار بخشا کہ دوران تحریر مجھے عالم بیداری میں زیارت ذاتی سے لمحہ لمحہ سرفراز فرمایا۔بس یہی میری متاع ،میرا اعزاز، میرا افتخار اور میرا سب سے بڑا ایوارڈ ہے۔

میں اعتراف کرتا ہوں کہ میرے بھائی شاہد نذیر چودھری ایسوسی ایٹ ایڈیٹر فیملی میگزین نے مجھے پیر سید جماعت علی رحمتہ اللہ علیہ پر لکھنے کیلئے نہ صرف قائل و مائل کیا بلکہ مطلوبہ مواد بھی فراہم کیا اور پھر اسے مکمل سج دھج کے ساتھ ایک سال پر محیط ہفتہ وار اقساط میں شائع بھی کیا۔

اب جبکہ میں یہ سطور رقم کر رہا ہوں ایک بھرپور شخصیت نے مجھے اپنے مقناطیسی حصار میں لیا ہوا ہے میں اپنے قلم کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر حرکت وعمل کو متحرک ومتموج اور مجسم ومتشکل دیکھنا ہو تو اس شخصیت کو دیکھ لیجئے جسے لوگ مہر الملت الحاج الحافظ القاری حضرت پیر سید منور حسین شاہ صاحب کے نام سے جانتے ہیں جنہوں نے انتہائی مختصر مدت میں شب و روز ایک کر کے اور لاکھوں روپے صرف کر کے یہ کتاب آپ تک پہنچائی۔ میں زیادہ تفصیل میں جا کر انکے ثواب کو کم کرنا نہیں چاہتا۔

میں اپنی بیٹیوں انیلہ خالد اور راحیلہ خالد کیلئے دعا گو ہوں کہ رب کائنات انہیں دین ودنیا کی پاکیزہ ومنزہ نعمتوں سے مالا مال کرے۔

پروفیسر خالد پرویز

منقبت

پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری

بڑی شان شانِ جماعت علی ہے
کہیں شان ایسی نہ دیکھی سنی ہے

دو عالم کے سرور کا وارث یہی ہے
جگہ گوشۂ فاطمہ اور علی ہے

مجدد صدی کا جماعت علی ہے
یہ تجدید و احیائے دین کا دھنی ہے

میری روح میں آج بالیدگی ہے
علی پور سے ٹھنڈی ہوا آ رہی ہے

علی پور مداوائے بے چارگاں ہے
دو عالم میں اُن کی ہی چارہ گری ہے

پریشانیوں کا علاج مکمل
شہنشاہ حضرت جماعت علی ہے

ہمیں مل گیا کوچۂ شاہ جماعت
غریبوں کو جائے پناہ مل گئی ہے

درِ شاہ جماعت کی ہو خیر یا رب
یہیں سے میری کشت ویراں ہری ہے

نہ گھبراؤ دکھیارو آؤ علی پور
یہاں سب دکھوں سے رہائی ملی ہے

جہاں بھی بساطِ دو عالم میں دیکھا
میرے پیر و مرشد کی جلوہ گری ہے

نہ کیوں جگ میں ہو دھوم شان سخا کی
یہاں ہر سوالی کی جھولی بھری ہے

یہ چاہے تو تقدیر بگڑی بنا دے
یہ جماعت علی خدا کا ولی ہے

فدا اپنا سب کچھ کروں کیوں نہ اُن پر
بنامِ جماعت میری زندگی ہے

میں ہر ذرے ذرے پہ سجدہ کرونگا
مقدر سے اُن کی گلی مل گئی ہے

ہے مرشد ہمارا زمانے میں یکتا
امامِ اولیاء کی کھلی برتری ہے

جو پہنچوں سرِ حشر تو میں یہ دیکھوں
یہاں بھی میرے پیر کی سروری ہے

شہنشاہ بھکاری ہیں اِس آستاں کے
یہ دربار شاہِ جماعت سخی ہے

وفورِ محبت سے سرشار ہوں میں
مجھے شاہِ جماعت سے الفت بڑی ہے

قویٰ سب ضعیفی سے اب مضمحل ہیں
میں پہنچوں علی پور تمنا بڑی ہے

علی پور پہنچنا ہے شبیر لازم
یہاں بے سکونی بہت بے کلی ہے

فلاح مقدر مبارک ہو شبیر
علی پور سے دیرینہ نسبت تیری ہے

حضور فخرِ ملّت پیر سیّد افضل حسین شاہ جماعتی مدظلہ

سجادہ نشین درگاہ عالیہ علی پور سیداں شریف

حضور فخرِ ملّت پیر سیّد افضل حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم عالیہ کی ولادت باسعادت ۱۸ جنوری ۱۹۴۲ء/ ۳۰ ذوالحجہ ۱۳۶۰ھ بروز اتوار عالمِ اسلام کے معروف رُوحانی مرکز علی پور سیّداں شریف ضلع سیالکوٹ (حال ضلع نارووال) پنجاب پاکستان میں ہوئی۔ آپ کی ولادت کی پیش گوئی حضرت قبلۂ عالم امیرِ ملّت قدس سرّہ العزیز نے پہلے ہی فرمادی تھی۔

حضور فخرِ ملّت دامت برکاتہم عالیہ نے سات سال کی عمر میں قرآن حکیم حفظ کرلیا۔ اور اسی سال نوافل میں سنایا حضرت امیرِ ملّت قدس سرّہ العزیز کو آپ کے حفظِ قرآن حکیم کی بے پایاں مسرت ہوئی۔ حضور فخرِ ملّت نے مدرسہ نقشبندیہ علی پور شریف سے ۱۹۶۴ء میں سندِ فراغت حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت جوہرِ ملّت پیر سیّد اختر حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ (ف ۱۹۸۰ء) مولانا عبدالرشید جھنگوی (ف ۲۰۱۱ء) اور مفتی غلام رسول گجراتی (ف ۲۰۱۱ء) شامل ہیں۔ حضرت امیرِ ملّت قدس سرّہ العزیز کو آپ سے بہت محبت تھی۔ آپ نے

بھی اُن کی خدمت میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ حضرت قدس سرّہ العزیز نے اپنے آخری ایّام میں آپ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا:

"افضل حسین میرے لیے دُعا کیا کر"

اس سے آپ کے مقام و مرتبہ کا اظہار ہوتا ہے۔ آپ مادرزاد ولی ہیں اور حضرت امیر ملّت قدس سرّہ العزیز کے بے حد مشابہ ہیں۔ آپ نے اپنے والد گرامی حضرت جوہر ملّت پیر سیّد اختر حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ حق پر بیعت کر کے خلافت و اجازت حاصل کی تھی۔ ۱۲ مئی ۱۹۶۰ء کو سالانہ عرس کے موقع پر حضرت شمس الملّت پیر سیّد نور حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اجازت و خلافت سے سرفراز فرما دیا تھا۔

اپنے والد گرامی حضرت جوہر ملّت رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اُن کے چہلم شریف کے موقع پر ۴ محرم الحرام ۱۴۰۱ھ ۱۳ نومبر ۱۹۸۰ء بروز جمعرات باتفاق رائے سجادہ نشین ہوئے۔ حضرت خواجہ پیر غلام نقشبند فاروقی مجدّدی نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ (ف ۱۹۸۵ء) نے چہلم شریف کے جلسۂ عام میں آپ کی سجادہ نشینی کا اعلان فرمایا، جسے حاضرین نے باآواز بلند قبول و منظور کیا۔

اللہ تعالیٰ جلّ شانہ آپ کا سایہ ہمایہ تادیر سلامت رکھے۔

حضرت قمر الملت پیر سید خورشید حسین شاہ صاحب جماعتی

قمر الملت ، الحاج، الحافظ القاری حضرت پیر سید خورشید حسین شاہ صاحب جماعتی کی شخصیت خانوادہ امیر ملت میں حقیقتاً ایک خورشیدِ تابناک بن کر ابھری ہے۔ حضرت قمر الملت پیر سید خورشید حسین شاہ صاحب کی ولادت باسعادت 5 ستمبر 1951ء کو علی پور سیداں شریف کے پُر نور گاؤں میں ہوئی۔ سکول اور کالج کی تعلیم کے ساتھ ساتھ فاضل علوم اسلامیہ عربیہ اور حفظ قرآن کی تعلیم مکمل کی اور بالخصوص قرأت پر ایک کامل عبور حاصل کیا۔ اکثر اوقات محافل میلاد و ذکر و نعت میں خود تلاوت فرماتے ہیں اور عوام الناس آپ کی تلاوت سماعت کرنے پر آپ کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ نعت گوئی میں آپ اپنی مثال آپ ہیں۔ خوبصورت وجاہت، مفکرانہ انداز، مدبرانہ سوچ، مشفقانہ اندازِ تکلم، اور مجاہدانہ طرزِ زندگی آپ کا مشغلہ ہے۔ قبلہ عالم امیر ملت کی طرح ہر وقت تبلیغی دورہ جات پر رہنا آپ کا خاصہ ہے۔ دنیا میں کسی شخص کے لیے عزت و احترام کے لیے صرف یہ حوالہ بہت اہمیت رکھتا ہے کہ وہ کسی روحانی اور دینی خانوادے کا فرد ہو، کسی اونچے معاشرتی خاندان کا سپوت ہو۔ کسی مسلمہ علمی شخصیت کا عزیز ہو، کسی بڑے علمی و مذہبی گھرانے کا نورِ چشم ہو۔ اس طرح کی کوئی بھی نسبت اس شخص کے لیے عزت و وقار کی دائمی سند کا درجہ رکھتی ہے۔ دنیا بھر میں اس طرح کا کوئی بھی حوالہ لائق توجہ سمجھا جاتا ہے۔ بایں ہمہ اگر وہ شخص ان حوالوں کے ساتھ ساتھ اگر خود بھی کوئی روحانی، معاشرتی، علمی اور مذہبی حیثیت کا حامل ہے تو یہ سونے پر سہاگے والی بات ہے۔ اس منظر میں جب ہم پیر سیّد خورشید حسین شاہ جماعتی کی تاریخ ساز شخصیت کا جائزہ لیتے ہیں تو ایک خوشگوار حیرت ہوتی ہے کہ پیر سید خورشید حسین شاہ جماعتی اپنی دیگر خصوصیات کی طرح اس خصوصیت میں بھی انفرادی حیثیت کے حامل نظر آتے ہیں۔ کوئی شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ کیا کیا نسبتیں اور کیسی کیسی عظمتیں پیر صاحب کے حصے میں آئیں۔ وہ کس کے پوتے، کس کے نورِ نظر، کس کے لختِ جگر اور کس عظیم روحانی خانوادے کے چشم و چراغ ہیں۔ ایک ایک

نسبت کی بزرگی اور رفعت کو دیکھنے کے لیے کوہ ہمالیہ جیسا قد کاٹھ چاہیئے۔ پیر سید خورشید حسین شاہ جماعتی کو امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری کا پڑپوتا، سراج الملت حافظ بحر العلوم پیر سید محمد حسین شاہ صاحب کا پوتا اور جوہر ملت الحاج الحافظ علامہ پیر سید اختر حسین شاہ کا بیٹا ہونے کا لازوال شرف حاصل ہے۔ بڑے باپ کا بیٹا ہونا، عظیم دادا کا پوتا ہونا، اور عظیم تر شخصیت کا پڑپوتا ہونا، عظیم ماں کا فرزند ہونا، جلیل القدر خانوادے کا فرد ہونا، پر شکوہ گھرانے کا چشم و چراغ ہونا باعث سعادت تو ہے ہی مگر کسی امتحان اور آزمائش سے بھی کم نہیں ہوتا وہ یوں کہ بڑے باپ کی عظمت کی لاج رکھنا، عظیم ماں کی آغوش کا حق ادا کرنا، خاندان کی قدر وجلالت کا پاس ولحاظ اور گھرانے کی شان وشوکت کا تحفظ کرنا کوئی معمولی آزمائش نہیں، پیر سید خورشید حسین شاہ جماعتی نے اس آزمائش میں سرخروئی اور اس کڑے امتحان میں کامیابی وکامرانی حاصل کر کے لوح تاریخ پر اپنی عظمتوں کا نقش کچھ اس انداز سے ثبت کر دیا ہے کہ صدیوں کی الٹ پھیر بھی ان کا نام اور کام صفحۂ عزت اور شہرت سے مٹا نہیں سکے گی۔ اللہ تعالیٰ نے پیر صاحب کو اخلاف میں پیدا کر کے اسلاف کی بلند ہمتی اور سوز دردوں نہایت فیاضی سے عطا کیا ہے۔ انتہائی عظیم اور نفیس طبیعت کے مالک ہیں۔ قمر الملت واقعتاً تصویر امیر ملت نظر آتے ہیں۔ جذبہ عشق رسول ،خدمت خلق خدا کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ مسلک حق اہل سنت کے فروغ، قرآن و سنت کی دعوت، عشق رسول کا پرچار، اور ادب اولیاء کا پیغام چہار سو عالم میں پھیلانا آپ کا شیوہ ہے۔ آپ ایک ایسے مشن کی طرف مصروف عمل ہیں جو رہتی نسلوں تک یاد رکھا جائے گا۔ دار العلوم گلزارِ مدینہ جس میں دار القرآن، دار الافتاء، دار الاحدیث، جامعہ اللبنات اور سکول و کالج ویونیورسٹی برائے طلباء وطالبات ودیگر منصوبہ جات شامل ہیں۔ اس عظیم الشان منصوبہ میں دیدہ زیب جامعہ مسجد مکی مدنی بھی شامل ہیں۔ آپ دن رات دین کی سربلندی کے لیے کوشاں ہیں اور شمع امیر ملت کو روشن کیے ہوئے ہیں۔ اللہ کریم آپ کا سایہ شفقت تا دیر قائم و دائم فرمائے۔ (آمین)

حضرت مہر الملّت پیر سید منور حسین شاہ صاحب جماعتی

عالمی مبلغ اسلام پیر طریقت رہبر شریعت جانشین امیر ملت مہر الملت حضرت صاحبزادہ الحاج الحافظ القاری پیر سید منور حسین جماعتی کی ولادت باسعادت آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف کے پرنور گاؤں میں 19 فروری 1958 کو ہوئی بچپن سے ہی نور ولایت آپکی پیشانی پر چمکتا تھا۔ ابتدائی تعلیم آپ نے علی پور سیداں شریف میں ہی حاصل کی 8 سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کر کے مسجد نور علی پور سیداں میں سنایا اس کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم بھی جاری رہی۔ علی پور سیداں سے مڈل اور قلعہ سوبھا سنگھ سے میٹرک کے ساتھ ساتھ درس نظامی کی تکمیل کی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت جوہر ملت پیر سید اختر حسین مولانا عبدالرشید جھنگوی اور مولانا مفتی غلام رسول گجراتی شامل ہیں۔ اس کے بعد دورہ حدیث سیالکوٹ سے مکمل کیا گورنمنٹ کالج فیصل آباد سے .F.Sc پنجاب یونیورسٹی لاہور سے فاضل علوم شرعیہ وحنیفہ اور ایم اے اسلامیات و فاضل اردو و عربی کے کورسز مکمل کئے۔ 1974 میں پہلی مرتبہ حج بیت اللہ شریف و بارگاہ رسالت کی حاضری سے مشرف ہوئے اور وہیں مدینہ منورہ اسلامک یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا۔ 1977 میں پہلی مرتبہ برطانیہ و یورپ کے تبلیغی دورہ پر تشریف لے گئے اور پھر یہ سلسلہ جاری رہا اور مشن امیر ملت کی تکمیل کے لئے دنیا کے پچاس سے زیادہ ممالک کے تبلیغی دورے فرما چکے ہیں اور یہ سلسلہ سارا سال جاری رہتا ہے۔ جبکہ مارچ تا مئی آپ پاکستان کے تبلیغی دورہ پر تشریف لاتے ہیں۔ تو چاروں صوبوں کے علاوہ آزاد کشمیر و ملک کے دیگر علاقوں میں آپکا دورہ شروع ہو جاتا ہے۔ آپ آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف کی نہایت فعال متحرک خوش خلق خوش رو اور جاذبِ نظر شخصیت کے حامل ہیں حضرت قبلہ عالم امیر ملت کے مشن کو عام کرنے کے لئے شب و روز مصروف عمل ہیں یہی وجہ ہے کہ 36 سال سے لگاتار سالانہ انٹرنیشنل امیر ملت کانفرنس کی شاندار کامیابیوں کا سہرہ بھی آپ ہی کے سر ہے۔ انتہائی خوبصورت اور پر سرور لب ولہجہ رکھتے ہیں۔ فن خطابت میں

آپ اپنی مثال آپ ہیں اکثر اوقات دورانِ خطاب نعتیہ اور عارفانہ اشعار سنا کر سامعین کو وجدانی کیفیت سے گرما دیتے ہیں۔ حضرت مہر الملت نے اپنی زندگی کو مشن امیر ملت کے لئے وقف کر رکھا ہے اور شب و روز دورہ جات محافل ذکر و فکر ختم خواجگان اور خطابات کا سلسلہ جاری و ساری رہتا ہے۔ آپ پاکستان اور بالخصوص برطانیہ و یورپ میں اہلسنت کی تمام تر تنظیمات کے روح رواں کا کردار ادا کرتے نظر آتے ہیں آپ سنی اتحاد کونسل برطانیہ و یورپ انٹرنیشنل انجمن خدام الصوفیہ و امیر ملت ٹرسٹ مرکزی میلاد کمیٹی عالمی مجلس امیر ملت قرآن اکیڈمی جامع مسجد مہر الملت النور گرلز سکول اسلامک ایجوکیشن اینڈ مسلم کمیونٹی سنٹر و اسلامک ٹی وی انٹرنیشنل برطانیہ کے چیئر مین ہیں جبکہ پاکستان مشائخ کونسل کے چیئر پرسن ہیں اور مرکزی جماعت اہلسنت برطانیہ و یورپ مرکزی علماء و کونسل (یو کے) سنی کونسل آف ماسک (یو کے) متحدہ مجلس مشائخ پاکستان امیر ملت علماء بورڈ پاکستان جامعہ جماعتیہ حیات القرآن جامعہ اسلامیہ امیر ملت لاہور جامع اسلامیہ امیر ملت لالہ موسیٰ اتحاد بین المسلمین انٹرنیشنل یوتھ کمیٹی کے سرپرست اعلیٰ ہیں۔ 25 سے زائد کتب اسلامی آپکی خصوصی سرپرستی میں شائع ہو چکی ہیں۔ آپ عالمی مبلغ اسلام کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ یورپ، مڈل ایسٹ، امریکہ، اسٹریلیا، افریقہ، کویت، جورڈن، شام، کینیڈا کے بارہا تبلیغی دورہ جات فرماتے رہتے ہیں اور اکثر اظہار فرماتے ہیں کہ امیر ملت کے پیغام کو پوری دنیا میں عام کرنا میرا مشن ہے کیونکہ یہ پیغام در حقیقت محبت رواداری بھائی چارہ اخوت ہمدردی، شفقت اور بالخصوص رضائے الٰہی اور عشق رسول اور ادب صحابہ و اہل بیت اور اولیاء کرام کا پیغام ہے۔ حضرت مہر ملت بہت سے انٹرنیشنل ایوارڈ اور انٹرنیشنل سیرت کانفرنس میں بہترین سپیکر آف اسلامک شریعہ کا ایوارڈ حاصل کر چکے ہیں۔ ملی و مذہبی زبوں حالی میں مشائخ کے کردار کے حوالے سے حضرت مہر الملت مشائخ میں ایک انقلابی تحریک بپا کرنے کے خواہاں ہیں اور 500 سے زائد مشائخ عظام سے رابطہ فرما چکے ہیں کیونکہ آپ سمجھتے ہیں کہ مشائخ کا اتحاد ہی مذہب و ملت کی زبوں حالی کا مداوا کر سکتا ہے۔ اللہ کریم آپ کو عمر خضری عطا فرمائے۔ (آمین)

پہلی خواہش

باکردار باپ اور باصفا و باوفا بیٹا دونوں محوسفر تھے۔ دونوں نیک تھے اور نیک مقصد کی خاطر ہی شکر گڑھ جا رہے تھے۔ صاحبِ علم و عمل باپ کو خبر ملی تھی کہ شکر گڑھ کے چند گھرانے غیر مسلم ہیں اور اگر انھیں دینِ اسلام کی تعلیمات سے آگاہ و آشنا کیا جائے تو وہ راہِ راست پر آ کر حلقہ بگوشِ اسلام ہو سکتے ہیں۔ اس نیک کام میں باپ نے اپنے نوعمر دس سالہ بیٹے کو بھی ہمراہ لے لیا۔

باپ عبادت و ریاضت میں مصروف رہتا تھا تو بیٹے کو بھی یہی ذوق و شوق تھا۔ باپ اور بیٹا دونوں آلِ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ باپ پر ربِ رحمٰن و رحیم کا اس قدر فضل و کرم اور الطاف و عنایت کہ اس کی زبان پر بات آنے کی دیر ہوتی تھی کہ رب العالمین اسے پوری فرما دیتا تھا۔ باپ کو اپنے ہونہار فرزند سے حد درجہ محبت تھی۔ باپ سے بیٹے نے کبھی کسی خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا اور باپ اس انتظار میں رہتا تھا کہ کبھی تو بیٹے کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوں کہ ”پیارے ابا جان! مجھے فلاں چیز چاہیے۔“ یہ الفاظ سننے کو باپ کے کان ترس گئے تھے مگر بیٹا

بھی اپنے والدِ محترم کی طرح عشقِ الٰہی کی مستی میں مست رہتا تھا۔ اُسے دنیا و مافیہا سے کسی قسم کی کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

شکرگڑھ کے راستے میں باپ بیٹے کا گزر ایک ایسے گاؤں سے ہوا جہاں گنّے کی فصل کٹائی کے مرحلے سے گزر چکی تھی اور گنّوں کے ان گنت اونچے ڈھیر آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ کھیتوں میں موجود کسان ان گنّوں کا رس نکال رہے تھے اور پھر اس رس کو کڑاہوں میں پکا کر گُڑ بنایا جا رہا تھا۔ بیٹے نے گنّوں سے رس نکلتا دیکھا تو نہ جانے اُسے کیا سوجھی کہ اس نے خلافِ معمول اپنے والد محترم سے تقاضا کر دیا کہ اس کا دل گنّے کا رس پینے کو کر رہا ہے۔ باپ نے آج تک بیٹے کی زبان سے کسی خواہش کا اظہار نہیں سنا تھا۔ وہ جو کچھ ایک عرصہ سے سننا چاہتا تھا آج اس کے بیٹے نے اُسے سنا دیا تھا۔ باپ کی خوشی دیدنی تھی۔ اس کی ایک پرانی خواہش کو وجود اور ایک پرانے خواب کو تعبیر مل چکی تھی۔

والد محترم دوڑا ہوا کسانوں کے پاس گیا اور اُن سے انکساری و ملنساری بھرے لہجے میں کہا :

''دیکھو ہم باپ بیٹا مسافر ہیں۔ ہماری منزل شکرگڑھ ہے۔ ہم یہاں راستے سے گزرے تو گنّوں کے رسیلے رس نے میرے پیارے نوعمر بیٹے میں خواہش بیدار کی کہ کیوں نہ گنّے کا رس پیا جائے۔ ہم دونوں باپ بیٹے کے لئے ایک آنے کا رس دے دو۔ یہ لو پیسے اور یہ لو برتن اور تازہ تازہ رس ہمیں دے دو۔ میرے بیٹے نے آج تک کسی خواہش کا اظہار نہیں کیا۔ آج پہلی بار اس نے

اک معمولی سی آرزو کی ہے تو تم جلدی سے قیمت لو اور رس دے دو۔''

کسانوں نے بڑے روکھے اور بے رُخی کے انداز میں جواب دیتے ہوئے سیدھے سیدھے لفظوں میں کہا:

جناب! ہم لوگ یہ رس بیچنے کے لئے نہیں نکال رہے۔ ہم اس سے گُڑ بنائیں گے۔ ہاں یوں ہو سکتا ہے کہ جب گُڑ بن جائے تو وہ آپ لوگ خرید سکتے ہیں البتہ گنے کا رس ہم کسی قیمت پر بھی نہیں دیں گے۔ آپ لوگ ایک آنے کا رس کہتے ہیں ہم تو اس کی ایک بوند بھی بیچنے کو تیار نہیں۔ جاؤ اپنا کام کرو۔''

نہ تو گنے کا رس ایسی قیمتی چیز تھی کہ نادر و نایاب تھی اور نہ یہ کہ اُسے مفت طلب کیا جا رہا تھا بلکہ اس کی قیمت پہلے ہی پیش کر دی گئی تھی تاہم کسانوں کا جواب بڑا جارحانہ اور دل دکھانے والا تھا حالانکہ والد محترم نے اپنے بیٹے کی خواہش پوری کرنے کی خاطر انتہائی منکسرانہ وملتجیانہ لہجے میں بات کی تھی۔ خدا معلوم کسانوں کو کس بات کا زعم تھا اور کس چیز کی اکڑ تھی کہ انہوں نے ایک معصوم بیٹے کے باپ کی درخواست از حد گستاخانہ رویے کے ساتھ نہ صرف مسترد کر دی تھی بلکہ ناراضی کا اظہار بھی کیا تھا۔

والد محترم انتہائی نرم طبیعت کے اور حلیم مزاج کے بزرگ تھے۔ انہیں زندگی میں آج تک غصہ نہیں آیا تھا مگر اولاد کی محبت رنگ لائی اور نوعمر بیٹے کو جب قدرے ملول دیکھا تو غیر ارادی طور پر غصہ آ گیا۔ ان کے من میں یہ بھی تھا کہ جس بات کی تمنا ایک عرصہ سے کی تھی وہ آج اُسے پوری کرنے سے قاصر رہے

ہیں۔ پیسہ موجود ہے۔ چیز بھی موجود ہے مگر دکاندار اپنی عیاری دکھا رہا ہے۔ یہ صورت حال ایک محبت کرنے والے باپ کے لئے تشویش ناک تھی۔ بہرحال والد محترم غصے کی حالت میں آگے چل پڑے۔ چند قدم ہی آگے گئے تھے کہ بزرگ والد نے دیکھا کہ کھیت میں ایک بوڑھی عورت گائے کا دودھ نکال رہی ہے۔

گائے سے خطاب

والد بزگوار غصے میں تھے۔ انہوں نے اور تو کسی کو کچھ نہ کہا البتہ گائے سے مخاطب ہوکر بولے :

"اے گائے! اس گاؤں کے لوگ تو ہمیں پیسوں سے گنے کا رس نہیں دیتے اور ایک تُو ہے کہ بغیر پیسوں کے انہیں مفت دودھ دیئے جا رہی ہے۔ کیا یہ لوگ مفت دودھ حاصل کرنے کے مستحق ہیں کیونکہ یہ لوگ سادات کے قدردان نہیں ہیں؟"

والد بزرگوار کے منہ سے ان الفاظ کے ادا ہونے کی دیر تھی کہ گائے نے یکایک زوردار ٹانگ ماری اور دودھ نکالنے والی عورت کو دور پرے پھینک دیا۔ نہ صرف بوڑھی عورت دور جا گری بلکہ اُس نے جتنا دودھ نکالا تھا وہ بھی زمین پر بہہ گیا۔ وہ بوڑھی عورت انتہائی سمجھ دار اور ہوشیار و زیرک تھی۔ اس نے اپنے نو عمر بیٹے کی انگلی پکڑے والد بزرگوار کی زبان سے ادا ہونے والے الفاظ سُن لئے تھے

اور ان لفظوں کا کرشمہ بھی دیکھ لیا تھا۔ وہ عورت دوڑی ہوئی گاؤں والوں کے پاس گئی اور چیخ چیخ کر سب کو ایک جگہ اکٹھا کر لیا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو اس بوڑھی خاتون نے ان سے مخاطب ہو کر کہا:

"تم بہت بے وقوف لوگ ہو۔ تم نے ایک سیّد کو ناراض کر کے اچھا نہیں کیا۔ تم لوگ سادات کی عزت کرنا نہیں جانتے۔ اب آفت و مصیبت ضرور تم پر نازل ہو گی۔ سیّد کی کرامت دیکھو کہ انہوں نے گائے سے کہا کہ وہ تم لوگوں کو مفت دودھ کیوں دے رہی ہے تو اس نے پاؤں مار کر نہ صرف مجھے دور دھکیل دیا بلکہ جو کچھ دودھ نکالا تھا وہ بھی انڈیل دیا۔ آخر تمہیں کس چیز کا غرور ہے کہ تم پیسے لے کر بھی گنے کا رس دینے کو تیار نہیں۔ آخر تمہیں کیا ہوا ہے؟ خدا کے عذاب کو خواہ مخواہ کیوں دعوت دیتے ہو؟ چلو شاہ صاحب سے اپنے غلط و نامناسب رویے کی معافی مانگو اور ان سے درخواست کرو کہ وہ اس بستی کی بھلائی و خوشنودی کے لئے دعا گو ہوں۔"

بوڑھی عورت کے کہنے اور سمجھانے پر گاؤں کے لوگوں کو سمجھ آئی تو وہ دوڑے ہوئے بزرگ سیّد کے قدموں میں گر گئے اور اپنے کئے کی معافی مانگی۔ بزرگ سیّد نے انتہائی فراخدلی کے ساتھ انہیں معاف کر دیا البتہ انہیں یہ کہہ دیا کہ:

"اگر آئندہ تمہاری بستی والوں نے مسافروں اور راہ گیروں کے ساتھ بد تمیزی و گستاخی کی تو تمہاری بستی کا پھر اللہ ہی حافظ ہے۔"

بستی والوں نے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ ایسی حرکت کبھی نہیں کریں گے۔

اب بستی والوں نے بزرگ سیّد سے درخواست کی کہ وہ اُن سے گنے کا رس مفت لے لیں اور جتنا چاہے مرضی سے لے لیں مگر بزرگ سیّد کے نوعمر مگر بالغ نظر بیٹے نے اپنے والد بزرگوار سے دست بستہ عرض کی:

''ابا جان! اب مجھے گنے کا رس پینے کی قطعی خواہش نہیں رہی۔ اب آپ سے یہی درخواست ہے کہ جس قدر جلد ہو سکے اس بستی سے نکل آیئے تا کہ ہم اپنی منزل مقصود پر جلد سے جلد پہنچ پائیں۔''

یہ بزرگ سیّد اپنے دور کے بہت نامور عالم و فاضل اور عابد و زاہد اور متقی و پرہیز گار انسان تھے۔ ان کا نام سیّد کریم شاہؒ تھا۔ لوگ انہیں کامل ولیوں میں شمار کرتے تھے۔ سیّد کریم شاہؒ پسرور سے نو میل کے فاصلے پر ضلع سیالکوٹ میں واقع علی پور سیداں میں رہائش پذیر تھے اور علم و عمل سے بندگانِ خدا کو مستفید و مستفیض فرماتے رہتے تھے۔

انکار و اصرار

سیّد کریم شاہؒ کے آباء واجداد کو مغل شہنشاہ جلال الدین اکبرِ اعظم نے کئی بار کوشش کی کہ انعامات وعنایات سے نوازا جائے مگر سادات گھرانے کے غیور و فقیر منش افراد نے کسی قسم کا تحفہ یا انعام لینے سے انکار کر دیا یا البتہ بستی کے لوگوں کے اصرار پر زمین کا ایک قطعہ لے لیا تا کہ بے زمین افراد کو اپنی چھت میسر آ سکے۔ یہ بھی محض فلاح وعوام الناس کی خاطر کیا۔ زمین کے اس قطعے کو لوگوں نے علی پور سیداں کا نام دیا اور پھر یہ تا حال اسی نام سے مشہور ومعروف ہے۔

سید کریم شاہؒ کے گھر اولادِ نرینہ نہیں تھی۔ انہوں نے رب العزت سے دعا کی کہ:

''یا مالک الملک! مجھے ایک ایسا فرزند عطا فرما کہ جو تیرا اور تیرے دین کا نام روشن کرے اور فرزندانِ اسلام کی رہبری ورہنمائی کرے۔''

قبولیتِ دعا

سید کریم شاہؒ مستجاب الدعوات تھے۔ ان کی دعا کو قبولیت کی سند عطا ہوئی اور 1830 عیسوی کو سید کریم شاہؒ کے گھر صبح کے ان لمحات میں ایک بیٹا پیدا ہوا جب مؤذن نمازیوں کو بارگاہِ رب العزت کے حضور سجدہ ریزی کے لیے پکار رہا تھا۔ سید کریم شاہؒ نے اپنے بیٹے کی پیدائش پر شکرانہ کے نوافل ادا کئے۔ بکروں کی قربانی دی اور غرباء و فقراء میں خیرات تقسیم کی۔

بیٹے کی پیدائش کے بعد نام رکھنے کا مرحلہ آیا تو سید کریم شاہؒ خاموش ہو گئے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا :

''آپ نے اپنے بیٹے کا کیا نام رکھا ہے؟''

تو انہوں نے جواباً فرمایا:

''جس نے پیدا کیا ہے وہی نام بھی رکھے گا۔''

اور پھر نومولود کی دارِ فنا میں آمد کے چند روز بعد سید کریم شاہؒ نے اپنے بیٹے کا نام جماعت علی رکھا۔ یہ نام اس سے پہلے کسی نے اس بستی اور اس علاقے میں نہیں سنا تھا۔ لوگوں نے ایسا انوکھا نام رکھنے کی وجہ سید کریم شاہؒ سے دریافت کی تو انہوں نے کہا:

''تم لوگوں نے کسی فرد کو جماعت بنتے نہیں دیکھا۔ اس لئے تم حیران ہو رہے ہو۔ ربِ کریم و عظیم کے فضل و کرم سے میرا یہ بیٹا بڑا ہو کر ایک ایسی جماعت

کا رہبر و رہنما اور مرشد و مربی بنے گا کہ جس کی تعداد بے شمار و بے حساب ہو گی۔"

اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے والد محترم کی یہ پیش گوئی وقت نے حرف بہ حرف ثابت کی جب چشمِ فلک نے دیکھا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ارادت مندوں اور عقیدت مندوں کی تعداد ان گنت اور نا قابلِ شمار تھی۔

خوبصورت خواب

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت سے بہت پہلے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بستی وقصبہ کے مشہور مولوی جن کا نام غلام رسول تھا قلعہ سوجھا سنگھ میں ہر جمعتہ المبارک کی نماز پڑھانے وہاں کی ایک مسجد میں جایا کرتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق جب وہ علی پور سیداں واپس لوٹتے تو قصبہ میں داخل ہونے سے پہلے اپنی جوتیاں اُتار لیا کرتے تھے۔ مولوی غلام رسول کے ساتھی بھی مولوی غلام رسول کی تقلید میں ایسا ہی کرتے تھے۔ ایک دن کسی نے مولوی غلام رسول سے پوچھا:

"یہ آپ لوگ قصبہ میں داخل ہونے سے پہلے جوتیاں اُتار کر ننگے پاؤں قصبہ میں کیوں داخل ہوتے ہیں؟ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟"

اس پر مولوی غلام رسول نے بتایا کہ:

"میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ اس قصبہ میں عنقریب ایک ایسا فرزندِ ارجمند جنم لینے والا ہے کہ جو ہندوستان کا مشہور قطب شمار ہو گا۔ اس کی ہدایت و

رہبری و رہنمائی کی روشنی سے ہر گھر منور و مطہر ہو گا۔ اسی لئے میں اور میرے ساتھی اس کی آمد کے احترام میں اس قصبہ علی پور سیداں میں ننگے پاؤں داخل ہوتے ہیں اور ہم بڑی شدت کے ساتھ اس وقت کے منتظر ہیں جب پاکیزہ ہستی اس بستی میں قدم رکھے گی۔''

مٹی کی چٹکیاں

اسی طرح حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی پیدائش سے تقریباً ایک ماہ پیشتر علی پور سیداں میں موجود ایک مجذوب مٹی کی چٹکیاں لوگوں میں تقسیم کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ:

''لوگو! خوب اچھی طرح سن لو۔ ایک ولی اللہ اس بستی میں پیدا ہونے والا ہے۔ اس کی آمد کی خوشی میں یہ چٹکی لے لو۔''

اور جب مٹی کی وہ چٹکی لوگوں کے ہاتھوں پر وہ مجذوب رکھتا تھا تو اس چٹکی سے مسرور کن خوشبو آتی تھی۔ اس کے ہاتھ مہک جاتے تھے اور وہ خوشبو اس قدر رچتی بستی تھی کہ کئی روز تک دل و دماغ معطر معطر رہتے تھے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے زمانے میں ایسے افراد کو پہچان لیتے تھے اور اپنے پاس بلا کر بٹھاتے تھے اور کہتے تھے کہ

''جناب! آپ تو ہماری آمد کے گواہوں میں سے ہیں۔ آپ کی تعظیم و تکریم ہم پر لازم ہے اور آپ کو دیکھ کر ہمیں از حد خوشی و مسرت ہوتی ہے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے والد مکرم حضرت سید کریم شاہؒ کے ساتھ آپؒ کے نانا جان بھی اپنے دور کے کامل بزرگانِ دین میں سے تھے۔ یوں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نجیب الطرفین ولی زادے تھے۔ آپؒ کی عمر تقریباً ساڑھے چار سال ہوئی تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو حفظِ قرآن کے لئے مسجد بھیجا گیا۔ وہاں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بہت ہی کم عرصہ میں قرآن الحکیم حفظ کرلیا۔ جب آپ رحمتہ اللہ علیہ حافظِ قرآن ہوئے تو یہ موقع آپ رحمتہ اللہ علیہ کے والدین کے لئے ازحد مسرت وانبساط کا موقع تھا۔ آپؒ نے ان لمحاتِ یادگار میں زردہ اور پلاؤ کی دیگیں پکوائیں اور پوری بستی علی پور سیداں میں تقسیم کیں۔ درحقیقت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اس بستی کے سب سے کم عمر بچے تھے جس نے قرآن پاک حفظ کیا تھا۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ بچپن ہی سے اپنی عادات واطوار کی وجہ سے انسانیت وروحانیت کے اعلیٰ وارفع مدارج کی جانب عازمِ سفر نظر آتے تھے۔ آپؒ کی باتیں اور عادتیں اپنے ہم عمر بچوں سے سراسر مختلف تھیں۔ آپؒ اپنے ساتھیوں کو بھی فضول وقت ضائع کرنے سے منع کرتے تھے اور انھیں تلقین کرتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ وقت یادِ الٰہی اور ذکر وفکر میں گزارا جائے۔ نماز کی پابندی کی جائے۔ قرآن پاک کی تلاوت کی جائے اور خدمتِ خلق کو اپنا شعار بنایا جائے۔ خودی وخودداری اور خدمت وبردباری آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ایسی خوبیاں تھیں جو ربِ کائنات نے بچپن ہی سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو

ودیت کی تھیں۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت کریم شاہؒ کے عقیدت مندوں اور ارادت مندوں کی تعداد نا قابلِ یقین حد تک زیادہ تھی۔آپؒ اپنے وقت کے جید عالم، متقی، پرہیزگار، دین دار اور سخی و فیاض مرد مجاہد تھے۔آپؒ کی سب سے بڑی خوبی کہ جس کی وجہ سے آپ رحمتہ اللہ علیہ مشہور ومعروف تھے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زبان کی تاثیر اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کی بارگاہِ رب العزت میں توقیر تھی۔آپؒ جو بات کہتے تھے وہ پوری ہو کر رہتی تھی۔

برق رفتار گھوڑی

ایک دن حضرت سید کریم شاہؒ اپنے ارادت مندوں کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ وعظ و نصیحت اور دنیا و آخرت کی باتیں ہو رہی تھیں۔ لوگ مختلف قسم کے سوالات کر رہے تھے جبکہ حضرت سید کریم شاہؒ ان کے مفصل اور تسلی بخش جوابات دے رہے تھے۔ اسی اثناء میں سیالکوٹ سے ایک عالم حضرت سید کریم شاہؒ کی مجلس میں پہنچا۔ اس نے مجلس میں شمولیت کی اجازت طلب کی۔ اجازت ملنے پر حضرت سید کریم شاہؒ کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ اس وقت حضرت سید کریم شاہؒ کی گود میں ان کے فرزندِ ارجمند حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ بیٹھے تھے جن کی عمر بمشکل پانچ سال تھی۔ سیالکوٹ سے آئے ہوئے عالم نے حضرت سید کریم شاہؒ سے چند دینی مسائل کے حوالے سے سوالات کئے اور تسلی بخش جوابات پانے کے بعد اس نے واپس جانے کی اجازت طلب کی تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے والد بزرگوار سے درخواست کی کہ:

''ابا جان! اس مسافر کو ایک گھوڑی دے دیجئے۔ ہو سکتا ہے راستے میں

اس کے کام آ جائے۔"

اس سے پہلے کہ حضرت سید کریم شاہؒ کوئی حکم صادر کرتے، سیالکوٹ سے آئے ہوئے عالم نے فوری طور پر انتہائی عاجزی وانکساری کے ساتھ حضرت سید کریم شاہؒ سے مخاطب ہو کر دست بستہ عرض کی:

"حضرت جی! آپؒ کے صاحبزادے کا میں ازحد شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میرے لئے گھوڑی دینے کی سفارش کی مگر میں یہ بتانا اپنا اولین فرض سمجھتا ہوں کہ میرے پاس ایک انتہائی اعلیٰ نسل کا ازحد نادر و نایاب گھوڑا ہے جو اپنی برق رفتاری اور ارفع کارگزاری میں ثانی نہیں رکھتا۔ لہٰذا میں چاہوں گا کہ مجھے گھوڑی دینے کی بجائے کسی اور کو دے دی جائے تو یہ بہتر ہوگا۔ فی الوقت مجھے اس کی قطعی ضرورت نہیں۔"

مگر مہمان مسافر کی اس وضاحت کے باوجود کم سن جماعت علی شاہؒ نے اپنے والد سے اصرار کیا کہ اسے گھوڑی ضرور دی جائے۔ چنانچہ اپنے کم سن بیٹے کے اصرار پر حضرت سید کریم شاہؒ نے سیالکوٹ کے عالم سے مسکراتے ہوئے کہا:

"جناب! بچے کی ضد اور اصرار ہے۔ اسے پورا ہونے دیجئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ضرور اس میں آپ کا کوئی نہ کوئی فائدہ ہوگا جو وقتی طور پر تو آپ کو نظر نہیں آیا مگر ہو سکتا ہے کہ آئندہ اس کا اظہار ہو چنانچہ آپ اصطبل سے ایک گھوڑی لیتے جایئے۔ گھوڑی وہی لیجئے جو آپ کو ازحد پسند ہو۔ جس گھوڑی پر ہاتھ رکھیں گے آپ کے حوالے کر دی جائے گی۔"

سیالکوٹ کا مہمان مسافر بھی گھوڑا شناس تھا۔اس نے اصطبل میں سے وہ گھوڑی منتخب کی جو انتہائی طاقتور، برق رفتار اور سوار کے ہلکے سے اشارے کو جاننے اور اس پر عمل کرنے والی تھی۔ سیالکوٹ کے عالم نے اب واپسی کا سفر شروع کیا۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا جبکہ حضرت سید کریم شاہؒ کی طرف سے دی گئی گھوڑی کی رسی تھامے تیزی کے ساتھ چل پڑا۔سیالکوٹی عالم نے محسوس کیا کہ وہ گھوڑی اس کے برق رفتار گھوڑے کا مکمل ساتھ دے رہی تھی اور جرأت و رفتار اور قوت و طاقت میں اس کے گھوڑے سے کسی طور کم نہیں تھی۔

کالی گھٹا، سفید بادل

سیالکوٹ سے آئے ہوئے مسافر عالم نے ابھی تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ یکایک آسمان پر کالی گھٹا اُٹھی۔ پھر بادل اُمڈ اُمڈ کر آئے۔ بجلی کڑکی اور دیکھتے ہی دیکھتے موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ سیالکوٹی عالم نے کافی کوشش کی کہ سفر جاری و ساری رکھا جائے مگر وہ اپنی اس کاوش میں ناکام رہا کیونکہ بارش کی تندی و تیزی ناقابلِ برداشت حد تک پہنچ گئی تھی۔ راستہ کیچڑ کیچڑ ہونے کے باعث گھوڑا زمین پر قدم نہیں جما پا رہا تھا۔اس صورت حال کی نزاکت نے سیالکوٹی عالم کو مجبور کیا کہ وہ بے بس و لاچار ہو کر اس وقت کا انتظار کرے جب بارش تھم جائے اور زمین سوکھ جائے تو وہ اپنا سفر دوبارہ سے جاری کر سکے۔

سیالکوٹی عالم نے بارش کی شوخی و شرارت سے بچنے کی کوشش میں کسی

جائے پناہ کی تلاش میں چہار جانب نظر دوڑائی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر اسے کھنڈر کے نشانات نظر آئے۔ وہ قریب پہنچا تو دیکھا کہ ایک چھوٹا سا غار ہے۔ سیالکوٹی عالم نے گھوڑا اور گھوڑی کو باہر باندھا اور غار کے اندر بیٹھ گیا۔ بارش کو آخر رکنا تھا وہ رک گئی۔ مطلع صاف ہوا تو سیالکوٹی عالم غار سے باہر نکلا۔ گھوڑے پر سوار ہوا۔ گھوڑی کی لگام ایک ہاتھ میں تھامی اور خراماں خراماں آگے بڑھنے لگا۔

اور پھر یکا یک سیالکوٹی عالم رک گیا کیونکہ کوئی سات فٹ لمبے انتہائی زہریلے اژدھے نے سیالکوٹی عالم کے گھوڑے کو لپک کر ڈس لیا تھا۔ گھوڑا لڑکھڑا کر گرا تو سیالکوٹی عالم بھی گرتے گرتے بچا تاہم اس نے اپنے آپ کو سنبھالا دیا۔ گھوڑا تڑپنے لگا۔ زہریلے اژدھے کا ہلاکت خیز زہر اس کے رگ و پے میں سرایت کر چکا تھا۔ گھوڑے کے منہ سے نیلے اور زرد رنگ کا جھاگ نکلا اور بالآخر وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ اب اژدھے نے سیالکوٹی عالم کی طرف رخ کیا تاکہ اس پر حملہ آور ہو اور اسے ڈس کر وہاں پہنچا دے جہاں اس نے گھوڑے کو پہنچایا تھا۔ اژدھا پھن پھلائے سیالکوٹی عالم کی طرف بڑھا تو سیالکوٹی عالم دوڑ کر پیچھے ہٹ گیا مگر اژدھا بھی رکنے والا نہیں تھا۔ اژدھے نے اب پوری تیاری کے ساتھ سیالکوٹی عالم پر حملہ کرنے کی ٹھان لی اور تیزی سے اپنے شکار کی طرف بڑھنے لگا۔

ایسے میں چشمِ فلک نے دیکھا اور سیالکوٹی عالم نے بھی ملاحظہ کیا کہ گھوڑی

یک لخت آگے بڑھی اور اس نے انتہائی سرعت و پھرتی کے ساتھ اپنا دایاں پاؤں اژدھے کے سر کے اوپر رکھ کر پوری قوت و طاقت کے ساتھ اسے دبانا شروع کر دیا۔ اژدھا غصے سے بل کھاتا ہوا گھوڑی کے پاؤں سے ہوتا ہوا اس کی ٹانگ کے ساتھ لپٹ گیا مگر گھوڑی نے ایک پاؤں اژدھے کے سر پر زور سے دبائے رکھا جبکہ دوسرے پاؤں کے ساتھ اژدھے کو زور زور سے مارتی رہی۔ یہ جنگ معقول عرصہ تک جاری رہی کیونکہ اژدھا اس قدر بھاری بھرکم تھا کہ اسے مارنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں تھا۔

اژدھے کی موت

گھوڑی نے مستقل مزاجی کا مظاہرہ کیا اور اس نے اپنی پوری طاقت و توانائی صرف کر کے بالآخر اس زہریلے اژدھے کو موت کی نیند سلا دیا جو سیالکوٹی عالم کی زندگی کے در پے تھا۔ اژدھا مرا تو سیالکوٹی عالم کی جان میں جان آئی۔ اب اسے سمجھ آئی کہ حضرت سید کریم شاہؒ کے کم سن فرزند جماعت علی شاہؒ نے کیوں اس بات پر اصرار کیا تھا کہ گھوڑی سیالکوٹی عالم کو دی جائے۔ سیالکوٹی عالم اس کرم فرمائی پر حضرت سید کریم شاہؒ کے ہاں واپس جا رہا تھا تاکہ ان کا شکریہ ادا کر سکے اور حضرت جماعت علی شاہؒ کا بھی شکریہ ادا کرے کہ جنہوں نے بصد اصرار اسے گھوڑی دلائی۔ ابھی وہ راستے ہی میں تھا کہ اسے حضرت جماعت علی شاہؒ مل گئے۔ وہ گھوڑی سے اتر کر حضرت جماعت علی شاہؒ کے پاؤں چھونے کی کوشش کرنے ہی لگا تھا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہؒ نے اسے

سختی کے ساتھ ایسا کرنے سے روک دیا۔ کم سن جماعت علی شاہؒ نے کہا:

''میاں! یہ کیا کر رہے ہو۔ آپ تو سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کی شریعت کے رکھوالے ہیں آپ کے لئے غیر اللہ کو تعظیم دینا قطعی مناسب نہیں۔ آپ میرے لئے دعا کریں یہی کافی ہے۔''

تحصیل علم کا شوق

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو جنون کی حد تک تحصیل علم کا ذوق وشوق تھا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد جب آپ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ محسوس کیا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے علاقے اور قرب وجوار کے علماء وفضلاء سے حتی الوسع اکتسابِ علم کر لیا ہے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ فیصلہ کیا کہ پیاسے کو کنوئیں کے پاس جانے کے مصداق ان شہروں اور علاقوں کا سفر اختیار کیا جائے کہ جہاں علم و عمل کے سرچشمے پوری فراوانی کے ساتھ تشنگانِ علم کی پیاس بجھا رہے ہیں۔

اگرچہ ان دنوں لمحہء موجود کی طرح سفر سہل اور آسان نہیں تھا بلکہ انتہائی دشوار، مشکل اور صبر آزما تھا۔ سڑکیں ناپید تھیں۔ بسوں اور ریلوں کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ اگرچہ مختصر سے سفر کے لئے گھوڑا گاڑی اور بیل گاڑی مل جاتی تھی تاہم لمبے سفر کے لئے اپنی سواری کا ہونا ناگزیر تھا لیکن حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس کوئی ذاتی سواری نہیں تھی اس کے باوجود بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ انتہائی منظّم انداز میں سفر کی صعوبتوں پر قابو پاتے ہوئے مختلف شہروں اور

مقامات پر پہنچے۔ آپؒ کا طریقِ کار یہ تھا کہ جس طرح کی صورت حال ہوتی تھی وہی طریقہ وسلیقہ اختیار کر لیتے تھے۔ اگر سواری دستیاب ہوتی تھی اور جتنے سفر کے لئے دستیاب ہوتی تھی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ سواری استعمال کر لیتے تھے اور اگر سواری میسر نہیں آتی تھی تو گھنٹوں پیدل سفر کرتے تھے۔ نماز کے اوقات میں مسجد مل جاتی تھی تو رب رحمٰن ورحیم کا شکر ادا کرتے ہوئے اس میں نماز کی ادائیگی کر لیتے تھے ورنہ کسی صاف ستھری مناسب جگہ کا انتخاب کر کے بارگاہِ رب العزت میں سجدہ ریز ہو جاتے تھے۔

نمک کی ایک چٹکی

پانی کے دو مشکیزے ساتھ رکھتے تھے۔ دریا کا صاف پانی مل جاتا تھا مسجد ڈھونڈے سے مل جاتی تھی تو وہاں سے مشکیزے بھر لیتے تھے۔ آپؒ کے پاس جو مشکیزے تھے وہ عام مشکیزوں سے قدرے چھوٹے تھے اسی لئے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو دو رکھنے پڑتے تھے۔ وضو اور طہارت کے لئے لوٹا جبکہ نماز کے لئے جائے نماز ہمراہ ہوتی تھی۔ جہاں بیٹھنا یا لیٹنا ہوتا تھا تو جائے نماز پر چادر بچھا کر لیٹ جاتے تھے۔ راستے میں کبھی کسی سے خوراک کے حوالے سے کچھ طلب نہیں فرماتے تھے۔ ربِ رازق ورزاق خود ہی کوئی نہ کوئی بندوبست کر دیتا تھا۔ اکثر روزہ سے رہتے تھے۔ سحری اور افطاری کیلئے کچھ نہیں ملتا تھا تو نمک کی ایک چٹکی کے ساتھ پانی پی لیتے تھے۔ یوں کھیتوں ، کھلیانوں ، گاؤں ، میدانوں، پہاڑوں ، بازاروں اور سبزہ زاروں سے ہوتے ہوئے بالآخر اپنی منزلِ مقصود پر

پہنچ جاتے تھے البتہ راستے کے تعین کے لئے بعض اوقات مسافروں اور راہ گیروں سے مشورہ کر لیتے تھے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت لاہور آیا جایا کرتے تھے جب علی پور سیداں سے لاہور پہنچنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں سمجھا جاتا تھا۔آپؒ نے لمبے لمبے سفر کئے اور بڑی جی داری اور خندہ پیشانی کے ساتھ کئے۔آپؒ نے خان پور، سہارن پور، لکھنؤ اور گنج مراد آباد جیسے دور افتادہ اور بے آباد جگہوں کا سفر بڑی بے جگری کے ساتھ کیا اور ثابت کیا کہ علم کے حصول کے لئے کسی قسم کی بھی تکلیف یا پریشانی کسی حوالے سے رکاوٹ نہیں بنتی۔ بنیادی چیز انسان کی مستقل مزاجی، استقامت، ثابت قدمی اور مقصد کے حصول کے لئے ہمہ قسم کی قربانی کا جذبہ ہوتا ہے جو کامیابی و کامرانی کو قدم چومنے پر مجبور کرتا ہے۔ بقول اقبال ؎

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

علم کی فروخت؟

علم کی اگرچہ کوئی حد نہیں اور نہ سرحد ہے۔ محد سے لے کر لحد تک انسان طالب علم ہی رہتا ہے۔ علم لامحدود ہے جب کہ انسانی بساط محدود ہے۔ ایک محدود کے اندر لامحدود کا سمونا ناممکن ہے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ

علیہ نے ہمیشہ اپنے آپ کو طالب علم سمجھا اور کبھی یہ نہ جانا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ علم میں کامل ہو گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنی عمر ناپائیدار کے آخری لمحات تک علم کے حصول میں سرگرداں رہے تاہم ایک وقت ایسا آیا جب زندہ دلانِ لاہور نے یہ سمجھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے علم کی تکمیل کر لی ہے تو اس دور میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اورینٹل کالج لاہور میں بطور پروفیسر تقرری کی پیشکش کی مگر نہ تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے پسند کیا اور نہ ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے والدِ محترم نے اس کی اجازت دی۔ آپؒ نے کالج کی انتظامیہ سے صاف صاف الفاظ میں یہ کہہ دیا کہ:

''میں ابھی خود طالب علم ہوں۔ پھر پروفیسر کیسے ہوسکتا ہوں؟ دوسرا یہ کہ میں اپنے آپ کو ایک حد میں قید نہیں کرنا چاہتا۔ یہ عہدہ اور یہ تقرری سب دنیاوی باتیں ہیں البتہ جو کوئی بھی میرے پاس سیکھنے اور پڑھنے کے لئے آئے گا میں جو کچھ جانتا ہوں گا اس کی بلا معاوضہ مدد کر دوں گا۔ میرے والد محترم نے مجھے تاکیداً کہا ہے کہ میں علم کو فروخت کرنے کی بجائے خدمتِ خلق کر کے علم کی روشنی کو ہر خاص و عام کے لئے عام کر دوں۔ یہی میرا مشن ہے اور یہی میری زندگی کا مقصدِ اولین ہے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے والدِ محترم ماہِ رمضان میں عبادت و ریاضت اور مجاہدہ و مطالعہ کا خصوصی اہتمام و انتظام کرتے تھے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے والد کے حکم اور خواہش پر ماہِ رمضان

المبارک کی تراویح میں قرآن الحکیم کی انتہائی خوش الحانی کے ساتھ تلاوت فرماتے تھے۔آپؒ کی تلاوت ایسی روح پرور، پرسوز اور ایمان افروز ہوتی تھی کہ اس کی شہرت دور ونزدیک تک پھیل چکی تھی اور لوگ از حد شوق وانہماک کے ساتھ لمبے سفر طے کر کے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی تلاوت سننے کے لئے آتے تھے۔آپؒ نے قرأت کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی۔لحن کی خوبی خداداد تھی۔اسی لئے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی قرأت سنتے وقت لوگوں کو یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے قرآن کی آیات آسمان سے اتر رہی ہوں۔رمضان المبارک میں آپؒ لوگوں سے میل ملاپ اور ملاقات ومشاورت بند کر دیتے تھے بلکہ پوری لگن کے ساتھ رمضان المبارک کا پورا مہینہ مسجد ہی میں ایک کونے میں بیٹھ کر صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ سے لو لگائے رکھتے تھے۔اور اوراد و وظائف پڑھتے تھے۔نوافل ادا کرتے تھے۔قرآن پڑھتے تھے۔حدیث کا مطالعہ کرتے تھے اور زیادہ سے زیادہ درودِ پاک کی تسبیح کرتے تھے۔

شادی خانہ آبادی

رمضان المبارک کے علاوہ سال کے باقی گیارہ مہینوں میں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ درس وتدریس کے علاوہ لوگوں کی تربیت میں مصروف ومشغول رہتے تھے۔اور پھر وہ وقت آیا جب آپ رحمتہ اللہ علیہ کے والدِ محترم نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا کہ وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو رشتۂ ازدواج میں منسلک کرنا چاہتے ہیں۔آپؒ نے اپنے والدِ محترم کی خواہش پر سرِ تسلیم خم کیا اور

شادی کو سنتِ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہوئے اس بندھن میں بندھ گئے۔ آپؒ کی شادی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ماموں کی بیٹی سے ہوئی۔ آپؒ کی زوجہ ازحد عابدہ، زاہدہ اور تہجد گزار خاتون تھیں۔ ہمہ وقت باوضو رہنے کی کوشش کرتی تھیں اور درود پاک ان کی زبان پر ہر آن جاری وساری رہتا تھا۔ سارا دن گھر کے کام کاج بھی کرتی تھیں اور درود پاک بھی پڑھتی رہتی تھیں۔ گھر کے کام کاج سے فراغت کے بعد نوافل ادا کرتی تھیں۔ شب بیدار تھیں اور بعض اوقات ساری ساری رات تلاوتِ کلامِ الٰہی اور ادائیگیِ نوافل میں گزار دیتی تھیں۔

مرشد کی تلاش

حضرت سلطان باہوؒ نے کہا تھا کہ بغیر مرشد و رہبر کے کوئی بھی فرد شریعت و طریقت اور روحانیت و ریاضت کے مراحل طے نہیں کر سکتا۔ انہوں نے واضح طور پر اعلان کیا کہ

"مرشد دا دیدار ہے باہو، سانوں لکھ کروڑاں حجاں ہُو"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے محسوس کیا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ کسی مرشد کو تلاش کیا جائے کیونکہ اولیاء کرامؒ کے نزدیک مرشد ہی رب تعالیٰ کے قرب کا وسیلہ بنتا ہے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ بھی اولیاؤں کے اسی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے جو مرشد کے بغیر اپنے آپ کو نامکمل سمجھتے ہیں۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ مرشد کی تلاش میں نکلے۔ رہبرِ کامل اور مرشدِ اکمل کا ملنا آسان نہیں ہوتا۔ یہ قسمت و مقدر والوں کا نصیب ہوتا ہے۔ راستے میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ملاقات حضرت پیر امام علیؒ سے ہوئی۔ وہ

اپنے ارادت مندوں کے ہمرکاب پابہ رکاب تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا تو رُک گئے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کو سلام کیا۔ آپؒ نے آگے بڑھ کر ان کے سلام کا انتہائی منکسرانہ انداز میں جواب دیا۔ اس موقع پر حضرت پیر امام علیؒ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے کہا کہ:

''آپ سے مل کر خوشی ہوئی ہے۔ ہم نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ رب کریم وعظیم سے دعا ہے کہ وہ آپ کو اس سے بھی اعلیٰ وارفع مقام عطا کرے۔''

پھر حضرت پیر امام علیؒ نے اپنے ارادت مندوں سے مخاطب ہو کر انتہائی پُر اعتماد اور یقین افروز لہجے میں کہا:

''آپ لوگ انہیں دیکھ لیں۔ ان کا نام جماعت علی ہے۔ یہ نوجوان بڑے ہو کر بہت بڑے مرتبہ پر فائز ہوں گے۔ یہ ولیِ کامل اور مرشدِ اکمل کا درجہ پائیں گے۔ دنیائے اسلام میں ان کا نام چاردانگ روشن ومنور ہو گا۔ ولایت و قطبیت کے ارفع و اعلیٰ مقام کے حامل ہوں گے اور ان کے مریدین وعقیدت مندوں کا ایک بحرِ بے کراں ہمالیہ سے راس کماری تک پھیلا ہوا ہو گا۔ ہماری یہ پیش گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہو گی۔ ہم جو کہہ رہے ہیں اس میں کوئی مبالغہ و مغالطہ نہیں ہے۔''

اور وقت نے یہ ثابت کیا کہ حضرت پیر امام علیؒ نے جو پیش گوئی کی تھی وہ اپنے تمام تر مفہوم ومطلب کے ساتھ سچ ثابت ہوئی۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے مرشد و مربی کی تلاش جاری رکھی۔ صراطِ مستقیم کے مسافروں کے سر پر ربِ کائنات کی ہدایت و رحمت کی چھتری لمحہ لمحہ سایہ فگن رہتی ہے۔ ایک روز آپ ؒ محوِ سفر تھے مگر پُر عزم اور پُر امید تھے کہ مرشد کو ضرور پالیں گے کہ اچانک راستے ہی میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ملاقات قطبِ زماں حضرت بابا فقیر محمدؒ چورے شریف والے سے ہوگئی۔ طالب و مطلوب کی آنکھیں ملیں تو دلوں میں روحانیت و طریقت کی بجلی سی کوند گئی۔ طریقت و ارادت کے راہی و رہبر ایک دوسرے کو بہت تیزی سے پہچان لیتے ہیں۔ حضرت بابا فقیر محمدؒ نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا تو فوراً پہچان گئے۔ یہی صورتِ حال حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی تھی۔ آپؒ نے فوری احساس کرلیا کہ منزل مل گئی ہے۔ آپؒ آگے بڑھے اور حضرت بابا فقیر محمدؒ کو سلام نیاز پیش کیا۔ حضرت بابا فقیر محمدؒ نے سلام کا جواب دینے کے ساتھ ساتھ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور تبرک پیش کیا۔ کچھ دیر گفتگو کی اور پھر رخصت چاہی اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے کہا کہ:

"کسی وقت چورا شریف آؤ۔ تمہارے من کی بات ہم نے پالی ہے۔ رب تعالیٰ نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تمہاری طلب بھی سچی ہے اور تمہارا مقصد بھی نیک ہے۔ ہم سے جو کچھ ہو سکا تمہیں ضرور دیں گے۔ اس سے ہمیں خوشی ہو گی۔"

چورہ شریف

منزل تو نظر آچکی تھی مگر گوہر مراد نہیں ملا تھا۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا اک اک لمحہ بے تابی و بے قراری میں گزر رہا تھا۔ دل یہی کرتا تھا کہ اُڑ کر چورا شریف پہنچ جائیں اور حضرت بابا فقیر محمدؒ کی رفاقت میں طریقت و روحانیت کے مراحل طے کریں مگر نہ تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس معقول زادِ راہ تھا اور نہ ہی کوئی سواری کا بندوبست تھا۔

اور پھر جب پیمانہ ءصبر لبریز ہو کر اچھلنے ہی والا تھا کہ اک روز حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے چورا شریف جانے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ تن تنہا اور بغیر زادِراہ، پیادہ پا، چورا شریف کی جانب چل پڑے۔ راستے میں کسی نے سواری کی پیشکش کی بھی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے انکار کر دیا اور کہا کہ کسی کا احسان لئے بغیر ہی منزلِ مراد تک پہنچوں گا۔ نہ بھوک کی پروا کی اور نہ پیاس کی اور نہ یہ دیکھا کہ تھکاوٹ سے چور چور ہوں۔ سچ ہے کہ جنون سچا ہو تو راستے کا ہر پتھر دھول بن جاتا ہے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ راستے کی تمام تر صعوبتوں کی پروا کئے بغیر بالآخر چورا چریف پہنچ گئے۔ حضرت بابا فقیر محمدؒ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا تو شفقت و محبت بھرے لہجے میں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر کہا:

''میاں! تم نے بھی کمال کر دیا۔ اس قدر بے صبری کہ چند روز بھی نہ گزار سکے۔ ایسی جلدی کی کیا ضرورت تھی جو اس قدر بے سروسامانی کے عالم میں یہاں پہنچے بہر حال تمہاری لگن ہمیں پسند آئی۔ آؤ آگے آؤ اور ہمارے قریب ہی بیٹھ جاؤ۔ ہم جانتے ہیں کہ تم کس لئے آئے ہو اور کیا چاہتے ہو!''

خرقہ و دستار

اور ان لمحاتِ یادِ آفریں میں حضرت بابا فقیر محمدؒ نے بھی کوئی دیر نہ کی۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو پہلی فرصت میں بیعت کر لیا اور اپنی دستار آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سر پر رکھ کر بانگِ دہل اعلان کیا کہ:

''جماعت علی آج سے ہمارے خلیفہ ہیں۔ ہم انہیں حکم دیتے ہیں کہ خدائے بزرگ و برتر کا ذکر ہر لمحہ جاری رکھیں اور لوگوں کو بھی ذکرِ الٰہی کرنے کی ہدایت و نصیحت اور ترغیب و تلقین کریں کیونکہ یہی وہ طریقہ و ذریعہ ہے کہ جس سے دین و دنیا کو منور و ممیز کیا جا سکتا ہے۔''

حضرت بابا فقیر محمدؒ نے جیسے ہی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو خرقۂ خلافت عطا کیا تو ان کے دوسرے مریدین کو ان کے اس فیصلے سے نہ صرف حیرت ہوئی بلکہ شکایت بھی پیدا ہوئی۔ اس شکایت کو انہوں نے دل میں نہیں رکھا بلکہ اکٹھے ہو کر حضرت بابا فقیر محمدؒ کے پاس حاضر ہوئے اور شکایت کا برملا اظہار کرتے ہوئے کہا:

''بابا جی! ہم ایک عرصہ سے آپ کے مرید ہیں۔شب و روز آپ کی صحبت میں رہتے ہیں۔آپ کے ہر حکم اور ہر اشارے پر عمل کرتے ہیں۔آپ کی اور ہماری رفاقت برسوں پر محیط ہے۔عبادت و ریاضت میں بھی ہم نے اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔پھر کیا وجہ ہے کہ ایک ایسا شخص جو آپ کا آج ہی مرید ہوا تو اسے آج ہی آپ نے اپنی تمام کرم نوازیوں کی تابانیوں سے زمین سے اٹھا کر آسمان پر پہنچا دیا ہے اور اپنا خرقہ ءخلافت عطا فرما دیا ہے۔کیا ہم میں سے کوئی اس قابل نہیں تھا؟ایک فرد علی پور سیداں سے آیا اور لمحوں میں ولایت کے سارے خزانے سمیٹ گیا۔ہمیں تو بلاشبہ حیرت بھی ہے اور شکایت بھی!''

حضرت بابا فقیر محمدؒ اپنے مریدوں سے از حد پیار کرتے تھے۔انہوں نے اپنے مریدوں کی ساری بات انتہائی تحمل اور بردباری کے ساتھ سنی اور کچھ دیر خاموش رہے۔اس دوران ان کے مریدین بھی خوش تھے مگر پُر سکون نہیں تھے۔ایک عجیب سی ہیجانی اور پریشانی کی کیفیت میں تھے۔اور پھر تھوڑی دیر بعد حضرت بابا جی فقیر محمدؒ نے سر اوپر اُٹھایا اور انتہائی مشفقانہ و ہمدردانہ لہجے میں اپنے مریدوں کے مایوس و پژمردہ چہروں کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا:

''میں نے تمہارے جذبات و محسوسات کو پوری طرح محسوس کر لیا ہے۔میں جانتا ہوں کہ تم مجھ سے کس قدر محبت و عقیدت رکھتے ہو۔مجھے یہ بھی علم ہے کہ جس سے محبت و عقیدت ہوتی ہے اس سے توقعات بھی بڑھ جاتی ہیں۔تمہارا شکوہ بجا مگر تم نہیں جانتے کہ یہ سب ہم نے کیونکر کیا۔اصل بات یہ ہے کہ

جماعت علی تو چراغ اور بتی کے ساتھ ساتھ تیل بھی اپنے ہمراہ لایا تھا ہم نے تو صرف چراغ کو روشن کیا ہے۔ اگر تم بھی اس مرتبہ و مقام تک پہنچے ہوتے تو ربِ کریم و عظیم کی مرضی سے ہم تمہیں خرقہء خلافت دے دیتے۔ یہ سب الطاف و اکرام ربِ رحمٰن و رحیم کا ہے۔ ہمارا اس میں کوئی عمل دخل نہیں۔ خدا اپنے رازوں سے خود واقف اور خود ہی آگاہ و آشنا ہے۔ اس کی حکمتیں ہم نہیں جان سکتے۔ پھر بھی جو کچھ اس نے ہمیں عطا کیا ہے اسی پر صبر و شکر کرنا چاہئے اور کبھی بھی شکوہ شکایت سے اپنی زبان کو آلودہ نہیں کرنا چاہئے۔ ایسا کرنا سوائے خدا تعالیٰ کی ناراضی کو دعوت دینے کے اور کچھ نہیں۔ خدا کے حضور گڑگڑاؤ۔ عاجزی کرو۔ عبادت کرو۔ ریاضت کرو۔ اللہ تمہیں بلند درجات عطا کرے گا اگر وہ چاہے گا کیونکہ کوئی بھی چیز ربِ علیم و خبیر کی مرضی و منشاء کے بغیر وقوع پذیر نہیں ہو سکتی۔''

حضرت بابا فقیر محمدؒ کی اس نصیحت آموز ہدایت پر ان کے تمام مرید مطمئن ہو گئے اور انہوں نے اس بات سے توبہ کی کہ پھر کبھی زبان پر کسی قسم کا شکوہ و شکایت نہیں لائیں گے۔

اظہار کے رنگ و آہنگ

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے جس شخصیت کو مرشد و مربی کے طور پر منتخب کیا ان کا تعلق سلسلۂ نقشبندیہ سے تھا مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ سلسلہ ہائے طریقت سے عقیدت رکھتے تھے۔ آپؒ نے کبھی اس بات میں فرق و تمیز نہیں کی تھی کہ فلاں شخص کسی اور سلسلہ سے تعلق رکھتا ہے۔ آپؒ کی مجلس میں ہر سلسلۂ طریقت کے افراد کو آنے کی کھلی اجازت تھی۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ تمام سلسلے قربِ الٰہی کے حصول اور عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار کے رنگ و آہنگ ہیں بس اتنا فرق ہے کہ ربِ کائنات نے ہماری پہچان کے لئے یہ سب قبیلے، اور فرقے اور سلسلے بنائے ہیں البتہ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرقہ بندی کے سخت خلاف تھے۔ آپؒ کے مطابق فرقہ بندی سے تعصب، عناد اور بغض فروغ پاتا ہے جو کسی طور پر بھی نہ خدا کو پسند ہے اور نہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہے۔

بقول اقبال ؎

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں

کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی انہی خوبیوں اور اعلیٰ ظرفی کے باعث عوام الناس میں ''امیر ملّت'' اور ''قبلۂ عالم'' کے القابات سے پکارے جاتے تھے۔ آپؒ کو آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے حد درجہ محبت تھی۔ عشقِ الٰہی کے ساتھ ساتھ آپ رحمتہ اللہ علیہ عشقِ مصطفےٰ ﷺ میں بھی سرشار رہتے تھے۔ یہی سرشاری ہی تھی جو آپ رحمتہ اللہ علیہ کو مجبور کرتی تھی کہ آپؒ ہر سال حجِ بیت اللہ اور زیارتِ روضۂ رسولِ رحمت ﷺ کی خاطر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جانے کی حتی المقدور کوشش و کاوش کرتے تھے اور سچی لگن اور سچے عشق ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ اکثر و بیشتر مکہ و مدینہ پہنچ پاتے تھے۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ

''اس طرح مجھے قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے اور آقا جی حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے دربار پر حاضری کا شرف ملتا ہے۔''

زہر آلود پانی

ایک دفعہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ تبلیغ دین کے لئے مصر گئے ہوئے تھے کہ ایامِ حج بیت اللہ قریب آ گئے۔ آپؒ نے فوری طور پر حج کا ارادہ کیا اور مکہ معظّمہ کی جانب عازمِ سفر ہوئے۔ راستے میں بحیرہ احمر پڑتا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بحیرہ احمر کے مضرت رساں پانی سے طہارت کی تو زہر آلود پانی

ہونے کی وجہ سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے جسم میں الرجی پھیل گئی اور جگہ جگہ پر پھوڑے نکل آئے اُبھار پیدا ہو گئے۔ اس صورت حال میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کو سخت تکلیف اور شدید درد محسوس ہوا۔ یہ صورت حال بڑھتی گئی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس نہ تو اس بیماری کی کوئی دوا تھی اور نہ ہی کسی طبیب کی سہولت میسر تھی۔ بحر حال اس تکلیف دہ اور صبر آزما حالت میں بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ نے سفر جاری رکھا اور اسی حالت و کیفیت میں مدینہ منورہ جا پہنچے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے روضۂ رسولِ رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے کافی دور کھڑے ہو کر عرض کی:

"یا رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے در کی حاضری کے شوق میں یہاں پہنچا ہوں۔ میری حالت یہ ہے کہ میرے پھوڑوں سے خون رس رہا ہے یوں میرے کپڑے بھی خون آلودہ ہیں اور جسم بھی خون خون ہے۔ اس طرح میں پاکیزگی کی حالت میں نہیں ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ روضۂ اقدس کے قریب آنے کی جرأت و جسارت نہیں کر رہا کیونکہ منزہ و مطہر روضہ کے پاس جانے کے لئے پاکیزہ ہونا ضروری ہے۔ میرا سلام قبول فرمائیے اور دور ہی سے قبول فرمائیے۔ میری مجبوری مجھے روضۂ مقدس کے قریب آنے سے روک رہی ہے البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری درخواست ہے کہ میری مدد و اعانت فرمائیے اور ربِ کریم و عظیم سے سفارش کیجئے کہ وہ مجھے اس بیماری سے نجات دے تو میں نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کے قریب آسکوں بلکہ مکہ معظّمہ جا کر طوافِ کعبہ کر

کے حج بیت اللہ کی سعادت بھی حاصل کرسکوں۔''

زیارتِ رسول مکرم ﷺ

اس طرح کی التجا و دعا کرتے کرتے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ مسجدِ نبوی ﷺ کے باہر ہی لیٹ گئے۔ نیند نے غلبہ پایا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ سو گئے کیونکہ سفر کی وجہ سے کافی تھکاوٹ محسوس کر رہے تھے۔ آنکھ لگی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کو حالتِ خواب میں رسولِ مکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے کہا کہ مسجدِ نبوی کی جائے وضو کے فلاں کونے میں ایک کوزہ پانی سے بھرا رکھا ہے۔ اس کوزہ کو اٹھا لو۔ اس کے پانی کو پیو بھی اور اس سے طہارت بھی کرو۔ ربِ کریم و رحیم کے فضل و کرم سے تم جلدی صحت یاب ہو جاؤ گے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی آنکھ کھلی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے آنحضور ﷺ کی ہدایت کے مطابق کوزہ تلاش کر لیا۔ اس کا پانی پیا اور پھر اس کے پانی سے طہارت بھی کی۔ چند ہی گھنٹوں میں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے جسم کے تمام زخم یوں مندمل ہو گئے جیسے کبھی تھے ہی نہیں اور پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے جلدی سے روضۂ رسولِ رحمت ﷺ کے قریب جا کر ہدیۂ درود و سلام پیش کیا۔

آنسوؤں کی جھڑی

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی مجلسِ عام میں دور ونزدیک سے ہر مکتبۂ فکر اور ہر طبقۂ ذکر کے افراد و اشخاص حاضر ہوتے تھے۔ ان میں زیادہ تر لوگ وہ ہوتے تھے جو محض آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل کرنے کی خاطر آتے تھے تاہم کچھ افراد ایسے بھی ہوتے تھے جو کسی مسئلہ یا پریشانی کے حل کے لئے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے رجوع کرتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ ایسے افراد پر خاص توجہ دیتے تھے۔ ان کے مسئلے کو توجہ و تفکر سے سنتے تھے اور اس کا موزوں و مناسب حل پیش کرتے تھے۔ بعض لوگ محض اس لئے بھی حاضر ہوتے تھے کہ ان کے لئے بارگاہِ رب العزت میں دعا کی جائے تاکہ ان کے من کی مراد پوری ہو۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ان لوگوں کی حسبِ منشاء بارگاہِ ایزدی میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر التجا کرتے تھے اور اکثر لوگوں کی مرادیں ربِ رحمٰن ورحیم آپ رحمتہ اللہ علیہ کی دعا کی قبولیت سے پوری بھی فرما دیتا تھا۔ ویسے بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ معمول تھا کہ مجلس کے اختتام پر

دعا ضرور فرماتے تھے جس میں مجلس کے جملہ حاضرین شامل ہوتے تھے۔ یہ دعا جملہ مسلمانوں کی فلاح و اصلاح کے لئے ہوتی تھی۔ سب کی کامیابی و کامرانی کے لئے ہوتی تھی اور خاص طور پر روزِ محشر کی بخشش و مغفرت کے لئے ہوتی تھی۔ اس دوران بیشتر اوقات آپ رحمتہ اللہ علیہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی تھی اور بعض اوقات آپ رحمتہ اللہ علیہ کی آنکھیں نم ہو جاتی تھیں۔

ایک حافظ کی کہانی

ایک روز حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی مجلسِ عام میں پسرور شہر سے ظفر نامی ایک حافظِ قرآن پاک حاضر ہوا۔ وہ انتہائی ملول و مغموم تھا۔ اس کی آنکھیں پُرنم، اس کے بال الجھے ہوئے اور اس کا چہرہ زرد تھا۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے دیکھا تو اپنے قریب بلا لیا اور اس سے پوچھا:

''میاں! یہ تم نے کیا حال بنا رکھا ہے؟ آخر تمہیں کیا پریشانی ہے اور کیا تکلیف ہے کہ جس کی وجہ سے اس قدر رنجیدہ و سنجیدہ دکھائی دے رہے ہو؟ وہ کون سا دکھ ہے کہ جس نے تمہیں اس نوبت تک پہنچایا ہے؟''

ظفر علی پہلے تو بہت رویا اور جی بھر کر رویا تاہم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے تسلی دی۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اسے ایک بار پھر انتہائی شفقت و محبت کے ساتھ کہا کہ وہ اپنے غم والم کی روداد کھل کر بیان کرے تا کہ اس

کا کوئی مداوا سوچا جا سکے۔

ظفر علی کچھ دیر خاموش اور پُرسکون رہا۔ ظاہری طور پر وہ پُرسکون دکھائی دیتا تھا مگر اس کے من میں اک ان دیکھی چنگاری نہیں بلکہ شعلہ بار آگ اپنی تمام تر تمازت وحدت کے ساتھ بھڑک رہی تھی۔ جب اس نے کلی طور پر محسوس کیا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اس کے غم کی الم ناک داستان سننے کے لئے ہمہ تن گوش ہیں اور منتظر ہیں کہ وہ اپنے دل کی کہانی سے پردہ اٹھا دے تو وہ انتہائی غم زدہ لہجے میں بے ربط جملوں کے ساتھ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر گویا ہوا کہ:

''حضرت جی! میں حافظِ قرآن ہوں۔ ربِ کائنات کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے یہ نعمت عطا کی اور اس خوبی کا میں جس قدر شکر ادا کروں وہ کم ہے کہ ربِ علیم و خبیر نے میری تلاوت میں مسحور کن اور اثر آفریں کشش و جاذبیت رکھی ہے کہ جب میں قرآنِ پاک کی تلاوت کرتا ہوں تو چلتے ہوئے لوگ رک جاتے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کلامِ الٰہی میری زبان سے ادا نہیں ہو رہا بلکہ صفا و مروہ کی پہاڑیوں سے صدائے غیبی آ رہی ہے۔ لوگ میری قرأت و تلاوت کے دیوانے تھے لیکن میں اپنی مرضی و منشاء کا مالک ہوتا تھا۔ یہ بھی میں ارادتاً نہیں کرتا تھا بلکہ کوئی غیبی اور ان دیکھی قوت تھی جس نے مجھے اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔ میرا من چاہتا تو مہینوں آبادی سے نکل کر جنگلوں اور بیابانوں کی راہ لیتا اور وہیں عبادت و ریاضت میں مشغول و مستغرق رہتا اور پھر ایسا ہوتا کہ میں

سنسان و ویران جگہوں سے نکل آتا اور مسجدوں میں ڈیرہ ڈال لیتا۔ ہفتوں، مہینوں مختلف مساجد میں رہتا۔ باجماعت نماز ادا کرتا۔ کوشش کرتا کہ روزانہ بلاناغہ روزہ رکھوں۔ ساری ساری رات عبادت اور ریاضت میں گزار دیتا۔ لوگ کہتے کہ میری آنکھوں میں ایسا جلال ہے کہ وہ مجھ سے نظریں ملانے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ خدا معلوم میری شخصیت میں کیا کشش و مقناطیسیت تھی کہ لوگ دیوانہ وار میری طرف بھاگتے مگر میں کسی کی پرواہ نہ کرتا۔

بے شمار دفعہ لوگ مجھ سے قرأت وتلاوت کی فرمائش وخواہش کرتے تو میں یہ کہہ کر انکار کر دیتا کہ قرآن الحکیم ربِ علیم وکریم کا کلام ہے۔ ربِ وحدہ لاشریک جب مجھ سے کلام سننا چاہتا ہے تو میں سناتا ہوں۔ مجھے کسی اور کی پروا نہیں۔ مجھے ربِ کائنات کی خوشی وخوشنودی سے غرض ہے۔ کوئی اور ناراض ہو یا خوش ہو مجھے اس سے قطعاً کوئی مطلب نہیں۔ مگر میرے اس روکھے پن کے باوجود بھی لوگ میری قرأت کے دیوانے تھے۔ وہ مجھ سے تقاضا کرتے تھے کہ میں انہیں کلامِ الٰہی اپنی تمام تر خوش الحانی اور آواز کی تمام تر تابانی کے ساتھ سناؤں۔

میری لاپرواہ طبیعت اور لوگوں سے دور بھاگنے کے رویے کی وجہ سے مختلف لوگوں نے میرے بارے مختلف آراء قائم کر رکھی تھیں۔ کوئی مجھے مغرور اور سرپھرا کہتا تھا۔ کوئی مجھ پر یہ الزام لگاتا تھا کہ میں انگریزوں کا خفیہ ایجنٹ ہوں اور میں نے ارادتاً اور مصلحتاً ایسا رویہ اختیار کیا ہوا ہے۔ وہ مجھے بہروپیا بھی سمجھتے تھے

اور کہتے تھے کہ انگریزوں کی طرف سے مجھے اس کا بھاری معاوضہ ملتا ہے۔

ان الزام تراشیوں اور من گھڑت تانوں کے باوجود لوگوں کی ایک کثیر تعداد ایسی تھی جو مجھے ربِ تعالیٰ کا برگزیدہ سمجھتی تھی تاہم یہ بات طے ہے کہ لوگ میری پُراسرار شخصیت کو پوری طرح سمجھنے سے اپنے آپ کو قاصر سمجھتے تھے اور اس کا برملا اظہار بھی کرتے تھے۔ جہاں لوگ میرے خلاف بولنے والے موجود تھے وہاں میری تعریف کرنے والوں کی بھی کمی نہیں تھی۔ جس کی جیسی سوچ تھی ویسی وہ میرے بارے بات کرتا تھا اور میں اپنے تئیں اپنے من میں یہی سمجھتا تھا کہ یہ لوگ مجھے کبھی بھی نہیں سمجھ پائیں گے۔'' بقول شاعر ؎

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں

جسے غرور ہو ، آئے کرے شکار مجھے

ظفر علی بات کرتے کرتے قدرے رک سا گیا۔ اس کی آنکھیں پھر بھیگ گئیں۔ اس کے چہرے کے پیچ وخم اس امر کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ ابھی چیخیں مار مار کر روئے گا مگر اس سے پہلے کہ اس کے دل کا غبار اس شکل میں باہر آتا حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے صورتِ حال کو سمجھتے ہوئے اسے گلے لگا لیا اور اسے تسلی وتشفی دی کہ وہ وقت دور نہیں جب وہ اپنے من کے غم سے چھٹکارا پالے گا۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑے وقفے کے بعد اس سے کہا کہ وہ اپنی بات جاری رکھے اور جو کچھ کہنا چاہتا ہے کہہ ڈالے۔

حسنِ قیامت خیز

اس پر ظفر علی نے اپنی بپتا کی تفصیل کو آگے بڑھاتے ہوئے دھیمے لہجے میں بتایا کہ:

''میرے آبائی شہر پسرور میں ایک معزز ہندو کا بھی گھر تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ اس کا برتاؤ بہت اچھا اور قابلِ ذکر تھا۔ ہندوؤں کے ساتھ ساتھ مسلمان بھی اس کی عزت کرتے تھے۔ اس کی ایک بیٹی تھی جس کا نام مالتی تھا۔ جوانی اس کے گھر کی باندی اور حسن اس کے گھر کا ملازم تھا۔ وہ چندے آفتاب چندے ماہتاب تھی۔ قیامت خیز حسن اور جلوہ آفریں انداز و ادا کے ساتھ جب وہ باہر نکلتی تھی تو ہندو نوجوانوں کے ساتھ ساتھ مسلم نوجوان بھی دل تھام کر رہ جاتے تھے۔ وہ شہر بھر میں نوجوانوں کے دلوں کی دھڑکن اور ان کی نجی گفتگو کا موضوع بنی ہوئی تھی مگر کوئی بھی نوجوان اس سے کسی قسم کی بات کرنے سے ڈرتا اور گھبراتا تھا۔ ہندو نوجوان اس کے والد کے احترام میں اس سے دور رہتے تھے جبکہ مسلمان نوجوان ہندو مسلم فساد کے خوف سے اس سے کنی کتراتے تھے۔ اس لڑکی

کو ربِ تعالیٰ نے حسن بہت دیا تھا تو وہ اس پر مغرور بھی بہت تھی۔ایک حسن کا غرور، دوسرے باپ کا طنطنہ، تیسرے دولت کی فراوانی اور اس پر مستزاد یہ کہ ہر نوجوان کو گھائل کرنے کی اداؤں نے اسے آپے سے باہر کر دیا تھا۔وہ سیدھے منہ بات کرنا گناہ سمجھتی تھی۔"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے حافظ ظفر علی کو جب دیکھا کہ وہ اس ہندو لڑکی کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہے اور مسلسل ایک ہی موضوع پر بولے چلا جا رہا ہے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے ٹوکا اور کہا کہ:

"اب بس بھی کرو اس لڑکی کے اوصاف بیان کرنا اور یہ بتاؤ کہ تمہارا اصل مسئلہ کیا ہے؟"

حافظ ظفر علی نے معذرت طلب کرتے ہوئے حضرت پیت جماعت علی شاہؒ سے مخاطب ہو کر کہا:

"حضرت جی! اور پھر ایک دن یوں ہوا کہ میں کسی کام سے اس گلی سے گزر رہا تھا جس میں مالتی کا مکان تھا۔میں اپنی دھن میں مگن جا رہا تھا کہ یکا یک مجھے ایک نسوانی آواز نے آگے بڑھنے سے روک دیا۔"ظفر علی! رک جاؤ۔" نہ جانے اس آواز اور ان الفاظ میں کیا جادو تھا کہ میں فوراً رک گیا۔آواز کسی مکان کی اوپر کی منزل سے آئی تھی۔میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو مالتی اپنے مکان کی بالائی منزل میں کھڑکی کھولے بڑے ناز و انداز کے ساتھ مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ کھڑی تھی اور میری جانب کھلکھلا کر دیکھ رہی تھی۔اس نے اس روز بسنتی

رنگ کی ساڑھی پہنی ہوئی تھی۔ آنکھوں میں کاجل تھا جبکہ بالوں میں سفید موتیا کا گجرہ تھا۔اس کی پیشانی پر بندیا چاند کی مانند چمک رہی تھی۔ گویا وہ اس روز پورے جوبن پر تھی۔''

اک دھماکا، اک حادثہ

''میں جہاں تھا وہیں رک گیا۔ وہ اپنے مکان کی بالائی منزل سے نیچے اترتے ہوئے گلی میں میرے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ میں نے اس کے حسن کے بارے محض سن رکھا تھا لیکن اسے آج تک اس قدر قریب سے دیکھا نہیں تھا۔ میں نے اس حسنِ غارت گر کو دیکھا تو اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھا۔ نظروں کا باہم ملاپ نہیں ہوا تھا بلکہ وہ تو اک دھماکہ تھا۔اک حادثہ تھا۔کاش میں وہاں رکا نہ ہوتا! کاش اس نے بلایا نہ ہوتا! کاش ہماری ملاقات نہ ہوتی مگر یہ تو سب کچھ ہو گیا اور چشمِ زدن میں ہو گیا!''

حافظ ظفر علی کی آنکھوں میں ایک بار پھر آنسو اُمڈ آئے۔اب وہ قدرے خاموش ہو گیا پھر اس نے دھیرے دھیرے اپنی ہمت مجتمع کی اور پوری حوصلہ مندی کے ساتھ پھر سے بات جاری کرتے ہوئے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر انہیں بتایا کہ:

''میں نے چاہا کہ وہاں سے چلا جاؤں۔ دوڑ جاؤں مگر میں اک ایسے حصار میں جکڑا جا چکا تھا کہ جس سے نکلنا انتہائی مشکل بلکہ ناممکن تھا۔ بہر حال یہ بات طے ہے کہ اس لمحے میری ایسی کیفیت وحالت تھی کہ جسے میں لفظوں میں

بیان نہیں کر سکتا۔ اس وقت میں نے بمشکل اپنے آپ پر قابو پایا اور اس نوجوان ہندو لڑکی مالتی سے ہمت و جسارت کر کے پوچھا کہ:

''تم مجھے کس طرح جانتی ہو؟ تمہیں کیا پتہ میں کون ہوں؟''

اس ہندو لڑکی نے فوراً جواب دیا:

''تم جو کلام پڑھتے ہو میں اکثر اسے غور سے سنتی ہوں اور چھپ چھپ کر سنتی ہوں۔ یہ وہ نسبت ہے جس کی وجہ سے میں تمہیں جانتی ہوں۔ باقی مجھے تمہارے بارے کچھ علم نہیں۔ میں تو اس کلام کو اور تمہاری ادائیگی کو دل و جان سے پسند کرتی ہوں۔''

میں نے اس سے پوچھا:

''کیا تم اس کلام کو اس حد تک پسند کرتی ہو کہ تم نے مجھے راستے ہی میں بلا لیا اور میرے سامنے آ کھڑی ہوئی حالانکہ مشہور یہ ہے کہ تم بہت مغرور اور اکھڑ مزاج ہو۔ کسی کو گھاس نہیں ڈالتی۔''

اس نے کہا:

''تم ان سب باتوں کو چھوڑو میں نے تو تمہیں اس لئے بلایا ہے اور اس لئے بالائی منزل سے اتر کر باہر گلی میں تمہارے پاس آئی ہوں کہ تم مجھے وہی کلام سناؤ۔ وہی میرا پسندیدہ کلام کہ جو میرے دل و دماغ میں ہلچل مچا دیتا ہے۔''

''میں نے ہندو لڑکی مالتی سے پوچھا:''

''تم وہ کلام کب اور کہاں سننا پسند کرو گی؟''

مالتی نے فوراً کہا:

''کب اور کہاں کا کیا سوال ہے! میں وہ کلام ابھی اور اسی وقت اور اسی جگہ سنوں گی اور تمہیں سنانا پڑے گا۔ انکار نہ کرنا ورنہ میں روٹھ جاؤں گی۔''

مالتی کی مزاحمت

''اور پھر میں نے مالتی کی خواہش پر وہیں گلی ہی میں کلامِ الٰہی سنانا شروع کردیا۔ میں نے ابھی آغاز ہی کیا تھا کہ مالتی کا والد جو کٹر ہندو تھا دوڑا ہوا آیا اور مالتی سے کہا کہ وہ کلامِ الٰہی نہ سنے اور واپس گھر چلے مگر اس کی بیٹی نے باپ کا کہنا ماننے سے انکار کر دیا اور اصرار کرنے لگی کہ وہ مجھ سے کلامِ پاک ضرور سنے گی کیونکہ اس سے اسے سکون واطمینان حاصل ہوتا ہے اس کا والد اگرچہ مسلمانوں سے اچھے تعلقات رکھتا تھا مگر اپنے ہندو مذہب کی گرفت میں ہی رہنا چاہتا تھا۔ اسے خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں اس کی بیٹی مسلمان نہ ہو جائے۔ اس لئے وہ بیٹی کا انکار سن کر غصے میں آ گیا۔ اس نے بیٹی کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے جانے کی کوشش کی مگر بیٹی نے مزاحمت کی اور چلاّنا شروع کر دیا۔ جس پر اس نے اپنی بیٹی کو زبردستی گھسیٹنا شروع کر دیا اور گھسیٹتے ہوئے گھر کے اندر لے گیا۔ اس تمام اثناء میں اس کی بیٹی روتی اور چلاّتی رہی مگر اس نے اس کی پرواہ نہ کی تاہم اس نے مجھے کچھ نہیں کہا۔''

''میں نے مالتی کی یہ حالت دیکھی تو فوری طور پر سورۃ الرحمٰن کی قرأت شروع کر دی۔ میری قرأت سننے کے لئے لوگ بے تاب رہتے تھے۔ جو وہاں

سے گزرا اور جس نے میری آواز سنی وہ وہاں دوڑا ہوا آیا اور احترام و ادب کے ساتھ میری قرأت سننے میں مگن ہو گیا۔ لوگوں نے ایک دوسرے کو اطلاع کی تو کافی لوگ وہاں اکٹھے ہو گئے اور یوں رفتہ رفتہ اک جمِ غفیر میری قرأت سننے میں محو تھا۔ میں دیوار کے ساتھ لگا کھڑا تھا اور سورۃ الرحمٰن کی قرأت کر رہا تھا۔ میرے دل میں یہی تھا کہ مالتی اگر چہ اپنے گھر میں ہے تاہم وہ میری قرأت کی آواز ضرور سن رہی ہو گی۔ میں وہاں اکٹھے ہونے والے لوگوں کے لئے قرأت نہیں کر رہا تھا بلکہ میری قرأت صرف اور صرف مالتی کے لئے تھی کیونکہ میں نے اسی کی خوشی و درخواست پر ہی قرأت شروع کی تھی۔''

عشق میں پاگل

''قرأت کرتے کرتے میری حالت غیر ہو گئی۔ میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ لوگ مجھے اُٹھا کر گھر چھوڑ آئے۔ ہوش آیا تو صرف ایک ہی چہرہ میری نظروں کے سامنے گھومتا تھا اور وہ مالتی کا چہرہ تھا۔ میں اس کے عشق میں پاگل ہو چکا تھا۔ لمحہ لمحہ اسی کی یاد میں گزرنے لگا حتیٰ کہ کئی کئی روز تک قرأت و تلاوت کا ہوش بھی نہ رہتا۔ تاہم جب بھی مجھے ہوش آتا اور میں مکمل حواس میں ہوتا تو اپنے آپ کو ملامت کرتا کہ یہ کیا روگ میں نے اپنے آپ کو لگا لیا ہے لیکن یہ بات میرے بس سے باہر تھی کہ میں مالتی کی یاد کو اپنے دل سے نکال سکوں۔''

اس موقع پر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے قدرے ناراضی سے آنکھ بھر کر حافظ ظفر علی کی طرف دیکھا اور پھر بولے:

''بس کرو تمہاری کہانی بہت لمبی ہوگئی ہے۔ ہمیں تو اس میں محض وقت کا ضیاع نظر آرہا ہے۔ آخر ہم تمہاری یہ داستان سن کر کیا کریں گے۔ ہمارے خیال میں تو تم اپنے راستے سے ہٹ چکے ہو۔ شیطان تمہارے سر پر سوار ہے۔ ہم کیا کریں!!''

حافظ ظفر علی نے دست بستہ عرض کی:

''یا حضرت! شیطان کو بھگانے اور راہِ راست پر اپنے آپ کو لانے کے لئے ہی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضری دی ہے۔ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی دامن چھڑوالیں گے تو پھر میرا کیا بنے گا۔ میں تو بڑی آس وامید لے کر یہاں تک پہنچا ہوں۔ خدارا میری داستان کو مکمل ہونے دیجئے۔''

وہاں پر موجود مریدین اور ارادت مندوں نے بھی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ حافظ ظفر علی کی بات کو مکمل ہونے کی اجازت دی جائے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین اور ارادت مند حافظ ظفر علی کی آپ بیتی میں از حد دلچسپی لے رہے تھے۔ کیونکہ ان کے لئے یہ ایک نیا اور انوکھا قصہ وواقعہ تھا۔

انگلی کا اشارہ

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ صورتِ حال دیکھی تو قدرے مسکرائے اور پھر ظفر علی کو دائیں ہاتھ کی انگلی کے اشارے سے بات جاری رکھنے کا اشارہ کیا۔ اشارۂ اجازت ملنے کی دیر تھی کہ ظفر علی نے اپنی کہانی وہیں

سے شروع کی جہاں پر روکی تھی۔ اس نے کہا:

''حضرت جی! مالتی کی محبت نے میرے دل کو عشقِ الٰہی سے خالی کرنا شروع کیا تو مجھے از حد فکر لاحق ہوئی لیکن اس کے باوجود بھی میں ہر دوسرے روز مالتی کے گھر کے باہر پہنچ جاتا اور خوش الحانی کے ساتھ قرأت کرنا شروع کر دیتا۔ مالتی کے والد نے کئی دفعہ مجھے ڈانٹا اور حتیٰ کہ مار پیٹ سے بھی کام لیا لیکن میں وہاں جانے سے نہ رکا۔ حالانکہ میں محسوس کرتا تھا کہ میرا سرمایۂ حیات اور میری متاعِ زیست چھنتی جا رہی ہے۔ میں اندر سے کھوکھلا ہوتا جا رہا ہوں لیکن ایک بات ہے کہ ربِ کریم و رحیم کا اتنا فضل مجھ پر ضرور رہا کہ میرے سینے میں قرآن موجود رہا اور نہ مجھے خطرہ تھا کہ میں کہیں قرآن ہی نہ بھلا بیٹھوں۔ میں نے اپنی بیمار روح اور مضطرب ذہن کے علاج کے لئے پیروں فقیروں سے ملنا شروع کیا۔ دعائیں کرائیں۔ تعویزات و عملیات سے کام لیا مگر مجھے کہیں سے بھی شفا نہ مل سکی۔ میرے من سے مالتی نہ نکل سکی۔ اب کسی نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں بتایا ہے تو میں پسرور سے علی پور سیداں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس پہنچا ہوں۔ خدارا میری مدد و اعانت کیجئے۔ میرے مرض کو سمجھئے اور میرا علاج کیجئے۔ اب میں سمجھتا ہوں کہ میں صحیح جگہ پر آ گیا ہوں اور مجھے قوی توقع ہے کہ میں یہاں سے شفایاب ہو کر جاؤں گا۔''

من کی چاہت

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے حافظ ظفر علی سے قدرے

سنجیدہ لہجے میں پوچھا:

''اچھا تو یہ بتاؤ کہ تم دراصل چاہتے کیا ہو؟ تم نے ابھی تک اپنے من کی صحیح بات کھل کر نہیں بتائی۔ جلد بتاؤ۔''

حافظ ظفر علی قدرے خاموش سا ہو گیا۔ اسے پتہ چل گیا کہ اب وہ ایسی جگہ پر بیٹھا ہے اور ایسی شخصیت کے سامنے بیٹھا ہے کہ جہاں کسی قسم کی بات چھپانا ممکن نہیں ہو گا چنانچہ اس نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے صاف صاف کہا کہ:

''حضرت جی! میں سچی بات بتاؤں تو میرا من یہ چاہتا ہے کہ مجھے خدا بھی مل جائے اور وصالِ صنم بھی مگر میں یہ بھی جانتا ہوں کہ دونوں کا ایک ساتھ ایک ہی دل میں رہنا محال ہے لیکن اس دل کا کیا کروں کہ جو مالتی کی بغیر بے چین و بے قرار ہے۔ اگر مجھے مالتی نہ ملی تو نہ ہی خدا ملے گا نہ ہی وصالِ صنم اور اگر مالتی مل گئی تو خدا کا ملنا ناممکن ہو جائے گا۔ میں اک عجیب کشمکش میں مبتلا ہوں۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے حافظ ظفر علی سے مخاطب ہو کر کہا:

''اصل میں تو تمہیں وصالِ صنم چاہیے لیکن ساتھ ہی ساتھ تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارا ایمان بھی سلامت رہے اور منزل بھی مل جائے۔ اچھا تو یہ بتاؤ کہ تم مالتی کے لئے اب بھی سورۃ الرحمٰن پڑھتے ہو؟''

حافظ ظفر علی نے برجستہ جواب دیا:

''حضرت جی! جب بھی موقع ملے اس کے گھر کے باہر جا کر سورۃ الرحمٰن کی قرأت شروع کر دیتا ہوں چاہے اس کا مجھے کیسا ہی خمیازہ کیوں نہ بھگتنا پڑے۔ وہ اس لئے کہ مالتی کو سورۃ الرحمٰن کی قرأت بہت پسند ہے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے قدرے سخت لہجے میں حافظ ظفر علی سے کہا:

''ظفر علی! مالتی کے لئے تم سورۃ الرحمٰن پڑھتے ہو۔ کیا سورۃ الرحمٰن کی عظمت وفضیلت اور اہمیت وخاصیت کے بارے علم ہے؟ تم تو اللہ اور رحمٰن کی صفات سے بالکل نابلد ہو۔ تمہیں کیا پتہ کہ سورۃ الرحمٰن کیا چیز ہے!! پہلے اللہ اللہ کہنا سیکھو پھر سورۃ الرحمٰن بھی پڑھ لینا۔''

حافظ ظفر علی نے انتہائی لجاجت کے ساتھ دست بستہ عرض کی:

''یا حضرتؒ! آپ رحمتہ اللہ علیہ مجھے اللہ اللہ سکھا دیجئے۔ میں ساری عمر آپ رحمتہ اللہ علیہ کا شکر گزار رہوں گا۔''

کلمۂ شہادت

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس موقع پر زوردار الفاظ میں کلمۂ شہادت پڑھا پھر تھوڑی دیر خاموش رہے اور تھوڑے وقفے کی بعد حافظ ظفر علی کی طرف نظر اٹھا کر دیکھی اور اس سے گرج دار لہجے میں پوچھا:

''کیا تم اللہ اللہ مالتی کے لئے سیکھنا چاہتے ہو؟''

حافظ ظفر علی نے بے ساختہ کہا:

''حضرت جی! بالکل مالتی ہی کے لئے اللہ اللہ سکھلا دیں۔''

اور پھر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے حافظ ظفر علی سے کہا کہ:

''دیکھو ظفر علی! جس طرح میں اللہ اللہ کہوں اسی طرح میرے ہم زبان ہو کر تم بھی میرے ساتھ اللہ اللہ کہو۔ پھر مجھے بتانا کہ تمہیں کوئی لذت محسوس ہوئی یا نہیں!!''

حافظ ظفر علی نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ہم زبان ہو کر کوئی تین بار اللہ اللہ کہا ہی تھا کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ بڑی دیر کے بعد اسے ہوش آیا تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا:

''ظفر علی! جلدی بتاؤ کہ اب تمہارا کیا حال ہے؟ صنم کی یاد اب بھی باقی ہے یا اللہ اللہ کرنا سکھاؤں؟''

حافظ ظفر علی خاموش رہا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے خود ہی دل سوزی کے ساتھ اللہ اللہ کہنا شروع کیا تو اک شعلہ سا اس کے جسم سے نکلا جس سے ایک لمحے ہی میں اس کا تمام جسم معنوی لحاظ سے جل کر خاک ہو گیا۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہا:

''اللہ کے در پر اللہ کے بندے کا یہ پہلا قدم تھا۔ ظفر علی خوش نصیب ہے کہ اس نے پہلے ہی قدم پر کامیابی پالی۔''

سلسلۂ رشد و ہدایت

احکاماتِ الٰہی اور تعلیماتِ نبوی ﷺ کی ترویج و اشاعت بنی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے وصال پُر ملال کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے بحسن و خوبی فریضۂ اولین سمجھ کر سر انجام دی۔ بعد ازاں تابعین کرامؒ اور اولیائے کرامؒ، علماء کرام، مشائخ عظام نے یہ منزہ و مطہر کام اپنے ذمے لیا اور اسے مکمل توانائی و جانفشانی کے ساتھ اس طور نبھایا کہ دینِ اسلام کا چرچہ وڈنکا چاردانگ عالم میں بجنے لگا اور تا قیامت زندہ و پائندہ و تابندہ رہے گا چاہے کفرو الحاد کی ریشہ دوانیاں اپنی تمام تر توانائیاں ہی کیوں نہ برباد کرلیں۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اکابر اولیائے کرام کی روایت اور ریت پر عمل کرتے ہوئے اشاعتِ اسلام کے لئے اپنی تمام تر

صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے جگہ جگہ پہنچ کر لوگوں کو راہِ راست پر لانے کی کوشش و کاوش کی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا سلسلۂ رشد و ہدایت اپنے علاقے علی پور سیداں سے شروع کیا۔ قریبی گاؤں اور اردگرد کے دیہاتوں میں جا کر لوگوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کا طریقہ و سلیقہ سکھایا۔ پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تعلیم و تبلیغ کو پورے پنجاب تک وسعت دینے کے لئے جامع حکمتِ عملی کے ساتھ قابلِ عمل پروگرام ترتیب و تشکیل دیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے پنجاب کے ہر علاقے اور ہر شہر و بستی میں جانے کی سعی کی جس میں ربِ کریم و رحیم کے فضل و کرم سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کامیاب و کامران رہے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے اس تبلیغی و اصلاحی مشن کی خاطر میلوں پیدل سفر کرنا پڑا۔ فاقوں کی نوبت بھی آئی حتیٰ کہ کئی کئی روز تک ایک گھونٹ پانی بھی نہ مل سکا لیکن یہ تمام تر تکالیف و مصائب محض اسلام کی خاطر برداشت کیں۔ ربِ تعالیٰ کی خوشی و خوشنودی کے لئے برداشت کیں۔ یہی وجہ ہے کہ ربِ علیم و خبیر نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو قدم قدم پر کامیابی و کامرانی عطا کی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کی کوششوں سے پنجاب کے تمام علاقوں میں لوگوں کی ایک قابلِ ذکر تعداد میں دائرۂ اسلام میں داخل ہو کر دینِ اسلام کی خدمت کرنے کا عزم و حوصلہ پیدا کیا۔ یوں جو شخص بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوتا تھا وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ہدایات کی روشنی میں تعلیماتِ اسلام کو عام کرنے میں مقدور بھر کوشش کرتا تھا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مشن کو آگے بڑھاتا

تھا۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے جب یہ محسوس کیا کہ پنجاب میں مقدور بھر کام ہو چکا ہے تو اپنے مشن کو اپنے مریدین کے سپرد کر کے آپ رحمتہ اللہ علیہ دہلی تشریف لے گئے۔ بعدازاں یوپی، سی پی اور دکن میں بھی بغرضِ تبلیغ واشاعتِ اسلام قیام کیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے زبان و بیان میں ربِ کریم وعظیم نے فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ جادو سا اثر رکھا تھا۔ جو شخص ایک بار آپ رحمتہ اللہ علیہ کو سن لیتا تھا وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ غیر مسلم اپنے مکمل ہوش وحواس اور شعور وآگہی کے ساتھ مسلمان ہو جاتا تھا جبکہ مسلمان کا ایمان وایقان مضبوط سے مضبوط تر ہو جاتا تھا۔

غیر آباد مسجد کی تلاش

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے پوری کوشش کی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ برصغیر کے کونے کونے میں تشریف لے جائیں اور دینِ اسلام کی روشنی گھر گھر پھیلائیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ جہاں جاتے تھے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی یہی خواہش ہوتی تھی کہ ایسی مسجد میں قیام کریں کہ جو ایک عرصہ سے غیر آباد ہو۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے مریدین کے ہمراہ اس مسجد میں ایک عرصہ تک قیام کرتے تھے اور روزانہ ہر نماز سے پہلے قرب و جوار کے رہائشیوں کے پاس جاتے تھے اور انہیں انتہائی شائستگی ومحبت وشفقت ومودت کے ساتھ درخواست کرتے تھے کہ وہ نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد میں تشریف لے آئیں۔ پہلے روز

چند افراد آجاتے تھے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ دوسرے روز پھر سب کے پاس جاتے تھے۔انہیں نماز کی تلقین کرتے تھے۔یوں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے روزانہ جانے کی بناء پر نمازیوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جاتا تھا۔یوں آپ رحمتہ اللہ علیہ اس مسجد میں اس وقت تک قیام پذیر رہتے تھے جب تک قرب و جوار کے تمام رہائشی مسجد میں نمازِ پنجگانہ ادا نہیں کرنا شروع کر دیتے تھے۔اس طرح جب آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اس حکمتِ عملی اور شبانہ روز کاوش کے باعث مسجد آباد ہو جاتی تھی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کسی دوسری غیر آباد مسجد کا رخ کرتے تھے۔

غیر حاضر نمازی

بعض اوقات حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو ایسی جگہ ٹھہرنا پڑتا تھا یا پڑاؤ کا مقام ایسا آجاتا تھا جہاں کی مسجد آباد ہوتی تھی تو پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ وہاں کے نمازی افراد سے دریافت فرماتے تھے کہ کیا کوئی ایسے افراد بھی ہیں جو نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد میں نہیں آتے۔یہ بات آپ رحمتہ اللہ علیہ علیحدگی میں انتہائی راز داری کے ساتھ کسی بڑے بزرگ سے انتہائی عاجزی وانکساری کے ساتھ دریافت کرتے تھے اور اگر وہ بتا دیتا تھا تو پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ اس بزرگ کی رہنمائی و مشاورت کے ساتھ ان افراد کے گھروں میں بذاتِ خود محض اپنے ایک مریدِ خاص کے ہمراہ جاتے تھے اور انہیں تلقین کرتے تھے اور دعوت دیتے تھے کہ وہ اللہ کے گھر میں آکر رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کریں۔اور باقاعدگی کے ساتھ نماز کی ادائیگی کریں۔یوں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی

کوشش سے وہ لوگ بھی مسجد میں آنا شروع ہو جاتے تھے جو پہلے نہیں آیا کرتے تھے۔

مسلم اُمہ کے ہاں ہمیشہ سے یہ مسئلہ کسی نہ کسی صورت رہا ہے کہ مسلمان مساجد بنانے میں تو انتہائی گہری دلچسپی لیتے ہیں اس کے فنڈز بھی مہیا کرتے ہیں مگر جب اس کو آباد کرنے کا وقت آتا ہے تو قدرے غفلت وتن آسانی سے کام لیتے ہیں کیونکہ شیطان کو یہ کسی طور پسند نہیں کہ اللہ کے گھر آباد و شاد ہیں۔ بقول شاعر۔

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے

من اپنا پرانا پاپی ہے، برسوں میں نمازی بن نہ سکا

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس مسئلے کے حل کے لئے منفرد اور ممتاز و ممیز انداز میں کوششیں کیں جن میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کامیاب و کامران رہے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ ہی کی کاوش سے سینکڑوں بے آباد مساجد آباد ہوگئیں۔ جن مساجد میں تالہ بندی کی وجہ سے سہولیات کا فقدان ہوتا تھا ان میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ خود وہاں کے مغیر اور صاحبانِ ثروت سے مل کر ضروری اور بنیادی سہولیات کی فراہمی کا انتظام بھی فرماتے تھے۔ ان میں موذن اور امام کا تقرر کرتے تھے اور مسجد کی صفائی اور دیکھ بھال کے لئے چیدہ وچنیدہ افراد کے ذمہ یہ کام سپرد کرتے تھے۔ یہاں بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زبان کی اثر آفرینی ہی کام آتی تھی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ نے جب بھی

کسی شخص کے ذمہ کوئی ذمہ داری لگائی اس نے انکار نہیں کیا بلکہ مکمل خوشی و خوشنودی کے ساتھ اس کام کو سرانجام دینے میں فخر و اعزاز محسوس کیا۔

بغیر نماز کے اذان

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو غیر آباد مساجد کی آباد کاری کے حوالے سے بعض اوقات عجیب وغریب صورتِ حال کا سامنا بھی ہوتا تھا مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی حکمتِ عملی کا یہ کمال تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ہمہ قسم کے حالات کو حسن وخوبی کے ساتھ سنبھالا اور ایسی قابلِ عمل راہ نکالی کہ معاملہ بالکل درست ہو گیا۔

ایسے ہی معاملات میں سے ایک معاملہ بہت مشہور ہے کہ تبلیغی سیاحت کے دوران آپ رحمتہ اللہ علیہ ایک دفعہ ایک ایسے علاقے میں گئے کہ جہاں کی وسیع وعریض بستی میں محض ایک مسجد تھی اور وہ بھی غیر آباد تھی۔ وہاں چڑیوں اور چمگادڑوں نے بسیرا کر رکھا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ وہاں پہنچے تو اس کے ایک کونے میں ڈیرہ لگا کر بیٹھ گئے اور ذکرِ الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ نمازِ ظہر کا وقت ہوا ہی چاہتا تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا۔ وہ مسجد کی بالائی منزل پر چلا گیا اور اس نے وہاں جا کر نمازِ ظہر کی اذان دی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ دل ہی دل میں بہت خوش ہوئے کہ چلو اذان ہو گئی ہے اب تھوڑی ہی دیر میں نمازی مسجد میں آئیں گے اور جماعت بھی ہو گی مگر وہاں کے صحن، فرش اور در و دیوار کی حالت یہ بتا رہی تھی گویا یہاں برسوں سے نماز کا قیام نہیں ہوا۔ تاہم نا

امیدی چونکہ گناہ ہے اس لئے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک حد تک انتظار کرنے کے بعد اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ وہ مسجد کی حتی المقدور صفائی ستھرائی کریں۔ صفائی کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ نے وہاں جماعت کرائی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے امامت کرائی جبکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ آنے والے ارادت مندوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پیچھے نماز ادا کی البتہ اس بستی کا کوئی بھی شخص وہاں نماز پڑھنے نہ آیا حتیٰ کہ مؤذن بھی اذان دے کر چلا گیا۔

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے

صاحبانِ اوصافِ حجازی کی تو بات ہی کیا وہاں تو کوئی بھی شخص مسجد کا رخ نہیں کرتا تھا۔ جب عصر کا وقت ہوا تو وہی مؤذن مسجد میں آیا۔ اس نے اسی طرح نمازِ عصر کی اذان دی اور چلتا بنا۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے نمازِ عصر بھی اپنے ارادت مندوں کے ہمراہ ادا کی۔ جب نمازِ مغرب کا وقت ہوا تو وہ شخص پھر مسجد میں آیا اور اس نے نمازِ مغرب کی اذان دی۔ وہ اذان دے کر جانے ہی لگا تھا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے آگے بڑھ کر روک لیا اور اس سے کہا کہ:

"ٹھہرو۔ میری بات سنو۔"

وہ مؤذن آپ رحمتہ اللہ علیہ کے کہنے پر رک گیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے

اس سے پوچھا :

''میاں! یہ بتاؤ کہ تم ہر نماز کی اذان کے لئے عین وقت پر پوری تیاری کے ساتھ آتے ہو۔صرف اذان دیتے ہو اور پھر چلے جاتے ہو۔نہ یہاں کوئی امام آتا ہے۔نہ بستی کے لوگ آتے ہیں اور نہ ہی جماعت ہوتی ہے حتیٰ کہ تم خود بھی یہاں نماز نہیں پڑھتے۔آخر معاملہ کیا ہے؟اس ساری صورتِ حال کی وجہ کیا ہے؟''

وہ موذن پہلے تو خاموش اور ساکت و جامد کھڑا رہا۔اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اصل حقیقت بتائے یا نہ بتائے کیونکہ وہ گاؤں کے چوہدری سے بہت ڈرتا تھا۔حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے اصرار اور محبت وشفقت پر اس نے بتایا کہ:

''اس علاقے کا زمیندار کافی امیر وکبیر اور با اثر شخص ہے۔اس نے میرے ذمہ محض یہ کام لگایا ہوا ہے کہ میں پانچوں اوقات کی نمازوں کی اذان دوں۔اس کی وہ مجھے مزدوری ومعاوضہ دیتا ہے۔اس نے مجھے یہ کہہ رکھا ہے کہ صرف اذان دینا ہے۔اس کے بعد مسجد میں ٹھہرنا نہیں۔لہٰذا میں اس کے حکم اور منشاء کے مطابق روزانہ پانچوں وقت آتا ہوں اور ہر نماز کی اذان دے کر چلا جاتا ہوں۔نماز میں اپنے گھر جا کر پڑھتا ہوں۔اگر میں اذان نہیں دوں گا تو مجھے میری مزدوری اور سال بھر کا غلہ بھی نہیں ملے گا اور زمیندار مجھے بستی سے نکال بھی دے گا اور سزا بھی دے گا۔میری یہ بات کسی کو بتانا نہیں ورنہ میں خواہ مخواہ مارا

جاؤں گا۔"

بستی کا چودھری

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس مؤذن سے بستی کے چوہدری کا پتہ پوچھا اور نمازِ عشاء کی ادائیگی کے بعد اس کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے مختصراً اپنی آمد کا مقصد بتایا اور اس سے پوچھا کہ مسجد غیر آباد کیوں ہے؟ اس نے بڑے خوبصورت طریقے سے معاملے کو نبٹاتے ہوئے کہا:

"حضرت جی! آپ رحمتہ اللہ علیہ اس بستی میں نئے آئے ہیں۔ نو وارد ہیں اس لئے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اس بستی کے حالات کا بخوبی علم نہیں۔ اس بستی کا کوئی بھی شخص نماز پڑھنے کو تیار نہیں میں نے مؤذن محض اس لئے رکھا ہوا ہے تاکہ لوگوں کو پانچ وقت نماز کے لئے بلایا جائے۔ اب اگر کوئی نماز پڑھنے مسجد میں نہیں آتا تو اس میں ہمارا تو کوئی زور نہیں چلتا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ ہی کوشش کر کے دیکھ لیجئے۔ شاید آپ رحمتہ اللہ علیہ کے کہنے سے لوگ مسجد کا رخ کرنے لگیں۔"

بستی کے چوہدری کی طرف سے اس قسم کے حوصلہ افزا جواب کے بعد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ دوبارہ مسجد میں تشریف لائے اور اب مؤذن عصر کی نماز کے لئے جب اذان دینے آیا اور اذان دے چکا تو آپ رحمتہ

اللہ علیہ نے اسے روک لیا۔ اسے بستی کے چوہدری سے اپنی ملاقات کی پوری تفصیل بتائی اور پھر اسے کہا کہ آؤ مل کر عصر کی نماز پڑھتے ہیں۔ یوں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مؤذن کے ساتھ مسجد میں عصر کی نماز ادا کر کے اس مسجد کو بستی کے ایک شخص کی نماز سے آباد کرنے کا آغاز کر دیا۔

اب آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مؤذن سے کہا کہ:

”آؤ اکٹھے چلتے ہیں۔ میں ہر گھر میں جاؤں گا اور اس گھر کے سرپرست سے مسجد میں آنے کی درخواست کروں گا۔ بس تم میرا اور ان کا ملاپ کرا دو۔ نیک کام ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس میں خود ہی برکت ڈالیں گے اور وہ وقت ضرور آئے گا جب گاؤں کا ہر شخص اس مسجد میں نماز پڑھ رہا ہوگا۔“

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اب اپنا معمول بنا لیا کہ ہر نماز کی ادائیگی کے بعد مسجد سے باہر نکل پڑتے اور گھر گھر جاتے۔ ان سے درخواست کرتے کہ:

”دنیا بہت دیکھ لی۔ یہ فنا ہونے والی ہے۔ آخرت کی فکر کرو۔ آخرت کی زندگی کو بقاء حاصل ہے۔ اس کے لئے زادِراہ تیار کرو۔ اللہ کو راضی کرو۔ اللہ غفور و رحیم ہے۔ وہ تمہارے سابقہ گناہ بخش دے گا اور تمہیں اجرِ عظیم عطا کرے گا۔“

یوں رفتہ رفتہ چند ہی ہفتوں میں ایک وقت ایسا آیا کہ مسجد نمازیوں سے کھچا کھچ بھر گئی۔ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ

نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو حسبِ معمول وہاں سے رخصت ہوئے اور کسی اور غیر آباد مسجد کی تلاش میں نکل پڑے۔

نماز اور روزہ کے حوالے سے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا رویہ بعض اوقات بہت سخت بھی ہو جاتا تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ علی الاعلان کہہ دیتے تھے کہ:

''جو شخص نماز، روزہ کا پابند نہیں اس کے ساتھ تمام سماجی و معاشرتی تعلقات ختم کردو۔''

بعض اوقات آپ رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرما دیتے کہ:

''جو شخص نماز، روزہ کا پابند نہیں تھا۔ وہ اگر مر گیا تو میں اس کا جنازہ نہیں پڑھاؤں گا اور یہ تلقین کرتا ہوں کہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں نہ دفن کیا جائے۔''

سختی ونرمی

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی طبیعت کی سختی ونرمی نے ایک ایسا دلنشیں امتزاج پیدا کردیا تھا کہ لوگ نماز، روزہ کی پابندی کرنے لگے تھے۔ پہلے آپ رحمتہ اللہ علیہ لوگوں کو پیار ومحبت اور شفقت والفت سے سمجھاتے تھے مگر جب تمام حربے ناکام ہوتے دکھائی دیتے تھے تو پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ پر جلالی کیفیت بھی طاری ہوجاتی تھی لیکن ایک بات طے ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ہر کیفیت مسحور کن ہوتی تھی اور لوگ جوق در جوق نماز، روزہ کے پابند ہوتے جارہے تھے گویا آپ رحمتہ اللہ علیہ حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے اس شعر کی جیتی جاگتی تصویر وتجسیم تھے۔

قہاری و غفاری وقدوسی و جبروت

یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو جہاں ربِ کریم وعظیم نے زبان وبیان کی چاشنی واثر آفرینی سے نوازا تھا وہاں آپ رحمتہ اللہ علیہ کو سخاوت و

اعانت کی دولت سے بھی مالا مال کیا تھا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ غرباء وفقراء اور ضرورت مندوں پر بے حد وحساب خرچ کرتے تھے مگر خزانۂ غیب سے پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ کو ڈھیروں مل جاتا تھا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ پھر خرچ کر دیتے تھے۔یوں کوئی یہ فیصلہ نہیں کر سکتا تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس دولت کہاں سے آتی ہے لیکن یہ سب جانتے تھے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی سخاوت و امداد و اعانت کی تجوری کے دروازے ہمہ وقت ضرورت مندوں کے لئے کھلے رہتے تھے۔بقول اقبال ؎

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا کسی بھی علاقے اور کسی بھی مقام پر قیام کی مدت مقرر نہیں تھی۔بعض مقامات پر آپ رحمتہ اللہ علیہ محض چند روز کے لئے رکتے تھے جبکہ بعض جگہوں پر ماہ در ماہ لگا دیتے تھے۔دراصل آپ رحمتہ اللہ علیہ کا قیام وہاں کے حالات اور ضروریات کے مطابق ہوتا تھا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کا بنیادی مقصدِ سیاحت محض تبلیغِ دین تھا۔جب بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنا مقصد حاصل ہو جاتا تھا آپ رحمتہ اللہ علیہ وہاں سے کوچ کا نقارہ بجا دیتے تھے البتہ اپنے کچھ خاص مریدین کو اس علاقے میں قیام کے لئے چھوڑ جاتے تھے تاکہ وہ نہ صرف لوگوں کی مقدور بھر رہبری و رہنمائی کرتے رہیں بلکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے مابین رابطے کا کام بھی سرانجام دیں۔

علامہ اقبالؒ کی عقیدت مندی

شاعرِ مشرق حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کو آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ازحد عقیدت تھی۔ حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کو جب کبھی موقع ملتا تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں حاضری دیتے اور دونوں میں اسلامی موضوعات پر تفصیلی گفتگو ہوتی۔ حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کا آپ رحمتہ اللہ علیہ سے عقیدت مندی کا یہ عالم تھا کہ وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں میں بیٹھنے کو اپنے لئے بہت بڑی عزت وسعادت سمجھتے تھے۔

مسلمانانِ برصغیر پاک و ہند جب انگریزی قبضہ سے نجات کے لئے متحرک و متموج تھے اور اپنی آزادی کی خاطر سیاسی وفکری محاذ پر برسرِ پیکار تھے تو اس دور میں انجمن حمایتِ اسلام کے جلوسوں کو خاص اہمیت وفوقیت حاصل تھی۔ اس جلسہ میں شرکت کیلئے دورونزدیک سے فوج درفوج مسلمان قابلِ ذکر جوش وجذبہ کے ساتھ شریک ہوتے تھے۔ اس کے اکثر جلسوں میں حضرت علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ اپنی تمام تر تیاری کے ساتھ اپنا فکر انگیز اور ولولہ آمیز کلام اک خاص رنگ وآہنگ کے ساتھ سنایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ انجمن حمایتِ اسلام کے بھرپور اجلاس کی صدارت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کررہے تھے۔ لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر موجزن تھا۔ حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ اس جلسہ میں شرکت کے لئے پہنچے تو ہجوم کے باعث آپ رحمتہ اللہ علیہ کو کہیں جگہ نہ ملی۔ چنانچہ حکیم الامت، شاعرِ مشرق

حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ بمشکل آگے بڑھ کر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں میں بیٹھ گئے۔ علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کی طرف حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے پیار بھری نظروں سے دیکھا تو حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر کہا:

''کسی ولی اللہ کے پیروں میں جگہ مل جائے تو اس سے بڑی عزت و وقعت اور سعادت و رفعت کیا ہو گی! آپ رحمتہ اللہ علیہ نے خود ملاحظہ کیا کہ رب العزت نے کیسی منفرد و بے مثل عزت میرے نام کی ہے۔''

اس موقع پر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے خوشی و مسرت کے لہجے میں حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ سے کہا:

''اور جس کے قدموں میں اقبال آ جائے اس کے فخر کا کیا ٹھکانہ ہو گا! اور یہ فخر سب رب رحمٰن کی عطا ہے۔''

اسی طرح ایک دفعہ حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ انتہائی عاجزی و انکساری کے ساتھ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے تھے۔ مختلف موضوعات پر گفتگو جاری تھی۔ دورانِ گفتگو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے اس شعر کی از حد تعریف کی اور اسے اپنا پسندیدہ شعر قرار دیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے شعر دہرایا اور کہا۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کو یہ سن کر از حد خوشی ہوئی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسی لمحے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھوں کو فرطِ عقیدت سے بوسہ دیا اور عرض کی:

''حضرت رحمتہ اللہ علیہ! میری بخشش کے لئے صرف یہی بات کافی ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو میں کسی نہ کسی حوالے سے یاد تو ہوں اور یہ کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو میری شاعری پسند ہے۔''

حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی باہمی محبت کا رشتہ مقدس و منزہ خوشبوؤں سے لبریز تھا۔ جہاں حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے بے پناہ عقیدت تھی وہاں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ بھی حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ سے از حد محبت و شفقت سے پیش آتے تھے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے لئے دعا گو رہتے تھے۔

پُرخطر علاقے

عاشقانِ خدا و فدایانِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم دینِ اسلام کی سربلندی کی خاطر جان کے نذرانے کو باعثِ افتخار و اعزاز سمجھتے ہیں۔ رتبۂ شہادت کا حصول ان کی حیاتِ ناپائیدار کا واحد مطمع اور اولیں مقصد و محور ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سوائے ذاتِ خدا کے کسی بھی ظالم و جابر سے نہیں ڈرتے اور نہ ہی کسی قسم کی ضرر رساں اور تکلیف دہ کیفیت و صورتِ حال سے خوف کھاتے ہیں۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ عشق کبھی انجام سے خوف زدہ نہیں ہوتا۔ یہ عقل ہی ہے جو انجام سے ڈراتی اور خوفزدہ کرتی ہے۔ بقول علامہ اقبال ؂

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے بھی عاشقانِ خدا و فدایانِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بے خوفی کی روایت کو پوری سچائی اور حوصلہ مندی کے ساتھ

زندہ وتابندہ رکھا۔ بعض اوقات آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مریدین آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اطلاع دیتے تھے کہ فلاں علاقے میں نہ جائیں وہ خطرات سے پُر ہے۔ جہاں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی جان کو خطرہ ہے مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ ان کی اس تجویز کو یکسر رد کر دیتے تھے بلکہ کل کو جانے کی بجائے آج جانے کو ترجیح دیتے تھے۔

ایک دفعہ جب حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے سکھوں کے ایک علاقہ 'ترن تارہ' بغرضِ تبلیغِ اسلام جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مریدین وعقیدت مندوں نے عقیدت ومحبت بھرے جذبات کے ساتھ مشورہ دیا کہ:

''حضرت رحمتہ اللہ علیہ! آپ رحمتہ اللہ علیہ وہاں فی الحال تشریف نہ لے جائیں تو بہتر ہوگا کیونکہ وہ علاقہ متشدد ومغرور اور ظالم وسفاک سکھوں کا مسکن ہے جو اپنے مذہب کے علاوہ کسی اور بات کو سننا کسی صورت پسند نہیں کرتے اور ایسے شخص کو ظالم وتشدد کا نشانہ بناتے ہیں جو انہیں کسی اور دین کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرے بلکہ خاص طور پر وہ لوگ دینِ اسلام کو سخت ناپسند کرتے ہیں اور مسلمانوں کے سخت خلاف ہیں۔ اس صورتِ حال میں وہاں جانا کسی صورت بھی مناسب وموافق نہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنا ارادہ فی الحال ملتوی کر دیں تو بہتر ہوگا۔ اچھا یہی ہوگا کہ اچھے وقت کا انتظار کیا جائے۔''

مگر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ببانگِ دہل اعلان کیا کہ

''ہم وہاں ضرور جائیں گے اور سکھوں کو دعوتِ اسلام دیں گے چاہے کیسے ہی حالات ہوں اور کس قدر نازک ہی صورتِ حال ہو۔''

اس پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے چند خاص مریدوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو مشورہ دیتے ہوئے کہا:

''حضرت جی! ٹھیک ہے آپ رحمتہ اللہ علیہ کا ارادہ اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کی نیک نیت قابلِ فخر اور لائقِ تحسین ہے مگر بہتر ہوگا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے ہمرکاب اپنے ارادت مندوں اور مریدین کی اک بھاری تعداد لے کر جائیں تا کہ کسی قسم کی حساس صورتِ حال سے بخوبی نبٹا جا سکے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے جب اپنے مریدین کی یہ تجویز اور فکر وخیال کی یہ اڑان دیکھی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ جلال میں آ گئے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا عصا زمین پر زور سے مارا اور گرجدار لہجے میں فرمایا:

''تم لوگوں کی عقل پر مجھے حیرت ہوتی ہے۔ میرے مرید ہو کر آخر تمہاری زبان پر یہ بزدلانہ بات آئی کیسے؟؟ کیا تم لوگ میری حفاظت کرنے والے ہو؟ تمہارے اختیار میں آخر ہے کیا؟ حافظ ومحافظ تو صرف اور صرف رب قادر و قدیر کی ذات پاک ہے۔ پہلے میں نے سوچا تھا کہ تم میں سے چند مریدین کو ساتھ لے کر جاؤں گا مگر اب میرا یہی فیصلہ ہے اور اٹل فیصلہ ہے کہ میرے ساتھ صرف میرا خادمِ خاص ہی جائے گا کسی بھی اور شخص کو میں قطعی طور پر ساتھ نہیں لے جاؤں گا۔ مجھے اپنے ربِ حافظ وحفیظ پر مکمل بھروسہ، توکل اور یقین ہے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ گفتگو کی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے تمام مرید وارادت مند سناّٹے میں آ گئے۔ سب نے ندامت وشرمندگی محسوس کی اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے معافی کے خواستگار ہوئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''معافی مانگنا ہے تو ربِ رحمٰن ورحیم سے مانگو کہ جس ذات پاک پر تمہارا یقین وبھروسہ اور توکل کمزور پڑتا جا رہا ہے۔ اپنی اس کمزوری پر قابو پاؤ اور رب العزت پر کامل واکمل بھروسہ ویقین رکھو۔ یاد رکھو کہ حیات وممات کی مالک صرف اور صرف رب تعالیٰ جل شانہ ہی کی ذات پاک ہے۔''

تُرن تارہ کے سکھ

اور پھر حضرت جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے 'ترن تارہ' جانے کے لئے اسی لمحے زادِ راہ ترتیب دیا اور اپنے ایک خادمِ خاص کے ساتھ ریلوے اسٹیشن کی طرف چل پڑے۔ گاڑی کے آنے میں کافی دیر تھی۔ اس دوران آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ریلوے اسٹیشن پر ہی چادر بچھا دی اور ذکرِ الٰہی میں مصروف و مشغول ہو گئے اور پھر جب آپ رحمتہ اللہ علیہ کے خادمِ خاص نے اطلاع دی کہ گاڑی آ گئی ہے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا:

''کیا تم نے معلوم کر لیا کہ واقعی یہ وہی گاڑی ہے جو ہمیں 'ترن تارہ' تک لے جائے گی؟''

خادمِ خاص نے عرض کیا:

''یا حضرت رحمتہ اللہ علیہ! میں نے مکمل تسلی کر لی ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ تشریف لے چلئے۔ میں نے ٹکٹ خرید لئے ہیں۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ گاڑی کے اندر تشریف لے گئے اور ایک خالی نشست پر بیٹھ گئے۔ گاڑی وقتِ مقررہ پر روانہ ہوئی۔ دورانِ سفر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ربِ کریم وعظیم کی بارگاہ ذی شان میں گڑگڑا کر دعا کی کہ:

''یا رب العالمین! دینِ اسلام کی سربلندی کے لئے نکلا ہوں۔ مجھے نہ دیکھنا کہ میں کون ہوں۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ میں از حد گناہ گار و خطا کار ہوں مگر مجھے کامیابی و کامرانی عطا کرنا۔ تجھے تیری عظمت و کبریائی کا واسطہ! میری لاج رکھ لینا۔ اے ربِ رحمٰن و رحیم! تیرا ساتھ میرے شاملِ حال رہا تو دنیا کی کوئی طاقت میرا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مجھ پر مہربانی کر۔ مجھے میرے نیک مشن میں کامیابی سے ہمکنار کر۔ مجھے حوصلہ و ہمت دے کہ میں تیرے دین کو عام کر سکوں۔ مجھے طاقت دے کہ میں تیری مرضی ومنشاء کے ساتھ غیر مسلموں کو دائرۂ اسلام میں داخل کر سکوں۔ بے شک تیری ذات ہی مدد کرنے والی ہے۔''

اور جب حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ 'ترن تارہ' پہنچے تو یہ دیکھ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ از حد خوشگوار حیرت میں مبتلا ہو گئے کہ ریلوے اسٹیشن پر سینکڑوں کی تعداد میں سکھ حضرات آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آمد کے منتظر تھے اور دیدہ و دل فرشِ راہ کئے ہوئے تھے۔ دراصل انہیں اطلاع مل چکی تھی کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے علاقے 'ترن تارہ' میں تشریف لا رہے ہیں۔ ربِ تعالیٰ جل شانہ ہی یہ فیض وکرم تھا کہ جس ذاتِ پاک نے ان کے دلوں میں نفرت وغصہ کی بجائے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے

محبت وعقیدت کے جذبات پیدا کئے۔

سکھوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی آمد پر روایتی بھنگڑے ڈالے۔ خوشی کے ساتھ خوش آمدیدی ترانے گائے۔ کبوتر اڑائے اور مٹھائی تقسیم کی۔ پھر وہ پیر جماعت علی شاہؒ کو ایک جلوس کی صورت میں ریلوے اسٹیشن سے اپنے علاقے 'ترن تارہ' بے حد عزت واحترام اور توقیر وتعظیم کے ساتھ لے کر گئے۔

جادو نہ منتر

وہاں انہوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خاطر تواضع اور مہمان نوازی کے لئے بھرپور اور جامع انتظام کیا ہوا تھا مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کسی قسم کی کوئی شے بھی کھانے سے معذرت کر لی تاہم ان کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اس قدر تکلف سے کام لیا۔ آپؒ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"تم لوگ کھانا کھلانا چھوڑو۔ میں اپنی خوراک اپنے ہمراہ لایا ہوں البتہ تم میری بات غور سے سنو تاکہ جس مقصد کی خاطر میں یہاں آیا ہوں وہ پورا ہو سکے۔ میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ سب لوگ ہمہ تن گوش ہو جائیں۔ میں اب آپ لوگوں کی موجودگی میں آپ لوگوں ہی کی کسی تلوار پر کہ جسے تم مجھے پیش کرو کلامِ الٰہی کی ایک آیت پڑھ کر دم کرتا ہوں۔ میں رب وحدہ لاشریک کی مرضی ومنشاء اور امداد واعانت سے یہ اعلان کرتا ہوں کہ وہ دم کی ہوئی تلوار یکسر اپنی کاٹ کھو دے گی۔ وہ کسی پر بھی چلائی جائے کوئی اثر نہیں کرے گی۔ کسی بھی چیز کو نہیں کاٹے گی حتیٰ کہ معمولی سی بھی چیز کو حالانکہ وہ بڑے سے بڑے صحت مند

اور تنومند نوجوان کی ایک پل میں گردن کاٹ کر دور پرے پھینک سکتی ہے۔

اسی طرح آپ میرے پاس کوئی ایسا مریض لے آئیں جو لاعلاج ہو۔ جسے حکیموں، طبیبوں اور ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہو۔ میں کلامِ الٰہی کی ایک ہی آیت پڑھ کر اس پر دم کروں گا۔ وہ رب رحمٰن و رحیم کے فضل و کرم سے فوری طور پر صحت یاب اور ایسا تندرست ہو جائے گا جیسے کبھی بیمار ہوا ہی نہیں تھا۔ اور یہ کہ کلامِ الٰہی کی جس آیت کی میں تلاوت کروں گا وہ آہستہ اور نہ سنائی دینے والی آواز میں نہیں کروں گا بلکہ پورے آہنگ اور آواز کی پوری توانائی کے ساتھ کروں گا تاکہ تم لوگ کہیں یہ نہ سمجھ لو کہ یہ کوئی جادو ہے یا منتر ہے یا کوئی اور شعبدہ بازی ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں یہ اعلان بھی کرتا ہوں اور اس بھرے اور بھرپور مجمع میں کرتا ہوں کہ اگر میری یہ دونوں باتیں اور یہ دونوں دعوے غلط ثابت ہوں تو تمہیں میں مکمل طور پر اجازت دیتا ہوں کہ تم میری گردن اڑا دینا۔ یاد رکھو کہ یہ سب کچھ میں اس لئے کر رہا ہوں تاکہ تمہیں رب وحدہ لاشریک کی ذات پاک پر یقین آجائے اور تم دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاؤ۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے اس پُر تیقن اور پُر اعتماد دعوؤں بھرے خطاب نے سکھوں میں اک کھلبلی سی مچادی۔ اگرچہ معدودے چند سکھوں کا یہ خیال تھا کہ یہ شعبدہ بازی اور جادوگری ہے مگر دوسرے سکھوں نے انہیں یاد دلایا کہ وہ کلامِ الٰہی کی کسی آیت کو بہ آوازِ بلند پڑھ کر دم کریں گے تو پھر کیسی شعبدہ بازی اور کہاں کی جادوگری؟ بہر حال وہاں پر موجود تمام سکھ حضرت

پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے دونوں دعوؤں سے متفق پر یکسو ہو گئے۔

اب انہوں نے ایک ایسی تلوار کی تلاش شروع کی جو سب تلواروں سے زیادہ تیز دھار ہو۔ ایسی تلوار انہیں ایک بوڑھے سکھ کے پاس سے مل گئی۔ اس بوڑھے سکھ کا دعویٰ تھا کہ اس کی دھار اس قدر تیز ہے کہ یہ لوہے کو بھی کاٹ کر رکھ دے گی۔ سکھوں نے وہ تلوار لی اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو پیش کر دی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے وہ ہاتھ میں لی اور ایک روایت کے مطابق اس پر بلند آواز میں سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 80 ''و قل جاء الحق و زھق الباطل ط انّ الباطل کان زھوقا'' یعنی ''اور کہو کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔'' پڑھی اور وہ تلوار دم کر کے اس سکھ کے ہاتھ میں دے دی جو اسے لے کر آیا تھا۔

اب حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے دعوے کو آزمانے کے لئے اس سکھ نے دوڑ کر اس تلوار کو اپنی پوری قوت و طاقت کے ساتھ ایک کمزور سے بیل کی گردن پر مارا تو تلوار نے کوئی اثر نہ کیا حتیٰ کہ ہلکی سی خراش تک بھی نہ آئی۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سکھ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''تم اس سے بیل کی گردن اڑانا چاہتے ہو۔ بیل کی گردن تو بہت بڑی بات ہے یہ تو ایک سنگترہ بھی نہیں کاٹے گی۔ وہ سنگترہ جو کہ ایک عام سے کھردرے چاقو سے بھی دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ چاہو تو آزما کر دیکھ لو۔''

چنانچہ اس سکھ نے ایک سنگترہ لے کر اس تلوار سے اسے دو ٹکڑے کرنا چاہا مگر بہ ہزار کوشش ایسا کرنے میں ناکام رہا۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا پہلا دعویٰ سچ ثابت ہو چکا تھا اور تمام سکھ اپنی کھلی آنکھوں سے اس کا نظارہ کر کے اس کے عینی شاہد تھے۔

اب حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے دوسرے دعوے کی باری تھی۔ سکھوں نے مل کر ایک ایسے مریض کو ڈھونڈ نکالا جو زندگی کی آس مٹا چکا تھا۔ قریب المرگ تھا اور تمام ڈاکٹروں اور حکیموں نے اسے کہہ دیا تھا کہ وہ صحت یاب نہیں ہو سکتا۔

مریض کو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے لایا گیا۔ ایک روایت کے مطابق آپ رحمتہ اللہ علیہ نے قرآنی آیت ''واذا مرضت فھو یشفین'' یعنی 'جب میں بیمار پڑتا ہوں تو اللہ ہی مجھے شفا عطا فرماتا ہے' با آواز بلند پڑھ کر اس مریض پر دم کیا۔ دم کرنے کی دیر تھی کہ مریض چھلانگ لگا کر سامنے آ کھڑا ہوا حالانکہ وہ اس قدر بری حالت میں تھا کہ اسے چارپائی پر لایا گیا تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ یوں محسوس کر رہا ہے جیسے اسے کبھی کوئی بیماری ہوئی ہی نہ تھی۔ وہ سکھ دوڑ کر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں میں گر گیا اور عرض کی کہ:

''حضرت جی! مجھے کلمہ پڑھائیے۔ میں مشرف بہ اسلام ہونا چاہتا ہوں۔''

اسی طرح وہ سکھ جس کی تلوار کند ہوگئی تھی وہ بھی دوڑا ہوا آیا اور اس نے بھی مسلمان ہونے کا تقاضا کیا۔ آپؒ نے دونوں سے کہا وہ پانی لے آئیں اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سکھانے کے مطابق وضو کریں۔ وہ لوگ پانی لے آئے۔ آپؒ نے ان دونوں کو پہلے وضو کرایا اور پھر دونوں کو کلمہ شہادت پڑھا کر دائرۂ اسلام میں داخل کر دیا۔

سکھوں کا قبول اسلام

اور اب تو قطار اندر قطار سکھوں نے آگے بڑھ کر باری باری مسلمان ہونا شروع کر دیا۔ ہر سکھ یہی چاہتا تھا کہ اسے پہلے مسلمان ہونے کا موقع ملے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کئی روز تک وہاں رہے یوں روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں سکھ مشرف بہ اسلام ہوتے رہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں نماز سکھائی۔ دین کی بنیادی باتیں بتائیں اور چیدہ چیدہ نصیحتیں کیں اور وعدہ لیا کہ وہ ان ہدایات پر تا دم مرگ عمل پیرا رہیں گے۔ پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ وہاں سے واپس اپنے علاقے علی پور سیداں تشریف لے آئے اور روزانہ کے معمولات میں مصروف و مشغول ہو گئے۔

دوسری شادی

ایک دفعہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے علم میں یہ بات لائی گئی کہ روہتک اور حصار کے نومسلم اپنے پرانے رواج اور سماجی رویے پر قائم ہیں اور بیوہ خواتین کی دوسری شادی نہیں کرتے۔آپؒ نے فرمایا کہ:

''یہ بات تو شعائرِ اسلام کے خلاف ہے۔اس کی اصلاح ہونا بہت ضروری ہے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے رختِ سفر باندھا اور سیدھے روہتک اور حصار کے علاقوں میں پہنچے۔آپؒ نے وہاں جاکر وہاں کے لوگوں کو اکٹھا کیا اور انہیں سمجھایا کہ بیوہ کی عدت پوری ہونے کے بعد اگر اس کی شادی کر دی جائے تو اس سے نہ صرف اسلامی شریعت کا تقاضا پورا ہوتا ہے بلکہ معاشرتی قباحتیں بھی ختم ہوتی ہیں مگر وہ لوگ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اس بات کو ماننے پر ہرگز تیار نہ ہوئے بلکہ صریحاً مخالفت پر اتر آئے۔

پھر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے علاقوں کے جاگیرداروں

اور وڈیروں سے ملاقاتیں کیں تاکہ انہیں قائل کر سکیں۔آپؒ نے سوچا کہ اگر جاگیردار اور وڈیرے آپ رحمتہ اللہ علیہ کا ساتھ دینے پر تیار ہو جائیں گے تو پھر دوسرے لوگ بھی خود بخود اس بات پر مائل ہو جائیں گے کہ وہ بیواؤں کو دوسری شادی کی اجازت دے دیں کیونکہ ان علاقوں میں جاگیرداروں اور وڈیروں کا حد سے زیادہ اثرورسوخ تھا اور لوگ ان کی بات ٹالتے نہیں تھے۔

مگر صورتِ حال آپ رحمتہ اللہ علیہ کی توقعات کے برعکس نکلی۔جاگیرداروں اور وڈیروں کو لاکھ سمجھانے کے باوجود وہ اپنی ضد پر اڑے اور اپنی بات پر ڈٹے رہے بلکہ انہوں نے بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مخالفین کا ساتھ دیا۔اس صورتِ حال میں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے تمام مخالفین کو بلایا اور ان سے درخواست کی کہ وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ چلیں۔وہ اس بات پر راضی ہو گئے۔آپؒ نے ان سے وعدہ لیا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ انہیں جدھر لے جائیں گے وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ جائیں گے۔

بچوں کے ڈھانچے

اب حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے لوگوں کو اپنے ہمراہ لیا اور سیدھے جاگیرداروں کی حویلیوں میں گئے۔آپؒ ان حویلیوں میں زمین پر جس جگہ انگلی سے اشارہ کرتے تو وہ جگہ ازخود کھدتی چلی جاتی۔جیسے ہی ان جگہوں کی زمین کی اندر کی مٹی باہر آتی تو اس میں نوزائیدہ کم عمر بچوں کے گلے سڑے ڈھانچے شامل ہوتے جو صاف طور پر پہچانے جاسکتے تھے کہ ان بچوں کی عمر بمشکل

ایک یا دو یوم ہو گی یعنی انہیں پیدا ہوتے ہی دفنا دیا گیا تھا۔

اب اس کے بعد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے نو مسلم افراد کو ساتھ لیا اور قریبی جنگل میں تشریف لے گئے۔ وہاں بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ جگہ جگہ رکتے اور زمین پر انگلی سے اشارہ کرتے تو زمین از خود پھٹ جاتی اور اس میں سے کسی نہ کسی نوزائیدہ بچے کا ڈھانچہ باہر نکل آتا۔ یوں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ان نو مسلم افراد کو ڈھیروں کی تعداد میں نوزائیدہ بچوں کے دفن شدہ جسموں کے ڈھانچے باہر نکال کر رکھ دیئے۔

نو مسلم افراد حیران و پریشان تھے کہ یہ سب کیا ہے؟ اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ انہیں کیا دکھا رہے ہیں اور کیوں دکھا رہے ہیں؟ انہوں نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا:

''حضرت جی! آخر یہ سب کیا ہے؟ یہ کن بچوں کے ڈھانچے ہیں اور آپ رحمتہ اللہ علیہ یہ ہمیں کس لئے دکھا رہے ہیں؟''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے جلالی لہجے میں غصے میں آکر ان نو مسلم افراد سے کہا:

''یہ تمہاری بیواؤں کے وہ ناجائز بچے ہیں جو ان جاگیرداروں کے صلب سے پیدا ہوئے مگر انہیں بدنامی کے خوف سے یا تو اپنی ہی حویلیوں میں دفن کر دیا گیا یا پھر انہیں اس جنگل میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ اگر بیواؤں کی دوسری شادی کر دی جائے تو یہ عظیم گناہ فعلِ قبیح وجود میں نہ آئے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے

بیوہ کو دوسری شادی کی مکمل اجازت دی ہے۔دینِ اسلام کے تقاضوں کے خلاف جو بھی کام کیا جائے گا تو اس کے یہی نتائج ہوں گے جو آپ لوگوں نے بنظرِ خود مشاہدہ کر لئے ہیں۔اب بتاؤ کہ میں صحیح کہتا ہوں کہ غلط کہ اپنی اس پرانی رسم کو چھوڑو اور بیواؤں کو دوسری شادی کرنے کی اجازت دو تا کہ ایسے واقعات دوبارہ نہ ہوں۔"

ایک سچا واقعہ

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے پیش کردہ اس نا قابلِ تردید ثبوت کا نومسلم افراد پر بڑا گہرا اثر ہوا تاہم وہ لوگ اب بھی قدرے گومگو کی کیفیت میں تھے اور مکمل طور پر کسی قسم کا کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے۔آپؒ نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ان لوگوں سے کہا کہ:

"اب میں تمہیں ایک سچا واقعہ سناتا ہوں۔وہ یہ کہ کسی بستی میں ایک خوبصورت جوان عورت کا خاوند فوت ہو گیا اور وہ بیوہ ہو گئی۔وہاں بھی یہی رواج تھا کہ بیوہ کو دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں تھی چنانچہ اس بیوہ نے دوسری شادی نہ کی تاہم وہ ایک علیحدہ کمرے میں محدود ہو کر رہ گئی۔وہ ہر وقت کلامِ الٰہی کی تلاوت میں مستغرق رہتی۔رات رات بھر عبادت و ریاضت میں گزارتی۔صوم وصلوٰۃ کی مکمل پابندی کرتی۔اس کی دینداری و پرہیزگاری کی شہرت سن کر دور ونزدیک سے لوگ اس کے پاس آنے لگے اور عقیدت مندی کا اظہار کرنے لگے۔وہ اس سے اپنے لئے دعائیں کراتے اور اس کی زیارت سے

خوشی محسوس کرتے۔"

"یوں اس کے سینکڑوں مرد و زن مرید ہو گئے۔ عورتیں خاص طور پر اس سے عقیدت رکھتی تھیں۔ وہ نیک اور عابد و زاہد خاتون جوانی سے بڑھاپے کی منزل تک یوں ہی عبادت و ریاضت میں مصروف رہی اور کوئی لمحہ اور کوئی پل اس نے یادِ الٰہی کے بغیر نہ گزارا۔ بالآخر اس کی موت کا وقت آیا تو اس سے اس کے عقیدت مندوں نے اس سے آخری نصیحت کرنے کا کہا تو وہ بولی:

"یہ بتاؤ کہ تم لوگوں نے مجھے کیسا پایا؟"

سب نے یک زبان ہو کر کہا: "نیک، متقی، دین دار اور پرہیز گار"

"اس عورت نے بتایا کہ جب میں عبادت و ریاضت میں مشغول ہوتی تھی یا کلامِ الٰہی کی تلاوت میں مصروف ہوتی تھی تو شیطان میرے ارد گرد چکر لگاتا تھا اور مجھے طرح طرح کے بہانوں اور حیلوں سے بہکانے کی کوشش کرتا تھا مگر رب ذوالجلال نے مجھے محفوظ و مامون رکھا ورنہ قریب تھا کہ میں بہک جاتی۔ تم لوگوں کو میری یہی نصیحت ہے کہ جب بھی کوئی عورت بیوہ ہو جائے اس کی فوراً شادی کر دو۔"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی ان باتوں سے وہاں کے لوگوں نے توبہ کی اور وعدہ کیا کہ آئندہ وہ ہر بیوہ کی دوسری شادی کر دیا کریں گے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ دینی، ملی، فلاحی، رفاحی، اصلاحی

اور بھلائی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ خدمتِ انسانیت آپ رحمتہ اللہ علیہ کا شعار اور امت محمدیہ کے وقار و معیار کو برقرار رکھنے کی کوشش و کاوش آپ رحمتہ اللہ علیہ کی حیاتِ ناپائیدار کا مقصد اولین تھا۔ آپؒ نے زندگی کے نشیب و فراز اور گزرتے لمحات کی گھما گھمی میں ہر ممکن یہی جدوجہد کی کہ امت مسلمہ کلامِ الٰہی کے اس فرمان پر عملی طور پر پوری اترتی نظر آئے کہ "تم تمام امتوں میں سے بہترین امت ہو۔"

فقید المثال مسجد نور

دینِ اسلام کی ترویج و اشاعت کے ساتھ ساتھ جہاں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے غیر آباد مساجد کو آباد کرنے کا اک مربوط و منظم طریقہ و سلیقہ اختیار کیا وہاں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے علاقے علی پور سیداں میں ایک فقید المثال اور با کمال مسجد کے خواب کو جاگتی آنکھوں کے ساتھ شرمندۂ تعبیر کیا اور ایسی مسجد تعمیر کرائی کہ جو اپنی خوبصورتی و رعنائی اور دلکشی و زیبائی میں اپنا جواب آپ ہے۔ یہ مسجد لمحۂ موجود میں اس امر کی گواہی بانگِ دہل دے رہی ہے کہ ایک ولی اللہ نے خدا کے گھر کی تعمیر و تزئین میں کس قدر انہماک و اشتیاق کا مظاہرہ کیا۔ مسجد کیا ہے ایک شاہکار ہے جو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عشقِ الٰہی اور اتباعِ سنت رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی غمازی کرتا ہے۔ ایک ایسی یادگار ہے جو رہتی دنیا تک اس بات کی شہادت دیتی رہے گی کہ خدا کی ولی اور ربِ رحمٰن و رحیم کے دوست اپنے پروردگار سے پیار کے اظہار کے لئے کون سے احسن و افضل طریقے اختیار کرتے ہیں۔

یہ مسجد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے خالصتاً اور کلیتاً اپنے پیسوں سے تعمیر کرائی۔ صاحبانِ ثروت نے حاضر ہو کر معاونت و اعانت کی بارہا پیشکش کی مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ربِ رزاق و رازق اپنی خاص عطا سے اپنے گھر کی تعمیر کر رہا ہے۔ رقم کی فراوانی ہے۔ کسی قسم کی کوئی تنگی نہیں۔ پیسوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ ان شاء اللہ العزیز مسجد تعمیر کے تمام مراحل بحسن و خوبی مکمل کر لے گی۔ اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کا کہا بالکل سچ ثابت ہوا۔ زمانے کی گزرتی ساعتوں نے تاریخ کے سنہری اوراق کو یہ پیغام دلنشیں دیا کہ مسجد کسی دوسری شخصیت کی مالی مدد کے بغیر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی فراہم کردہ رقم سے ہی مکمل ہوئی ہے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اللہ کے اس گھر کو سنگِ مرمر سے تعمیر کرایا۔ مسجد کے دروازے صندل کی لکڑی سے بنوائے گئے جن پر ہاتھی دانت سے گلکاری و نقش نگاری کی گئی۔ مسجد کی چھت میں اکیس فٹ لمبائی کا حامل ویل مچھلی کا ایک خوبصورت و دیدہ زیب کانٹا بھی آویزاں کیا گیا جس نے مسجد کی انفرادیت میں چار چاند لگا دیئے۔ مسجد رنگ و نور کا اک حسین و جمیل مرقع بن گئی تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کا نام ''مسجد نور'' رکھا۔

اس مسجد میں پہلی باجماعت نماز جمعتہ المبارک کی ادا کی گئی۔ اس روز آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں کا اک ٹھاٹھیں مارتا سمندر مجتمع تھا۔ دور و نزدیک سے ٹولیوں کی صورت میں لوگ خاص طور پر نمازِ جمعہ اس نو تعمیر مسجد میں حضرت

پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی امامت میں ادا کرنے آئے تھے۔اس یادگار موقع پر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''لوگو! یاد رکھو کہ یہ دنیا عارضی و فانی اور یہ زندگی ناپائیدار و مستعار ہے۔یہ عرصہ حیات محض بغرضِ امتحان ہر انسان کو دیا گیا ہے تاکہ وہ اپنی مرضی و منشاء سے جیسی چاہے زندگی گزارے۔اگر وہ ربِ کریم و رحیم کے احکامات اور رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کے مطابق زندگی بسر کرے گا تو کامیابی و کامرانی اس کا مقدر ٹھہرے گی لیکن اگر وہ رحمٰن کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کی بجائے شیطان کے بظاہر خوشنما مگر بباطن بدنما جال میں جکڑا جائے گا تو اس کو اپنے اعمال کی قیمت روزِ محشر چکانا ہوگی۔دینِ اسلام کی اصل روح وحدانیت و رسالت ہے۔قادر و قدیر صرف اور صرف ایک ہی ذات ہے۔اس کائنات کا ہر ذی روح ربِ وحدہ لاشریک کی عطا کا محتاج ہے۔دینے والا صرف خدا ہے۔اس ذات پاک کے علاوہ کوئی کسی کو کچھ نہیں دے سکتا۔صرف اسی ہی کی عبادت کرو اور صرف اسی ہی سے امداد و اعانت طلب کرو۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس موقع پر توحید و شرک کے موضوع پر تفصیل کے ساتھ اور پُر مغز گفتگو کی۔آپؒ نے یہ بھی اعلان کیا کہ:

''اب مسجد کی تکمیل ہوگئی ہے۔اب کے بعد اس کی توسیع و آرائش پر جو شخص بھی جتنا خرچ کرنا چاہے اسے میری طرف سے مکمل اجازت ہے۔وہ اس نیک کام اور کارِ خیر میں حسبِ توفیق اور حسبِ شوق حصہ لے سکتا ہے۔میری زندگی

میں بھی اور میری وفات کے بعد بھی ہر شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس گھر کی تزئین وتہذیب کرنے کا مکمل اختیار رکھتا ہے۔"

اس موقع پر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرین سے یہ بھی درخواست کی کہ:

"وہ جب کبھی بھی علی پور سیداں آئیں تو یہاں "مسجد نور" میں ضرور نماز ادا کریں اور میری یہ درخواست دوسرے لوگوں تک بھی پہنچائیں کہ جو کوئی بھی یہاں آئے تو وہ کم از کم ایک نماز ضرور "مسجد نور" میں ادا کرے۔ میں ربِ رحیم و کریم سے "مسجد نور" کے نمازیوں کے لئے دعا گو ہوں کہ ربِ رحمٰن وعظیم ان کے لئے اخروی دنیا کی تمام منازل آسان فرمائے۔"

ایک روایت کے مطابق اس دور میں کہ جب ہر چیز سستے داموں ملتی تھی اس مسجد پر چھ لاکھ روپے لاگت آئی تھی۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی انسانیت کی فلاح واصلاح اور دینِ اسلام کی ترویج واشاعت کے لئے مالی اعانت ومعاونت اس قدر بھی پوری توانائی کے ساتھ جلوہ گر ہوئی جب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے قیام وانتظام اور انصرام واہتمام کے لئے چندہ جمع کرنے کی مہم کا آغاز ہوا۔ اس حوالے سے لاہور میں ایک عظیم الشان جلسے کا انعقاد کیا گیا۔ ارادہ یہی تھا کہ اس میں حاضرین سے مسلم یونیورسٹی کے لئے چندہ کی اپیل کی جائے گی اور ہر کوئی حسبِ استطاعت ومنشاء چندہ دے گا۔

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

اس جلسہ میں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو بھی مدعو کیا گیا۔ منتظمین کی دعوت پر آپ رحمتہ اللہ علیہ نیاس جلسہ میں شرکت کی۔ آپؒ کی موجودگی کی سعادت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے نواب وقار الملک نے اپنے سر سے اپنی کلاہ اتاری اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں میں رکھ دی اور دست بستہ درخواست کی کہ:

''یا حضرت رحمتہ اللہ علیہ! مسلم یونیورسٹی کا قیام مسلمانوں کی تعلیم و ترقی کے لئے از حد ضروری ہے۔ اس سے مسلمان نوجوانوں کا مستقبل وابستہ ہے ہم یونیورسٹی کے بغیر اقوامِ عالم کے شانہ بشانہ نہیں چل سکتے۔ اس یونیورسٹی کے قیام سے علم وعمل کی نئی راہیں کھلیں گی اور مسلمانوں کو جدید تعلیم کے حصول کا وافر موقع میسر آئے گا مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ کا تعاون جب تک شاملِ حال نہیں ہوگا یہ یونیورسٹی کبھی نہیں بن سکتی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ از راہِ صد لطف وکرم ربِ قادر وقدیر سے اس یونیورسٹی کے قیام وکامرانی کے لئے دعا بھی کیجئے اور مالی اعانت و

معاونت بھی فرمائیے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ عطا کے کھلنے کی دیر ہے کہ یہاں پیسوں کا انبار لگ جائے گا۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے نواب وقار الملک کی اس درخواست پر قدرے سکوت اختیار کیا اور پھر نواب وقار الملک سے مخاطب ہو کر پوچھا:

''نواب صاحب! یہ بتائیے کہ اس یونیورسٹی کا نام مسلم یونیورسٹی تجویز کیا گیا ہے تو کیا اس کا مطلب محض یہی ہے کہ اس میں مسلمان نوجوان تعلیم حاصل کریں گے یا اس میں اسلامی تعلیم بھی دی جائے گی؟''

نواب وقار الملک نے انتہائی متانت و لطافت کے ساتھ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا کہ:

''محترم شاہ صاحب! یہ ٹھیک ہے کہ اس میں انگریزی کی تعلیم بھی دی جائے گی تاکہ ہم جدید تقاضوں کے مطابق تعلیم حاصل کر کے مغربی اقوام کا پوری شدت و حدت کے ساتھ مقابلہ کر سکیں مگر یہ بات طے ہے کہ اس میں دینی و اسلامی تعلیم بھی ضروری ہو گی۔ ہر طالب علم کو دینی نصاب بھی پاس کرنا لازم ہو گا تب ہی وہ یونیورسٹی سے فارغ ہو سکے گا اور ڈگری یافتہ بن سکے گا۔ مزید یہ کہ نمازوں کی ادائیگی کے لئے مجوزہ یونیورسٹی میں ایک مسجد بھی تعمیر کی جائے گی تاکہ مسلمان نوجوان ربِ وحدہ لاشریک کی عبادت کو فرضِ اولین سمجھیں۔ اس یونیورسٹی کا مقصد مسلمان نوجوانوں کو قطعی طور پر انگریز بنانا نہیں بلکہ محض ذریعہ

تعلیم ہی انگریزی ہوگا مگر یہ حقیقت ہے کہ یہاں کا طالب علم اپنے ایمان وایقان کی شدید تر حرارت و تمازت کے ساتھ ہی فارغ التحصیل ہوگا۔اس زمن میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی رہنمائی ہمارے لئے باعثِ افتخار واعزاز ہوگی۔ جب تک آپ رحمتہ اللہ علیہ کی تسلی نہیں ہوگی یہ یونیورسٹی نہیں چلے گی۔آپ رحمتہ اللہ علیہ خاطر جمع رکھیے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے نواب وقارالملک سے مخاطب ہوکر فرمایا:

''ہم تو ویسے آپ کو یاددہانی کرا رہے تھے اور یقین دہانی لے رہے تھے۔بس آپ نے تسلی کرادی ہمیں خوشی ہوئی۔''

اور پھر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے لئے تین لاکھ روپے کی خطیر رقم فنڈ میں جمع کرائی اور مزید بھی معاونت کا وعدہ فرمایا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے اس وعدے کو پورا کرتے ہوئے زندگی بھراس کی اعانت کی۔ جب بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کو موقع ملتا آپ رحمتہ اللہ علیہ ایک معقول رقم مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو بھجواتے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ایک قابلِ ذکر تعداد طالب علموں کی ایسی تھی جو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے حتیٰ کہ مسلم یونیورسٹی کے اساتذہ میں بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت مند شامل تھے۔

مہمان کی آمد کی دعا

علم کی اشاعت اور دینِ اسلام کی ترویج کی خاطر اعانت و معاونت کے ساتھ ساتھ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی سخاوت کا دائرہ ہر شعبہ ہائے حیات و معاشرت تک وسیع تھا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کی مہمان نوازی کی شہرت زبان زد عام و خاص تھی ۔ ہر شخص آپ رحمتہ اللہ علیہ کی مہمان نوازی کا معترف تھا۔کوئی نہ کوئی مہمان ہمہ وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ کی مہمان داری میں ہوتا تھا۔جس روز کوئی مہمان آپ رحمتہ اللہ علیہ کی قیام گاہ پر نہیں ہوتا تھا اس روز آپ رحمتہ اللہ علیہ قدرے ملول نظر آتے تھے اور کھانا کھانے سے گریز فرماتے تھے۔ربِ رازق ورزاق سے دعا کرتے تھے کہ:

''یا خدا! جلدی سے کوئی مہمان بھیج۔رزق دینے والا صرف اور صرف تو ہی ہے مگر میرے ہاتھوں تقسیم ہوتا ہے تو مفت میں مجھے ثواب ملنے کی امید رہتی ہے۔میری اس امید کو تعبیر دینے والا تو ہی ہے۔میری مہمان نوازی کو قبولیت کی سند عطا فرما اور رزق کی فراوانی جاری وساری رکھ تاکہ میں تیری راہ میں یونہی دیتا رہوں۔''

پیر آف مانکی شریف

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ پیر آف مانکی شریف ایک لمبا سفر طے کر کے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی قیام گاہ پر تشریف لائے۔ان دنوں شدید سردی کا کپکپاہٹ آفریں موسم تھا۔رات کے سائیں سائیں کرتے لمحات تھے۔چار سُو سناٹا طاری تھا جبکہ

بارش بھرے بادل اپنی تمام تر جولانی کے ساتھ علی پور سیداں کو جل تھل کئے ہوئے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے لاکھوں فرشتے آسمان سے منوں پانی نیچے زمین پر انڈیلے جا رہے ہیں۔ اس صورت حال میں ہر شخص اپنے گھر کے اندر محصور ہو کر رہ گیا تھا۔

پیر آف مانکی شریف آپ رحمتہ اللہ علیہ کی قیام گاہ پر پہنچے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مریدین نے انہیں ایک کمرے میں بٹھایا اور فوری طور پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اطلاع دی۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو پیر آف مانکی شریف کی آمد کی اطلاع ہوئی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خوشی دیدنی تھی کیونکہ اس روز آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں کوئی مہمان نہیں تھا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ دستِ دعا دراز کر کے مہمان کی آمد کے لئے رب العزت کی بارگاہِ بندہ نواز میں التجا کر ہی رہے تھے کہ پیر آف مانکی شریف کی آمد کی اطلاع ملی۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ دوڑے ہوئے پیر آف مانکی شریف کے پاس پہنچے اور سلام و دعا، مصافحہ و معانقہ کے بعد ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''یا حضرت! آج تو رب رحمٰن و رحیم نے مجھ ناچیز و پُر تقصیر پر بڑا اکرم کیا ہے۔ مہمان بھیجا ہے تو کیسا عالی شان بھیجا ہے حالانکہ موسم ایسا تھا کہ کوئی بھی توقع نہیں کر سکتا تھا کہ اس گھمبیر فضا اور گھنگھور گھٹا والے موسم میں کوئی مہمان آ سکتا تھا۔ میں ربِ وحدہ لاشریک کا از حد شکر گزار ہوں کہ اس نے میری التجا و دعا کو

قبول فرمایا اور میرے ٹوٹے پھوٹے لفظوں کو حرمت دی۔ آج تو ایسا ہوا ہے جیسے فقیر کے گھر بادشاہ آ گیا ہو۔ اگر آپ کی آمد کی مجھے اطلاع ہوتی تو میں خود اسٹیشن سے آپ کو یہاں اپنے گھر لے آتا۔ آپ کو ایسے شدت آمیز موسم میں بہت تکلیف ہوئی اور آپ اس قدر سخت اور خوفناک سردی اور اس قدر بھرپور اندھیری رات میں یہاں میرے پاس تشریف لائے اس سے میری بہت عزت افزائی ہوئی۔''

پیر آف مانکی شریف نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے انتہائی شائستگی و متانت کے ساتھ کہا:

''حضرت! آپ بھی کمال کرتے ہیں اور ہمیں شرمندہ کرتے ہیں۔ اگر ہمارا بس چلتا تو ہم مانکی سے علی پور پیدل چل کر آتے مگر کیا کریں عمر کے اس حصہ میں ایسا ہم سے ہو نہیں سکا۔''

100 سال کی عادت

اس کے بعد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے خدامِ خاص سے کہا کہ وہ آج کے مہمان ذی وقار پیر آف مانکی شریف کے لئے اچھے سے اچھے کھانے کا بندوبست کریں۔ اس ہدایت کے سنتے ہی پیر آف مانکی شریف نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے کہا:

''حضرت! سچی بات تو یہ ہے کہ میں رات کو کھانا نہیں کھایا کرتا۔ برسوں سے یہ میرا معمول و اصول ہے اس لئے کھانے کا کسی قسم کا بندوبست نہ کیا

جائے۔ یہ تو خلافِ معمول اور خلافِ عادت بات ہو جائے گی۔ چونکہ ایک عرصہ سے یہی معمول ہے اس لئے رات کو بھوک بھی نہیں لگتی۔''

مگر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے زیرِ لب مسکراتے ہوئے کہا:

''کچھ ہو جائے آج تو آپ کو رات کا کھانا ضرور کھانا ہو گا چاہے آپ کا کیسا ہی معمول اور کیسا ہی اصول ہے۔''

پیر آف مانکی شریف نے کہا:

''یقین کیجئے حضرت! کوئی چالیس سال سے میرا یہی معمول ہے کہ میں رات کو کھانا نہیں کھاتا۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے پیر آف مانکی شریف سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''آپ کی تو چالیس سال سے کھانا نہ کھانے کی عادت ہے مگر میری سو سال سے عادت ہے کہ میں نے اپنے مہمان کو کبھی بھوکا نہیں سونے دیا۔ میں بھی اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک آپ نہیں کھائیں گے۔ آج تو کھانا پڑے گا۔''

اور پھر پیر آف مانکی شریف نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی بات مانتے ہوئے رات کے کھانے کی حامی بھر لی۔ کھانا تیار کرایا گیا اور پیر آف مانکی شریف نے اپنا چالیس سالہ معمول توڑتے ہوئے رات کا کھانا نوش

فرمایا۔ وہ تین یوم تک حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مہمان رہے اور جب رخصت ہوئے تو ان کی زبان پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی مہمان نوازی کی تعریف و تحسین تھی۔

واڑہ کا بدنام ڈاکو

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ پارس کی مانند تھے جس کو چھو لیتے تھے وہ سونا بن جاتا تھا چاہے وہ پہلے زنگ آلود لوہے کی مانند ہی کیوں نہ ہو۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ ہما کی مانند تھے جس کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تھے اسے بادشاہ بنا دیتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کوئلے کو ہیرا بنانے میں مہارت رکھتے تھے اور سونے کو کندن بنانے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ بقول شاعر ؎

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا

سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

ایک بار ایسا ہوا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ قصور شہر کے قریب ایک بستی ''واڑہ'' کسی کام کی غرض سے جا رہے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا ایک خادمِ خاص بھی تھا۔ وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس لئے ہمراہ لیا تھا کیونکہ وہ ''واڑہ'' ہی کا رہائشی تھا مگر اب آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ارادت مندی میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس رہ رہا تھا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ ''واڑہ'' کے قریب پہنچنے ہی والے تھے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دیکھا کہ پولیس ایک شخص کو پکڑ کر لے جا رہی تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے معمول کا واقعہ سمجھا اور آگے بڑھنے لگے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمرکاب آپ رحمتہ اللہ علیہ کے خادمِ خاص نے آگے بڑھ کر دست بستہ عرض کی:

''یا حضرت رحمتہ اللہ علیہ! یہ جس شخص کو پولیس پکڑ کر لے جا رہی ہے اس کا نام محمد واصل ہے۔ یہ ہمارے گاؤں واڑہ کا چوہدری ہے اور بدنام ڈاکو ہے۔ اس نے ڈاکہ اپنا پیشہ بنا لیا ہے۔ میری آپ رحمتہ اللہ علیہ سے دست بستہ درخواست ہے کہ محمد واصل کو پولیس سے نجات دلائیں۔ جس تھانیدار اسے پکڑ کر لے جا رہا ہے وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا غائبانہ عقیدت مند ہے۔ وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بات کو ہرگز نہیں ٹالے گا۔ ہو سکتا ہے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے اس عمل اور اس مہربانی سے ہمارے گاؤں کا ڈاکو چوہدری محمد واصل ڈاکہ ڈالنا چھوڑ دے اور راہِ راست پر آجائے۔''

اپنے مریدِ خاص کی درخواست پر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے تھانیدار کو اپنے پاس بلایا تو وہ فرطِ عقیدت سے دوڑا ہوا آیا۔ اس نے اسے بہت بڑی سعادت سمجھا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے بلایا تھا۔ وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرتبہ و مقام سے آگاہ و آشنا تھا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بہت عزت کرتا تھا۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس تھانیدار سے کہا کہ:

''جس شخص کو تم گرفتار کر کے تھانے لے کر جا رہے ہو اسے رہا کر دو۔ ہم اس کی ضمانت دیتے ہیں۔''

چوہدری محمد واصل ڈاکو نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے واضح اور دوٹوک الفاظ میں کہا:

''حضرت جی! میں آپ کو جانتا ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بزرگ اور ولی اللہ ہیں مگر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ میری ضمانت دے کر مفت میں مصیبت لے رہے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ شاید سمجھ رہے ہوں گے کہ اس طرح میں ڈاکہ زنی سے باز آ جاؤں گا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ خاطر جمع رکھئے ڈاکہ میرا پیشہ ہے میں اسے کسی صورت نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ میری ضمانت نہ ہی دیں تو اچھا ہوگا۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے چوہدری محمد واصل ڈاکو سے کہا:

''میاں! میں نے یہ سب کچھ اپنے اس خادم اور ہمسفر کی درخواست پر کیا ہے۔ یہ تمہیں پولیس سے چھڑانا چاہتا ہے۔ مجھے تو اپنے ہمسفر ساتھی کی خوشی عزیز ہے۔ اب میں تھانیدار سے کہہ چکا ہوں اور میں نے اپنے کہے ہوئے الفاظ کبھی واپس نہیں لئے۔''

تھانیدار نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے پر ڈاکو محمد واصل کو رہا کر دیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمسفر خادم اور مرید نے جو کہ واڑہ ہی کا

رہائشی تھا ڈاکو محمد واصل سے کہا کہ وہ ان کے ساتھ چلے۔ ڈاکو محمد واصل چوہدری اپنے گاؤں کے رہائشی کے کہنے پر ان کے ساتھ چل تو پڑا مگر وہ تمام راستہ یہی کہتا رہا کہ:

''حضرت جی نے میری ضمانت دے کر خوامخواہ بدنامی مول لی ہے حالانکہ حضرت جی بہت شریف آدمی ہیں۔ ولی اللہ ہیں جبکہ میں ڈاکو ہوں۔ میری وجہ سے حضرت جی مفت میں پریشان ہوں گے۔''

مگر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ڈاکو محمد واصل سے واضح طور پر کہا:

''میاں! تمہاری وجہ سے ہماری کوئی بدنامی نہیں ہوگی۔ تم ہماری فکر چھوڑو اور چپ چاپ ہمارے ساتھ چلتے رہو۔ ربِ تعالیٰ جل شانہ سب کچھ ٹھیک کر دیں گے۔''

سفر تھوڑی دیر جاری رہا اور پھر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی منزل آ گئی۔ یہ بستی ''وارہ'' تھی۔ اب ڈاکو محمد واصل نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے دست بستہ درخواست کی:

''حضرت جی! میری یہ خوش بختی اور خوش قسمتی ہوگی اگر آپ رحمتہ اللہ علیہ میرے گھر تشریف لے چلیں اور مجھے مہمان نوازی کا موقع فراہم کریں۔ وارہ میرا گاؤں ہے۔ میں ہی یہاں کا چوہدری ہوں۔ اگر آپ رحمتہ اللہ علیہ میرے گھر نہیں ٹھہریں گے تو پورے گاؤں میں میری بے عزتی ہوگی۔ لوگ طرح طرح کی

باتیں بنائیں گے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ جیسی عظیم شخصیت کو میں اپنے گھر میں نہیں ٹھہرا سکا۔ برادری مجھے طعن و تشنیع سے گھائل کرے گی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ سے مؤدبانہ اور دست بستہ گزارش ہے کہ ہر صورت میرے گھر ہی ٹھہریں۔ کسی اور کے ہاں ٹھہریں گے تو میری کیا عزت رہے گی! میں ڈاکو ضرور ہوں مگر جو بھی با عزت شخص ہمارے گاؤں آتا ہے گاؤں کا چوہدری ہونے کے ناتے میں ہی اس کی خاطر تواضع کرتا ہوں لہٰذا گاؤں کی روایت کے مطابق آپ رحمتہ اللہ علیہ میرے پاس ہی ٹھہریں گے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ میری درخواست رد نہیں کریں گے۔"

واڑہ کا جولاہا

بگڑے ہوئے لوگوں کی اصلاح بزرگانِ دین کی اولین ترجیح ہوتی ہے۔ وہ اللہ کی مخلوق کو شیطان کے شکنجے سے نکالنے کے لئے ہر ممکن تدبیر و تجویز سے کام لینے کی سعی کرتے ہیں۔ عوام الناس کی فلاح ہی ان کی زندگی کا نصب العین ہوتا ہے۔ ماموارت پر عمل کرنے کی ترغیب دینا اور منہیات سے رکنے کی تلقین کرنا ان کا شیوہ ہوتا ہے۔ کبھی پیار سے، کبھی ناراضی کی مار سے اور کبھی گفتار و کردار سے وہ بھٹکے ہوئے مسافروں کو راہِ راست پر لانے کی سعی مشکور کرتے ہیں۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ڈاکو محمد واصل کی فلاح و اصلاح کے لئے بھی اک مخلصانہ کاوش کی۔ اس کی دعوت پر کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ

اس کے گھر ٹھہریں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے صاف انکار کر دیا اور اس کی درخواست کے جواب میں اسے واضح طور پر کہا کہ:

''ہم تو اپنے ساتھی کے گھر ہی ٹھہریں گے۔ ہم اس کے ساتھ یہاں پہنچے ہیں۔ یہ اس کا گاؤں ہے۔ وہ یہاں کا رہائشی ہے۔ یہاں اس کا مکان ہے لہٰذا ہم نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ اس کا ہی حق بنتا ہے کہ اس کے گھر ٹھہرا جائے کیونکہ اس کی یہی خواہش ہے اور ہم اس کی خواہش کا ضرور احترام کریں گے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے اس جواب اور اس فیصلے سے ڈاکو محمد واصل بہت پریشان ہوا۔ ڈاکو محمد واصل خاموش ہو گیا اور اک گہری سوچ میں پڑ گیا۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ڈاکو محمد واصل کی فکر مندی دیکھی تو اس سے کہا کہ وہ اگر چاہے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھی کے گھر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ جا سکتا ہے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ وہاں ٹھہر سکتا ہے۔

یہ بات اور تجویز ڈاکو محمد واصل کے لئے ناقابلِ قبول تھی کیونکہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ جس ساتھی کے ساتھ ''واڑہ'' گاؤں پہنچے تھے وہ دراصل وہاں کا جولاہا تھا جبکہ محمد واصل اس گاؤں کا چوہدری تھا۔ وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھی کو اپنے مقابلے میں کمتر سمجھتا تھا۔ وہ یہ بات اپنی شان کے خلاف سمجھتا تھا کہ وہ ایک جولاہے کے گھر ٹھہرے۔ وہ دل ہی دل میں سوچتا تھا کہ گاؤں والے کیا کہیں گے کہ گاؤں کا چوہدری گاؤں کے ایک جولاہے کے گھر

ٹھہرا ہوا ہے اور وہ اس قدر قابلِ تعظیم و تکریم مہمان کو نہ تو اپنے گھر ٹھہرا سکا ہے اور نہ ہی خود اپنے گھر رہ رہا ہے بلکہ مہمان کے ساتھ گاؤں کے ایک غریب کامی کے گھر رہائش پذیر ہے۔

اب محمد واصل کے لئے یہ پریشانی تھی کہ وہ اپنے گھر بھی نہیں جا سکتا تھا کیونکہ وہ اگر اپنے گھر جاتا تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے ساتھ آئے ہوئے اپنے مرید ساتھی کے گھر تشریف لے جاتے لہٰذا وہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ہی رہا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ سے درخواست کرتا رہا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے مرید ساتھی کے گھر جانے کی بجائے اس کے گھر چلیں۔ اسی اصرار و انکار کی صورتِ حال میں ایک رات گزری۔ دوسرا دن گزرا تو ڈاکو محمد واصل کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔

محمد واصل نے رونا شروع کر دیا اور دست بستہ عرض کی:

''حضرت جی! مجھے معاف کر دیجئے۔ میرے گناہوں کو نہ دیکھئے بلکہ مجھ پر کرم نوازی کرتے ہوئے اب تو میرے گھر تشریف لے چلئے۔ میری اس گاؤں میں قابلِ ذکر عزت ہے۔ میں یہاں کا چوہدری ہوں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ میرے گھر نہ گئے تو میری عزت خاک میں مل جائے گی۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے قدرے نرم اور قدرے سخت لہجے میں ڈاکو محمد واصل سے مخاطب ہو کر کہا:

''میاں! ہم چوروں اور ڈاکوؤں کے گھر میں نہیں جایا کرتے۔ ہم تو

صرف ان لوگوں کے گھروں میں جاتے ہیں جو دوسروں کو تکلیف نہیں پہنچاتے۔ دوسروں کا سکون برباد کرنے کی بجائے انہیں راحت و آرام پہنچاتے ہیں۔''

دنیا بدل گئی

اب محمد واصل کے دل و دماغ پر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی باتوں نے ایسا اثر کیا کہ اس کی دنیا ہی بدل کر رہ گئی اور یہی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ چاہتے تھے۔ محمد واصل نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے دست بستہ عرض کی:

''حضرت جی! میں رب وحدہ لاشریک کو حاضر ناظر اس امر کا عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی ڈاکہ نہیں ڈالوں گا۔ میں اس جرم سے توبہ کرتا ہوں۔ میں اس جرم کے علاوہ اور بھی کسی قسم کا غلط کام نہیں کروں گا۔ میں رب رحمٰن و رحیم سے استغفار طلب کرتا ہوں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ بھی میرے لئے مغفرت کی دعا کریں۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے محمد واصل سے پوچھا کہ وہ کیا پکا وعدہ کرتا ہے؟ کیا وہ اپنے اس عہد پر تاحیات قائم رہے گا؟ محمد واصل نے پکے وعدے اور سچے عہد کا اقرار کیا تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کے گھر جانے کا عندیہ ظاہر کیا جس پر محمد واصل کی خوشی دیدنی تھی۔

اور پھر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے محمد واصل کے گھر قیام

کیا۔ محمد واصل نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور عبادت وریاضت میں ایسا قابلِ ذکر اور با قابلِ فراموش مقام پایا کہ وہ اپنے علاقے میں ''واڑہ'' کا ڈاکو سے ''واڑہ'' کا بابا واصل مشہور ومعروف ہوا۔ یہ سب کچھ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی روحانی عطا اور ربِ رحیم وکریم کی بارگاہِ رحمت آفریں کا نتیجہ تھا۔

اجرتی قاتل

اسی طرح رجب علی نامی ایک مشہور بدنام زمانہ ڈاکو اور اجرتی قاتل موضع بلونا ضلع جھنگ کا رہائشی تھا۔ اس نے اپنے کالے کرتوتوں سے لوگوں کی زندگی اجیرن کر رکھی تھی۔ آئے روز ڈاکے ڈالتا اور پیسے لے کر بے گناہوں کو سرِ عام موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ اس نے ایک بہت بڑے علاقے پر اپنی دہشت قائم کر رکھی تھی۔ لوگ اس کا نام سنتے تھے تو کانپ کانپ جاتے تھے۔ حکومتِ وقت کو وہ چکر دے کر ادھر سے ادھر نکل جاتا تھا۔ وہ قانون کی گرفت سے ہمیشہ بچ نکلتا تھا۔ پولیس مختلف گشتی پارٹیاں اس کی نگرانی و گرفتاری کے لئے روانہ کی جاتی تھیں مگر وہ بڑی عیاری و مکاری اور برق رفتاری کے ساتھ نو دو گیارہ ہو جاتا تھا۔ کسی کے ہاتھ نہیں آتا تھا۔ اگر پکڑا بھی جاتا تھا تو پھر بھاگ جاتا تھا۔

موضع بلونا کے تھانے کا تھانیدار رجب علی اس سے سخت تنگ تھا کیونکہ اعلیٰ افسران رجب علی کی گرفتاری نہ ہونے کے باعث اس کی جواب طلبی کرتے تھے۔ اسے اپنی نوکری بچانے کی فکر تھی اور اپنی ملازمت و روزی کے لالے پڑے تھے۔ ایک روز وہ بہت تنگ و پریشان ہوا تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ سے دست بستہ عرض کی:

''حضرت جی! آپ رحمۃ اللہ علیہ رب العزت کی بارگاہِ عظمت وفضیلت میں دعا کیجئے کہ وہ یا تو مجھے موت دے دے یا رجب علی کو اپنے پاس بلا لے کیونکہ میں اس کی حرکتوں سے ازحد تنگ آ چکا ہوں۔ اس کی وجہ سے مجھے روزانہ اعلیٰ افسران سے ڈانٹ ڈپٹ کھانا پڑتی ہے۔ میری روزی و نوکری داؤ پر لگی ہے۔ میری بھرپور کوشش کے باوجود وہ مجھے پکڑائی نہیں دے رہا۔ اگر میں اس کو پکڑ بھی لیتا ہوں تو وہ کسی نہ کسی طرح حوالات سے بھاگ جاتا ہے اور کوئی نہ کوئی کارروائی کر ڈالتا ہے۔ اس کی کارروائیاں روز بروز بڑھتی چلی جارہی ہیں۔ میں عیال دار شخص ہوں۔ میری نوکری چلی گئی تو میرے بچے فاقے کریں گے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے تھانیدار کی بپتا غور سے سنی اور فوری طور پر اس سے مخاطب ہو کر کہا:

''میاں! ہم درویش لوگ ہیں۔ رحمت للعالمین ﷺ کے امتی ہیں۔ سنتِ رسولِ رحمت ﷺ پر عمل کرتے ہوئے ہم کسی کو بددعا نہیں دے سکتے۔ ہماری زبان سے کسی کی موت کے لئے کوئی کلمہ کیسے نکل سکتا ہے!! ہم نے آج تک کسی کے لئے بددعا کی ہے اور نہ کبھی زندگی بھر کریں گے۔ بددعا دینا ہمارا شیوہ وطریقہ نہیں البتہ تمہارے مسئلے کا کوئی حل نکالنے کی کوشش ضرور کرتے ہیں تاکہ تمہاری پریشانی بھی دور ہو اور وہ بھی راہِ راست پر آ جائے۔ اچھا تو اب یہ بتاؤ کہ رجب علی اس وقت کہاں ہے؟ کیا وہ حوالات میں بند ہے یا حوالات سے باہر ہے؟'' تھانیدار نے دست بستہ عرض کی:

''یا حضرت ! اس وقت تو وہ حوالات میں بند ہے اور میں اس پر انتہائی سخت اور کڑا پہرا لگا کر آیا ہوں۔ امید ہے اب وہ حوالات سے نہیں نکل سکے گا البتہ یہ ضرور ہے کہ جب بھی اسے موقع ملا تو وہ کوئی نہ کوئی خرابی ضرور کرے گا۔''

تھانیدار کا اصرار

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے تھانیدار سے کہا کہ وہ رجب علی کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس لے کر آئے۔ تھانیدار دوڑا ہوا گیا رجب علی ڈاکو وقاتل کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس لے کر آیا۔ رجب علی کو وہاں لا کر تھانیدار نے رجب علی سے کہا کہ وہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاؤں دابے۔ رجب علی پہلے تو ہچکچایا مگر پھر تھانیدار کے اصرار پر اس نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاؤں بادل نخواستہ انتہائی بے زاری و خفگی کے ساتھ دبانا شروع کیے تو اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو تکلیف پہنچانے کے خیال سے پاؤں اپنی پوری قوت و طاقت سے دبانا شروع کر دیئے وہ چاہتا تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو تکلیف ہو گی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ خود ہی پاؤں دابنے سے منع کر دیں گے مگر اس کا یہ خیال اور یہ سوچ غلط ثابت ہوئی۔

رجب علی کافی دیر تک اپنی تمام تر توانائی کے ساتھ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاؤں دابتا رہا حتیٰ کہ وہ خود تھک گیا اور عاجز آ گیا اب وہ یکا یک سرعت و تیزی کے ساتھ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاؤں چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر دست بستہ عرض کی:

''حضرت جی! یقین کیجئے جس قدر زور اور قوت و طاقت سے میں نے آج آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاؤں دابے ہیں اتنی طاقت و توانائی اگر میں بھینس کی ٹانگ پر لگاتا تو وہ دو ٹکڑے ہو جاتی مگر کمال ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو میں جتنے زور سے دابتا تھا آپ رحمتہ اللہ علیہ کہتے تھے اور زور سے دابو میں واقعی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی روحانی طاقت کا قائل ہو گیا ہوں۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے رجب علی کی طرف غور سے دیکھا اور پھر قدرے مسکرا کر فرمایا :

''رجب علی! تم تو اپنے آپ کو بڑے طاقتور اور زور آور سمجھتے ہو۔ پولیس اور لوگوں کو چکرائے پھرتے ہو مگر ایک کمزور درویش کے پاؤں بھی ٹھیک طرح سے نہیں داب سکتے! یہ کیا ہے؟ بس یہی تمہاری طاقت ہے اور اسی کا تمہیں گھمنڈ ہے! اب جبکہ تیری طاقت و قوت اور شہ زوری کا بھانڈا سر عام پھوٹ چکا ہے تو چھوڑ اس گھمنڈ کو اور ہم فقیروں میں شامل ہو کر اللہ اللہ کا ورد کرنا شروع کر دے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے الفاظ میں ایسا جادو اثر تھا کہ رجب علی ڈھیر ہو گیا۔ اس نے اسی وقت اپنے برے اعمال سے توبہ کی۔ جرائم کی دنیا کو خیر باد کہا اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ کا ادنیٰ غلام ہو کر عبادت و ریاضت میں باقی ماندہ زندگی گزار دی۔

تحریکِ خلافت کی حمایت

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے مسلمانانِ ہند کی تحریکِ آزادی اور تحریکِ خلافت میں بھرپور اور فعال کردار ادا کیا۔ جب مولانا شوکت علی نے مسلمانانِ ہند سے چندہ کی اپیل کی تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس اپیل کی روشنی میں اپنے عقیدت مندوں سے چند روز میں ہی ایک لاکھ روپیہ اکھٹا کر کے علی برادران کو روانہ کیا۔ ایک دفعہ یہ افواہ اڑا دی گئی کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اور علی برادران میں خفگی اور علیحدگی ہو گئی ہے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو بدنیت افراد کی اس بات کا علم ہوا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے لائل پور (فیصل آباد) کے ایک بہت بڑے جلسۂ عام میں ببانگِ دہل اعلان کیا کہ:

''میں دامے، درمے، قدمے، قلمے اور سخنے تحریکِ خلافت کی حمایت و اعانت کرتا رہوں گا۔ یہ تحریک محض ایک رسمی تحریک نہیں بلکہ ایک جہاد ہے۔ اگر اس جہاد میں انگریزوں نے گولی کا استعمال کیا تو سب سے پہلی گولی کھانے والا

شخص میں ہوں گا۔ یاد دلانا چاہتا ہوں میں آج کی اس مجلس میں کہ انگریز سے میں نہ کبھی ڈرا ہوں اور نہ ڈروں گا۔ میں تو صرف اور صرف خدائے بزرگ و برتر سے ڈرتا ہوں۔ حیات و ممات کی مالک و خالق صرف رب کائنات کی ذات پاک ہے۔ تمام تر عزت اللہ ہی کے لئے ہے اور وہ وقت قریب ہے جب انگریز اس دھرتی سے رخصت ہو جائے گا۔"

جب 1940ء میں قراردادِ لاہور منظور ہوئی تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی بھرپور حمایت کی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے واضح طور پر اعلان کیا کہ:

"اگر کسی شخص نے اس قرارداد کی مخالفت کی تو میں اس کا جنازہ نہیں پڑھاؤں گا۔"

قائداعظمؒ پر قاتلانہ حملہ

1943ء میں جب بابائے قوم حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ پر قاتلانہ حملہ ہوا اور رب العزت کے فضل و کرم سے وہ اس حملہ میں بال بال بچ گئے تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ کو ایک خط لکھا جس میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے تحریر کیا کہ:

"آپ کی کوشش و کاوش دراصل میرا کام تھا جو آپ کر رہے ہیں اور یہ میرا بوجھ تھا جو آپ اٹھا رہے ہیں کیونکہ میں ایک صدی سے بھی زیادہ عمر کا ہو چکا ہوں ورنہ میں اپنا بوجھ خود ہی اٹھاتا۔ تاہم اگر آپ نے اس میدان میں ثابت قدمی اور

بلند ہمتی کا مظاہرہ کیا تو ہمہ قسم کی معاونت واعانت آپ کے ہمرکاب ہوگی۔"

حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جوابی خط میں تحریر فرمایا کہ:

"آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خط پڑھ کر مجھے یوں محسوس ہوا ہے کہ جیسے میں اپنے مشن میں ابھی سے کامیاب وکامران ہوگیا ہوں۔ میرا آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پکا اور سچا وعدہ ہے کہ میں ان شاء اللہ اپنے مقصد سے کبھی بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔"

جب حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے پیر آف مانکی شریف کو حضرت محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی تحریکِ آزادی کی کوششوں میں بھرپور حمایت ومعاونت پر آمادہ کیا تو پیر آف مانکی شریف نے اپنی حمایت واعانت کا مظاہرہ اس طور کیا کہ مانکی شریف میں ایک عظیم الشان جلسۂ عام کا اہتمام کیا جس میں قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کو بطور خاص دعوت دی گئی۔ قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے بخوشی اس دعوت کو قبول کیا اور جلسۂ عام میں پہنچے۔

قائداعظمؒ کیلئے سونے کا تمغہ

اس جلسۂ عام کی اطلاع حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو ملی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک قاصدِ خاص کے ذریعے قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی شبانہ روز کوششوں اور کاوشوں کے اعتراف کے طور پر سونے کا ایک تمغہ بھیجا۔ پیر آف مانکی شریف کو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس قدر عقیدت ومحبت تھی کی انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قاصدِ خاص کی اس

قدر عزت افزائی کی اور قدر و منزلت دی کہ جلسۂ عام کی صدارت اسی سے کرائی اور کہا کہ یہ میرے مرشد کا بھیجا ہوا ہے۔ اس کی عزت و وقعت میرا فرض بنتا ہے۔

جب قائداعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ اس جلسۂ عام میں بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے خادمِ خاص نے قائداعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا کہ ان کے لئے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے سونے کا تمغہ بھیجا ہے تو قائداعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ اس قدر خوش ہوئے کہ اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور کہا کہ یہ تمغہ فوراً ان کے سینے پر آویزاں کیا جائے کیونکہ آج وہ صحیح معنوں میں کامیاب و کامران ہو گئے ہیں۔ یہ تمغہ اس امر کی واضح گواہی اور پیش گوئی ہے کہ میں اپنے مشن میں بامراد ہو جاؤں گا۔"

جنازہ نہ قبرستان

1946ء میں جب مسلم لیگ کے انتخابات میں حصہ لینے کے لئے مہم زوروں پر تھی تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے دوٹوک الفاظ میں اعلان فرمایا کہ:

"جو بھی مسلمان مسلم لیگ میں شامل نہیں ہو گا اور اسے اپنا ووٹ نہیں دے گا اس کے ساتھ سماجی و معاشرتی قطع تعلق کیا جائے گا۔ اس کا نہ جنازہ پڑھا جائے گا اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفنانے کی اجازت دی جائے گی۔"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے اس اعلان نے بہت کام

کیا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ارشاد کی تعمیل میں مسلمانوں کی کثیر تعداد نے یک جہتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلم لیگ کو ووٹ دیئے تو اس کا واضح نتیجہ یہ نکلا کہ مسلم لیگ بھاری اکثریت سے کامیاب ہوگئی۔اس عظیم الشان اور یادگار کامیابی کے موقع پر قائداعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو تار بھیجا کہ:

''حضرت جی! آپ رحمتہ اللہ علیہ کی دعائیں پاکستان کی سرحدیں بن گئی ہیں۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے جوابی تار میں قائداعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ کو لکھا کہ:

''مسلمانوں کو ان کے نئے وطن پاکستان کی سرحدیں مبارک ہوں۔''

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کا خط

اور پھر رب قادر وقدیر کے فضل وکرم سے جب 14 اگست 1947ء کو پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا تو 16 اگست 1947ء کو قائداعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو ایک خط کے ذریعے مبارک باد دیتے ہوئے لکھا کہ:

''حضرت جی! آپ رحمتہ اللہ علیہ کی دعاؤں اور پُر خلوص تمناؤں کی بدولت مسلمانانِ ہند نے دوسو سال کی غلامی سے نجات حاصل کر کے اپنی آزاد اور خودمختار مملکت بنا لی ہے۔ مجھے قوی توقع ہے کہ مسلمانانِ ہند اس نئی مملکت پر

انتہائی خوش ہوں گے۔''

قائد اعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ کے اس خط کے جواب میں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک یادگار جملہ لکھا جو تا قیامت تاریخِ پاکستان میں سنہری حروف سے لکھا جاتا رہے گا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا کہ:

''ملک گیری آسان ہے مگر ملک داری مشکل ہے۔ میں دعا گو ہوں کہ رب تعالیٰ آپ کو ملک داری کی توفیق عطا فرمائے۔''

تختوں کے نیچے کتے

انبیاء علیہم السلام اور علماء کرام اور اولیائے کرامؒ پر ہر دور میں بدنیت اور بد طینت افراد تنقید وطنز کرتے رہے ہیں۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ بھی ایسے افراد کی طعن و تشنیع سے محفوظ نہ رہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مخالفین آپ رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں کہتے تھے کہ:

''پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ پیری فقیری نہیں کرتے محض دکانداری کرتے ہیں۔''

مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ ان کے طنز کے جواب میں محض اتنا کہتے ہیں کہ:

''یہ مانا کہ میں دکانداری کرتا ہوں مگر یاد رکھئے کہ گاہک انتہائی سمجھدار ہوتے ہیں۔ وہ اسی دکان پر بار بار آتے ہیں جہاں سے ان کو اچھا اور ان کی مرضی ومنشاء کا سودا اور مال ملتا ہے۔ اگر ایک بار بھی ان کی منشاء ومرضی کے خلاف ان کو مال ملے گا تو پھر وہ کبھی بھی اس دکان پر نہیں آئیں گے۔ دکان کے اندر مال ہو تو دکان چلتی ہے جبکہ بے مال دکانوں پر تالے پڑے رہتے ہیں اور ان کے تختوں

کے نیچے کتے لیٹے رہتے ہیں۔"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی کہ اگر کسی دوسرے مسلمان عالم پر بھی کوئی شخص الزام تراشی کرتا تھا یا طعن وطنز کے تیر برساتا تھا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ اس کا شافی وکافی جواب دے کر اسے لاجواب کر دیتے تھے۔

علامہ شبیر عثمانیؒ کا عقیدہ

ایک دفعہ لاہور میں مسلم لیگ نے جلسۂ عام کا اہتمام کیا تو لوگوں کا جم غفیر اس میں شمولیت کے لئے پہنچا۔ اس جلسۂ عام میں علامہ شبیر عثمانی رحمتہ اللہ علیہ بھی تشریف لے آئے۔ لوگوں نے انہیں دیکھا تو سخت نفرت اور غصے کا اظہار کیا کیونکہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ علامہ شبیر عثمانی رحمتہ اللہ علیہ گستاخِ رسولِ رحمت ﷺ ہیں حالانکہ یہ ان پر ان کے مخالفین کی طرف سے سراسر تہمت اور الزام تھا۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس صورت حال کو سنبھالا دینے کی خاطر مجمع عام میں علامہ شبیر عثمانی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا:

"کیوں جناب! لوگ جو کچھ آپ کے بارے سوچتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کیا وہ صحیح ہے یا انہیں غلط فہمی ہے؟"

علامہ شبیر عثمانی رحمتہ اللہ علیہ نے ببانگِ دہل اعلان کیا:

"حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ! میں تو رسولِ کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کو مرتد اور کافر سمجھتا ہوں۔ پھر میں کس طرح رحمت للعالمین ﷺ

کی شان میں گستاخی کر سکتا ہوں!''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے علامہ شبیر عثمانی رحمتہ اللہ علیہ کو بڑھ کر اپنے سینے سے لگا لیا اور عوام الناس کو مخاطب کر کے فرمایا!

''لوگو! سنو اور غور سے سنو کہ علامہ شبیر عثمانی رحمتہ اللہ علیہ نے میرے سامنے اپنے عقیدے کی وضاحت کر دی ہے۔اب انہیں کسی صورت گستاخِ رسولِ رحمت ﷺ نہ سمجھا جائے۔وہ سچے مسلمان اور پکے عاشق رسول ﷺ ہیں۔''

یوں لوگوں کے دلوں میں جو بدگمانی علامہ شبیر عثمانی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے تھی وہ دور ہوگئی۔

تصویر و تفسیر

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سچے عاشق رسولِ رحمت ﷺ تھے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ ''من یطع الرسول فقد اطا ع اللہ'' کی جیتی جاگتی تصویر اور ''کل ان کنتم تحبو ن اللہ فا تبئو نی یحببکم اللہ'' کی عملی تفسیر تھے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ جیسا عاشقِ محبوبِ الٰہی ﷺ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دور میں چشمِ فلک نے کم ہی دیکھا ہوگا۔جس طرح محبت کی کوئی زبان نہیں ہوتی اسی طرح عشق کا کوئی بیاں نہیں ہوتا۔عشق کو دنیا کی کسی زبان کی لغت کے کسی بھی لفظ سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔یہی صورت حال حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی تھی۔ان کے جذبہ عشقِ مصطفےٰ ﷺ کی حدت و حرارت اور شدت و

تمازت لفظوں میں بیان نہیں کی جاسکتی۔ بقول شاعر ؎

اے رحمتِ کونین ﷺ، متاعِ دل و دیدہ
کرتا ہے بیاں رب تیرے ﷺ اوصافِ حمیدہ
اشکوں سے وضو کر کے بھی ہمت نہیں میری
لکھوں میں تیری ﷺ شانِ مقدس میں قصیدہ

شوقِ طوافِ کعبہ اور ذوقِ زیارتِ گنبدِ خضرا میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اتنے حج کئے کہ کسی کو ان کی تعداد کا علم نہیں۔ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عقیدت وارادت مند نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بصد عجز و نیاز دریافت کیا:

''قبلہ عالم! یہ فرمایئے اور بتلایئے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کتنی بار حج کی سعادت کا شرف حاصل ہوا ہے؟''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی عاجزی وانکساری کے ساتھ اپنے عقیدت مند کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

''میں نے گنتی کے لئے حج نہیں کئے محض اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کے لئے کئے ہیں۔ رب رحمٰن ورحیم مجھے یاد فرماتے رہے میں حاضری دیتا رہا اور رحمت للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے عشق کی کشش مجھے وہاں لے جاتی رہی البتہ اتنا بتادوں کہ پہلا حج میں نے 1310 ہجری میں کیا تھا۔''

سردی کا بخار

یہ سن 1916 عیسوی کے ان لمحاتِ یادگار آفریں کا ذکر ہے جب امیرِ ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کی نگری لاہور میں ڈیرہ ڈالا ہوا تھا۔ حج کے ایام قریب تھے اسی لئے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی طبیعت میں دیارِ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پہنچنے کے لئے بے چینی و بے قراری کی کیفیت پیدا ہو چکی تھی مگر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اسی اثناء میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کو سردی کے سخت بخار نے نڈھال کر کے رکھ دیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا بخار 104 ڈگری تک جا پہنچا۔ انتہائی تشویش ناک صورت حال پیدا ہو گئی۔ ہمہ قسم کا علاج کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی مگر ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' کے مصداق کوئی افاقہ نہ ہوا۔ سردی سے ایسی شدید کپکپی طاری تھی کہ کئی لحافوں کے باوجود بھی اس میں کمی نہیں آرہی تھی۔

اس دوران مشہور نعت گو شاعر خلیل الدین حافظ پیلی بھیت (یوپی) والے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس سلام و نیاز کی غرض سے پہنچے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ان سے کہا:

''حافظ جی! میں آپ کے استقبال و احترام کو اٹھ کر آتا کیونکہ آپ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں نعتیں لکھتے اور سناتے ہیں۔ آپ کی تکریم مجھ پر واجب ہے مگر کیا کروں کہ سخت ترین علالت کے باعث ایسا نہیں کر سکا۔ اب آپ سے میری فرمائش ہے کہ آپ شافعِ محشر حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و تحسین میں

کہی گئی اپنی تازہ نعت سنائیں۔ مجھے یقین ہے کہ نعت سننے سے ضرور میری طبیعت سنبھل جائے گی۔"

خلیل الدین حافظؒ نے تعمیلِ ارشاد میں فوراً اپنی بیاض نکالی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دوزانو ہو کر بیٹھ گئے اور سوز وگداز آمیز لہجے میں نعت کا آغاز کیا۔ مطلع تھا۔

زائروں کی بھیڑ ہو، روضہ تیرا صلی اللہ علیہ وسلم ہو، میں نہ ہوں

وائے ناکامی کہ اک خلقِ خدا ہو، میں نہ ہوں

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نعت کا مطلع سنتے ہی وجد کی سی کیفیت میں آ گئے۔ اسے کئی بار سنا اور زیرِ لب درودِ پاک کا ورد کیا۔ پھر خلیل الدین حافظؒ سے کہا کہ وہ نعت کے اگلے اشعار سنائے۔ خلیل الدین حافظؒ نے اپنا کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

صدقے اس روضے کے جس پر سر سے، دل سے، جان سے

اک جہاں، اک خلق، اک عالم فدا ہو، میں نہ ہوں

میں وہ ردِ خلق ٹھہرا ہوں کہ بزمِ شاہ میں

اِنس ہو، جن ہو، فرشتہ ہو، ہوا ہو، میں نہ ہوں

ذکر کا اعجاز

جتنے لوگ وہاں موجود تھے سب پر بے خودی طاری ہو گئی۔ حضرت قبلہ

عالم پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے لحاف چہرہ مبارک سے ہٹایا۔ اور اٹھ کر بیٹھ گئے۔ پھر غیر اضطراری اور بے ساختہ طور پر لحاف جسم سے اتار دیا اس لمحے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے رگ و پے میں حدت و حرارت اس طرح دوڑ گئی کہ جیسے کبھی بخار ہوا ہی نہیں تھا۔ کپکپی دور ہو گئی حتیٰ کہ پسینہ جاری ہو گیا۔ بستر سے یکا یک اٹھے اور جوتے پہن لئے۔ خادمِ خاص کو حکم دیا کہ "سامان سفر تیار کرو۔ ہم نے حج پر جانے کا ارادہ کر لیا ہے۔ اب تو مدینہ منورہ ہی جا کر دم لیں گے۔"

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت و ارادت مندوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے دست بستہ عرض کی:

"قبلۂ عالم! آپ رحمتہ اللہ علیہ کو نمونیہ ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ از راہِ صد لطف و کرم لحاف میں ہی لیٹے رہیے۔"

مگر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے کسی کی اس تجویز پر توجہ نہ دی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ بستر پر پھر سے دراز ہو جائیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ دیارِ حرم جانے کیلئے پختہ اور مصمم ارادہ کر چکے تھے۔ کچھ لوگوں کو وہم ہوا کہ کہیں بخار اور سردی کے باعث آپ رحمتہ اللہ علیہ کو سرسام نہ ہو گیا ہو۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کشف کے ذریعے لوگوں کے وہم و خیال کو جان گئے تو ان سے مخاطب ہو کر کہا:

"دیکھو میری بات سنو اور غور سے سنو کہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ تمہارے یہ گمان کہ مجھے سردی اور بخار کے باعث خدانخواستہ سرسام ہو گیا ہے سراسر غلط

ہے۔میں بالکل صحت منداور تندرست وتوانا ہوں۔آپ لوگ بے شک میری نبض چیک کرلیں۔میرے جسم کاٹمپریچر دیکھ لیں۔پھر آپ لوگوں کومکمل یقین ہو جائے گا۔"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت وارادت مندوں کو آپ رحمتہ اللہ علیہ سے اس درجہ محبت وعقیدت تھی کہ انہوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے کہنے کے باوجود بھی آگے بڑھ کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی نبض اور درجہ حرارت چیک کیا تو سب کچھ ٹھیک ٹھاک تھا۔سب کی جان میں جان آئی مگر سب لوگ حیران بھی تھے کہ یکا یک آپ رحمتہ اللہ علیہ کی حالت اس قدر کیسے تبدیل ہوگئی!

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے عقیدت مندوں کو متعجب دیکھا تو انہیں قریب بلا کر کہا:

"حیران کیوں ہوتے ہو! یہ سب میرے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے ذکر کا اعجاز ہے۔نبی رحمت ﷺ کی نعت کا کرشمہ ہے۔رحمت للعالمین ﷺ کی تعریف وتوصیف کی برکت ہے کہ مجھے رب کریم ورحیم نے شفا عطا فرمادی ہے۔یہ اس بات کی علامت ہے کہ نبیٔ مکرم ﷺ کی طرف سے بلاوا آگیا ہے۔ربِ رحمٰن وعظیم کی جانب سے اِذنِ ادئیگی حج ہوگیا ہے۔اب میں حج کے لئے جارہاہوں۔"

پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ حجِ بیت اللہ اور زیارتِ گنبدِ خضرا کے لئے روانہ ہو گئے۔

ایک کے بدلے پچاس ہزار

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیار میں قبلۂ عالم، امیرِ ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی حالت و کیفیت اور خوشی و شادمانی دیدنی ہوتی تھی۔ جوں جوں مدینہ منورہ قریب آتا تھا یوں محسوس ہوتا تھا جیسے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک روشن تر ہوتا جا رہا ہو۔ بقول شاعر ؎

نظر کا نور، آنکھوں کی ضیا، شہرِ مدینہ ہے
قرارِ جان و دل، راحت فزا، شہر مدینہ ہے
وہ جس کے نور سے تابندگی ہے خلوت جاں میں
وہ شہرِ نور، شہرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، شہرِ مدینہ ہے

آپ رحمۃ اللہ علیہ جیسے ہی شہرِ مدینہ پہنچتے اپنے ساتھیوں اور ہمرکاب مریدین کو حکم دیتے کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے سردار الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بستی میں تقسیم کر دو۔ یہ لوگ میرے آقا جی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقربین ہیں۔ ان کا ہم پر حق ہے۔ ان کی خدمت ہم پر فرض ہے۔ ہمیں ان کی دعائیں چاہییں۔ یاد

رکھو کہ یہ ہر شخص کی قسمت اور ہر فرد کے مقدر میں نہیں ہوتا کہ وہ روضۂ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب وجوار میں رہائش پذیر خوش قسمت انسانوں کی دعائیں لے سکیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ خود بھی اس قدر کھلے دل سے اور کھلے ہاتھوں سے خرچ کرتے کہ کوئی لینے والا باقی نہ رہتا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے ساتھیوں سے فرماتے:

''مکہ معظّمہ میں ایک کے بدلے لاکھ کا اور مدینہ منورہ میں ایک کے بدلے پچاس ہزار کا ثواب ملتا ہے۔ کھلے ہاتھوں تقسیم کرو۔ مجھے یہاں سے قرض مل جاتا ہے۔ میں یہاں سے لے کر تمہیں دے دوں گا۔''

مدینہ منورہ میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کئی ہفتے اور بعض اوقات کئی مہینے قیام فرماتے۔ اہلِ مدینہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی آمد خوشی و مسرت کا اظہار کرتے تھے۔ جو بھی سائل آتا تھا اسے حتی الوسع کوشش کرتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ دیا جائے۔ اگر کوئی دوبارہ لینے آجاتا اور کسی کی طرف سے اس بات کی نشاندہی کی جاتی کہ یہ شخص پہلے بھی امداد واعانت سے مستفید ہو چکا ہے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ سے پہلے بھی بہت کچھ لے جا چکا ہے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ اس سائل کو فراخدلی کے ساتھ عطا فرما دیتے اور نشاندہی کرنے والے کو کہتے کہ:

''شاید اس کو اور ضرورت ہو اسی لئے دوبارہ آگیا ہو چنانچہ اس کو دوبارہ بھی دے دو۔ ہمارے پاس کون سی کمی ہے۔ رب کریم کا دیا ہوا بہت کچھ ہے۔ رب رازق ورزاق کے دیئے ہوئے ہی سے ہم انہیں دے رہے ہیں۔ اور

یہ کہ رب تعالیٰ جل شانہ ہی ان سائلوں کو بھیجتے ہیں۔ میں بلانے نہیں جاتا۔ یہ رب رحمٰن ورحیم کا فضلِ عظیم ہے کہ اس ذات پاک نے انہیں میرے پاس بھیجا ہے۔ اگر وہ مجھے ان کے پاس بھیجنا چاہتا تو وہ ایسا بھی کر سکتا تھا۔ پھر میں کیوں نہ رب رحمٰن ورحیم کا شکر بجالاؤں کہ جس ذات پاک نے مجھے اس اعزاز سے نوازا۔"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اس بات کی ہرگز پرواہ نہ کرتے تھے کہ زادِ راہِ حج ہے یا نہیں۔ اسبابِ سفر کا انتظام ہے یا نہیں۔ انہیں تو بس یہی دھن سوار ہوتی تھی اور اسی ذوق وشوق کا غلبہ ہوتا تھا کہ جس طرح بھی ہو دیارِ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پہنچا جائے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ پہلے مدینہ منورہ تشریف لے جاتے۔ ہر رنگ اور ہر ڈھنگ سے وہاں پر عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار واقرار فرماتے اور پھر مناسکِ حج کے لئے روانہ ہوتے۔ اگر آپ رحمتہ اللہ علیہ کا کوئی عقیدت وارادت مند آپ رحمتہ اللہ علیہ کے قافلے کے علاوہ تنہا واکیلا حجِ بیت اللہ کے لئے عازمِ سفر ہوتا تو اسے بھی یہی تاکید وتلقین کرتے کہ پہلے مدینہ منورہ جانا اور روضۂ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دے کر پھر معمولاتِ حج کی ادائیگی کرنا۔

عجیب لوگ

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حج کے ایام قریب آ گئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ علی پور سیداں میں نہیں تھے بلکہ وہاں سے باہر کسی اور جگہ تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے

حسبِ معمول سفرِ حج کا ارادہ کر لیا اور چلنے کے لئے تیار ہی تھے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے خادمین و مقربین نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے دست بستہ عرض کی:

''قبلۂ عالم! زادِ راہ انتظام و انصرام تو ہے نہیں۔ سفر کیسے ہوگا! ہمارا مشورہ ہے کہ پہلے علی پور چلتے ہیں۔ وہاں سے سفر کے اخراجات و ضروریات کا اہتمام کر کے پھر سفرِ حج پر نکلتے ہیں۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو یہ مشورہ پسند نہیں آیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا:

''تم بھی عجیب لوگ ہو۔ علی پور سیداں پر بھروسہ کرتے ہو۔ جہاں دو جہاں کا سخی و والی رہتا ہے اس پر یقین و بھروسہ نہیں۔ ہم لوگ اس رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی نگری جا رہے ہیں جس کے در سے کوئی خالی نہیں جاتا۔ چھوڑو علی پور سیداں کا خیال اور آؤ مدینے چلیں اور اسی لمحے چلیں۔''

اور پھر چشمِ فلک نے گواہی دی کہ اسٹیشن پر پہنچتے پہنچتے رب رازق و رزاق نے اس قدر اسباب پیدا فرما دیئے کہ زادِ راہ سنبھالے نہیں سنبھلتا تھا۔ بقول شاعر ؎

بے فکر ہے ہر بے سر و سامانِ مدینہ
اللہ کا مہمان ہے مہمانِ مدینہ

راستے میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ہمرکاب مریدین سے فرمایا:

''دیکھا تم نے کہ میرا اللہ جل شانہٗ بہت بڑا ہے۔ میرا آقا صلی اللہ علیہ وسلم بہت عالی شان ہے۔''

سبزی فروش کی صدا

ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ حجِ بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تو مکہ مکرمہ کی ایک گزرگاہ پر ایک سبزی فروش کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ:

''پودینہ خریدو اور مدینہ کی زیارت کرو۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سبزی فروش کی یہ صدا سنی تو تڑپ اٹھے اور خادمِ خاص سے کہا کہ:

''دوڑ کر جاؤ اور اس کے پاس جس قدر پودینہ ہے سارا خرید لو۔ ربِ قادر وقدیر اس شخص کی زبان کو سچا کرے۔''

یہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عشق کی حدت وحرارت ہی تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ پودینہ سے مدینہ نہیں دیکھا جاسکتا اس سے پودینہ خرید لیا۔

کتے اور کبوتر

امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کی ہر شے دل وجان سے عزیز تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ وہاں کی گلیوں کے کتوں کے لئے بھی خوراک کا بندوبست فرماتے تھے۔ حرم شریف کے کبوتروں کے لئے دانے کا اہتمام فرماتے تھے۔ وہاں کے خدام، جاروب کش، دربان، پانی پلانے والے غرض یہ کہ ہمہ قسم کے طبقات کی دعوت کر کے خوش ہوتے تھے۔ مدینہ منورہ

سے جو چیز لاتے اسے ازحد محبت اور احترام کے ساتھ استعمال کرتے اور اسے دوسری ہر چیز پر فوقیت دیتے۔

نوابی اور ممدوٹی

آپ رحمتہ اللہ علیہ مدینہ منورہ سے بطور خاص کپڑا لاتے اور انہیں استعمال کرنے میں بڑا فخر اور خوشی محسوس کرتے اور کہتے کہ یہ رحمت للعالمین ﷺ کی نگری کا کپڑا ہے اور بڑا متبرک ہے۔ایک دفعہ ایسا ہوا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ مدینہ منورہ سے لائے ہوئے کھدر کا لباس پہنے تشریف فرما تھے کہ اتنے میں نواب افتخار حسین خان ممدوٹ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات وزیارت کے لئے حاضرِ خدمت ہونے کے لئے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے خادمِ خاص کے ذریعے پیغام بھیجا۔ اس پیغام کے سنتے ہی اس وقت وہاں پر موجود آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت وارادت مندوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کی:

"قبلۂ عالم! آپ رحمتہ اللہ علیہ ازراہِ صد لطف وکرم دوسرا لباس زیبِ تن کر لیجئے۔آخر نواب صاحب کیا سوچیں گے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کھدر پہنتے ہیں۔"

امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے انتہائی فخریہ لہجے میں اپنے عقیدت مندوں سے کہا:

"کیا تم نہیں جانتے کہ یہ کھدر میرے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے شہر سے خرید ا ہوا ہے۔ یہ کھدر وہ کھدر ہے جو صرف اور صرف خوش قسمت وخوش بخت

لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔اس کے آگے نوابی اور ممدوٹی سب کی سب دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔میں کسی صورت بھی اس متبرک و مطہر لباس کو تبدیل نہیں کروں گا۔''

راتیں جالی مبارک کے اندر

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو ترکوں کے زمانے میں مدینۃ النبی رحمت ﷺ میں بہت سی ایسی مراعات حاصل تھیں جو کسی اور کے نصیب میں کم کم ہی آتی ہیں۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کو یہ خاص رعایت و سہولت حاصل تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ روضۂ رسولِ رحمت ﷺ کی جالی مبارک کے اندر جا کر شب بھر عبادت و ریاضت میں گزارتے تھے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اس بات کی بھی اجازت تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے ہمراہ اپنے چار عقیدت مندوں کو لے جا سکتے تھے تاکہ وہ بھی اس سعادت سے فیض یاب ہو سکیں۔آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے ساتھیوں میں سے باری باری روزانہ چار عدد افراد کو اپنے ہمراہ روضۂ رحمت للعالمین ﷺ کی جالی مبارک کے اندر لے جاتے اور یوں پانچوں افراد رات بھر ذکرِ الٰہی میں گزار دیتے تھے۔صبح کو جب حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ روضۂ اقدس کی جالی مبارک سے باہر تشریف لے آتے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک پر اک ناقابلِ بیان نورانی چمک ہوتی تھی جس کی وجہ سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی طرف آنکھ بھر کر دیکھنا اک مشکل امر ہو جاتا تھا۔

مدینہ کی سبزیاں اور صراحیاں

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مدینۃ النبی رحمت ﷺ سے محبت و عقیدت کا یہ عالم تھا کہ مدینہ منورہ سے مختلف سبزیوں کے بیج لاتے اور علی پور سیداں آکر اپنی خانقاہ کے باغیچوں میں انہیں اگاتے۔ ان کی آبیاری کرتے اور از حد دیکھ بھال فرماتے۔ جب سبزیاں پک کر تیار ہو جاتیں تو انہیں توڑ کر خصوصی طور پر پکواتے اور مسرت و انبساط کے ساتھ نوش فرماتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ملنے والوں سے فرماتے:

"آؤ اور کھاؤ میرے آقا ﷺ کے شہر کی سبزی کہ اس میں مدینۃ النبی رحمت ﷺ کی خوشبو رچی بسی ہے۔"

جس روز ایسی سبزی کھاتے تھے اس دن آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خوشی و شادمانی دیدنی ہوتی تھی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ مدینۃ النبی رحمت ﷺ سے پانی کی صراحیاں بھی لے آتے اور ہمیشہ سفر حضر میں شہر مصطفٰے ﷺ سے لائی گئی صراحی ہی سے پانی پیتے۔ اپنے خاص دوستوں کو بھی ایسی صراحیاں تحفتاً عطا فرماتے اور خوش ہوتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے رحمت للعالمین ﷺ کی نگری میں ایک یتیم خانہ بھی تعمیر کرایا جبکہ وہاں پر موجود دوسرے یتیم خانوں کی بھاری مالی مدد و معاونت کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس یتیم خانے کو ہر سال باقاعدگی کے ساتھ معقول رقم بھجواتے تاکہ اس کا انتظام و انصرام بحسن و خوبی جاری و ساری رہے۔ آپ رحمۃ

اللہ علیہ کی پیروی میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت مند بھی اس یتیم خانے کی مالی معاونت کرتے تھے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ خوشی کا اظہار فرماتے تھے۔

ابوالعرب کا لقب

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی حیاتِ مستعار کے دوران عرب میں سخت کال پڑا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اس صورت حال کا علم ہوا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ''مدینہ فنڈ'' کا اجراء کیا۔ اس فنڈ میں اہلِ دل نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ یوں لاکھوں روپے کی خطیر رقم اس دور میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مدینہ بھجوائی۔ عرب میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اس خدمت کے اعتراف کے طور پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کو ''ابوالعرب'' کا لقب دیا گیا۔

مالی معاونت

اسی طرح مکہ معظّمہ کی قدیم اور مشہور و معروف درس گاہ ''مدرسہ صولتیہ'' کی مالی معاونت بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمائی جبکہ لاہور کے مدرسہ نعمانیہ کے قیام واجراء اور انتظام و انصرام میں بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی مالی مدد و اعانت قابلِ ذکر ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ عنایت اور کرمِ خاص کے سائے تلے میسور میں مسجد اعظم کی تعمیر کے ساتھ ساتھ مدرسۂ نقشبندیہ کے قیام اور فیصل آباد میں بھی مسجد کی تعمیر اور مدرسہ کے قیام میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان مدارس و مساجد کے علاوہ اور بھی کئی مدارس و مساجد ہیں کہ

جن کی تعمیر و تشکیل اور قیام و انصرام میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ قابلِ تعریف و تحسین ہیں۔ ان میں 45 سے زائد وہ مدارس بھی ہیں جو فتنۂ ارتداد کے زمانہ میں دہلی، آگرہ، فرخ آباد، علی گڑھ، بلند شہر اور رہتک وغیرہ میں قائم کئے گئے تھے۔

اعتراف خدمات

حجاز ریلوے کی تعمیر میں بھی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے خصوصی طور پر نہ صرف بذات خود عطیات روانہ کئے بلکہ اپنے عقیدت مندوں کو بھی اس بات پر قائل و مائل کیا کہ وہ بھی اس نیک کام میں اپنی اپنی استعداد و استطاعت کے مطابق حصہ لیں۔ دولتِ عثمانیہ کی طرف سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے اس جذبۂ تعاون کو از حد قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا گیا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کی سعیٔ مشکور کے اعتراف کے طور پر سلطان المعظم کی جانب سے نہ صرف پانچ تمغے عطا کئے گئے بلکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو ''عمدۃ الاماثل والافاضل'' کے خطاب سے بھی نوازا گیا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ سخاوت و عطا کے حوالے سے یہ ذکر بھی بہت ضروری ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو رب رازق و رزاق نے اپنے خزانۂ خاص اور دولتِ غیب سے مالا مال کیا تھا۔ جتنا زیادہ خرچ کرتے تھے اتنا زیادہ خدائے بزرگ و برتر بھیج دیتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں ایک وقت میں ہزاروں آدمی کھانا کھایا کرتے تھے مگر لنگر بغیر رکاوٹ کے جاری و ساری رہتا تھا۔

مرزا قادیانی سے مناظرے

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا اضطراب و اضمحلال اس وقت عروج پر تھا جب آپ رحمتہ اللہ علیہ کو یہ پریشان کن خبر ملی کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ نبوت کر کے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں نا قابلِ معافی و تلافی گستاخی کی ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ سچے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے غلام احمد قادیانی کے دعویٰ کو غلط ثابت کرنے کیلئے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ اس دور میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی فعالیت قابلِ دید تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کو کھلا چیلنج دیا کہ وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ سے مناظرہ، مباحثہ اور مباہلہ کھلے عام کرے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ چاہتے تھے کہ جو لوگ گمراہ ہو کر مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار ہو گئے انہیں علم ہو سکے کہ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہونا ضروری تھا تاکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے کذب کو فاش کیا جا سکے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو اس دوران اطلاع ملی کہ مرزا

غلام احمد قادیانی اپنے من گھڑت مذہب کی تبلیغ و اشاعت کیلئے سیالکوٹ پہنچ رہا ہے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ فوراً عازم سیالکوٹ ہوئے اور مرزا غلام احمد قادیانی کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔ 27 اکتوبر 1904 عیسوی کو سیالکوٹ میں مرزا غلام احمد قادیانی مناظرہ کیلئے پہنچا مگر جیسے ہی اس نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا تو اس کی زبان یوں گنگ ہوگئی جیسے کسی نے اس پر تالے لگا دیئے ہوں۔ وہ بہ ہزار کوشش کچھ بول ہی نہ سکا۔ دراصل اس کے پاس کوئی ٹھوس دلیل اور معقول جواز ہی نہیں تھا۔ اس کے ساتھ اس کے جو ساتھی آئے تھے انہوں نے چیخ چیخ کر کہا:

''مرزا جی! کچھ بولیئے۔ پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ موجود ہیں۔ ان سے مناظرہ کیجئے۔'' مگر وہ خاموشی سے نو دو گیارہ ہو گیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے ہمراہ آئے ہوئے اس کے گمراہ شدہ ساتھی اس سے بدظن ہو گئے کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی اصلیت کھل چکی تھی۔ اس کے کذب نے اس کے ساتھیوں کی آنکھیں کھول دی تھیں۔ انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ واپس جانے سے انکار کر دیا اور انہوں نے حضرت قبلۂ عالم پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے دینِ اسلام کے سچے پیروکاروں اور عقیدۂ ختم نبوت کے ماننے والوں میں شامل ہو گئے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ تقریباً ایک ماہ تک سیالکوٹ میں رہے۔ اس دوران مختلف مقامات پر جلسے منعقد کیے اور ختم نبوت کے عقیدے کو

بڑی وضاحت وصراحت کے ساتھ پیش کیا۔ دوسرے علماء کرام کو بھی باہر سے بلایا اور انہیں بھی خطاب کرنے کی دعوت دی۔ یوں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے زندہ دلانِ سیالکوٹ میں عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر حدت وحرارت پیدا کردی کہ تمام عمر پھر مرزا غلام احمد قادیانی کو وہاں جانے کی جرأت وجسارت نہ ہوئی۔ بقول اقبال ؎

آئینِ جواں مرداں، حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

ایک دفعہ مرزا غلام احمد قادیانی لاہور میں رہائش پذیر تھا۔ وہ اپنی بیوی کے علاج کیلئے ان افراد سے چندہ مانگنے آیا تھا جنہیں وہ گمراہ کر چکا تھا۔ خواجہ کمال الدین کے ہاں وہ قیام کر کے اپنے مشن کو جاری و ساری رکھے ہوئے تھا۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو علم ہوا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ مرزا غلام احمد قادیانی سے مناظرے کیلئے فوری طور پر گولڑہ شریف سے لاہور پہنچے۔ مسلمانانِ لاہور جو کہ عاشقانِ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم تھے ان کا ایک وفد لاہور سے علی پور سیداں پہنچا اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا کہ مرزا غلام احمد قادیانی لاہور میں مقیم ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ جمعتہ المبارک 22 مئی سن 1908 کو لاہور تشریف لے گئے وہاں بادشاہی مسجد میں نماز جمعتہ المبارک کی امامت فرمائی۔ نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے بعد مناظرہ کی دعوت کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی کا انتظار کیا جانے لگا۔ اس موقع پر حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ آف گولڑہ شریف بھی موجود تھے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے مرزا غلام

احمد قادیانی کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا:

''میں نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ادنیٰ غلام ہوں۔ مرزا قادیانی کو اگر مقابلہ کی جرأت و جسارت ہے تو سامنے آئے۔ میں اپنی میز پر قلم دوات رکھ کر اس کو ہاتھ لگائے بغیر قلم کو حکم دوں گا کہ وہ قرآن مجید کی تفسیر لکھے اور قلم تفسیر ضرور لکھے گا۔ اگر مرزا قادیانی اپنا دعویٰ نبوت میں سچا ہے تو وہ ایسا کر کے دکھائے اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ وہ ایسا نہیں کر سکے گا کیونکہ وہ کذاب ہے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا:

''اگر مرزا ہمارے سامنے آ کر اپنے دعویٰ نبوت کو سچ ثابت کر دے یا کوئی روحانی قوت و طاقت کا مظاہرہ کر دے تو ہم اسے پانچ ہزار روپے نقد انعام دیں گے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے اس چیلنج کی خبر جلی سرخیوں کے ساتھ شائع ہوئی۔ اشتہارات بھی دیئے گئے مگر مرزا غلام احمد قادیانی میں نہ تو مناظرہ کی جرأت تھی اور نہ ہی مناحثہ و مباہلہ کی کیونکہ وہ اپنے دعویٰ نبوت میں جھوٹا تھا۔

اسی موقع پر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے حاضرینِ مجلس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''دیکھو! میں یہ پیش گوئی نہیں کر رہا مگر اتنا ضرور کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی نے جو ڈرامہ رچایا ہے وہ اپنے اختتام کو پہنچنے والا ہے۔ مرزا قادیانی کو بہت جلد ہی رب ذوالجلال کے قہر کی مار پڑنے والی ہے۔''

اس جلسہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کی موت کے لئے باجماعت بددعا بھی کی گئی اور بارگاہ رب العزت میں رو رو کر عرض کی گئی کہ:

''اے رب قادر و قدیر! مسلمانوں کو قادیانی فتنے سے بچا اور جو مسلمان قادیانیت کے جال میں جکڑے جا چکے ہیں انہیں صراطِ مستقیم پر چلا۔ بے شک تیری ذات ہی دلوں کو پھیرنے والی اور رحمٰن و رحیم ہے۔''

بیت الخلاء کا مستقل مہمان

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر مختلف شہروں سے جید علماء بھی جلسوں سے خطاب کرنے کے لئے تشریف لائے۔ بڑے پرزور اور پر جوش جلسے منعقد ہوئے اور پھر 25 مئی سن 1908 کو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے رات دس بجے یہ اعلان کیا کہ:

''میں مرزا قادیانی کو مباہلہ کا چیلنج کرتا ہوں اور 24 گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں۔ میں یہ بھی اعلان کرتا ہوں کہ رب رحمٰن و رحیم کے فضل و کرم سے مرزا قادیانی میرے چیلنج پر میرے مقابلے میں نہیں آئے گا کیونکہ میرا نبی خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور میں صدقِ دل سے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا غلام ہوں۔ مجھے امید ہے کہ رب قادر و قدیر آئندہ چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر اپنے

حبیبِ پاک ﷺ کے صدقے ہمیں اس جھوٹے نبی سے چھٹکارا دلائے گا۔"

اور پھر چشمِ فلک نے گواہی دی اور بانگِ دہل گواہی دی کہ اگلے ہی روز صبح 10 بجے مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی ہو گیا۔ مرنے سے پانچ چھ گھنٹے پیشتر اسے ہیضہ ہوا جس سے لمحہ بہ لمحہ اس کی حالت غیر سے غیر تر ہوتی چلی گئی۔ دست اور قے نے مرزا غلام احمد قادیانی کو بیت الخلاء کا مستقل مہمان بنا دیا اور بالآخر یہ دشمنِ نبوت، راہزنِ رسالت جہنم واصل ہوا۔

اس کذاب کی اس عبرت انگیز موت کے بعد بھی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی سرکردگی میں جلسے جاری رہے۔ ان جلسوں میں بے شمار لوگ قادیانی مسلک سے توبہ تائب ہو کر دوبارہ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے اور کثیر تعداد نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ سلسلۂ نقشبندیہ میں داخل ہونے والوں کی روزانہ تعداد اس قدر زیادہ ہوتی تھی کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ جلسہ گاہ کی سٹیج پر کھڑے ہو کر ہی سب کو داخلِ سلسلہ فرماتے تھے۔

اگرچہ مرزائیوں نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی مخالفت میں ہمہ قسم کے اوچھے وار کیئے مگر جسے خدا رکھے، اسے کون چکھے کے مصداق کامیابی و کامرانی نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے قدم چومے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ مرزائیوں کے ساتھ کسی بھی قسم کا تعلق واسطہ رکھنے کے سخت خلاف تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اکثر کہا کرتے تھے کہ:

''جو شخص نبیٔ آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہو وہ ایک مسلمان کا کیسے دوست ہو سکتا ہے۔ اسی لئے مرزائیوں سے ہمیشہ دور رہو۔''

خلافت کمیٹیاں

قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے تحریکِ خلافت میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ محض اس وجہ سے لیا تا کہ پہلی جنگ عظیم کے بعد مسلمانانِ عالم کو جو نا قابلِ تلافی نقصان پہنچایا گیا ہے اس کا مداوا کیا جا سکے۔ اتحادِ اسلامی پارہ پارہ ہو چکا تھا اور مسلمانوں کے مقدس مقامات غیر محفوظ تھے اس صورت حال میں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ملک بھر میں وسیع پیمانے پر دورے کئے۔ مختلف مقامات پر خلافت کمیٹیوں کا قیام عمل میں لایا گیا۔ تحریکِ خلافت کے حوالے سے فنڈز کی فراہمی اور مسلمانوں کی بیداری کیلئے جگہ جگہ جلسے منعقد کئے گئے اور ان سے خطاب کر کے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے عوام الناس کو بیدار کیا اور انہیں بتایا کہ تحریکِ خلافت کی کیا اہمیت و افادیت ہے۔ خلافت فنڈ میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی جیب خاص سے کثیر رقم جمع کرائی اور مختلف جلسوں کی صدارت کر کے حاضرین کو تلقین و ترغیب سے ہزاروں روپے جمع کر کے خلافت فنڈ کی نذر کئے۔

فیصل آباد (لائل پور) میں منعقدہ ایک جلسۂ تحریکِ خلافت میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ببانگِ دہل اعلان کیا کہ:

''میں کلمۂ توحید پڑھ کر یہ برملا کہنا چاہتا ہوں کہ خدمتِ اسلام اور

خدمتِ خلافت کیلئے میں اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار ہوں۔ لوگوں کی زبان بندی کر دی جاتی ہے لیکن اگر مجھے روکا گیا تو میں مسجد کے منبر پر، مسجد کے اندر اور حتیٰ کہ مسجد کے مینار پر چڑھ کر کلمہ حق کہنے سے باز نہیں آؤں گا۔

تحریکِ ہجرت کی مخالفت

تحریکِ خلافت میں گاندھی جی نے خصوصی طور پر مسلمانوں کا ساتھ دیا مگر یہ ان کی ایک چال تھی۔ ہندو درپردہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے۔ تحریکِ خلافت کے دوران گاندھی جی نے مسلمانوں کے جوش و جذبہ کو دیکھا تو مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ انگریز حکومت سے قطع تعلق اور ناراضی کے اظہار کے طور پر افغانستان کی جانب ہجرت کر جائیں۔ مسلمان لیڈر اور دوسرے لوگ ہندوؤں کی اس چال کو نہ سمجھ سکے کیونکہ ہندوؤں کے لیڈر نے تحریکِ خلافت میں مکمل معاونت کا عندیہ دیا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں نے پوری شد و مد کے ساتھ ہندوستان سے افغانستان نقل مکانی کرنا شروع کر دی۔ اپنے مکانات اونے پونے داموں بیچے۔ اپنے کاروبار کو سستے مول خیر باد کہا اور افغانستان کی جانب چل نکلے مگر اس موقع پر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے کھلم کھلا اس تحریکِ ہجرت کی پرزور مخالفت کی اور وقت نے پھر ثابت کیا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی مخالفت بالکل جائز تھی۔ ہزاروں مسلمانوں نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے اس مشورہ کو قبول کرتے ہوئے ہجرت سے انکار کیا لیکن جن مسلمانوں نے ہجرت کی انہیں سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ انہیں افغانستان سے

واپس آنا پڑا۔ جب واپس یہاں پہنچے تو ان کیلئے جائے رہائش نہیں تھی۔ روزی کمانے کیلئے کوئی انتظام نہیں تھا۔ بے شمار مسلمان موسم کی سختی، سفر کی شدت اور پہاڑی راستوں کی تکالیف سے اللہ کو پیارے ہو گئے اور یوں گاندھی جی کی چال نے مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچایا مگر جن افراد نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مشورہ پر عمل کیا وہ محفوظ و مامون رہے۔

ہندوؤں کی ریشہ دوانیاں

تحریکِ خلافت میں ساتھ دینے کے بہانے ہندوؤں نے مسلمانوں کے خلاف در پردہ شدھی اور سنگھٹن کی تحریک چلائی۔ اس کا علم مسلمانوں کو اس وقت ہوا جب ہندو اپنے مذموم مقاصد میں کافی حد تک کامیاب ہو چکے تھے کیونکہ ان تحریکوں کی وجہ سے دیہاتی مسلمان اپنی جہالت کے باعث کثیر تعداد میں ہندو مت اختیار کر چکے تھے۔

ہندوؤں کی اس تحریک کا مقصد و محور یہی تھا کہ ہندوؤں کو منظّم اور مسلمانوں کو پارہ پارہ کیا جائے۔ ناواقف و جاہل مسلمانوں کو ہندو مت میں داخل کیا جائے اور جو مسلمان ساتھ نہ دیں انہیں قوت و طاقت کے ذریعے ہندوستان سے نکال باہر کیا جائے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس موقع پر بھی بڑا فعال، مؤثر اور قابلِ فخر کردار ادا کیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مسلمانوں کو صحیح صورت حال سے خبردار کرنے اور میدانِ عمل میں اترنے کی تبلیغ کرنے کیلئے جلسے کئے اور ان میں علی الاعلان ہندوؤں کی ریشہ دوانیوں سے پردہ

اٹھایا۔23اپریل1923ءکوایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے واضح طور پر فرمایا:

''اسلام کو ہندوستان میں آئے تقریباً1100سال گزر چکے ہیں۔اس عرصہ میں ہندوستان نے مسلمانوں کو ملیچھ سمجھا۔ناپاک تصور کیا۔ذلیل جانا مگر ہمارے بھولے بھالے مسلمانوں نے ہندوؤں کو اپنا بھائی سمجھا۔رنج وخوشی میں ان کے ساتھ برابر کے شریک رہے مگر ہندوؤں نے اس کا ناجائز فائدہ اٹھایا۔اب ہم میں ہر ایک پر لازم آتا ہے کہ ہم خاموشی کے ساتھ ہندوؤں کی ریشہ دوانیاں نہ دیکھیں بلکہ ان کے خلاف بھرپور عملی جدوجہد کریں۔جو لوگ ناجائز رعب اور طمعِ نفسانی کے باعث صراطِ مستقیم سے منحرف ہوگئے ہیں انہیں صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے کیلئے سر دھڑ کی بازی لگادیں۔جب تک وہ سب دوبارہ مسلمان نہ ہوجائیں ہمیں کسی صورت بھی چین سے نہیں بیٹھنا چاہیے۔میں اس اہم مقصد کے حصول کی خاطر سینکڑوں مبلغینِ اسلام میدانِ ارتداد میں روانہ کروں گا اور خود بھی جاکر اس کارِ خیر میں حصہ لوں گا۔''

اس موقع پر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس نیک کام کیلئے مبلغ گیارہ صد روپے کا عطیہ دیا اور اعلان کیا کہ ہر ماہ دو صد روپیہ دیتا رہوں گا۔

فتنۂ ارتداد کی سرکوبی

یوں 21 مئی 1923ء کو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ بذاتِ خود روہتک تشریف لائے تاکہ میدانِ ارتداد میں پہلا تبلیغی وفد بھیجا جاسکے۔ پہلا وفد 15 ارکان پر مشتمل تھا۔ یوں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی کوششوں سے فتنۂ ارتداد کی سرکوبی میں خاطر خواہ کامیابی وکامرانی نصیب ہوئی۔ شدھی کی تحریک کا منہ زور طوفان تھم گیا۔ سنگھٹن کا قلعہ فتح کرلیا گیا۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں ملکانے جو راہِ راست سے بھٹک کر ہندومت میں داخل ہوچکے تھے دوبارہ حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ سینکڑوں نے کلامِ الٰہی شروع سے لیکر آخر تک پڑھ لیا۔ ہزاروں خواندہ ہوگئے۔ کئی افراد کو حافظِ قرآن کی سعادت نصیب ہوئی اور یوں اسلام کا بول بالا ہوا۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی سعی مشکور کا یہ نتیجہ نکلا کہ نہ صرف وہ لوگ دوبارہ مسلمان ہوئے جو کہ ہندو ہوگئے تھے بلکہ خاندانی اور وراثتی ہندو بھی مسلمان ہونے لگے۔ مزید یہ کہ ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں جن

مسلمانوں کو ہندو بنایا جاتا تھا وہ بھی ہندو بننے سے رک گئے۔ اک سیلاب بلا تھا جسے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ نے بند باندھ دیا۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فتنۂ ارتداد کے علاقوں میں شفاخانے بھی قائم کئے جہاں دوا کے ساتھ ساتھ تبلیغِ اسلام بھی کی جاتی تھی۔ ان شفا خانوں میں مسلمان دیہاتیوں کے ساتھ ساتھ ہندو دیہاتی بھی آتے تھے۔ ہر قسم کا مریض وہاں پہنچتا تھا۔ ڈاکٹر حضرات انتہائی شفقت و محبت کے ساتھ ہر مذہب کے مریض سے پیش آتے تھے۔ یوں کئی ہندو ایسے تھے جو مسلمان ڈاکٹروں کے حسنِ اخلاق سے متاثر ہو کر اوران کی تبلیغ سے قائل ہو کر دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔

ہندو مکروفریب اور چال بازی میں تیز وطرار تھے۔ وہ غریب مسلمانوں کو قرض دے کر یوں جکڑتے تھے کہ وہ تمام عمر اس جال میں تڑپتے رہ جاتے تھے۔ قرض کی رقم سود در سود کے نہ ختم ہونے والے گورکھ دھندے میں ایسی الجھتی تھی کہ سلجھنے میں نہیں آتی تھی۔ پھر غریب مسلمان دیہاتیوں کو ڈگریوں اور قرقیوں کے عذاب سے ڈرایا جاتا تھا اور پھر جب وہ مکمل طور پر بے بس ہو جاتے تھے تو انہیں برملا کہا جاتا تھا کہ شدھی (ہندو، مرتد) ہو جاؤ گے تو تمام قرضہ معاف ہو جائے گا۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کا تدارک بھی فرمایا۔ بے شمار غریب دیہاتیوں کی مالی معاونت کر کے ان کو ہندوؤں کے

قرضوں کے بوجھ سے آزاد کرایا۔ بعض مسلمانوں کے مقدمات کی پیروی کی۔ یہ وہ مقدمات تھے جو ہندوؤں نے بلا جواز مسلمانوں پر قائم کر رکھے تھے تا کہ مسلمانوں پر دباؤ بڑھا کر انہیں ہندو مت قبول کرنے پر مجبور کیا جاسکے۔

فتنۂ ارتداد کے خاتمے کیلئے اراکین و وفود کی تنخواہیں، مدارس کے قیام، طلباء کے اخراجات، ہسپتالوں کے اخراجات اور دیگر مصارف کیلئے رقوم کی فراہمی کی زیادہ تر ذمہ داری حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ذمہ لی ہوئی تھی۔ یارانِ طریقت نے بھی اس میں مقدور بھر حصہ ڈالا اور یوں یہ کام بحسن وخوبی اپنے انجام کو پہنچا۔

سارداایکٹ کی مخالفت

سارداایکٹ کے حوالے سے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی کوششیں بھی قابلِ ذکر ہیں۔ 1921ء میں ہندوستان کی قانون ساز اسمبلی میں ایک ہندو رکن پنڈت ہربلاس ساردا نے ایک بل پیش کیا جس کی رو سے اٹھارہ سال سے کم عمر لڑکوں اور بارہ سال سے کم عمر لڑکیوں کی شادی و نکاح کو قانونی طور پر ممنوع اور ناجائز قرار دیئے جانے کا تقاضا کیا گیا اور ایسا کرنے والے پر فوجداری مقدمہ قائم کر کے سزا دینے کی تجویز دی گئی۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو اس بل بارے پتہ چلا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ بل واضح طور پر دینِ اسلام میں مداخلت کے مترادف ہے کیونکہ اسلام نے نکاح کیلئے کسی عمر کی قید نہیں لگائی۔ مسلمان ارکانِ اسمبلی نے

اس بل میں یہ ترمیم پیش کی کہ اسے مسلمانوں کیلئے مستثنیٰ قرار دیا جائے مگر ہندو ارکان کے تعاون اور انگریزوں کی سرپرستی سے یہ بل منظور ہو کر ایکٹ کی صورت میں نافذ ہونے کیلئے تیار ہو گیا۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے شروع ہی سے اس بل کی مخالفت کی تھی۔ جب آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اس کی منظوری کا علم ہوا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ میسور میں تشریف فرما تھے۔ وہاں 24 نومبر 1921ء کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زیرِ صدارت سارداا یکٹ کے خلاف ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں اکابرینِ اسلام نے بھرپور شرکت فرمائی اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ساتھ دوسرے مسلمان رہنماؤں نے بھی سارداا یکٹ کے خلاف تقاریر کیں اور حکومتِ وقت سے مطالبہ کیا کہ مسلمانوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

اس جلسہ سے دو روز قبل 22 نومبر 1921ء کو وائسرائے ہند کو تار کے ذریعے واضح طور پر بتا دیا تھا کہ:

"میں لاکھوں مسلمانوں کے ایک نمائندہ ہونے اور ایک مذہبی پیشوا ہونے کی حیثیت سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ مسلمانوں کو سارد ابل کے اطلاق سے مستثنیٰ قرار دیا جائے کیونکہ یہ مسلمانوں کے احکامِ شریعت میں واضح مداخلت کا درجہ رکھتا ہے۔"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے صدارتی خطاب میں

واضح طور پر برملا اعلان کیا کہ:

''یہ نیا قانون جاری کر کے ہمارے مذہب میں مداخلت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہمارے یہاں نکاح کیلئے عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ دوروز کی عمر والی بچی کا بھی ہمارے یہاں نکاح کر دینے کی اجازت ہے۔ ہم مسلمان ہیں اسی لئے اپنے قانون کی پیروی کریں گے۔ میں سب سے پہلے اس قانون کو توڑنے کا اپنے متعلقین کو حکم دے دوں گا کہ وہ 10 برس کی عمر والی لڑکیوں کا نکاح ایک ہی رات میں کر دیں۔ اسی طرح ایک ہی رات میں 10 ہزار نکاح کرا دوں گا۔ حکومت نے وعدہ کیا تھا کہ وہ کسی مذہب میں مداخلت نہیں کرے گی۔ آج نکاح میں دخل دیا گیا ہے تو کل دوسری باتوں میں بھی دیا جائے گا۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے اس الٹی میٹم کا یہ اثر ہوا کہ حکومتِ وقت نے سارداا یکٹ کو نافذ کرنے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حکم پر جگہ جگہ احتجاجی جلسے منعقد کئے گئے۔ وائسرائے کو احتجاجی مراسلے اور تار بھیجے گئے۔ یوں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ سے حکومتِ وقت کو یہ ہمت ہی نہ ہوئی کہ وہ اسمبلی سے منظور شدہ ایکٹ کو نافذ کر سکتی۔

مولانا خیر المبین سے ملاقات

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ پر خدائے بزرگ و برتر کی عنایاتِ خاص اور فضل و کرم کی اس قدر فراوانی تھی کہ دیکھنے والی نظر پکار پکار کر کہتی تھی کہ یہی ہیں وہ مردِ کامل اور مردِ قلندر جو وقت کے سکندر ہیں مگر طبیعت و مزاج کے درویش اور فقیر ہیں۔ خلقِ خدا کی خدمت ان کا اوڑھنا بچھونا اور محبوب و مسجودِ حقیقی کی عبادت و ریاضت ان کا معمول ہے۔ رب رحیم و کریم نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ذات پر یہ عنایت بھی کی تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے محبوب نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں بارہا فیض یاب کیا تھا۔

ایک دفعہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں موجود تھے کہ رات کے حسین آفرین لمحات میں کہ جب آپ رحمتہ اللہ علیہ آرام فرما رہے تھے تو عالمِ خواب میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زیارت کا آپ رحمتہ اللہ علیہ کو شرف بخشا۔ خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو حکم دیا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ حیدر

آباد دکن جائیں اور وہاں پر موجود مولوی خیر المبین سے ملاقات کریں۔امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہو اور کوئی عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر کر جائے یہ تو سراسر ناممکن ہے۔حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ بجلی کی سی سرعت وعجلت کے ساتھ فوری طور پر حیدر آباد دکن پہنچے۔اسٹیشن پر اترے تو ایک تانگہ والے کو بلایا اور اس سے انتہائی پیار ومحبت کے ساتھ کہا:

''میاں! ہمیں مولانا خیر المبین کے گھر تک لے چلو۔مگر کوشش کرو کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے وہاں پہنچو۔ہم نے مولانا خیر المبین سے بہت ضروری اور فوری ملاقات کرنا ہے۔''

تانگہ والے نے مقدور بھر تیزی دکھائی۔گھوڑے کو پوری رفتار کے ساتھ دوڑایا اور چند ہی لمحوں بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دیکھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ ایک بلند وبالا عمارت کے پاس موجود تھے۔تانگہ والے نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے دست بستہ عرض کی:

''یا حضرت! یہ رہا مولانا خیر المبین کا گھر۔''

مولانا خیر المبین کا گھر کیا تھا اک خاص شان اور آن بان مجسم صورت میں چشم وا کو حیرت زدہ کیے دیتی تھی۔حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ عمارت کے اندر داخل ہوئے تو مختلف راہداریوں سے ہوتے ہوئے اور غلام گردشوں کا نظارہ کرتے ہوئے سیدھے مولانا خیر المبین کے پاس جا پہنچے۔مولانا خیر المبین نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے قریب دیکھا تو مسرت وحیرت کی ملی جلی کیفیت میں

آپ رحمتہ اللہ علیہ کا انتہائی گرم جوشی اور تپاک و احترام کے ساتھ استقبال کیا۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو اس نے اپنی مسند پر بٹھایا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خیر و عافیت دریافت کی۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے مولانا خیر المبین کی حیرت و مسرت میں بھرپور اضافہ اس وقت کر دیا جب آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے بتایا کہ:

''مجھے ہادیٔ کون و مکاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے پاس بھیجا ہے اور آپ کو سلام بھی دیا ہے۔''

مولانا خیر المبین نے جیسے ہی یہ کلمات آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنے تو ان کی حالت عجیب ہوگئی۔ وہ اپنے آپ کو سنبھال نہ پائے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو اس طرح رواں ہوئے اور وہ اس قدر زور زور سے روئے جیسے کوئی کم عمر بچہ روتا ہے۔ انہوں نے امیرِ ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی دست بوسی کی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں میں بیٹھ گئے۔ ان کی زبان پر ان لمحات میں یہی کلمات تھے کہ:

''پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر لاکھوں کروڑوں سلام اور ایسے پیام بر پر سلام کہ جو میرے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لے کر یہاں پہنچا ہے۔''

مولانا خیر المبین نے امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے ہاں کئی روز تک قیام کرنے کی درخواست کی جو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے

بصدقِ دل منظور فرمائی۔ بعد ازاں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ جب بھی حیدر و آباد دکن تشریف لے جاتے تو اسٹیشن پر اگرچہ نظام حیدر آباد بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے استقبال و خیر مقدم کیلئے موجود ہوتا مگر قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ طریقہ وسلیقہ تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نظامِ حیدر آباد کے ہاں جانے سے پہلے مولانا خیر المبین کے پاس تشریف لے جاتے۔ وہاں کئی روز تک قیام کرتے۔ اس دوران نظام حیدر آباد آپ رحمتہ اللہ علیہ سے شاہی مہمان خانے میں آنے کیلئے بار بار درخواست کرتا رہتا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ بمشکل اس کے بصد اصرار پر اس کے ہاں جاتے مگر اس کیلئے بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ مولانا خیر المبین سے اجازت لیتے اور ان سے صاف صاف کہتے:

''مولانا! اگر آپ اجازت نہیں دیں گے تو ہم کسی صورت بھی نظام کے پاس نہیں جائیں گے۔''

تاہم مولانا خیر المبین انتہائی انکساری و عاجزی سے عرض کرتے:

''حضرت! آپ رحمتہ اللہ علیہ کی مرضی و منشاء ہے جہاں جائیں مجھ سے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے! میں تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کا ادنیٰ معتقد و مرید ہوں۔ یہ آپ رحمتہ اللہ علیہ ہیں کہ مجھے اس قدر عزت و وقعت دے رہے ہیں۔ ورنہ میں کہاں اور میری اوقات کہاں!!''

نظام حیدر آباد کی عقیدت مندی

نظام حیدر آباد کی امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے عقیدت مندی وارادت مندی بھی مثالی تھی۔ وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا از حد احترام کرتا تھا۔ ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے درس دیا تو نظام حیدر آباد بھی اس درس میں شریک تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس روز پردہ کے موضوع پر مفصل اظہارِ خیال فرمایا اور بے پردہ خواتین کی پرزور مخالفت ومزاحمت کی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے علم میں یہ بات لائی گئی تھی کہ نظام حیدر آباد کی بیٹیاں بھی بے پردہ گھومتی پھرتی ہیں۔ امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے نظام حیدر آباد کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کی فلاح واصلاح کی خاطر اس مجلسِ درس میں ہی نظام حیدر آباد کی طرف مخاطب ہو کر انتہائی جرأت وجسارت اور جلال و استقلال کے ساتھ زوردار لہجے میں فرمایا:

''اب تو حکمرانوں کی مستورات بھی بے پردہ گھومتی پھرتی ہیں۔ جب حکمرانوں کا یہ حال ہوگا تو پھر عوام الناس سے کیا توقع کی جاسکتی ہے؟ رعایا کا تو

پھر اللہ ہی حافظ ہے!!"

نظام حیدر آباد نے سرِ عام اس تنبیہہ کو خوش دلی سے قبول کیا اور کسی قسم کا ردِ عمل ظاہر نہ کیا۔ بعد ازاں مجلسِ درس کے اختتام پر نظام حیدر آباد کے خوشامدیوں اور حاشیہ برداروں نے نظام حیدر آباد کو خوب بھڑکانے اور اکسانے کی کوشش کی اور اس سے کہا کہ امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ کے خلاف کارروائی کی جائے کیونکہ انہوں نے نظام کی بھری مجلس میں بے عزتی کی ہے مگر نظام حیدر آباد نے ان سب خوشامدیوں کے منہ یہ کہہ کر بند کر دیئے کہ:

"امیر ملت قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ وہ واحد شخصیت ہیں کہ جن کی زبان سے سوائے کلمۂ حق کے اور کچھ نہیں نکلتا۔ انہوں نے جو بات بھی کہی ہے میری فلاح و اصلاح کیلئے کی ہے۔ اس میں میری بے عزتی نہیں بلکہ عزت ہے کہ ایک مردِ حق نے مجھ ناچیز پر توجہ دی ہے اور مجھے میری خامی بتائی ہے۔ ایسی شخصیت تو ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔"

برطانوی وائسرائے کی ناراضی

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ نظام حیدر آباد دکن سے برطانوی وائسرائے سخت ناراض ہو گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ برطانوی وائسرائے کو نظام کے بارے متعدد شکایات بھیجی گئی تھیں۔ یہ شکایات تحریری بھی تھیں اور زبانی بھی تھیں۔ نظام حیدروآباد دکن کو جب یہ معلوم ہوا کہ ان شکایتی درخواستوں پر برطانوی وائسرائے کارروائی کرنے والا ہے اور اس کا رویہ جارحانہ ہے تو وہ ازحد پریشان

ومضطرب ہوا۔

پریشانی کے عالم میں اسے اور تو کچھ نہ سوجھا۔ اس نے فوری طور پر امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک خط تحریر کیا جس میں اس نے اپنی پریشانی بارے تمام تفصیل لکھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کی درخواست والتجا کی۔ یہ خط اس نے اپنے ایک قاصدِ خاص کے ذریعے امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھجوایا اور قاصد کو تاکید کی کہ جس قدر جلد ہو سکے اس خط کو قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچائے۔

قاصدِ خاص نے نظام حیدر آباد کا سر بمہر خط برق رفتاری کے ساتھ قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچایا اور درخواست پذیر ہوا کہ جو بھی جواب ہو اسے دیا جائے تاکہ وہ اس جواب کو نظام حیدر آباد تک پہنچائے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ پہلے تو کافی دیر خاموش رہے۔ خط کے مندرجات آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھ لئے تھے مگر قاصدِ خاص کو کوئی جواب دینے میں متامل تھے تاہم قاصدِ خاص کے ازحد اصرار پر امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے قاصد سے مخاطب ہو کر کہا:

''اپنے نظام سے کہہ دو کہ وہ کیسا حکمران ہے جو قانون بھی نہیں جانتا۔ خوامخواہ پریشان ہوئے جا رہا ہے۔ اسے چاہئے کہ وہ وائسرائے برطانیہ کو لکھے کہ اس کے مقدمے کی سماعت کے وقت اس کے ساتھ ساتھ اس کے مخالفین

کو بھی طلب کیا جائے اور ان سے کہا جائے کہ وہ اس پر لگائے گئے الزامات کو ٹھوس ثبوت و دلائل کے ساتھ ثابت کریں تا کہ اصل حقیقت کھل کر واضح ہو جائے۔"

قاصدِ خاص نے قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ پیغام ومشورہ نظام حیدر آباد تک پہنچایا تو نظام حیدر آباد نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ہدایت کے عین مطابق فوری طور پر برطانوی وائسرائے کو خط لکھا اور اس سے درخواست کی کہ اس کے خلاف مقدمہ کی سماعت کے دوران اس کے خلاف شکایت کنندگان کو بھی طلب کیا جائے اور ان سے اس پر لگائے گئے الزامات کے ثبوت مانگے جائیں۔

نظام حیدر آباد کی اس درخواست کے جواب میں برطانوی وائسرائے نے فوری طور پر نظام حیدر آباد کو خط لکھا جس میں اسے بتایا گیا کہ اس کے خلاف درخواستوں کو مسترد کر دیا گیا ہے اور ساتھ ہی اس نے نظام حیدر آباد سے اپنے سخت رویے کی معذرت بھی چاہی۔ جب نظام حیدر آباد کو یہ خط ملا تو وہ خوشی سے پھولے نہ سمایا۔ اسے علم ہو گیا کہ اس کے سر پر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا دستِ شفقت ہے۔ پھر وہ کیسے کسی قسم کی پریشانی سے دوچار ہو سکتا ہے۔

وہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بصد ادب و احترام حاضر ہوا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کو یہ خوشخبری سنائی تو قبلۂ عالم، امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے نظام حیدر آباد سے مخاطب ہو کر

فرمایا:

''نظام! تمہاری تعظیم اور تمہارا احترام برطانوی وائسرائے پر لازم تھا کیونکہ تم قصوروار نہیں۔ وہ تمہاری تعظیم کیسے نہ کرتا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو ہم اس کی جگہ کسی اور کو وائسرائے مقرر کر دیتے۔''

بڑی سرکار میں حاضری

ایک دفعہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ حیدر آباد دکن میں ایک مجلس میں وعظ و نصیحت فرما رہے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جب فارغ ہوئے تو نظام حیدر آباد کے قاصدِ خاص نے قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو پیغام دیا کہ:

''نظام حیدر آباد نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کیا ہے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس قسم کا پیغام سنا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قاصدِ خاص سے کہا:

''نظام سے کہہ دو کہ میں اس وقت بڑی سرکار میں حاضر ہوں۔''

دراصل اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ مجلسِ وعظ و نصیحت کے بعد اوراد و وظائف میں مشغول و مصروف تھے۔ مزید یہ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نظام حیدر آباد کو باور کرانا چاہتے تھے کہ وہ حاکم ہے تو اپنی حاکمیت کسی اور پر چلائے اک مردقلندر اور مرد درویش کو اس طرح کے پیغام نہ پہنچائے۔ فقیر کو حاکم سے کیا غرض! بقول شاعرِ مشرق علامہ اقبال ؒ

دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ

ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللہی

قاصدِ خاص نے نظام حیدر آباد کو یہ پیغام پہنچایا تو وہ آئندہ سے انتہائی محتاط ہو گیا۔اس کے بعد اس نے کبھی بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اس طرح بلاوا نہیں بھیجا بلکہ قاصدِ خاص حاضر ضرور ہوتا مگر صرف اتنا کہتا کہ:

''حضرت جی! نظام آپ رحمتہ اللہ علیہ کی دعا کا طالب ہے۔''

ہاتھ باندھے ننگے پاؤں

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ جہاں عشقِ الٰہی اور محبتِ محبوبِ الٰہی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار تھے وہاں آپ رحمتہ اللہ علیہ سادات کرام اور پیرانِ عظام کی بھی از حد عزت و توقیر کرتے تھے اور ان کی خدمت کو اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھتے تھے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے پیر بابا فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ آف چورا شریف سے بے پناہ محبت و عقیدت تھی۔آپ رحمتہ اللہ علیہ چورا شریف پہنچتے تو اسٹیشن سے خانقاہ تک ننگے پاؤں جاتے اور ننگے پاؤں ہی خانقاہ سے اسٹیشن تک پہنچتے۔چورا شریف میں قیام کے دوران بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ وہاں بغیر جوتوں کے پھرتے تھے۔اسی طرح جب آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد حضرت بابا فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ علی پور سیداں آتے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ اسٹیشن سے گھر تک انہیں لینے کیلئے جاتے اور ان کے پیچھے پیچھے رہتے مگر ننگے پاؤں چلتے آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے مرشد کیلئے اعلیٰ سے اعلیٰ اور بہتر سے بہتر کھانے تیار کراتے اور جب وہ کھانا تناول فرما رہے ہوتے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ ہاتھ باندھے ان کے سامنے با

ادب یوں کھڑے رہتے جیسے کوئی غلام اپنے آقا کے سامنے کھڑا ہو۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے مرشد بابا فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ ہی درویشوں کی بھی بڑھ چڑھ کر خدمت کرتے۔ ان کے ہاتھ خود دھلاتے اور ان کے سامنے بیٹھنے کو بے ادبی خیال کرتے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے مرشد بابا فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کے خادمِ خاص حافظ مہر دین کا خاص خیال رکھتے۔ ان کیلئے میووں بھرا حلوہ بطور خاص تیار کراتے کیونکہ وہ انہیں پسند تھا۔

اپنے مرشد حضرت بابا فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد ان کی اولاد میں سے جب بھی کوئی فرد علی پور سیداں آتا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ اس کے استقبال کیلئے ننگے پاؤں آبادی سے باہر نکل آتے۔ اس کو سواری پر بٹھاتے اور خود ساتھ ساتھ پیدل چلتے۔ گھر تک لے آتے اور انہیں گھر میں مسند پر بٹھا کر خود اس کے قدموں میں بیٹھ جاتے۔ عرس شریف کے موقع پر اگر مرشد حضرت بابا فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کے صاجزادوں میں سے کوئی تشریف لے آتا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ اس سے اجلاس کی صدارت کراتے۔ واپسی پر اتنے تحائف اور نذرانے پیش کرتے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے مرشد و مربی بابا فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کے علاقے سے بھی اس قدر عقیدت تھی کہ چورا شریف کا کوئی رہائشی اگر علی پور سیداں آجاتا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ اس کی خدمت میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے اور واپسی پر اسے ڈھیروں تحائف دے کر روانہ کرتے تھے۔

چوروں کے سردار کی آمد

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی یہی کوشش وکاوش ہوتی تھی کہ گمراہ اور راستے سے بھٹکے ہوئے افراد کو حسنِ سلوک سے قائل و مائل اسلام کیا جائے۔ایک دفعہ چند چوروں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک قریبی رشتہ دار حضرت علی حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ہزاروں روپے مالیت کے مویشی چرا لئے۔حضرت سید علی حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ ان دنوں بھلوال سے متصل ایک چک میں قیام پذیر تھے اور وہیں زمینداری کے کاموں کیلئے مویشی پال رکھے تھے۔چوروں کو جب یہ علم ہوا کہ یہ مویشی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے رشہ دار کے ہیں تو انہوں نے مویشی واپس کر دیئے جبکہ چوروں کا سردار صالح محمد معافی مانگنے کیلئے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس علی پور سیداں حاضر ہوا۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے چوروں کے سردار صالح محمد سے مخاطب ہو کر کہا:

”صالح محمد! ہم تیرے بہت شکر گزار ہیں۔تو نے ہم پر بڑا احسان کیا

ہے۔ خدائے بزرگ و برتر تجھے اس احسان کا اجر ضرور عطا فرمائیں گے۔''

اس موقع پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے اس حسنِ سلوک کو دیکھ کر صالح محمد نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاؤں پکڑ لئے۔ معافی کا خواستگار ہوا اور عرض کی:

''میں بہت گنہگار و خطا کار و سیاہ کار ہوں۔ مجھے معاف کر دیجئے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے کہا:

''صالح محمد! تیرے احسان نے تیرے گناہ کو چھپا لیا ہے۔ اب تو گناہ گار نہیں رہا۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کئی روز تک اسے اپنے پاس ٹھہرائے رکھا۔ اس کی اس قدر خاطر تواضع کی کہ وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا حسنِ سلوک دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا۔ وہ جب بھی رخصت کی اجازت طلب کرتا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ اس سے کہتے:

''ابھی ٹھہر جا صالح محمد! میں تیرے ہمہ قسم کے نقصان کی ذمہ داری لیتا ہوں۔''

اور پھر ایک دن جب اس کے بار بار اصرار پر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے واپس جانے کی اجازت دی تو وہ خوشی خوشی گھر روانہ ہونے لگا۔ باوقتِ رخصت آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس سے انتہائی شفقت آمیز لہجے میں پوچھا:

''بولو صالح محمد! آخر تم چوری کیوں کرتے ہو؟ کیا تم چوری کرنا چھوڑ نہیں

سکتے؟"

اس نے انتہائی ادب واحترام سے جواب دیا:

"حضور جی! میں اگر چوری نہ کروں تو پھر کھاؤں گا کہاں سے؟"

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے قریب بلایا۔ پاس بٹھایا اور محبت آمیز شیریں لہجے میں اس سے کہا:

"صالح محمد! کلمہ شریف پڑھ لے اور پھر چوری کرنا چھوڑ دے۔ ان شاء اللہ رب العزت تجھے کبھی کوئی کمی نہیں دے گا۔ میں رب تعالیٰ کا نام لے کر تمہارے رزق کی فراخی کی ضمانت دیتا ہوں۔ تجھے تنگی یا بھوک نہیں آئے گی اگر آئے تو میرے گلے میں رسی ڈال دینا۔ کیا تمہیں رب رازق ورزاق پر یقین کامل نہیں ہے؟"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے لسان اثر بیان سے چوروں کا سردار صالح محمد ازحد متاثر ہوا۔ اس نے اسی وقت کلمۂ شہادت توحید و رسالت پڑھا اور وعدہ و عہد کیا کہ آئندہ سے وہ کوئی کام احکامِ شریعت کے خلاف نہیں کرے گا۔ اس کے بعد اس نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے ایک عرض کرنے کی اجازت چاہی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کہا:

"کہو صالح محمد! کیا کہنا چاہتے ہو؟ ہم تیری بات سننے کیلئے تیار ہیں۔"

صالح محمد نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے دست بستہ عرض کی:

''یا حضرت! اگر کوئی میرا شریک آ کر مجھے تنگ کرے تو مجھے اس سے بدلہ لینے کی اجازت دیجئے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''صالح محمد! میری ایک بات پلے باندھ لو کہ اگر تمہارے شریک تمہیں کسی معاملہ میں دخل اندازی کا کہیں تو تم نے ہرگز کسی قسم کی دخل اندازی نہیں کرنی۔ وقت ثابت کرے گا کہ تمہارے شریک تمہارے جوتوں میں آ کر بیٹھیں گے اور تمہاری فرمانبرداری اور تابعداری کریں گے۔''

صالح محمد نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی سعادت حاصل کی اور پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس گاہے بگاہے حاضری کا شرف اس کا معمول بن گیا۔ ایک دن حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے صالح محمد سے پوچھا:

''بتاؤ صالح محمد! کیسی گزر رہی ہے۔ فراخیٔ رزق کا کیا حال ہے؟''

اس نے انتہائی ادب واحترام کے ساتھ جواب دیا:

''رب قادر وقدیر کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے رزق میں کبھی کمی نہیں آنے دی۔ مجھے کبھی بھی ایک لمحہ کیلئے تنگی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی دعائیں مجھ پر سایہ فگن ہیں پھر مجھے کس بات کی فکر ہے! میرے پرانے ساتھی میری جوتیوں میں آ کر بیٹھتے ہیں۔ یہی آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے بتایا تھا اور وہ سچ ثابت ہوا ہے۔ البتہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حکم کی تعمیل میں ان کے فیصلوں میں

دخل دینے کی میں نے کبھی کوشش نہیں کی۔ میں نماز پنجگانہ کی ادائیگی پابندی کے ساتھ کرتا ہوں۔ روزے رکھتا ہوں۔ ذکرِ الٰہی کیلئے وقت نکالتا ہوں۔ درودِ پاک کی تسبیح پڑھتا ہوں۔ میں خوشحال ہوں۔ رب رازق و رزاق نے مجھے کسی قسم کی کوئی کمی کا سامنا نہیں کرنے دیا۔ میں پرسکون و پراطمینان ہوں۔''

مسجد سے صلح

اسی طرح ایک شخص غلام حسن نامی تھا۔ وہ بھی اسی چک کے قریبی چک کا رہنے والا تھا جہاں صالح محمد رہائش پذیر تھا۔ چوری و بدکاری میں مشہور تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے کہا:

''غلام حسن! آج مسجد سے تیری صلح نہ کرا دیں؟ جا کپڑے دھو کر آ۔''

وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حسب ارشادِ پاک صاف ہو کر آیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس پر ایسی توجہ فرمائی کہ اس کے من کی تمام تر غلاظت جاتی رہی۔ وہ نماز، روزہ حتیٰ کہ تہجد کا پابند ہو گیا۔ مرتے دم تک نوافل اس کا اوڑھنا بچھونا بن گئے۔ اس نے حج بھی کیا اور مکمل طور پر پرہیز گاری اختیار کر لی۔ یوں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی توجہ سے اس کی زندگی بدل کر رہ گئی۔

گستاخ گنگارام

عوام الناس کی فلاح و اصلاح حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی فطرت و جبلت اور عادت و خصلت تھی۔ اس کے لئے آپ رحمتہ اللہ علیہ مختلف طریقے وسلیقے بروئے کار لاتے تھے اور رب قادر وقدیر کی منشاء ومرضی کی بدولت اس کے نتائج بہرصورت مثبت ومعتبر ہی برآمد ہوتے تھے۔ ایک روز آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں ایک مسلمان زرگر نے حاضری دی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا کہ اس کے سامنے ایک کافر گنگارام نے انتہائی گستاخانہ الفاظ ادا کئے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا کہ اس نے کیا کہا ہے؟ اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا کہ گنگارام نے یہ کہا کہ:

''میں قرآن (پاک) پر گھٹنا رکھتا ہوں (نعوذ باللہ) اور دیکھتا ہوں کہ کون میری ٹانگ توڑتا ہے!!!''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ بات سنی تو اسی لمحے جلال میں آگئے اور اس مسلمان زرگر سے مخاطب ہو کر قدرے سخت لہجے میں کہا:

"تم کیسے مسلمان ہو!! تم نے یہ بات کیسے برداشت کرلی۔ تم نے یہ بات خاموشی سے سن لی اور پھر مجھے بتانے آگئے۔ تم اس کافر کی ٹانگ اسی لمحے توڑ کیوں نہ دی؟ جاؤ اب یہاں سے چلے جاؤ۔ ہم اس معاملے کو خود دیکھ لیں گے۔"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس زرگر کے جانے کے بعد اس کے علاقے موضع پنج گرائیں کے سکھ سرداروں اور معتبر مسلمانوں کو اپنے پاس بلایا اور ان سے واضح اور دوٹوک الفاظ میں کہا کہ:

"تمہارے موضع کے ایک شخص گنگا رام نے اگرچہ ناقابلِ تلافی جرم کیا ہے اور کلامِ الٰہی لے حوالے سے انتہائی نازیبا الفاظ استعمال کیے ہیں تاہم اس کا واحد حل یہی ہے کہ وہ اپنے الفاظ واپس لے لے۔ مسلمانوں سے معافی مانگے اور آئندہ کیلئے وعدہ کرے کہ وہ اس قسم کی حرکت پھر نہیں کرے گا۔ اگر وہ ایسا کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتا تو میں آپ لوگوں کو صاف صاف بتائے دیتا ہوں کہ میں اس کے موضع میں آج ہی گائے ذبح کراؤں گا اور پھر مذبح خانہ کا لائسنس لے کر وہاں ایک مذبح خانہ بناؤں گا تاکہ وہاں روزانہ گائے ذبح ہو۔ پھر اسے پتہ چلے گا کہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات اور دینی محسوسات مجروح کرنے کا انجام کیا ہوتا ہے۔"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی اس تنبیہہ نے فوری اثر کیا اور سبھی افراد نے گنگا رام کو لعن طعن کی اور اسے معافی کیلئے کہا۔ جس پر اس نے

معافی مانگی تاہم قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے کہہ دیا کہ وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے نہ آئے کیونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ اس کی صورت نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔

کرنا خدائے بزرگ و برتر کا ایسا ہوا کہ کچھ ہی روز بعد گنگا رام کو ایسی بیماری نے آلیا کہ وہ زندگی سے قطعی طور پر مایوس و ناامید ہو گیا۔ اس حالت میں اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ توبہ کرنا چاہتا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے کہلا بھیجا کہ وہ صدقِ دل سے کلمہ توحید پڑھ کر وحدانیت و رسالت کا اقرار کرے اور دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائے تو اس کی جان نکلنے میں آسانی ہو گی اور وہ اپنے ورثاء کو پھر ہدایت کر دے کہ وہ چونکہ مسلمان ہو چکا ہے اس لئے اسے جلانے کی بجائے دفن کیا جائے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے اس پیغام پر اس نے زندگی کے آخری ایام میں مسلمان ہونے کا شرف حاصل کیا اور یوں اس نے مشرف بہ اسلام ہو کر عالمِ فنا سے عالمِ بقا کی جانب سفر کیا۔ یہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ہی کی کاوش کا نتیجہ تھا کہ ایک گستاخ کافر کو نرم خو مسلمان ہونے کا اعزاز نصیب ہوا۔ بقول شاعر۔

ایک تھے انؒ کے در پہ شاہ و گدا
سب نے ہر درد کی دوا پائی
نعمتِ دین و دولتِ دنیا
سب نے امید سے سوا پائی

مہمان بے نماز

ایک دفعہ ایک نیا مہمان آیا اور اس نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضری دی۔ اتنے میں نماز کا وقت ہوا تو سبھی حاضرینِ مجلس نماز کی تیاری میں مصروف ہو گئے مگر وہ نیا مہمان اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک عقیدت مند نے اسے بے حس و حرکت صورت میں دیکھا تو اس نے کہا:

''میاں! الگ تھلگ سے کیوں بیٹھے ہو۔ نماز کا وقت ہوا چاہتا ہے۔ جلدی سے وضو کر و اور نماز میں شامل ہونے کیلئے تیار ہو جاؤ۔''

اس نئے مہمان نے جواب دیا:

''مگر میں تو نماز نہیں پڑھا کرتا۔ میں وضو کیوں کروں!!''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اس لمحے اس نئے مہمان اور اپنے عقیدت مند کے مابین ہونے والا مکالمہ سن رہے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فوراً نئے مہمان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''میاں! یاد رکھو کہ ہم بے نمازی کو اپنے پاس کبھی بھی نہیں ٹھہراتے۔ نہ رات کے اوقات اسے بستر دیتے ہیں اور نہ ہی صبح شام کا کھانا دیتے ہیں بے نمازی ہمارا مہمان ہو ہی نہیں سکتا۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے اس ارشاد کا اس مہمان پر فوری اثر ہوا۔ اس نے پشیمانی و ندامت محسوس کی۔ وہ فوراً اٹھا

۔اس نے وضو کیا اور نماز میں پورے خلوصِ نیت کیساتھ شامل ہوا۔قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اس سے بہت خوش ہوئے اور مریدین سے کہا کہ اس نئے مہمان کی خوب خاطر مدارت کرو۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ راہِ راست سے بھٹکے ہوئے لوگوں کی اصلاح وفلاح کی خاطر موقع محل کے مطابق حکمتِ عملی اختیار کرتے جو بیشتر اوقات کامیاب رہتی۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زبان میں ایسی تاثیر تھی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ذات میں ایسی کشش ومقناطیسیت تھی کہ جوبھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تھا ظاہری و باطنی طور پر مطہر و معطر ہو کر جاتا تھا۔جس کا جس قدر ظرف ہوتا تھا اسے اسی قدر نعمت نورِ ہدایت مل جاتی تھی۔کافر آتے تھے تو مسلمان ہو کر جاتے تھے۔بے نمازی آتے تھے تو نماز پنجگانہ کے عادی ہو کر جاتے تھے۔روزہ خور آتے تھے تو روزہ دار ہو کر جاتے تھے۔چور،ڈاکو،راہزن اور بدکار آتے تھے تو نیکوکار و پرہیزگار ہو کر جاتے تھے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کی کوشش وکاوش سے لاکھوں افراد کی اصلاح ہوئی۔آپ رحمتہ اللہ علیہ نے تقریباً ایک صدی تک اپنا تبلیغی مشن جاری وساری رکھا۔بقول شاعر۔

بزمِ رشد و ہدا میں چشمۂ فیض
عرصہ گاہِ عمل میں کوہِ ثبات
انؒ کی صحبت میں سوز وغم سے سکوں
جیسے گرمی میں آگئی برسات

خواجہ مام کلو

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ جب ایک دفعہ کشمیر جنت نظیر میں تبلیغ و ترویجِ دین کیلئے تشریف لے گئے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے نمازِ عصر کی ادائیگی کے بعد وہاں کے نشاط باغ سے پھل منگوائے۔ نشاط باغ کے ٹھیکیدار خواجہ مام کلو نے مناسب قیمت لے کر پھل دے دیئے مگر جب اسے پتہ چلا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اس کے علاقے میں تشریف فرما ہیں تو وہ حاضر خدمت ہوا اور خاموشی سے بیٹھا رہا کیونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نمازِ عصر کی ادائیگی کے بعد کسی سے گفتگو نہیں فرماتے تھے بلکہ اوراد و وظائف میں مشغول و مصروف رہتے تھے۔

جب نشاط باغ کا ٹھیکیدار خواجہ مام کلو کچھ دیر بیٹھنے کے بعد اجازت طلب کر کے واپس جانے لگا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اشارہ کیا کہ یہ تمام پھل اسے تحفتاً دے دیئے جائیں۔ خواجہ مام کلو نے حیران و پریشان ہو کر کہا کہ:

''میں یہ پھل کیسے لے سکتا ہوں۔ میں نے تو ان کی قیمت وصول کی ہے۔ یہ کیا بات ہوئی کہ میں اپنے ہی بیچے ہوئے پھل خود ہی لے لوں اور پیسے بھی جیب میں رکھوں۔''

مگر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اشارہ سے بتایا کہ:

''اب یہ پھل ہمارے ہیں۔ ہم نے خریدے ہیں۔ ہماری مرضی جسے دیں۔ ہم یہ تمہیں تحفتاً دیتے ہیں۔ ہمارا تحفہ قبول کرو۔''

وہ شخص کافی اصرار کرتا رہا تاہم اسے یہی کہا جاتا رہا کہ اسے تحفہ قبول کرنا ہوگا۔ اس نے رقم واپس کرنا چاہی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے رقم لینے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ وہ پھل لے کر واپس چلا گیا۔

نشاط باغ کے ٹھیکیدار خواجہ مام کلو اپنے ملازمین کے سروں پر پھلوں کی ٹوکری رکھوائے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے پہلے تو اس سے اس بات پر معذرت کی کہ کل آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے اشاروں میں گفتگو کی اور اسے بتایا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نمازِ عصر کے بعد خاموشی ہی اختیار کئے رکھتے ہیں اور کسی سے نہیں بولتے۔ اسی لئے اگرچہ وہ پہلی دفعہ آیا تھا مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ اس سے بات نہ کر سکے جس سے ضرور اس نے تشنگی محسوس کی ہوگی۔

اب دوسرے روز قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے کھل کر اس سے بات چیت کی۔ اس کیلئے پر تکلف کھانا تیار کرایا۔ جب تک اس نے سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے واپس جانے کی اجازت نہ دی۔ اسی طرح وہ روزانہ پھل لے کر حاضر ہوتا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ نہ صرف یہ کہ اسے پر تکلف کھانا کھلاتے بلکہ اسے احکامِ دینِ اسلام پر عمل پیرا ہونے کی بھی تلقین فرماتے۔ اور پھر جلد ہی وہ وقت آیا کہ وہ شخص اپنی تمام غفلت ولا پرواہی اور ہمہ قسم کی کوتاہی سے اجتناب کر کے سچا اور کھرا دیندار و پرہیز گار بن گیا۔ وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوا اور تمام دنیاوی قباحتوں سے

کنارہ کش ہو کر شعائرِ اسلام پر سختی سے کاربند ہو گیا۔ یہ بھی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا ایک اندازِ نصیحت و اصلاح تھا کہ جس کی بدولت خواجہ مام کلو کی آخرت سنور گئی۔ بقول شاعر ۔

سامنے دل کے جس کے جس کا دل آیا
ماہ و خورشید کی ضیاء پائی
مل گئی جس کی بھی نظر سے نظر
آنکھ سے روح تک جلا پائی

انگریز کرنل کا قبول اسلام

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دفعہ بنگلور چھاؤنی میں نماز جمعتہ المبارک کی امامت کی سعادت کے موقع پر ''اسلام ہی سچا مذہب ہے'' کے موضوع پر ایسی پر تاثیر اور سحر انگیز تقریر فرمائی ایک انگریز کرنل لارڈ اسکوپٹ جو کہ اس وقت بنگلور میں تعینات تھے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دلائل و براہین سے وہ قائل و مائل ہوئے اور پھر ان کی دنیا ہی بدل کر رہ گئی۔ جب وہ خود حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے تو ان کی خواہش ہوئی کہ ان کی زوجہ بھی اسلام قبول کر لیں تو سونے پہ سہاگہ ہو گا۔ اس بات کا ذکر انہوں نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے کیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بیرسٹر عبدالوہاب کو اپنا نمائندہ بنا کر بیگم

کرنل لارڈ اسکپوٹ کے پاس بھیجا۔ چنانچہ وہ بھی اسلام لے آئیں اور یوں دونوں میاں بیوی جب مسلمان ہو گئے تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے میاں کا اسلامی نام علی رکھا جبکہ بیوی کا اسلام نام زینب تجویز کیا۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ شفقت و دعائے ہدایت کی بدولت نیکوکاروں کی صف میں شامل ہو کر تمام عمر پرہیزگاری میں گزاری۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے عوام الناس کے ساتھ ساتھ مسلمان فوجیوں میں بھی تبلیغ و اشاعت و ترویجِ اسلام کو مقدس فریضہ سمجھ کر سر انجام دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ وقت نکال کر چھاؤنیوں اور پلٹنوں میں تشریف لے جاتے اور وہاں چھوٹے بڑے رینک کے سبھی فوجیوں کو شعائر اسلام پر مکمل عمل پیرا ہونے کی تلقین فرماتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان سے واضح طور پر کہتے کہ تم لوگ اپنے افسروں کا حکم کس سرعت و جانفشانی سے بجا لاتے ہو مگر جو ذات تمہاری خالق و مالک ہے اس کے احکامات کی تعمیل میں کوتاہی کا مظاہرہ کرتے ہو۔ اپنی آخرت و عاقبت سنوارنے کی فکر کرو اور احکاماتِ الٰہی کی بجا آوری میں مقدور بھر کوشش و کاوش کرو۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس حکمت عملی کے انتہائی مثبت اور دوررس نتائج نکلے اور فوجیوں کی ایک معقول تعداد نہ صرف شعائر اسلام کی پابندی کرنے لگی بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ارادت مندوں میں بھی داخل ہو گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے عقیدت مندوں کو قرآن پاک کی ایک آیت پڑھ کر

اپنے گرد حصار قائم کرنے کی اجازت مرحمت فرماتے اور کہتے کہ نماز عشاء کے بعد اس آیت کا حصار کر لینے سے تم لوگ ہمہ قسم کی مصیبت و آفت اور ہمہ قسم کے دشمن کے حملہ سے محفوظ و مامون رہو گے۔

جوتے اتروانے کا معاوضہ

افغانستان میں تبلیغ و اشاعت دین اسلام کی خاطر قیام کے دوران حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک روز کابل شہر میں نماز جمعتہ المبارک کی امامت فرمائی تو وعظ و خطبہ کے ذریعے حاضرین کو ہدایت و نصیحت فرمائی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے انتہائی سادہ زبان اور دل نشیں بیان کے ذریعے لوگوں کے دل جیت لئے۔ لوگوں پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے خطاب کا بے حد اثر ہوا اور اکثریت نے مصمم ارادہ کیا کہ وہ اپنی آئندہ زندگی پوری کوشش و کاوش کے ساتھ پرہیزگاری کے ساتھ گزاریں گے اور شعائر اسلام کی بالالتزام پابندی کریں گے۔

جب آپ رحمتہ اللہ علیہ کابل سے رخصت ہونے لگے تو بادشاہ نادر شاہ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو شاہانہ آن بان کے تمام تر تقاضے پورے کرتے ہوئے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں تحائف پیش کئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے نادر شاہ سے کہا:

''میں نے آپ کے یہ سارے تحائف قبول کئے اور آپ کو بطور عطیہ بخش دیئے۔اب آپ انہیں لے جایئے اور جس طرح مناسب سمجھیں استعمال میں لایئے۔''

اس موقع پر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بادشاہ نادر شاہ سے کہا کہ:

''میری ایک تمنا اور آرزو ہے اگر آپ اسے پورا کرنے کا وعدہ کریں تو میں آپ سے کہوں!''

بادشاہ نادر شاہ نے فوراً کہا:

''آپ حکم کیجئے میں اسے ضرور پورا کروں گا۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے کہا:

''آپ کے علم میں ہے کہ آپ کے فوجی جب نماز ادا کرتے ہیں تو اس وقت بھی انہوں نے جوتے پہن رکھے ہوتے ہیں ان کا یہ عمل سراسر خلافِ سنت ہے۔آپ انہیں حکم دیجئے جوتے اتار لیا کریں تا کہ نماز کی ادائیگی سنتِ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو سکے۔''

بادشاہ نادر شاہ نے موقع غنیمت جانتے ہوئے ایک بار پھر تحائف قبول کرنے کی درخواست کی اور شرط رکھ دی۔اس نے عرض کی:

''قبلۂ عالم! آپ میرے یہ حقیر تحائف بطور ہدیہ قبول فرمائیں تو پھر میں فوجیوں کو حکم دیتا ہوں کہ وہ نماز جوتے اتار کر پڑھا کریں۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''نادر شاہ! اگر میں یہ تحائف قبول کر لوں تو پھر یہ جوتے اتروانے کا معاوضہ ہو جائے گا اور یوں میں ثواب سے محروم رہوں گا۔''

مگر بادشاہ نادر شاہ نے تحائف قبول کرنے کا اصرار جاری رکھا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بادشاہ سے کہا:

''ٹھیک ہے مجھے آپ کے یہ سارے تحائف قبول ہیں تاہم میں اپنے یہ تحائف آپ کی فوج کیلئے آپ کو دیتا ہوں۔ آپ انہیں فوجیوں میں تقسیم کر دیجئے۔ آپ نے تحائف دیئے۔ میں نے قبول کر لئے۔ اب وہ میرے ہو گئے۔ یوں میری مرضی پر منحصر ہے کہ میں انہیں اپنے پاس رکھوں یا کسی اور کو دوں۔ آپ اس پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کر سکتے۔''

اس طرح نادر شاہ نے وہ تمام تر تحائف فوجیوں میں تقسیم کرا دیئے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خواہش کے مطابق فوجیوں کو حکم جاری کر دیا کہ وہ باوقت ادائیگی نماز جوتے اتار لیا کریں۔ بادشاہ نادر شاہ کے اس حکم پر فوری طور پر عمل درآمد شروع ہو گیا۔ اور یہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ان کاوشوں کا نتیجہ تھا جو آپ رحمتہ اللہ علیہ مقدور بھر سنن رسولِ امین ﷺ کی ترویج کیلئے جاری و ساری رکھتے تھے۔

شاہی ضیافت

افغانستان پہنچنے پر جب پہلی بار آپ رحمتہ اللہ علیہ کے اعزاز میں بادشاہ نادر شاہ نے شاہی ضیافت کا اہتمام کیا تو اس میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دستر خوان پر دیکھا کہ وہاں چھریاں اور کانٹے موجود تھے جس کا واضح مفہوم و مطلب یہی تھا

کہ انگریزوں کے طرز معاشرت اور آداب ضیافت کے مطابق مدعوئین لذتِ کام ودہن سے لطف اندوز ہوں گے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہؒ رحمۃ اللہ علیہ نے کھانا کھانے سے پیشتر بادشاہ نادر شاہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ:

''نادر شاہ! میں آپ کی دعوت میں آیا ہوں تو مجھے ایک اور دعوت کی یاد آ گئی ہے۔ وہ دعوت شریف مکہ نے میرے اعزاز میں ترتیب دی تھی۔ میں احرام باندھے اس دعوتِ طعام میں شریک ہوا۔ میں نے وہاں دیکھا کہ وہاں پر موجود سبھی لوگوں نے چھری کانٹے استعمال کرتے ہوئے انگریزوں کی طرح کھانا شروع کر دیا کیونکہ اس دعوت میں چھری کانٹے لگائے گئے تھے مگر میں واحد شخص تھا کہ میں نے سنتِ رسولِ رحمت ﷺ کے مطابق کھانا کھایا۔ میں چھری کانٹے استعمال کرنے کی بجائے دائیں ہاتھ سے کھاتا رہا۔ اس موقع پر شریف مکہ کے ولی عہد نے میرے معلم سے پوچھا کہ میں کون شخص ہوں اور کس طریقے سے کھاتا ہوں۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ شاید میں آدابِ محفلِ ضیافت سے نابلد و ناآشنا ہوں مگر میرے معلم نے شریف مکہ کے ولی عہد کو بتایا کہ اصل مہمان کہ جس کے اعزاز میں دعوتِ شاہانہ کا اہتمام و انتظام کیا گیا ہے وہ میں ہی ہوں۔ وہ لوگ آپس میں عربی میں گفتگو کر رہے تھے۔ انہیں علم نہیں تھا کہ میں عربی زبان بخوبی جانتا و سمجھتا ہوں۔ چنانچہ ان کے اس مکالمہ پر میں نے اسی لمحے ان سے عربی زبان میں مخاطب ہو کر کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا ہوں اور بعد از وفات میں مسلمانوں کے قبرستان ہی میں دفنایا جاؤں گا۔ میں

مسلمانوں کی طرح سنتِ رسولِ رحمت ﷺ کے مطابق کھانا کھاتا ہوں۔ میں انگریز نہیں ہوں کہ مغربی طرز کے مطابق کھانا کھاؤں۔''

شریف مکہ میرے ساتھ ہی بیٹھا تھا۔ اس نے میری بات سنی تو اس نے اپنے چھری کانٹے دور رکھ کر ہاتھوں سے کھانا نوش کرنا شروع کر دیا اور اس نے اسی لمحے منتظمین ضیافت کو حکم دیا کہ یہ تمام چھریاں اور کانٹے فوری طور پر تمام لوگوں کے سامنے سے اٹھالو اور یاد رکھو کہ آج کے بعد کبھی کسی بھی شاہی دستر خوان پر چھری کانٹے نہیں رکھنے۔ نادر شاہ نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی یہ بات اور شریفِ مکہ کی ضیافت کا واقعہ سنا تو اس نے بھی اسی لمحے دستر خوان سے چھریاں اور کانٹے اٹھوا دیئے اور شاہی کارکنان کو سختی سے حکم دیا کہ آئندہ کسی بھی شاہی دعوت و ضیافت میں چھریاں کانٹے قطعی طور پر نہ رکھے جائیں۔

حق گوئی و بے باکی

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے افغانستان کا دورۂ تبلیغ و اشاعتِ دینِ اسلام بادشاہ نادر شاہ کی دعوت پر ہی کیا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کوئٹہ اور قندھار کے راستے سے کابل تک پہنچے۔ جب آپ رحمتہ اللہ علیہ قندھار پہنچے تو گورنر نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خاطر ضیافت کا اہتمام وانتظام کرنے کے بعد ایک ضروری کام نبٹانے کی خاطر شہر سے باہر جانے کا عزم کیا تو اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے نام ایک خط لکھا جس میں اس نے تحریر کیا کہ وہ میزبانی کے تمام انتظامات کی تکمیل کے بعد ایک اہم مصروفیت کے باعث شہر میں نہیں ہوگا تاہم

وہ آج کی بجائے کل آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ادب بجا لائے گا۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے ہی قندھار پہنچے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گورنر قندھار کے قاصدِ خاص نے گورنر کا پیغام خاص آپ رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لمحے اسی خط کے دوسری جانب یہ شعر لکھ کر قاصدِ خاص کے حوالے کر دیا۔

غرض از سیر قلندر طلب دیدار است

ورنہ ایں نان و نمک در ہمہ جا بسیار است

گورنر قندھار کے قاصدِ خاص نے فوری طور پر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا جواب گورنر قندھار تک پہنچایا تو وہ از حد نادم ہوا اور ہمہ قسم کے کام چھوڑ کر تھوڑی ہی دیر بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور غیر موجودگی کی معافی طلب کی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ:

''میری اس کوتاہی کی شکایت یا ذکر کسی بھی صورت بادشاہ نادر شاہ کے سامنے نہ کرنا۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ:

''ایسا نہیں ہوگا۔'' تاہم ان واقعات سے اس امر کی غمازی ہوتی ہے کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ حق اور سچ کی بات کہنے سے کسی جگہ، کسی محفل اور کسی شخصیت سے نہیں رکتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ صادق اکبر حضرت

محمد مصطفےٰ ﷺ کی آل اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے اور سچ بولنا، سچ سننا آپ رحمتہ اللہ علیہ کی سرشت میں داخل تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ ''حق گوئی و بے باقی'' کی جیتی جاگتی تصویر اور عملی تفسیر تھے۔ بقول شاعر ؎

وہ جماعت علیؒ ، شہِ ذی جاہ
حق گزیں، حق شناس، حق آگاہ
اسوۂ مصطفےٰ ﷺ کی زندہ مثال
مسلکِ عشقِ حق میں مشعلِ راہ

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ہر موقع اور ہر مقام پر کلمۂ حق ادا کیا۔ وہ چاہے شریف مکہ ہو یا شاہِ افغانستان، چاہے نظام حیدر آباد ہو یا مہاراجہ میسور ہو۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ثابت کر دکھایا کہ:

''اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی۔''

وقت کے قلندر، مردِ مجاہد کی سب سے بڑی پہچان اور ارفع و اعلیٰ شان ہی یہی ہوتی ہے کہ وہ سچ کا بول بالا کرتا ہے۔ حق بات کہتا ہے اور حق ہی کی تبلیغ و اشاعت کرتا ہے۔ یہی سنتِ رسول رحمت ﷺ ہے۔ یہی حکمِ خداوندی ہے اور یہی اولیاء اللہ کا شیوہ اور طریقہ وسلیقہ ہے۔

کالا پیر کی مخالفت

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو دکن میں کوہِ نیل گڑھی کے سرکردہ باسیوں نے اپنے ہاں با اصرار و تکرار بلایا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ وہاں اشاعت و تبلیغِ دینِ مبین کیلئے تشریف لے گئے۔ وہاں کے چنیدہ و معتبر افراد نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کا انتہائی مسرت و خوشدلی کے ساتھ استقبال کیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی سعی مشکور سے وہاں کے افراد جوق در جوق سلسلۂ نقشبندیہ میں داخل ہونے لگے تو وہاں کے دو افراد قاضی عبدالغفور اور پیر حیدر شاہ المعروف کالا پیر کو یہ بات انتہائی سخت ناگوار گزری کیونکہ انہوں نے وہاں کے لوگوں کو اپنے ہی سحر میں مقید کر رکھا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ لوگوں کو کھرے کھوٹے کی تمیز آ گئی تو ان کی روزی روٹی کا خاتمہ ہو جائے گا اور لوگ نہ صرف ان کے مخالف ہو جائیں گے بلکہ ان سے گذشتہ حساب کتاب بھی طلب کریں گے۔

اس صورت حال اور اس پس منظر میں انہوں نے وہاں کے چند آمادہ بہ جنگ فطرت افراد کو اپنے ساتھ ملایا اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی

زور وشور سے مخالفت ومخاصمت شروع کردی مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ان کے کسی مخالفانہ عمل پر کوئی توجہ نہ دی بلکہ اپنے تبلیغی مشن پر پوری شدت وحدت کے ساتھ ڈٹے رہے جس کے کافی بہتر نتائج برآمد ہوئے اور لوگوں کی اکثریت آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ارادت مندوں میں شامل ہوگئی۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ تبلیغ وارشاد کے سلسلے میں نیل گڑھی کے بعد میسور پہنچے اور پھر وہاں سے بنگلور تشریف لے گئے۔ بنگلور میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مخالفین کا کافی اثر ورسوخ تھا۔ وہ لوگ نیل گڑھی اور میسور میں آپ رحمتہ اللہ علیہ سے بری طرح مات کھا چکے تھے۔ اب وہ اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے۔ انہوں نے بنگلور میں اپنے اثر ورسوخ کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے خلاف اک طوفانِ بدتمیزی کھڑا کر دیا۔ انہوں نے اشتہارات چھپوا کر تقسیم کئے جن میں آپ رحمتہ اللہ علیہ پر کیچڑ اچھالنے کی ناکام ونامراد کوشش کی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ پر الزام تراشی کی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نہ تو کسی کے مرید ہیں اور نہ ہی کسی کے خلیفہ ہیں۔ حتیٰ کہ یہاں تک لکھ دیا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نہ تو حافظِ قرآن ہیں اور نہ ہی عالمِ دین اور نہ ہی سید ہیں بلکہ محض مسمریزم کا علم رکھنے کی وجہ سے لوگوں کو اپنے زیرِ اثر لے آتے ہیں چنانچہ نہ تو کوئی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس جائے نہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس و وعظ ونصیحت میں شامل ہو اور نہ ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی امامت میں نماز کی ادائیگی کرے۔

مخالفین کے سرغنہ وہی سابقہ قاضی عبدالغفور اور پیر حیدر شاہ المعروف کالا پیر تھے۔انہوں نے وہاں اپنے آپ کو پیرومرشد کے روپ میں ڈھال کر اپنے کافی مرید و عقیدت مند بنالئے تھے۔انہیں جب علم ہوا کہ لوگوں کو علوم شریعت کی صحیح تعلیم ملنے لگی ہے تو انہوں نے مقدور بھر مخالفت و دشمنی کی۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کے خلاف نہ صرف اشتہارات چھپوا کر تقسیم کئے گئے بلکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے جلسوں میں اینٹ پتھر تک برسائے گئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ لوگ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی جان کے دشمن ہو گئے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کو جان سے مارنے کی تراکیب کرنے لگے۔بالآخر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے وہاں مزید قیام کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

یہی کچھ ان مخالفین نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ میسور میں بھی کیا تھا۔اگرچہ وہاں انہوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کا عرصۂ حیات تنگ کر دیا تھا مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے سنت رسول مکرم ﷺ پر عمل کرتے ہوئے اپنا تبلیغی و اصلاحی مشن پوری شدومد کے ساتھ جاری وساری رکھا اور نہ کسی سے شکوہ کیا اور نہ شکایت کا کوئی حرف اپنی زبان پر لائے بلکہ یہی دعا کرتے رہے کہ

''یارب! تو ہی ان کو ہدایت دینے والا ہے اور دین اسلام کے تبلیغی کام میں میری مدد و اعانت کرنے والا ہے۔''

بلدیہ میسور کے سربراہ کا خطاب

ان دنوں بلدیہ میسور کے سربراہ عباس خان تھے۔انہوں نے ایک رات

خواب میں دیکھا کہ انہیں کوئی کہہ رہا ہے کہ تم اپنے پرسکون گھر میں آرام دہ بستر پر مزے سے سو رہے ہو جبکہ چند احمقوں نے ایک بے سروساماں مسافر کو ازحد پریشان کر رکھا ہے جو کہ آلِ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اٹھو اور اس کی مدد کرو۔

سربراہِ بلدیہ میسور کی آنکھ یکا یک کھل گئی۔ اسے خواب پوری طرح یاد تھا مگر اس نے اسے محض ایک خواب ہی سمجھا کہ جس کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔ وہ پھر سے سو گیا کیونکہ رات ابھی کافی تھی۔ پھر سے سویا تو وہی خواب پھر سے دیکھا اور پھر سے نیند کھل گئی مگر وہ اب بھی اسے محض خواب برائے خواب ہی سمجھا۔ تیسری دفعہ سویا تو وہی شخص پھر سے خواب میں آیا اور اس نے لہجہ بھی سخت اختیار کیا اور سربراہِ بلدیہ میسور کو چپت بھی لگائی اور زور دے کر کہا کہ وہ اس کی بات پر فوری عمل کرے اور ایک سید کی مدد کرے۔

عباس خان سربراہ بلدیہ میسور اب اٹھ کر اپنے بستر پر بیٹھ گیا اور گہری سوچ میں کھو گیا۔ اس اثناء میں اس کی شریکِ حیات کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ اس کے میاں پریشانی کے عالم میں بستر پر بیٹھے کچھ سوچ رہے ہیں۔ بیوی نے اپنے شوہر سے بے ساختہ پوچھا

''خان صاحب! کیا بات ہے؟ آپ کیا سوچ رہے ہیں؟ کیا معاملہ اور کیا پریشانی ہے؟''

عباس خان نے بے دھڑک تمام معاملہ اپنی بیوی کے سامنے بیان کر دیا اور اسے خواب کی مکمل تفصیل بتائی۔ وہ بھی پریشان سی ہو گئی اور سوچنے لگی۔ یکدم

اسے ایک خیال آیا اور اس نے عباس خان سے کہا:

''آپ کا کوچوان سارا دن شہر کا کونہ کونہ پھرتا ہے۔ جگہ جگہ کی خبر رکھتا ہے اس سے پوچھئے شاید وہ کچھ خبر دے اور بتا سکے کہ وہ کون اجنبی سید ہے جو اس شہر میں جاہلوں کے ہاتھوں تنگ ہے۔ اور یوں آپ اس کی مدد کر کے خواب کی تعبیر پا سکیں اور پریشانی سے چھٹکارا حاصل کر سکیں۔''

عباس خان نے اپنی شریکِ حیات کا مشورہ مانتے ہوئے فوری طور پر اپنے کوچوان کو بلایا اور اس سے پوچھا:

''بتاؤ کیا کوئی نیا مہمان ہمارے شہر میں آیا ہوا ہے اور یہ کہ اسے لوگ تنگ کر رہے ہوں اور اس کی بے جا مخالفت ومخاصمت کر رہے ہوں؟''

کوچوان نے عباس خان سربراہ بلدیہ میسور کو بتایا کہ:

''جی ہاں! پنجاب سے ایک سید بزرگ یہاں آئے ہوئے ہیں۔ یہاں کے رہائشی چند افراد ان کے مخالف ہو گئے ہیں اور ناحق انہیں تنگ کر رہے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ وہی شخص ہوں کہ جن کا آپ ذکر کر رہے ہیں۔''

سربراہ بلدیہ میسور نے اسی لمحے کوچوان کو حکم دیا کہ گھوڑا گاڑی تیار کرے کیونکہ اس نے فوری طور پر اس بزرگ سید کے پاس جانا ہے کہ جس کا ذکر کوچوان نے کیا تھا۔ کوچوان نے تعمیل کی۔ چند ہی لمحوں میں گھوڑا گاڑی تیار کر دی گئی تو عباس خان نے کوچوان کی رہنمائی میں سفر آغاز کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں کوچوان نے عباس خان کو بزرگ سید کے پاس پہنچا دیا۔ اب سحری کا وقت

تھا۔ یہ بزرگ سید حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ہی تھے۔ عباس خان نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے مؤدبانہ درخواست کی کہ ازراہِ لطف وکرم اس کے ساتھ اس کے گھر تشریف لے چلیں اور اس کے ہاں مہمان بن کر اسے مہمان نوازی کا موقع دیں۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے سربراہ بلدیہ میسور عباس خان کی اس درخواست پر اس سے مخاطب ہو کر کہا:

''میں وقتی مسافر ہوں۔ آج یہاں ہوں کل چلا جاؤں گا مگر میری وجہ سے آپ کو بھی مخالفت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ کو تکلیف ہو۔ جو رب قادر وقدیر کی منشاء ومرضی ہوگی وہی ہوگا اور میں رب رحمٰن ورحیم سے نیک خواہشات رکھتا ہوں۔ وہ ذات پاک میری مدد واعانت فرماتی رہی ہے اور ہمیشہ میرے شامل حال رہے گی۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے اس طرح کے جواب پر عباس خان نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ازحد اصرار کیا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ اس کے گھر چلیں اور اسے میزبانی کا شرف بخشیں مگر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کسی صورت بھی تیار نہ ہوئے۔ جب عباس خان نے یہ صورت حال دیکھی تو اس نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو خواب کی تمام تر جزئیات سے آگاہ کیا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا کہ اسے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کو گھر لانے کی ہدایت کی گئی ہے۔ خواب کی تفصیل سن کر بمشکل حضرت پیر جماعت علی شاہ

رحمتہ اللہ علیہ اس کے گھر جانے پر تیار ہوئے اور یوں عباس خان خوشی خوشی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے گھر لائے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت کو اپنی بہت بڑی سعادت اور اعزاز وافتخار سمجھا۔

ناظم بلدیہ میسور عباس خان نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے گھر ٹھہرانے کے بعد مہاراجہ میسور سے ذاتی طور پر ملاقات کی اور اسے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے بارے تمام تر تفصیل سے آگاہ وآشنا کیا۔عباس خان نے مہاراجہ میسور کو درخواست کی کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی جان کو مخالفین سے خطرہ ہے اس لئے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی حفاظت کیلئے خاطر خواہ بندوبست کیا جائے۔مہاراجہ میسور نے ڈپٹی کمشنر کو ہدایات جاری کیں اور عباس خان سے کہا کہ وہ ڈپٹی کمشنر سے ملاقات کر کے اسے تمام تر صورت حال سے آگاہ کرے۔عباس خان نے ڈپٹی کمشنر کو تمام تر واقعات سے آگاہ کیا تو اس نے پولیس کپتان کو طلب کر کے ضروری احکامات دیئے۔یوں جب میسور کی اعلیٰ انتظامیہ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی حفاظت کی ذمہ داری لے لی تو مفسدین ومخالفین نے منہ کی کھائی اور مکمل خاموشی اختیار کر لی۔

ناظم بلدیہ میسور عباس خان نے مہاراجہ میسور سے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے وعظ وتقریر کی جو تعریف وتحسین کی تھی اس کا مہاراجہ میسور نے بہت اثر قبول کیا تھا چنانچہ اس نے عباس خان کو بلا کر اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا وعظ سننا چاہتا

ہے۔ مہاراجہ میسور کی اس خواہش کی تکمیل کیلئے ایک بہت بڑے جلسے کا اہتمام و انصرام کیا گیا۔ جس میں مہاراجہ میسور کے ساتھ ساتھ اکابر ہندوؤں نے بھی شرکت کی۔ عباس خان نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے خطاب سے پہلے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو یہ مشورہ دیا کہ:

''حضرت جی! آپ بخوبی جانتے ہیں کہ ریاست میسور ہندوؤں کی ریاست ہے۔ یہاں کا مہاراجہ بھی ہندو ہے۔ اس لئے میری آپ سے دست بستہ درخواست ہے کہ آپ ہندومت کے خلاف اپنے وعظ میں کوئی بات نہ کریں تو بہتر ہوگا۔''

مگر جب حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے خطاب کیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ٹھوس دلائل اور مضبوط براہین کے ساتھ تمام کافرانہ مذاہب پر تنقید کی اور انہیں جھوٹا اور باطل ثابت کیا۔ اس کے باوجود بھی مہاراجہ میسور نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے خطاب کا قطعی برا نہ منایا بلکہ اس نے برملا کہا کہ:

''پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ یقینی طور پر سچے اور کھرے انسان ہیں۔ وہ نیک آدمی ہیں اور جرأت مند و بےباک شخصیت کے مالک ہیں۔ سچا اور کھرا انسان ہی ہمیشہ جرأت و جسارت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ہماری موجودگی کے باوجود ہمارے مذہب کے خلاف ببانگ دہل باتیں کیں۔ ہم ایسے شخص کی قدر کرتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا خطاب بلاناغہ روزانہ کرایا جائے۔ جلسہ گاہ میں ایسی شفاف سیکورٹی

کا انتظام کیا جائے کہ شر پسندوں اور حاسدوں کو کسی قسم کا ایسا موقع نہ مل سکے کہ وہ خوامخواہ کا فساد کھڑا کر سکیں۔"

مہاراجہ میسور کے اس حکم کی دیر تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین و حاسدین نے مکمل چپ سادھ لی۔ اب یہی ہوا کہ روزانہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب ہونے لگا جس میں مسلمانوں کی کثیر تعداد کے ساتھ ساتھ ہندو بھی شریک ہونے لگے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کا ڈنکا بجنے لگا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سادہ پیرائے میں خطاب فرماتے تھے اور ایسے وزنی دلائل دیتے تھے کہ جنہیں کوئی بھی جھٹلا نہیں سکتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں کے ہجوم در ہجوم آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں میں شامل ہونے لگے۔ بقول شاعر۔

دین و دنیا کے ہر تصادم میں
لاج رکھی حق و صداقت کی
رعب مانا نہ کچھ حکومت کا
دیکھی توہین اگر شریعت کی
جس نے جا کر عرب، دکن، کابل
بادشاہوں کو بھی ہدایت کی

دشمنوں کو معافی

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے نیل گڑھی، میسور اور بنگلور میں کوئی گیارہ ماہ تک قیام کیا اور لوگوں کی اصلاح و فلاح میں مصروف و مشغول رہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ جب وہاں سے رخصت ہونے لگے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہزاروں عقیدت مندوں و ارادت مندوں نے انتہائی دل گرفتگی کے ساتھ مگر از حد شان و شوکت اور ادب و آداب کے ساتھ رخصت کیا۔ کچھ لوگوں کے آنسو چھلک پڑے اور کچھ دیدۂ نیم تر کے ساتھ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے قریب تر کھڑے ہو کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت و رفاقت اور پھر جدائی و الوداعی ملاقات کے منظر کو برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا کرتے رہے۔ اس موقع پر اختتامی جلسہ بھی منعقد کیا گیا جس میں خطاب کرتے ہوئے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''یہ سچ ہے کہ مجھے بلاوجہ تنگ کیا گیا۔ مجھ پر بہتان تراشی کی گئی حتیٰ کہ مجھے گالیاں تک دی گئیں۔ یوں مجھے تکلیف پہنچانے کا ہر ممکن ذریعہ استعمال کیا گیا مگر میں آج آپ سب کے سامنے اعلان کرتا ہوں کہ میں نے اپنے تمام دشمنوں

کو معاف کیا۔ یہ میرے آباء واجداد کا سلیقہ وطریقہ رہا ہے اور میں بھی اسی پر کاربند ہوں۔ میں اپنے دوستوں اور بہی خواہوں سے بھی یہی کہوں گا کہ وہ میرے دشمنوں کو معاف کر دیں۔ میں اپنا اجر رب رحمٰن ورحیم سے مانگتا ہوں کیونکہ میرا رابطہ وواسطہ صرف اسی ذات پاک سے ہے۔ نہ دشمن میرا کوئی نقصان کر سکتے ہیں اور نہ ہی دوست مجھے کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ ہر کوئی اپنے کیے کا جوابدہ ہے۔"

نیل گرھی، مدراس، میسور، بنگلور وغیرہ کے باشندوں کو آپ رحمتہ اللہ علیہ سے اس قدر عقیدت تھی کہ وہ اکثر اوقات آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس پہنچ جاتے اور درخواست کرتے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ ان کے ساتھ ان کے علاقوں اور شہروں میں تشریف لے چلیں مگر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا جہاں قیام ہوتا تھا وہ بھی بضد ہوتے تھے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ ان کے پاس ٹھہرے رہیں جبکہ نیل گرھی، مدراس، میسور اور بنگلور کے باسی بھی اپنے اپنے شہر میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کو لے جانے کیلئے مصر ہوتے تھے۔ اس صورت حال سے نبٹنے کیلئے آپ رحمتہ اللہ علیہ یہی طریقہ اختیار کرتے کہ انہیں کہتے کہ قرعہ اندازی کر لو۔ جس علاقے کا نام نکلے گا آپ رحمتہ اللہ علیہ وہیں جائیں گے چنانچہ قرعہ اندازی کے نتیجہ میں نکلنے والے علاقے میں آپ رحمتہ اللہ علیہ تشریف لے جاتے۔ یوں کسی کو بھی کوئی گلہ نہ رہتا۔

دستِ عطا

ایک دفعہ میسور میں قیام کے دوران رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ آ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان فرمایا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ روزانہ ایک نیا شرعی مسئلہ بیان کریں گے اور یوں 27 رمضان المبارک تک 27 مسئلے بیان ہو جائیں گے۔ جو شخص ان 27 مسئلوں کو یاد کر کے سنا دے گا اسے 50 روپے انعام دیا جائے گا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کمزوری، نقاہت اور بے پناہ مصروفیت اس درجہ تک پہنچی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مسائل بیان کرنے سے قاصر نظر آنے لگے تو اپنے ہمرکاب اپنے محبوب بھانجے سید اختر حسین شاہ سے کہا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ وہ روزانہ نیا مسئلہ بیان کیا کریں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کی تعمیل کی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فیضانِ نظر کی بدولت مسائل بیان کرنے میں کامیاب و کامران رہے۔ جب انعام دینے کا وقت آیا تو اعلان کیا گیا کہ کون ہے جو بیان کردہ 27 مسائل از بر سنا دے مگر کوئی بھی سامنے نہ آیا۔ اس پر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا کہ جتنے مسائل بھی یاد ہوں اتنے ہی کوئی سنا دے تو اس پر بھی انعام دیا جائے گا مگر کسی میں بھی ہمت نہ ہوئی۔ بالآخر قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہونہار بھانجے سید اختر حسین شاہ کو 50 روپے انعام دیا اور شاباش بھی دی۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کو کچھ نہ کچھ دینے کیلئے

بہانے ڈھونڈتے رہتے تھے مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ عطا میں بھی اک خاص برکت اور اک خاص نعمت کی خوشبو رچی بسی تھی۔ کبھی اس میں حوصلہ افزائی کی رمز ہوتی تھی تو کبھی کسی کی ضرورت پوری کرنے کا ارادہ ہوتا تھا اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کسی کو کوئی چیز عطا کرتے تھے تو اس میں ہدایت و نصیحت کا پہلو نکلتا تھا۔

نظام دکن کی صاحبزادی

ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ جبکہ دکن میں قیام پذیر تھے تو نظام دکن کی صاحبزادی بیمار ہوگئی۔ بیمار صاحبزادی نے خواب میں دیکھا کہ حضرت قبلۂ عالم پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ان کے ہاں آئے ہیں اور آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس پر دم کیا ہے۔ اس نے سلام کیا ہے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے پانچ روپے عطا کئے ہیں۔

اور پھر یوں ہوا کہ ایک روز جب آپ رحمتہ اللہ علیہ نظام دکن کی خواہش پر شاہی محل گئے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی بیٹی کی عیادت کی خواہش کی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو نظام دکن نے اپنی صاحبزادی سے ملوایا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس پر دم فرمایا اور پھر اسے پانچ روپے عطا کئے۔ لڑکی نے اس موقع پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کو سلام کیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ازراہ تفنن کہا کہ ''یہ تو پھر مطلب کا سلام ہوا۔'' نظام دکن نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر بتایا کہ ''یا حضرت رحمتہ اللہ علیہ! میری بیٹی اپنا خواب سچا کر رہی ہے۔'' اور پھر نظام دکن نے

اس خواب کی تفصیل آپ رحمتہ اللہ علیہ کو بتائی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے پانی پر دم کر کے دیا اور ہدایت کی یہ پانی روزانہ بیمار صاحبزادی کو پلایا جائے۔اور پھر رب کریم ورحیم کے فضل وکرم سے کلامِ الٰہی نے اپنی شفایابی کی طاقت وقوت دکھائی تو لڑکی صحت مند ہوگئی۔

ایک دفعہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے نظام دکن کو دو تیتر بطور تحفہ بھجوائے۔ بظاہر یہ ایک معمولی قیمت کا تحفہ تھا اور کسی کی سمجھ میں بھی نہیں آتا تھا کہ آخر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے نظامِ دکن کو تیتر کیوں بھجوائے ہیں؟

نظام دکن تک آپ رحمتہ اللہ علیہ کا تحفہ پہنچا تو اس نے دل وجان سے قبول کیا اور انتہائی محبت وعقیدت سے ان دو تیتروں کو اپنے پاس رکھا مگر وہ حیران تھا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے یہ دو تیتر کس لئے بھجوائے ہیں۔ وہ ابھی انہی سوچوں میں غلطاں تھا کہ دوسرے تیسرے روز اس کی آنکھ نماز تہجد کے وقت یکدم کھل گئی۔ دراصل نظام دکن کی آنکھ تیتروں کی زوردار مگر سریلی آواز سے کھلی تھی جو خوش الحانی سے ''سبحان تیری قدرت'' کا ورد کر رہے تھے۔اب نظام دکن پر ان دو تیتروں کے تحفہ کا عقدہ کھلا اور وہ اس راز کو سمجھا تو اس نے نماز تہجد کی ادائیگی شروع کردی حالانکہ اس سے پہلے اسے نماز تہجد کی قطعی عادت نہ تھی۔

سیٹھ جی کا اہتمام ضیافت

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے دستِ عطا کو وسیع سے

وسیع تر کیا ہوا تھا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت وارادت مند بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ پر جان چھڑکتے تھے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خاطر داری اور تواضع کر کے از حد خوش ہوتے تھے۔ایک دفعہ قرعہ ڈالا گیا تو مدراس کا نکلا اس پر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے رختِ سفر باندھا اور عقیدت مندوں کے ہمراہ مدراس کی جانب عازم سفر ہوئے۔ بیزواڑہ سے ایک اسٹیشن پہلے ایک سیٹھ جی اپنے چند دوستوں کے ہمراہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے دست بستہ عرض کی کہ:

''میں نے بیزواڑہ کے اسٹیشن پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے اعزاز میں ضیافت کا مکمل اہتمام کیا ہوا ہے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ از راہِ صد لطف وعنایت اسے قبولیت کا شرف بخشئے۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سیٹھ جی کی درخواست قبول فرمائی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ جب بیزواڑہ اسٹیشن پر پہنچے تو اس نے ویٹنگ روم میں انتہائی پر تکلف ضیافت کا اہتمام کر رکھا تھا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''میرا کھانا تو میرے آدمیوں نے تیار کر لیا ہے آپ میرے ساتھ آئے ہوئے مہمانوں کو کھلائیں۔''

جب آپ رحمتہ اللہ علیہ نے محسوس کیا کہ کھانا ضرورت سے زیادہ اور مقدار میں بہت وافر ہے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سیٹھ جی سے کہا:

''آپ نے اس قدر تکلف آخر کیوں کیا ہے اور آخر اس کی ضرورت ہی کیا

تھی؟"

سیٹھ جی نے عرض کیا:

"یا حضرت! میں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کا دستر خوان دیکھا ہے اور کھایا بھی ہے وہ تو قسم قسم کے کھانوں سے مزین ہوتا ہے۔ میں تو مہمانوں کی ٹھیک طرح سے خدمت بھی نہیں کر سکا۔ بس آپ رحمتہ اللہ علیہ کی عنایت سے خوش ہوں کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے میری درخواست کو قبول فرمایا اور مجھے اپنی قسمت پر ناز ہے کہ مجھے یہ اعزاز و افتخار ملا۔"

دراصل یہ وہ سیٹھ جی تھے جو ایک دفعہ علی پور سیداں پہنچے تھے تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں اصرار کے ساتھ تین دن مہمان رکھا تھا اور اس کی خوب خاطر مدارت کی تھی۔ وہ کہتا رہا تھا کہ اسے بہت ضروری واپس جانا ہے مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے یہ کہہ کر خاموش کرا دیا تھا کہ:

"میرے پاس رہنے سے آپ کا کوئی بھی نقصان نہیں ہوگا۔ اگر کسی قسم کا نقصان ہوا تو میں اس سے دوگنا ادا کر دوں گا۔"

اس روز وہ سیٹھ جی اور اس کے دوسرے ساتھی بھی داخل سلسلہ ہوئے اور انہوں نے عہد کیا کہ وہ تمام عمر قرآن و سنت کے مطابق عمل کریں گے اپنی زندگیوں کو شعائر اسلام کے مطابق ڈھالیں گے اور کوئی ایسا کام نہیں کریں گے کہ جس سے کسی کی دل آزاری ہو بلکہ حتی الوسع خدمت خلق پر زیادہ سے زیادہ توجہ دیں گے۔

شان استغنا

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی استغنا کی شان اور توکل کی آن بان اک خاص پہچان کی حامل تھی جب کہ جود وسخا میں بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ذات اک مخصوص اٹھان رکھتی تھی۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کی یہ عادت خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی حیاتِ مستعار میں کبھی کسی سے کسی بھی معاملہ میں چندہ کی اپیل نہیں کی۔ جب بھی کسی مسجد، مکتب یا مسئلہ کیلئے رقم کی ضرورت پڑی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے خاموشی کے ساتھ اپنی طرف سے اپنی استطاعت سے بڑھ کر رقم دی اور پھر چشم فلک نے دیکھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے اس اقدام نے عمل انگیز کا کام کیا اور لوگوں نے ،عقیدت مندوں نے اور مریدوں نے جوق در جوق حصہ لینا شروع کر دیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں حسبِ ضرورت رقم جمع ہوگئی جس سے مطلوبہ مقصد کے حصول میں آسانی ہوئی۔فیصل آباد کی قدیمی جامع مسجد کی تعمیر کا مسئلہ آیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے چندہ کی اپیل کئے بغیر جمعتہ المبارک کی نماز کی ادائیگی کیلئے حاضر ہونے والے اجتماع کے

دوران ایک ہزار دیا تو حاضرین نے سات ہزار جمع کر لئے اسی طرح دوسرے جمعتہ المبارک کی نماز کے اجتماع میں ایک ہزار دیا تو پھر سات ہزار روپیہ نمازیوں نے اکٹھا کر لیا۔اس طرح مسجد کی چھت جو نامکمل تھی تکمیل تک پہنچی۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ اعلانیہ بھی خرچ کرتے تھے اور خفیہ بھی انسانی فلاح و اصلاح کیلئے مدد و معاونت کرتے تھے۔لوگ آپ رحمتہ اللہ علیہ سے اپنی جوان بیٹیوں کے نکاح کے خرچہ کیلئے رجوع کرتے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنی پہلی فرصت میں ان کی امداد و اعانت فرماتے۔موسم سرما جب اپنے جوبن پر ہوتا اور غرباء کو گرم کپڑوں کی ضرورت ہوتی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں کمبل اور ٹوپیاں وغیرہ خرید کر ضرورت مندوں میں تقسیم فرماتے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ہمیشہ کوشش کی کہ اپنے پاس کچھ بھی نہ رہے۔جو کچھ ہوتا ضرورت و حاجت مندوں کو دے دیتے۔اکثر اوقات ایسا بھی ہوتا کہ گھر کا راشن جس میں گڑ، آٹا اور شکر وغیرہ ہوتے تھے غرباء میں تقسیم فرما دیتے تھے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ ''اس ہاتھ آنے اور اُس ہاتھ دینے'' کی مجسم تصویر تھے اور اس تصویر میں توکل کا رنگ سب سے گہرا اور شوخ ہوتا تھا اور یہی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی پہچان تھی۔جس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو منفرد و ممیّز شخصیت بنا دیا تھا۔

ایک دفعہ جبکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ بحری جہاز کے ذریعے سفر حج پر رواں دواں تھے تند ہی بادِ مخالف کے باعث جہاز کوئی روز تک ایک ہی مقام پر رکنا پڑا۔یوں مقررہ راشن جو جہاز کے ہمراہ تھا تقریباً ختم ہونے والا تھا۔اس نازک

صورت حال میں مسافر قدرے پریشان تھے۔اس کے باوجود آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اس وقت حیران بھی کر دیا جب آپ رحمۃ اللہ علیہ بحری جہاز کے باورچی کے قریب سے گزرے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ وہ معمول سے انتہائی کم خوراک تیار کر رہا تھا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا:

''میاں! آج اس قدر تھوڑا کیوں پکا رہے ہو؟''

باورچی نے دست بستہ عرض کی:

''حضورِ والا! خدا معلوم جہاز کب اس خراب موسم کے شکنجے سے نکلے۔اسی لئے حفظِ ماتقدم کے طور پر کھانا کم بنا رہا ہوں تا کہ راشن کچھ زیادہ روز تک چل سکے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے باورچی کی زبان سے یہ بات سنی تو قدرے ہنسے اور قدرے جلال میں آئے اور پھر فوراً ہی باورچی کو حکم دیا کہ:

''جس قدر راشن تمہارے پاس موجود ہے سب لے آؤ اور کچھ بھی بچائے بغیر مکمل راشن ابھی اور اسی وقت کیلئے پکا کر تیار کر لو۔اگلے وقت کی فکر نہ کرو۔رب رازق و رزاق ہی رزق دینے والا ہے۔''

بحری جہاز کا باورچی بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں میں شامل تھا۔اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم وارشاد کی فوراً تعمیل کی اور دوڑ کر ذخیرہ خانہ سے تمام راشن لے آیا اور تھوڑی دیر میں اسے پکا کر تیار کر دیا۔دراصل یہ آپ

رحمتہ اللہ علیہ ہی کا راشن کا اپنا انتظام وانصرام تھا اور باورچی بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کا اپنا تھا۔ کھانے کی تیاری کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہیوں نے کھانا تناول فرمایا مگر کھانا ضرورت سے زیادہ ہونے کے باعث بچ گیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے جہاز میں سوار دوسرے افراد کو بلا کر ان میں تقسیم فرما دیا۔

نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ اگلی صبح ناشتے کیلئے کھانے کو کچھ بھی نہیں تھا۔ اس لئے صبح کے وقت کچھ بھی تناول نہ کیا گیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہی عقیدت و ارادت منداس صورت حال سے پریشان ہوئے اور سوچنے لگے کہ کم از کم آپ رحمتہ اللہ علیہ کو قہوہ تو میسر آ جاتا کیونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ اسے پسند فرماتے تھے۔ ان دنوں بحری جہاز میں راشن سٹور بھی نہیں ہوا کرتا تھا کہ جہاں سے کوئی سامانِ خوردونوش خریدا جا سکتا۔ سبھی ساتھی حیران و پریشان تھے مگر قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے چہرے پر طمانیت کی تمازت قوسِ قزح کے پرسکون رنگوں کے ساتھ جلوہ گر تھی۔ رب رزاق و رازق پر توکل کی سرخی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے انگ انگ سے ہویدا و نمایاں تھی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ حسبِ معمول اپنے اوراد و وظائف میں مشغول و مستغرق تھے۔

خشکی وتری کا رازق

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بحری جہاز کا کپتان جو کہ ایک انگریز تھا آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کیلئے حاضر ہوا اور عرض کی کہ

''میں آج آپ رحمتہ اللہ علیہ کی دعوت کرنے کا آرزومند ہوں۔ازراہِ صد لطف وکرم میری دعوت کو شرفِ قبولیت عطا کیجئے۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بحری جہاز کے انگریز کپتان سے کہا کہ وہ دعوت کی تکلیف نہ کرے مگر وہ مسلسل مُصر رہا۔آخر کار آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے کہا:

''ٹھیک ہے تمہاری دعوت ہم اس شرط پر قبول کرتے ہیں کہ ہم تمہارے باروچی کے ہاتھوں کا پکا ہوا کھانا نہیں کھائیں گے۔''

انگریز کپتان آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بات سمجھ گیا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کا شکریہ ادا کر کے چلا گیا۔تھوڑی ہی دیر بعد اس نے اپنے کارندوں کے ذریعے آٹا، چاول و چینی اور دوسری خوردونوش کی اشیاء آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس معقول اور وافر مقدار میں بوریوں میں بند کر کے خام حالت میں بھجوادیں۔اب آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے عقیدت مندوں سے کہا:

''دیکھا تم لوگوں نے کہ رب تعالیٰ نے ہمارے لئے رزق کس طرح فراہم کر دیا ہے۔یاد رکھو کہ رب رازق و رزاق محض خشکی و زمین ہی کا رازق نہیں بلکہ تری و سمندر کا بھی رازق ہے۔وہ اپنی مخلوق کو ہر جگہ اور ہر مقام پر رزق فراہم کرنے والی ذات ہے۔تم لوگ تو خوامخواہ پریشان ہو رہے تھے۔''

اب آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے باورچی کو حکم دیا کہ:

''سامان سنبھالو اور زیادہ سے زیادہ پکاؤ۔خود بھی کھاؤ اور ہمارے ساتھیوں کو بھی کھلاؤ۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ قرآن حکیم کے اس ارشاد کہ: ''و من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ یعنی جو فرد رب تعالیٰ پر توکل کرے گا تو رب تعالیٰ خود ہی اس کیلئے کافی ہوگا'' کی جیتی جاگتی مکمل تفسیر تھے اور اپنے عمل سے اپنے ارادت مندوں کو توکل کی تعلیم دیتے تھے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت و ارادت مند آپ رحمتہ اللہ علیہ کی دعوت کر کے خوشی و مسرت محسوس کرتے تھے۔ اکثر عقیدت مندوں کی یہ خواہش و آرزو ہوتی تھی کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ان کی دعوت قبول فرمائیں اور آپ رحمتہ اللہ علیہ بھی اپنی فرصت و مصروفیت کے حساب سے اصرار و تکرار کے ساتھ دعوت دینے والوں کی دعوت قبول و منظور کرتے تھے۔ اگرچہ دعوت دینے والوں کو یہ علم ہوتا تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمرکاب آنے والوں کی تعداد ضرورت سے زیادہ بھی ہوسکتی ہے اور یوں کھانے کی مقدار کا اندازہ نہیں ہوسکتا تھا تاہم ہر دعوت دینے والا اپنی طرف سے زیادہ سے زیادہ کھانا بنواتا تھا مگر بسا اوقات مہمانوں کی تعداد کھانے کی مقدار سے کافی زیادہ ہوتی تھی۔ اس صورت حال میں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ خاص حکمت عملی اپناتے تھے اور نتیجتاً کسی قسم کا مسئلہ پیدا نہیں ہوتا تھا۔

خمیری روٹی کا قصہ

فیصل آباد کے ایک چک کے رہائشی حاجی مہر حاکم دین کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ارادت مندی کا شرف حاصل تھا۔ اس نے ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ سے پرزور درخواست واستدعا کی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ اس کے ہاں تشریف لے آئیں اور کھانا تناول فرمائیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ازراہِ صد لطف وعنایت اس کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اس کے ہاں جانے کی حامی بھر لی۔ اسے بھی علم تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ معقول تعداد میں ارادت وعقیدت مند آئیں گے چنانچہ اس نے ایک خاص اندازے کے مطابق کھانا تیار کرایا اور اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ کھانا ضرورت سے زیادہ ہی ہو مگر صورت حال اس کی توقعات کے برعکس پیدا ہوگئی جب اس نے دیکھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ اس قدر عقیدت مند آئے ہیں کہ کھانا کسی طور بھی پورا نہیں ہوسکتا۔ لوگوں کا ایک جم غفیر تھا جو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ آیا تھا۔

حاجی مہر حاکم دین کیلئے یہ صورت حال پریشان کن اور حیران کن

تھی۔اسے سمجھ نہیں آتی تھی کہ وہ کیا کرے اور اس معاملے سے کس طرح عہدہ برآ ہو۔ابھی وہ انہی سوچوں میں غلطاں تھا کہ قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے حاجی مہر حاکم دین کو اپنے قریب بلا کر کہا:

''حاجی صاحب! یہ لو میری چادر پکڑو۔اسے لے جاؤ اور کھانے پر ڈال دو۔جب تک کھانا چلتا رہے اسے وہاں سے نہ ہٹانا۔تمام مہمانوں کو کھانا کھلانا شروع کر دو۔جہاں تک میرا تعلق ہے میں تب کھاؤں گا جب سب کھا کر فارغ ہو جائیں گے۔''

حاجی مہر حاکم دین نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حسبِ ارشاد آپ رحمتہ اللہ علیہ کی چادر کھانے پر ڈال دی اور نیچے سے کھانا نکال نکال کر مہمانوں کو پیش کرنا شروع کر دیا۔جب سب مہمان سیر ہو چکے تو حاجی مہر حاکم دین نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ:

''قبلۂ عالم! آپ رحمتہ اللہ علیہ بھی حسب وعدہ کھانا نوش فرما لیجیے۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے حاجی مہر حاکم دین کو کہا کہ اعلان کرو اور بلند آواز کے ساتھ اعلان کرو کہ جس کسی نے بھی ابھی تک کھانا نوش نہیں کیا وہ آگے آئے اور کھانا کھالے مگر کوئی بھی شخص بغیر کھانے کے باقی نہیں رہا تھا۔یوں جب یہ تسلی ہو گئی کہ سب مہمان کھانا کھا چکے ہیں تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے حاجی مہر حاکم دین سے کہا:

''حاجی صاحب! اب میرے لئے بھی کھانا لاؤ مگر خمیری روٹی لانا۔''

حاجی مہر حاکم دین نے عرض کی:

''حضور والا! خمیری روٹی تو تیار نہیں کرائی ہے۔''

مگر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''حاکم دین! جاؤ چادر کے نیچے سے خمیری روٹی نکال لاؤ۔''

اور پھر مہر حاکم دین نے جب چادر کے نیچے ہاتھ ڈالا تو اس نے وہاں خمیری روٹی پائی حالانکہ اس نے خمیری روٹی تیار ہی نہیں کرائی تھی۔ وہ خمیری روٹی ہاتھ میں دیکھ کر حیران ہوا اور پھر اس نے دوبارہ ہاتھ ڈالا تو وہاں توکئی خمیری روٹیاں تھیں۔ اس نے وہاں سے نکال لیں اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو خمیری روٹیوں کے ساتھ کھانا پیش کیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی مرضی و منشاء اور طلب کے مطابق کھانا تناول فرمایا اور رب قادر وقدیر کا شکر ادا کیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کھانا تناول فرمانے کے بعد حاجی مہر حاکم دین سے کہا:

''حاکم دین! یاد رکھو کہ ہر شخص وہی کچھ کھاتا ہے جو رب تعالیٰ نے اس کے مقدر میں لکھا ہوتا ہے مگر وہ میزبان کے گھر میں برکت و رحمت چھوڑ جاتا ہے۔''

اور حاجی مہر حاکم دین اپنی اس خوش قسمتی پر نازاں تھا کہ رب رحیم و کریم کے فضل و کرم سے کھانا کم ہونے کے باوجود مقدار میں اتنا زیادہ ہو گیا کہ توقع سے زیادہ مہمانوں کو سیر کرنے کے باوجود بچا رہا۔ یہ سب وقت کے ولی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی کرامت تھی جو محض ان رحمتہ اللہ علیہ پر رب رازق و رزاق کی عنایت کا نتیجہ تھی۔

عسکری حکمتِ عملی

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مرید صوبیدار خوشی محمد اپنی فوجی وعسکری ملازمت کے دوران ایک بار جب کوہاٹ میں تعینات تھا تو ایک روز اسے افسرانِ بالا کی طرف سے حکم صادر ہوا کہ:

''اپنی کمپنی تیار کر کے کوہاٹ سے بیس میل دور موضع لاچی پہنچو۔ کیونکہ وہاں ایک ڈاکو پارٹی کو گھیرے اور حصار میں لے کر اس پر قابو پانا ہے مگر یہ احتیاط کی جائے کہ کسی قسم کا ایسا عمل نہ کیا جائے کہ جس سے ڈاکوؤں کے گروہ کو یہ شک تک بھی ہو کہ وہاں ان کے قریب کوئی فرد موجود ہے۔ مکمل طور پر خاموشی اختیار کی جائے حتیٰ کہ سگریٹ سلگانے کیلیے ماچس تک بھی نہ جلائی جائے کیونکہ صورت حال کا تقاضا یہی ہے۔''

صوبیدار خوشی محمد نے حکم ملتے ہی اپنی کمپنی ہنگامی بنیادوں پر تیار کی اور موضع لاچی کی جانب عازمِ سفر ہوا۔ موٹر گاڑیوں کے ذریعے وہاں پہنچا تو وہاں کے حالات کا جائزہ لے کر یہی اقدام اٹھایا کہ تمام تر سامان وہیں رکھ کر مسلح

حالت میں اپنے ساتھیوں کے ہمرکاب مطلوبہ ومقررہ مقام کی جانب پیدل سفر شروع کر دیا۔ سفر قدرے طویل اور صبر آزما تھا۔ چال کی رفتار صورت حال کے مطابق رکھی۔ وہاں پہنچتے پہنچتے شام کی تاریکی نے آلیا۔ آکاش پر سیاہ بادلوں نے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے جس کے باعث تاریکی مزید گہری ہوگئی تھی۔ ایسے سماں میں بادل کبھی کبھی انگڑائی لیتے تھے تو زمین پر بوندا باندی زمین کے میلے بدن کو اجلا کرنے کی ناکام کوشش کرتی تھی۔ اس وقت بارش کی بوندوں سے بچاؤ کیلئے صوبیدار خوشی محمد اور اس کے ساتھی اپنی سنگینوں پر برساتیاں لہرا لیتے تھے۔

ڈاکوؤں کی ٹولی جہاں قیام پذیر تھی اس کے ارد گرد صوبیدار خوشی محمد اور اس کے ساتھیوں نے عسکری حکمت عملی کے تحت حصار بنالیا تھا مگر سناٹا اس قدر گہرا تھا کہ سانس تک لینے کی آواز بھی سنائی نہ دیتی تھی۔ سانس روکے اور لبوں کو سیئے ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی۔ کھانے پینے کا سامان ہمراہ نہیں تھا۔ یوں صوبیدار خوشی محمد کو تین وقتوں سے کسی قسم کی خوراک نہیں ملی تھی۔ بھوک کی شدت اور پانی کی طلب کی حدت لمحہ فزوں تر ہوتی جارہی تھی جبکہ مجوزہ مہم سر ہوتی نظر نہیں آرہی تھی۔

انہی نازک لمحات میں ایک پہرے دار نے چپکے سے آکر صوبیدار خوشی محمد کو یہ اطلاع دی کہ ایک بزرگ صورت پٹھان اس سے ملاقات کا خواہش مند ہے۔ صوبیدار خوشی محمد نے یہ اطلاع پائی تو حیرت واستعجاب کے گہرے سمندر کی پریشان آفریں موجوں نے اسے جکڑ لیا۔ وہ حیران تھا کہ اس ویران وسنسان

مقام پر کہ جہاں سانس بھی راز داری کے ساتھ لیا جا رہا ہے کس طرح کسی نامعلوم شخص کو یہ معلوم ہو گیا کہ خوشی محمد اس مخصوص مقام پر اپنی ڈیوٹی سرانجام دے رہا ہے۔ یہ بات بھی قابل فکر و غور تھی کہ اس قدر سیکورٹی کے باوجود وہ شخص کیسے وہاں تک پہنچا۔

صوبیدار خوشی محمد نے لمحہ بھر کیلئے سوچا تاہم اس نے فیصلہ کیا کہ بزرگ مہمان سے ملاقات کر ہی لی جائے۔ وہ شخص ملا تو اس نے صوبیدار خوشی محمد سے پہلا سوال یہی کیا کہ:

''کیا تمہارا نام خوشی محمد ہے؟''

صوبیدار خوشی محمد نے جواب دیا ''جی ہاں! میں ہی خوشی محمد ہوں۔''

جس طرح صوبیدار خوشی محمد نے انتہائی پست آواز میں بات کی اسی طرح نووارد مہمان بھی بات کر رہا تھا۔ اس نے صوبیدار خوشی محمد کو بتایا کہ:

''تمہارے پیر و مرشد نے ہمارے پیر و مرشد سے کہا ہے کہ خوشی محمد تین وقت سے بھوکا ہے اسے کھانا پہنچاؤ۔ یہ لو روٹیاں لے لو۔''

صوبیدار خوشی محمد نے اک کیفیت اضطراری کے ساتھ بڑھ کر روٹیاں تھام لیں۔ یہ چار چار سیر وزن کی دو میٹھی روٹیاں تھیں۔ روٹیاں دیتے ہی بزرگ پٹھان سلام کر کے یکایک غائب ہو گیا۔ صوبیدار خوشی محمد نے اسی لمحے میٹھی روٹیوں کے ٹکڑے کئے اور تمام ساتھیوں میں تقسیم کر دیئے اور خود بھی نوش کئے۔ یہ بھی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر التفات تھی کہ اپنے

مرید کی ایسے لمحات میں مدد و اعانت کی کہ جب وہ اور اس کے ساتھی بھوک سے نڈھال تھے۔

گاڑی جانے والی ہے

ایک صادق آبادی مرید کو جب یہ پتہ چلا کہ قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹ سے لاہور پہنچنے والے ہیں تو وہ زیارت کی خاطر لاہور پہنچا مگر لاہور پہنچ کر اسے علم ہوا کہ اس کے پیر و مرشد حضرت جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کسی وجہ سے لاہور نہیں پہنچ پائے تو اس نے یہ ارادہ کر لیا کہ وہ بہر طور علی پور سیداں جا کر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے شرف یاب ہو گا مگر رات ہو چکی تھی چنانچہ اس نے یہی کیا کہ وہ رات گزارنے کی خاطر اسٹیشن کے مسافر خانہ میں ٹھہر گیا تاہم اس کے پاس کرایہ بھی نہیں تھا۔ اس نے ارادہ کر لیا کہ کیوں نہ پیدل ہی جانا پڑے وہ علی پور سیداں ضرور جائے گا۔

جب رات نے اپنی حیاتِ چند ساعت کی نصف سے زائد گھڑیاں گزار لی تھیں تو کرنا رب کریم کا ایسا ہوا کہ ایک خصوصی فوجی ٹرین ریلوے اسٹیشن پر آ کر رکی۔ اس میں سے ایک شخص نکلا اور اس نے مسافر خانہ میں آ کر بلند آواز میں کہا:

''یہاں کوئی علی پور سیداں جانے والا ہو تو فوری طور پر آ جائے۔ گاڑی جانے والی ہے۔ جلدی کریں۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مرید جو کہ وہاں مسافر خانہ میں لیٹا ہوا تھا اس نے اس شخص کی آواز تو سنی مگر اس نے سنی کو ان سنی کر دیا کیونکہ وہ

سمجھتا تھا کہ وہ شخص تو اس کا جاننے والا نہیں ہے ہو سکتا ہے وہ کسی اور کو تلاش کر رہا ہو۔ آخر اسے کون بلائے گا کیونکہ اس کی تو وہاں کسی سے جان پہچان نہیں تھی۔

پھر اس شخص نے جب دیکھا کہ کوئی جواب نہیں آ رہا تو وہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مرید کے قریب آیا اور لیٹے ہوئے مرید کا کاندھا ہلا کر اس سے دریافت کیا:

''بابا جی! کیا تم نے علی پور سیداں جانا ہے؟''

اس مرید نے جواب دیا: ''جی! جانا ہے اور ضرور جانا ہے۔''

اس شخص نے کہا: ''تو پھر بابا جی! اٹھو جلدی کرو اور گاڑی میں سوار ہو جاؤ۔ گاڑی تو بس جانے ہی والی ہے۔ آؤ دوڑ کے آؤ۔''

مرید نے کہا: ''محترم! دراصل بات یہ ہے کہ میرے پاس کرایہ کی رقم نہیں ہے۔ میں گاڑی میں بغیر کرائے کے کس طرح جا سکتا ہوں!!''

اس شخص نے کہا: ''بابا جی! آپ میرے بزرگ ہیں۔ آپ کرایہ کے حوالے سے پریشان اور فکرمند نہ ہوں۔ کرایہ کی ذمہ داری میری ہوئی۔ بس آپ چلنے میں جلدی کیجئے۔''

اس شخص کے اصرار پر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا مرید ریل گاڑی میں جا کر بیٹھ گیا۔ اس شخص نے ریل گاڑی میں موجود فوجیوں سے کہا کہ: ''یہ لو ٹکٹ کے پیسے اور اس بابا جی کو علی پور سیداں اتار دینا۔''

یہ کہہ کر وہ خود تو چلتا بنا اور مرید جی ریل گاڑی میں سوار ہو کر محو سفر

ہوئے۔ جب گاڑی علی پور سیداں پہنچی تو مرید اتر گیا۔ جب وہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے تمام تر واقعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گوش گزار کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''خاموش رہو۔ ایسی باتیں کہنے کیلئے نہیں ہوتیں۔''

بے قابو گھوڑی

ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک سکھ نے حاضری دی۔ اس کے ہمراہ ایک ایسی گھوڑی تھی جو کسی کے قابو نہیں آتی تھی اور کسی کو اپنے اوپر سواری نہیں کرنے دیتی تھی بلکہ سوار کو نیچے گرا دیتی تھی۔ اس نے آ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے یہ دعویٰ کیا کہ:

''جو شخص بھی اس گھوڑی پر سوار ہو کر اسے دوڑا کر لے جانے کا مظاہرہ کرے گا یہ گھوڑی میں اس شخص کو بلا قیمت اور مفت دے دوں گا۔ یہ میرا چیلنج ہے۔''

اس سکھ کو یہ بخوبی علم تھا کہ بڑے بڑے شہ سوار اس کے اس چیلنج میں سرخرو نہیں ہو سکے لہٰذا وہ از حد شوخی و شرارت لہجے میں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اعلان کر رہا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سکھ کے دعویٰ کو سنا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کلامِ الٰہی پڑھ کر اس پر دم کیا اور پھر چشم زدن میں اس گھوڑی پر سوار ہو گئے۔ گھوڑی نے کوئی مذاحمت نہ کی۔ سرکش گھوڑی موم ہو چکی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے گھوڑی کے سکھ مالک سے کہا:

''اب تم اس گھوڑی کے نیچے سے گزرو۔''

سکھ نے جب یہ صورت حال دیکھی کہ اس کی سرکش گھوڑی کی سرکشی بالکل ختم ہوگئی ہے تو وہ قدرے سہم سا گیا اور پریشان ہوگیا کہ زندگی میں پہلی بار اسے اپنے چیلنج میں مات ہوئی ہے۔ وہ گھوڑی کے نیچے سے گزرنے سے کترانے لگا مگر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے مخاطب ہوکر فرمایا:

''ڈرو نہیں۔ یہ گھوڑی تمہیں کچھ نہیں کہے گی۔''

وہ جی کڑا کر کے گھوڑی کے نیچے سے گزرا تو گھوڑی نے اسے کچھ بھی نہ کہا۔ اب اس سکھ نے مکمل طور پر ہار مان لی اور کہنے لگا:

''میں شرط ہار چکا ہوں۔ یہ گھوڑی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہوئی۔ اب آپ رحمۃ اللہ علیہ اسے اپنے پاس رکھیں اور اس پر سواری کیا کریں۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''مجھے گھوڑی کی قطعاً ضرورت نہیں۔ یہ گھوڑی تم اپنے پاس ہی رکھو۔''

اس نے اصرار کرنا شروع کر دیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بے ساختہ کہا: ''آنا ہے تو خود آؤ۔ گھوڑی ہم نہیں لیں گے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات نے اس کے دل پر گہرا اثر کیا۔ وہ زاروقطار رونے لگا اور کلمہ شہادت پڑھ کر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں دائرۂ اسلام میں داخل ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ اس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا:

''جاؤ یہ گھوڑی لے جاؤ۔ یہ ہم نے تمہیں انعام میں دے دی۔''

مجازی وجود کی فنا

جس طرح لیل و نہار، بہار اور خزاں، تاریکی اور اجالا ایک دوسرے سے مختلف بھی ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے جنم بھی لیتے ہیں اسی طرح مجاز اور معرفت بھی ایک دوسرے سے مختلف و منفرد ہونے کے باوجود ایک دوسرے کو وجود دیتے ہیں۔ جہاں مجاز کی حد ختم ہوتی ہے وہاں معرفت کا آغاز ہوتا ہے۔ انسان کا مجازی وجود اس کا جسم ہوتا ہے جبکہ حقیقی وجود اس کی روح ہوتی ہے۔ جب انسان مقام معرفت وحقیقت کو پالیتا ہے تو اسے اپنے مجازی وجود کو فنا کرنا ہوتا ہے اور یہی وہ منزل ہے جسے ''فنا فی اللہ'' کا نام دیا جاتا ہے۔ اللہ جل شانہ کے در پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے بندے کا پہلا قدم بھی یہی ہوتا ہے اور مجاز سے حقیقت کی جانب اس کے سفر کی ابتدا بھی یہیں سے ہوتی ہے۔

پسرور شہر کے حافظ ظفر علی نے بھی حقیقت ومعرفت کی منزل کی جانب سفر آغاز کیا تھا تو اس کا مجازی وجود مجازی معنوں میں جل کر خاک ہو گیا تھا اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کہا تھا کہ:

''اللہ کے در پر اللہ کے بندے کا یہ پہلا قدم تھا۔ ظفر علی خوش نصیب تھا کہ اس نے پہلے ہی قدم پر کامیابی پالی۔''

حافظ ظفر علی پسروری نے معرفت کے میدان میں قدم رکھا تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی رہبری و رہنمائی میں آگے بڑھتا رہا اور پھر جلد ہی وہ وقت آیا کہ وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مریدانِ خاص میں شامل ہو گیا۔ اس کا معمول تھا کہ وہ رات کے آخری لمحات میں پسرور سے پیدل چل پڑتا اور نماز فجر سے کچھ دیر پہلے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ ایک دفعہ وہ حسبِ معمول پسرور سے روانہ ہوا تو راستے میں نالہ ڈیک کے کنارے پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ اک سیلابِ بلاخیز اس کے راستے کی رکاوٹ بن کر اسے ڈرانے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔ وقتی طور پر عقل و عشق کی جنگ ہوئی۔ عقل یہی کہتی تھی کہ منہ زور موجوں سے ٹکرانا بہتر نتیجے کا حامل نہیں ہوسکتا مگر مرشد و مربی کی محبت نے واضح طور پر اعلان کیا کہ مردانِ محبت کسی مادی چیز اور کسی وقتی رکاوٹ کو خاطر میں نہیں لایا کرتے۔ جن کے سر پر رب حافظ و حفیظ کا سایہ ہو انہیں دریاؤں، سمندروں اور ندی نالوں سے کیا ڈرنا کیونکہ اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی اور یہ کہ۔

دشت تو دشت ہیں، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

حافظ ظفر علی پسروری نے رب قادر و قدیر کا نام لیکر نالہ ''ڈیک'' کے

غراتے پانی میں قدم بڑھائے اور چلنا شروع کر دیا۔ اسے یوں محسوس ہوا کہ جیسے اذنِ ربی سے اس کے پیر و مرشد حضرت جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے دوسرے کنارے پر لا کھڑا کیا ہو۔ حافظ ظفر علی پسروری خوش و خرم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تمام تر واقعہ سے آگاہ کیا۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدِ خاص اور بعد میں ہونے والے خلیفہ مجاز حافظ ظفر علی پسروری سے کہا:

"حافظ جی! اب خاموشی اختیار کرو اور آئندہ ایسی صورت حال میں مت آیا کرو۔"

ایک سیدزادے کی کہانی

پیر و مرشد پر اعتقاد و اعتماد نہ رکھنے والے جالندھر کے رہائشی ایک سید زادے نے ایک دفعہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو امرتسر کے ریلوے اسٹیشن پر اس وقت دیکھا جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گرد عقیدت مندوں کی ایک کثیر تعداد نے حلقہ بنایا ہوا تھا اور محبت و عقیدت کے جوش آمیز جذبات کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعظیم و تکریم کر رہے تھے۔ اس نے دل ہی دل میں سوچا کہ

"کیا دھوکہ بازی ہے کیسی سحر انگیزی ہے اور کیسے عجیب و غریب سادہ لوگ ہیں کہ پیروں بزرگوں کے فریب و دام میں آجاتے ہیں۔"

اور پھر جب ریل گاڑی نے روانگی کا نقارہ بجایا تو وہ سید زادہ دوڑ کر ایک

ڈبے میں سوار ہو گیا کیونکہ اس نے جالندھر جانا تھا اور ریل گاڑی کی منزل بھی وہی تھی۔ اس نے ریل گاڑی کے اندر دیکھا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ وہاں اپنے مریدوں کے ہمراہ موجود تھے۔ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نام و شخصیت سے واقف نہیں تھا۔ وہ دل میں طرح طرح کے خیالات جمائے ایک طرف ہو کر کھڑا ہو گیا تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے دیکھتے ہی اس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''شاہ صاحب! ادھر تشریف لائیے۔ ادھر جگہ خالی ہے میرے قریب ہی بیٹھ جائیے۔''

اور وہ سید زادہ از حد حیران و متعجب ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ وہ سید زادہ ہے۔ اسی حیرانی کے عالم میں بہر حال وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اگرچہ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے شناسا نہ ہوتے ہوئے بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ جیسے افراد کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتا تھا مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حسنِ اخلاق اور احساسِ شفقت و مروت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے ایسی بے تکلفی اور اپنائیت و محبت سے گفتگو کی جیسے وہ برسوں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شناسا ہو۔ رفتہ رفتہ اس کے دل میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے نرم گوشہ پیدا ہوا تو اس نے کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر فوری طور پر کہہ دیا:

''جنابِ والا! اپنی کوئی کرامت تو دکھائیے۔''

اس کے اس مطالبے پر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ خاموش رہے۔

سفر جاری تھا۔ گفتگو بھی جاری تھی۔ اتنے میں دریائے بیاس کا پل آیا تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے سیدزادہ سے کہا:

''شاہ جی! گاڑی رک گئی ہے۔ یہ میرا لوٹا لو اور اس لوٹے میں دریا سے پانی بھر کر لے آؤ۔''

گاڑی اگرچہ پوری رفتار کے ساتھ رواں دواں تھی اور وہاں اس کا رکنے کا نظام الاوقات کے مطابق مقام بھی نہیں تھا مگر شاہ صاحب نے یہی سمجھا کہ گاڑی رکی ہوئی ہے چنانچہ وہ لوٹا لے کر باہر جانے لگا تاکہ پانی لاسکیں مگر ایک لمحہ کیلئے رکے تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اس کے دل کی بات بھانپ گئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے کہا:

''شاہ جی! بے دھڑک جاؤ اور پانی سکون کے ساتھ بھر کر لاؤ۔ یہ مت خیال کرو کہ گاڑی تمہاری غیر حاضری میں چل پڑے گی۔ گاڑی نہیں چلے گی۔ جب تم پانی بھر کر لاؤ گے تو یقینی طور پر گاڑی کو یہیں کھڑا پاؤ گے۔''

شاہ صاحب نے گاڑی سے اتر کر قدرے دور پانی کی جگہ پر جا کر لوٹے میں پانی بھرا اور لا کر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو دے دیا مگر شاہ صاحب نے اب محسوس کیا کہ گاڑی دوبارہ چلنے کا نہ تو کوئی اشارہ ہوا ہے نہ ہی نقارہ بجا ہے بلکہ گاڑی تو اسی رفتار سے آگے بڑھی چلی جارہی ہے جیسے وہ پہلے

لمحے ہی سے جا رہی تھی۔ گمان تک نہیں ہوتا تھا کہ گاڑی رکی بھی تھی۔

جب ریل گاڑی اپنی منزل مقصود جالندھر ریلوے اسٹیشن پر جا کر رکی تو شاہ صاحب نے اپنی حیرانی و تجسس دور کرنے کیلئے وہاں پر ریل گاڑی والوں سے پوچھا:

''یہ بتاؤ کہ گاڑی کیا دریائے بیاس کے پل پر رکی تھی؟'' تمام ریل گاڑی والوں نے بیک زبان شاہ صاحب کو کہا:

''میاں! تم بھی کیسی بات کرتے ہو۔ ہم بھلا اس گاڑی کو دریائے بیاس کے پل پر کیوں روکتے۔ یہ تو ڈاک گاڑی ہے یہ ریلوے اسٹیشنوں پر نہیں رکتی۔ یہ پل پر کیوں رکتی۔ تمہیں کچھ وہم ہو گیا ہے یا کوئی خواب دیکھا ہے؟''

مگر شاہ صاحب چونکہ خود جا کر لوٹے میں پانی لا چکے تھے تو وہ ریل گاڑی والوں کی بات ماننے میں تذبذب کا شکار تھے مگر ان کی دلیل میں وزن تھا۔ ان کی بات جھٹلائی نہیں جا سکتی تھی۔ شاہ جی نے جس کسی سے بھی یہ بات پوچھی تو اس نے شاہ صاحب کا مذاق اڑایا اور غیر ارادی طور پر ہنس دیا۔ اسی اثناء میں ایک معمر شخص نے شاہ صاحب سے کہا: ''میاں! حیرانی کی اگر کوئی بات ہے تو ان سے پوچھو جنہیں تم نے لوٹا بھر کر دیا تھا۔''

اور پھر شاہ صاحب کو پوری بات سمجھ میں آ گئی۔ اسے اپنا تقاضا و مطالبہ بھی یاد آ گیا کہ جو اس نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے کرامت دکھانے کیلئے کیا تھا۔ کرامت وہ دیکھ چکا تھا۔ وہ دوڑا ہوا حضرت پیر جماعت علی

شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے معافی کی درخواست کی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہونے کا عندیہ ظاہر کیا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ نے انتہائی شفقت ومحبت سے اسے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں داخل فرمایا اور صرف اتنا کہا:

''شاہ جی! رب قادروقدیر جو چاہے کرسکتا ہے۔''

لیموں نہیں سنگترے

ایک دفعہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ایک مرید بہرام خان کی درخواست پر اسے شرفِ میزبانی بخشا۔بہرام خان کی سکونت تربیلا میں تھی۔اس کے گھر میں لیموں کا ایک درخت تھا۔حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے دورانِ قیام اس درخت کے نیچے بیٹھ کر وضو فرمایا تو بہرام خان سے پوچھا:

''خان صاحب! کیا یہ درخت سنگترے کا ہے؟''

بہرام خان نے دست بستہ عرض کی: ''عالی جاہ! یہ لیموں کا درخت ہے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''نہیں خان صاحب! یہ لیموں کا درخت نہیں ہے بلکہ سنگترے کا ہے۔''

بہرام خان اس لمحے خاموش ہو گیا اور ادب واحترام کے ناتے اس نے دوبارہ یہ نہ کہا کہ یہ لیموں کا درخت ہے۔اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بات کی نفی

کرنا مناسب نہ سمجھا اور اسے بے ادبی تصور کیا مگر اس کی حیرت وحیرانی کی حد نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ وہ درخت لیموں دینے کی بجائے سنگترے دینے لگا اور یوں ہر سال اس سے سنگترے ہی حاصل ہوتے رہے۔ یہ سب رب قادر و قدیر کی عطا کردہ کرامت کا نتیجہ تھا جو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے رب رحمٰن ورحیم کی منشاء ومرضی سے ظاہر کی تھی۔

حاضری رجسٹر

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید غلام حسین وزیر آبادی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضری دینے کی از حد خواہش وآرزو رکھتا تھا مگر وہ اپنی ملازمت سے رخصت نہ ملنے کے باعث حاضری سے قاصر تھا۔ آخر کار وہ اتوار کی چھٹی کے دن فیصل آباد سے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی شفقت و محبت کے ساتھ اسے خوش آمدید کہا اور خوشی ومسرت کا اظہار کیا۔ ملازمت کی مجبوری کے باعث جب اس نے اسی روز ہی رخصت چاہی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اجازت نہ دی۔ وہ رک گیا مگر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے نہ صرف اس روز کیلئے روکا بلکہ کئی روز تک روکے رکھا۔ غلام حسین سخت پریشان ہوا کیونکہ اسے اندیشہ وخطرہ تھا کہ اس کی غیر حاضری کی وجہ سے اس کی ملازمت جاتی رہے گی۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرید غلام حسین وزیر

آبادی کو متفکر و متجسس دیکھا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے تسلی و تشفی دیتے ہوئے فرمایا:

''غلام حسین! پریشان کیوں ہوتے ہو؟ تمہاری نہ تو کوئی غیر حاضری ہوگی نہ ہی ملازمت جائے گی۔ اطمینان رکھو۔''

کوئی ایک ہفتہ بعد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے غلام حسین کو جانے کی اجازت مرحمت فرمائی تو وہ سرعت کے ساتھ گھر پہنچا اور اگلے روز سہما سہما اور ڈرا ڈرا سا دفتر پہنچا۔ وہ پریشان تھا کہ وہ اپنی غیر حاضری کی کیا وجہ بیان کرے گا مگر وہ حیران ہوا کہ دفتر میں کسی نے بھی اس سے کسی قسم کا کوئی سوال نہ کیا اور نہ ہی یہ پوچھا کہ وہ غیر حاضر کیوں رہا ہے!

غلام حسین نے جب حاضری رجسٹر پر اپنی حاضری لگانے کیلئے اسے کھولا تو اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں کیونکہ حاضری رجسٹر پر اس کی حاضری یوں لگی تھی جیسے بذات خود اس نے اپنے قلم سے لگائی ہو۔ پورے ہفتہ کی حاضری مکمل تھی۔ اس سے رہا نہ گیا۔ اس نے بالآخر اپنے رفقائے کا سے پوچھا:

''میں ایک ہفتہ کام سے غیر حاضر رہا ہوں۔ مجھے کیا سزا ملے گی؟''

اس کے رفقائے کار نے جب اس کی یہ بات سنی تو وہ ہنس دیئے۔ انہوں نے کہا:

''غلام حسین! تم ہمارے ساتھ مذاق کیوں کرتے ہو؟ تم روزانہ آتے رہے ہو اور اپنا کام کرتے رہے ہو۔ اپنی فائلیں اور اپنے رجسٹر وغیرہ کھول کر

دیکھو۔تم نے تو سب کام کیا ہوا ہو۔اب تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیسی باتیں کر رہے ہو۔"

غلام حسین بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا حیران و پریشان تھا۔اس نے اپنی فائلیں اور رجسٹر کھول کر دیکھے تو سب کام مکمل تھا اور یوں دکھائی دیتا تھا جیسے اسی کے ہاتھ کی لکھائی ہو۔وہ خاموش ہو گیا کیونکہ جیسے ہی وہ حیرانی کا اظہار کرتا تھا اس کے رفقائے کار اس کا مذاق اڑاتے تھے اور زور زور سے قہقہے لگاتے تھے۔

وہ اگلے اتوار کو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا اور تمام ماجرا بیان کیا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ زیر لب مسکرائے اور فرمایا:

"غلام حسین! اس میں حیرانی کی کیا بات ہے۔کوئی فرشتہ پہنچا ہو گا اور تمہارے حصہ کا کام کر گیا ہو گا۔"

ور پھر غلام حسین کی سمجھ میں تمام بات آ گئی۔اسے یقین ہو گیا کہ یہ سب حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت تھی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہی اسے روکا تھا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہی کوئی غیر حاضری نہ ہونے کی ضمانت دی تھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی نے کرامت ظاہر کی تھی۔

لعابِ دہن

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عقیدت وارادت مند بابو اسلم کو بچپن میں پھوڑے پھنسیاں بکثرت نکلتی تھیں جس کی وجہ سے گھر کے تمام افراد پریشان تھے کیونکہ کوئی دوا کارگر نہیں ہوتی تھی۔آخر اس کے دادا منشی نبی

بخش اسے ڈسکہ سے علی پور شریف لے آئے اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے ماجرا بیان کیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تمام کیفیت پوری دل جمعی سے سنی اور پھر اپنا لعابِ دہن ایک جگہ لگا کر فرمایا:

"رب قادر وقدیر شفا دینے والا ہے۔س کی قدرتِ کاملہ کے باعث مجھے یقین ہے کہ اب تمہیں آرام آ جائے گا۔ پھر پھوڑے پھنسیاں کبھی نہیں نکلیں گے۔"

اور رب رحمٰن ورحیم کی عنایت اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت کہ نہ صرف بابو اسلم کو تا حیات پھوڑے پھنسیاں نہیں نکلے بلکہ اس کی اولاد میں سے بھی کسی کو کبھی ایسی تکلیف نہیں ہوئی۔

دہکتے انگاروں پر ننگے پاؤں

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ پنجاب سے ایک دور افتادہ علاقے میں بغرض تبلیغ واشاعتِ اسلام گئے ہوئے تھے۔لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت وشہرت دیکھی تو دستورِ زمانہ اور روایتِ دنیا کے مطابق حسدین ومخالفین کا ایک ٹولہ وجود میں آ گیا کیونکہ جہاں بھی ربِ رحمٰن کے حوالے سے کوئی نیک کام ہوتا ہے وہاں ملعون شیطان اس میں رکاوٹ ڈالنے کیلئے پہنچ جاتا ہے اور اسے جن وانس میں سے اپنے حواری وحمایتی مل ہی جاتے ہیں۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے حاسدین ومخالفین

نے دعویٰ کیا کہ:

''یہ سید بالکل نہیں ہیں۔ سید ہونے کا جھوٹ بولتے ہیں۔ اگر یہ سید ہیں تو ہم آگ جلاتے ہیں۔ یہ اس پر چل کر دکھائیں۔ آگ ہی سید یا غیر سید کا فیصلہ کردے گی۔ اگر سید ہوئے تو آگ انہیں نہیں جلائے گی کیونکہ اصلی سید پر آگ قطعی طور پر اثر نہیں کرتی۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک عقیدت مند نے حاسدین ومخالفین کے اس دعویٰ کی اطلاع دی اور بتایا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے خلاف اس قسم کا پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''میں ان لوگوں کا چیلنج قبول کرتا ہوں۔ انہیں اطلاع دے دو کہ وہ جہاں بھی چاہیں آگ جلائیں۔ میں آگ میں داخل ہو کر اس پر چلنے کو تیار ہوں۔ اگر فیصلہ آگ ہی نے کرنا ہے تو رب قادر وقدیر کی قدرتِ کاملہ سے میں اس میں بھی سرخرو رہوں گا۔''

مخالفین و حاسدین تک آپ رحمتہ اللہ علیہ کی یہ بات پہنچی تو انہوں نے ایک وسیع وعریض کھلی جگہ پر آگ جلائی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کو دعوت دی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ اس کے اندر داخل ہو کر دہکتے انگاروں پر ننگے پاؤں چلیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اللہ جل شانہٗ کا نام لے کر ننگے پاؤں آگ پر چلنا شروع کر دیا۔ لوگوں کا ایک جم غفیر تھا جو اس منظر کا عینی شاہد تھا۔

اس آگ میں نہ صرف دہکتے انگارے تھے بلکہ وہ شعلہ بار بھی تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے سنتِ ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے آگ میں چلنا شروع کر دیا اور پھر زوردار لہجے میں اعلان کیا کہ:

''جو کوئی اس آگ میں میرا ساتھ دینا چاہے وہ میرا دامن پکڑ لے اور آگ میں چلا آئے۔ آگ اس کا بال تک بیکا نہیں کرے گی اور اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ اسی طرح ایک دوسرے کا کپڑا پکڑ کر آگے پیچھے آگ میں آ جائیں۔ آگ کسی پر بھی کوئی اثر نہیں کرے گی۔ سب لوگ محفوظ و مامون رہیں گے۔''

اور پھر چشمِ فلک نے گواہی دی کہ آگ نے نہ صرف یہ کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو چھوا تک نہیں بلکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا ساتھ دینے والوں پر بھی اثر انداز نہ ہوئی۔ بارہ افراد نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ جرأت و ہمت کا مظاہرہ کیا اور رب قادر و قدیر نے سب کو محفوظ و مامون رکھا۔

اس ایمان افروز اور نصیحت آموز منظر کو مسلم اور غیر مسلم دونوں طرح کے افراد نے دیکھا۔ حاسدین و مخالفین آگ میں کودے بغیر ہی جل کر رہ گئے کیونکہ حاسد ہمیشہ اپنی ہی آگ میں جلتا رہتا ہے اور یہی اس کا مقدر ہوتا ہے۔ حاسدین و مخالفین کے اس چیلنج کو قبول کرنے کا ایک مثبت پہلو یہ برآمد ہوا کہ غیر مسلموں کی ایک معقول تعداد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر دائرۂ اسلام میں داخل ہوئی۔ جو پہلے ہی مسلمان تھے ان کا ایمان پختہ سے پختہ تر

ہوا جبکہ حاسدین ومخالفین اپنا سامنہ لے کر رہ گئے اور ان کا تمام تر منفی پروپیگنڈہ اپنی موت آپ مر گیا۔اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آگ نہ صرف مرشد و مربی سید پر اثر نہیں کرتی بلکہ جو افراد اس کا ساتھ دینے والے ہوتے ہیں ان پر بھی اثر نہیں کرتی۔

لاش اور آگ کا کھیل

اسی حوالے سے ایک اور واقعہ کے مطابق ایک ہندو کھتری نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گیا۔ اس نے توبہ کی اور باقی ماندہ زندگی شعائر اسلام کے مطابق گزاری۔ وہ نماز روزے کا پابند رہا۔ اس کا جب وقتِ رخصت آیا تو اس نے اپنی اولاد کو وصیت کی کہ:

''میں چونکہ مسلمان ہو گیا تھا۔ مسلمان ہی مر رہا ہوں اس لئے میری لاش کو ہندو مت کے مطابق آگ کے حوالے نہ کرنا۔''

مگر اس کے لڑکوں نے اپنی برادری میں اپنی لاج رکھنے کیلئے ہندو رسم کے مطابق تیل گھی ڈال کر لکڑیاں جلا کر آگ بھڑکا کر اپنے والد کی لاش کو جلانے کی بہت کوشش کی مگر آگ نے لاش کا ایک بال تک نہ جلایا۔ ان کی تمام تر کاوش اکارت گئی۔ آخر وہ مجبور ہو گئے اور اپنے والد کی لاش کو مسلمانوں کے طریقے سے دفن کیا۔

سونے کی نہر

ایک دفعہ ملتان شریف سے ایک عقیدت مند آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس کے ساتھ ایک مولوی صاحب تھے۔ جب مولوی صاحب نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں لنگر دیکھا۔ لا تعداد مہمان دیکھے۔ اخراجات دیکھے۔ کھانے پینے کی ریل پیل دیکھی تو اس کے دل میں خیال آیا کہ:

''خدا معلوم آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس کونسا خزانہ ہے جو اس طرح وافر خرچہ کیا جا رہا ہے؟''

اس کے دل میں اس خیال کا آنا تھا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس مولوی صاحب کو اپنے پاس بلایا۔ وہ قریب آیا تو اس کا سر اپنے ہاتھ سے قدرے نیچا کیا۔ مولوی صاحب نے دیکھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں کے نیچے سونا ہی سونا ہے گویا سونے کی نہر جاری ہو۔ وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے اپنے دل میں آئے سوال کا جواب پا کر حیران بھی ہوا اور سخت متعجب بھی تاہم اس نے یہ بات ببانگ دہل سب کو بتائی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس موقع پر اس سے فرمایا:

''یاد رکھو کہ رب رازق و رزاق اپنے بندے کو وہاں سے عطا فرماتا ہے جہاں سے اس کا گمان تک نہیں ہوتا۔''

بھینس اور بچہ

شہر ملتان کے ایک اور عقیدت مند حاجی خوشی محمد نے ایک بھینس خریدی تو وہ بچہ نہیں دیتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے تو بھینس کو دیکھ کر اسے پسند فرمایا اور کہا کہ اب یہ بچے دیا کرے گی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے آٹے کا ایک پیڑا کلامِ الٰہی سے چند آیات پاک تلاوت کر کے دم کر دیا اور کہا کہ اس بھینس کو کھلا دو۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بھینس سے بھی مخاطب ہو کر کہا:

''سال بھر دودھ دیا کر۔ یہ شہری لوگ ہیں۔ اگر تو دودھ نہیں دے گی تو یہ تجھے کھانے کو بھی نہیں دیں گے۔''

اور پھر یوں ہوا کہ وہ بھینس سال بھر دودھ دیتی تھی اور ہر سال بچہ بھی دیتی تھی۔ یہ سب رب قادر وقدیر کی قدرتِ کاملہ تھی جو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھوں کرامت بن کر ظاہر ہوئی تھی۔

گندم کی بجائے پیاز

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ پر رب رحمٰن ورحیم کی یہ خاص عنایت تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو لائقِ تحسین وتعریف قوتِ حافظہ ودیعت کی گئی تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ جس شخص سے ایک بار مل لیتے تھے چاہے وہ ملاقات چند لمحوں پر ہی محیط ہوتی تھی اس کا نام اور کام وغیرہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی یادداشت کی لوح پر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نقش ہو جاتا تھا۔ کسی کو مرید کرتے تھے تو بوقت تعارف جو معلومات حاصل ہوتی تھیں وہ برسوں بعد ملاقات کے بعد بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ذہن میں تروتازہ اور سرسبز وشاداب ہوتی تھیں۔ حالانکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مریدین کی تعداد لاکھوں میں تھی مگر ہر ایک کو چہرے اور نام وکام سے بخوبی پہچانتے تھے اور ملنے پر اسے اس کا نام لیکر پکارتے تھے تو وہ حیران ومتعجب ہو کر رہ جاتا تھا۔

ایک دفعہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کوہاٹ پہنچے تو وہاں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کا ایک مرید صحبت خان حاضر

ہوا۔ وہ ایک عرصہ پیشتر آپ رحمتہ اللہ علیہ کا مرید ہوا تھا۔ اسے یہ گمان نہیں تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ اسے پہچان پائیں گے مگر جیسے ہی وہ حاضر ہوا اور سلام عرض کیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے جوابی سلام کے بعد فوراً کہا:

''صحبت خان! اندر حجرے میں جاؤ۔ وہاں سے میرا لوٹا اور تولیہ اٹھا لاؤ۔ تولیہ مجھے دے دینا جبکہ لوٹا لے کر نلکے پر جاؤ اور وہاں سے لوٹا صاف پانی سے بھر لاؤ۔ یہ احتیاط کرنا کہ لوٹے کو باہر سے تھامنا تا کہ لوٹے کے پانی کو ہاتھ نہ لگنے پائے۔''

صحبت خان اپنے پیر و مرشد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے حکم کی تعمیل میں دوڑا دوڑا گیا اور لوٹا پانی سے بھر کر حاضر کیا جبکہ تولیہ بھی پیش کیا مگر وہ حیران تھا کہ اس کی ملاقات حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے کوئی سال ڈیڑھ سال پہلے چند لمحوں کیلئے ہوئی تھی جس دوران وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا مرید ہوا تھا مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی یادداشت کی قوت و حافظہ کی طاقت قابل ذکر تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے پوری صحت کے ساتھ اس کا نام لے کر اسے بلایا جس سے اسے اک ایسی خوشی و مسرت کا احساس ہوا کہ جسے وہ لفظوں کا لبادہ دینے سے قاصر تھا۔

صحبت خان نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو لوٹا پکڑ وضو کرانے میں مدد کی اور پھر تولیہ پیش کیا تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے صحبت خان سے مخاطب ہو کر پوچھا:

''صحبت خان! تم نے پہلی ملاقات میں اپنے کام کے بارے نہیں بتایا تھا۔ اب بتاؤ کہ تمہارا ذریعہ روزگار کیا ہے؟''

صحبت خان نے احترام وعقیدت کے ساتھ جواب دیا: ''حضور جی! میں زمیندارہ کرتا ہوں۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا: ''یہ بتاؤ کہ آج کل کیا چیز اگائی ہوئی ہے؟'' صحبت خان نے کہا: ''حضور والا! مکئی تیار ہونے ہی والی ہے۔'' آپ رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا: ''اس کے بعد کیا چیز اگانے کا ارادہ رکھتے ہو؟'' صحبت خان نے جواب دیا: ''عالی جاہ! مکئی کے بعد گندم کی فصل حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے کہا: ''صحبت خان! یاد رکھو کہ اس دفعہ گندم نہ بونا بلکہ تمہاری جتنی بھی زمین ہے سب میں پیاز تیار کرنا۔'' صحبت خان اندر ہی اندر حیران ہوا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کس قسم کا حکم دے رہے ہیں۔ وہ پیاز نہیں بونا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے عذر پیش کرنا شروع کر دیئے اور کہا:

''حضور والا! پیاز کی پنیری لگانا پڑتی ہے جسے خریدنا پڑے گا مگر میرے پاس اس کیلئے رقم نہیں ہے۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: ''تم پنیری کی قیمت کا حساب لگواؤ۔ رقم کی فکر نہ کرو۔ رقم کا انتظام میرے ذمہ رہا۔''

صحبت خان نے دست بستہ عرض کی: ''حضور جی! پنیری لگانے کیلئے مزدوروں کی بھی ضرورت پڑے گی۔ انہیں مزدوری بھی دینا پڑے گی۔'' حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے کہا: ''مجھے سب معلوم ہے۔ جس قدر پیسے لگیں گے میں دوں گا۔ مجھ سے لے لینا۔''

صحبت خان نے کہا: ''حضرت جی! میری زمین گاؤں سے ذرا فاصلے پر ہے۔ میں چوبیس گھنٹے اس کی دیکھ بھال نہیں کر سکوں گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ جیسے ہی پیاز زمین سے باہر آئے گی قبائلی اسے اکھاڑ کر لے جائیں گے اور میں منہ دیکھتا رہ جاؤں گا۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے صحبت خان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

''تم فکر مت کرو۔ رب قادر و قدیر کی رحمت و عنایت سے تمہاری ایک پتی بھی کوئی چوری نہیں کرے گا اگر چوری ہو جائے تو مجھے سید نہ کہنا۔''

صحبت خان نے پھر عرض کی:

''حضرت جی! میری زمین چونکہ گاؤں اور شہر سے کافی دور فاصلے پر ہے اس لئے اس طرف گاہک اور خریدار کم آتے ہیں۔ مجھے پیاز بیچنے میں دقت و پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے کہا:

''اس بات کی ذمہ داری بھی ہماری ہوئی۔ تمہاری ساری فصل ہاتھوں

ہاتھ بک جائے گی۔ فکر نہ کرو۔"

صحبت خان نے بات ٹالنے کی از حد کوشش کی مگر وہ ناکام رہا کیونکہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کا ہر عذر ختم کر دیا۔ چاروناچار اس نے اپنی تمام زمین پر پیاز کی پنیری لگا دی۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ پیاز اس قدر بھرپور اور فراواں ہوئی کہ ساری زمین پیاز پیاز ہو گئی۔ اس سال صورت حال ایسی ہوئی کہ پیاز کو کیڑا لگ گیا۔ دوسرے کاشتکاروں کی پیاز کی فصل خراب ہو کر رہ گئی مگر صحبت خان کے پیاز ایسے ہرے بھرے اور سرسبز و شاداب تھے کہ دیکھ کر جی خوش ہوتا تھا۔

پیاز کی فصلیں خراب ہونے کے باعث بازار و مارکیٹ میں پیاز کے دام یکایک آسمان سے باتیں کرنے لگے۔ صحبت خان کے پیاز ہاتھوں ہاتھ بک گئے اور رقم بھی توقع سے کہیں بڑھ کر وصول ہوئی۔ اب صحبت خان کو علم ہوا کہ پیر و مرشد کو رب قادر و قدیر نے کرامت کا کس قدر خزانہ عطا کیا ہوتا ہے اور وہ جب چاہے رب رحمٰن و رحیم کی منشا و مرضی سے لوگوں کی فلاح کیلئے اسے ظاہر کرتا ہے۔

رونا بھی خوشی کا، مسکرانا بھی خوشی کا

صحبت خان چھوٹی سی زمینداری کے ساتھ ساتھ تار گھر میں ہرکارہ کے طور پر ملازمت بھی کرتا تھا۔ کوہاٹ کے پارک ہوٹل میں انگریز افسران کی ایک معقول تعداد رہائش پذیر تھی۔ ایک روز صحبت خان پارک ہوٹل میں شام کے لمحات میں

ڈاک کا تار دینے گیا تو اس قدر شدید و پرزور اور شریر و مغرور آندھی نے فضا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا کہ اپنے آپ کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ بہر حال صحبت خان نے ڈاک کا تار متعلقہ فرد کے حوالے کیا اور سائیکل پر سوار ہو کر واپسی کے سفر پر روانہ ہوا۔ تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ مشتعل آندھی نے بے قابو طوفان کی شکل اختیار کر لی جس کی رفتار اس قدر تیز و تند تھی کہ زمین نے خوف کے مارے اپنے سینے میں پیوست درختوں کو باہر گرانا شروع کر دیا۔

درختوں نے زمین کے اوپر گرنا شروع کیا تو یوں محسوس ہوا جیسے بھونچال سا آ گیا ہو۔ اسی عالم میں صحبت خان ایک گرتے درخت کی زد میں آ کر ایسا زخمی ہوا کہ بے ہوش ہو گیا۔ جس فرد کو صحبت خان نے ڈاک کا تار حوالے کیا تھا اس نے یہ سارا منظر دیکھا تو اس نے پارک ہوٹل میں رہائش پذیر دوسرے افراد کو مدد کیلئے آواز دی۔ ان میں مقامی ہسپتال کے ڈاکٹر کرنل اور ڈاکٹر میجر بھی شامل تھے۔ انہوں نے ہسپتال سے فوری طور پر ایمبولینس منگوائی تا کہ صحبت خان کو ہسپتال منتقل کیا جا سکے۔

صحبت خان کی صورت حال انتہائی نازک تھی۔ پورا جسم زخموں سے لہو لہو تھا۔ اس کی جان کو شدید خطرہ لاحق تھا۔ ہسپتال کے مشہور و ممتاز سرجن متحرک ہوئے اور صحبت خان کا کئی گھنٹوں تک آپریشن ہوتا رہا۔ انتہائی نگہداشت اور لمحہ لمحہ کی دیکھ بھال کے باوجود صحبت خان کو چار روز بعد ہوش آیا۔

میں سید نہیں ہوں

ہوش آنے کے بعد صحبت خان کی زندگی کو خطرے سے باہر بیان کیا گیا۔ یہ سب رب رحمٰن ورحیم کا فضل وکرم تھا کہ اس ذات پاک نے صحبت خان کو نئی زندگی عطا کی تھی۔ صبح دم جبکہ صحبت خان کی زبان پر رب رحیم وکریم کا شکروذکر تھا ایک کیپٹن ڈاکٹر آیا۔ وہ بفضلِ خدا ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھا۔ اس نے صحبت خان کو نئی زندگی ملنے پر مبارکباد دی اور پوچھا:

''باباجی! کیا آپ سید ہیں؟'' صحبت خان نے کہا: ''نہیں میں تو سید نہیں ہوں۔''

مسلمان کیپٹن ڈاکٹر نے پوچھا: ''کیا آپ کے باپ دادا میں سے کوئی شخصیت روحانی بزرگ گزری ہے؟''

صحبت خان نے جواب دیا: ''نہیں ڈاکٹر صاحب! میں ازحد گنہگار و خطاکار انسان ہوں اور میرے خاندان میں سے بھی کوئی ایسا فرد نہیں گزرا جسے قابل ذکر روحانی شخصیت کے طور پر پیش کیا جا سکے۔ میرے بزرگ اور آباء و اجداد راسخ العقیدہ مسلمان ضرور تھے مگر ایسا کوئی میرے علم میں نہیں ہے جو ولی اللہ کے رتبے تک پہنچا ہو۔ تاہم آپ یہ بتائیے کہ آپ ایسا کیوں پوچھ رہے ہیں؟''

کیپٹن ڈاکٹر نے صحبت خان کے سوال پر اسے رازدانہ لہجے میں بتایا کہ:

''جس شام تم زخمی حالت میں چور چور ہسپتال پہنچے تھے تو اس رات میری

ڈیوٹی ہسپتال میں نہیں تھی۔ وہ میرا تعطیل کا روز تھا تاہم میں جب رات کو اپنے گھر گہری نیند کے مزے لے رہا تھا کہ مجھے محسوس ہوا کہ کسی بزرگ نے مجھے کندھے سے ہلا کر جگایا اور کہا کہ

''ہسپتال میں ایک زخمی داخل ہوا ہے جس کی حالت انتہائی خطرناک ہے تم جلدی سے جاؤ۔ اس کا آپریشن کرو اور ٹانکے لگاؤ۔ تم فوراً جاؤ۔ وہ میرا آدمی ہے۔''

کیپٹن ڈاکٹر نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے صحبت خان کو بتایا کہ:

''میں نے اسے خواب وخیال اور وہم سمجھا اور کوئی توجہ دیئے بغیر پھر سے سو گیا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ میری آنکھ اسی بزرگ کے جھنجھوڑنے سے کھل گئی اور انہوں نے پھر وہی اپنی بات دہرائی۔ اب کی بار بھی میں نے اسے محض اپنا وہم ہی تصور کیا اور تکیے میں منہ چھپا کر لیٹ گیا۔ تیسری دفعہ پھر وہی ہوا مگر اب کی بار اس بزرگ نے میرے انگوٹھے کو اس زور سے جھٹکا دیا کہ مجھے درد ہونے لگا۔

میں کپڑے تبدیل کئے بغیر دوڑا دوڑا ہسپتال پہنچا تو دریافت کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ تم شدید زخمی حالت میں ہسپتال پہنچے ہوئے ہو اور سرجن تمہارے آپریشن میں مصروف ہیں۔ میں بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ تمہاری ٹانگ زخمی تھی اور آپریشن سے رہ گئی تھی۔ میں نے جلدی سے تمہارے زخم صاف کئے۔ تمہاری ٹانگ کا مناسب آپریشن کیا اور ٹانکے لگا دیئے۔ پھر پٹی باندھ

دی۔"

صحبت خان کیلئے یہ تمام تر انکشاف حیرت و استعجاب کی عجیب پہنائیاں لئے ہوئے تھا۔ اس کے دل کی دھڑکن سے اللہ اللہ کی پکار آتی محسوس ہو رہی تھی مگر ذہن میں محض ایک ہی سوال گردش کر رہا تھا کہ وہ کون بزرگ تھے جنہوں نے کیپٹن ڈاکٹر کو سوتے سے اٹھا کر اس کے علاج معالجہ اور آپریشن و پٹی کیلئے بھیجا تھا؟

صحبت خان کچھ دیر تو سوچوں میں گم رہا۔ پھر یکا یک ایک جنبش کے ساتھ اس نے کیپٹن ڈاکٹر سے پوچھا:

"ڈاکٹر صاحب! کیا آپ مناسب سمجھیں گے کہ مجھے اس بزرگ کی شکل و شباہت اور حلیہ بتائیں کہ جنہوں نے آپ کو نیند سے بیدار کر کے میرے آپریشن کیلئے بھیجا؟"

کیپٹن ڈاکٹر نے فوری طور پر جواب دیا اور صحبت خان سے کہا:

"کیوں نہیں! میں اب بھی اس بزرگ ہستی کی صورت یوں محسوس کرتا ہوں جیسے میری آنکھوں کے سامنے جلوہ گر ہوں۔ ان کے سر پر سفید دستار ہے۔ چہرہ سرخ و سفید ہے۔ داڑھی سرخ ہے جبکہ قد درمیانہ ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اک وجاہت و وقار ان کے انگ انگ سے عیاں و نہاں ہے۔ لہجہ نہ زیادہ دھیما نہ زیادہ تیز مگر اثر انگیز ہے۔"

کیپٹن ڈاکٹر نے جیسے ہی اس بزرگ شخصیت کا حلیہ بتایا صحبت خان نے

رونا شروع کر دیا۔ پھر روتے روتے وہ مسکرانے لگا۔ کیپٹن ڈاکٹر نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ عجیب سی کشمکش میں مبتلا ہو گیا۔ س نے صحبت خان سے پوچھا: ''بابا جی! کبھی آپ روتے ہیں کبھی آپ ہنستے ہیں۔ آخر وجہ کیا ہے؟''

صحبت خان نے کہا:

''ڈاکٹر جی! میرا رونا بھی خوشی کا ہے اور میرا مسکرانا بھی خوشی کا ہے۔ یہ میرے آنسو کسی قسم کے غم کی غمازی نہیں کر رہے بلکہ یہ حد درجہ مسرت وانبساط کا نتیجہ ہیں۔ جس بزرگ شخصیت کی آپ نے خواب میں زیارت کی ہے وہ دراصل میرے رہبر ورہنما اور پیر و مرشد ہیں اور میں ان کا ادنیٰ عقیدت وارادت مند ہوں۔ میرے رب کا مجھ پر کتنا کرم ہے کہ اس ذات پاک نے میرے مرشد کے ذریعے میری مدد و معاونت فرمائی۔''

کیپٹن ڈاکٹر نے جستجو آمیز لہجے میں صحبت خان سے پوچھا: ''بابا جی! آپ کے پیر و مرشد کا نام کیا ہے؟''

صحبت خان نے بتایا: ''ڈاکٹر صاحب! میرے مرشد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔''

کیپٹن ڈاکٹر نے صحبت خان سے کہا:

''بابا جی! جب بھی آپ کے پیر و مرشد کوہاٹ تشریف لائیں تو مجھے ان سے ضرور ملوانا مجھے ان سے مل کر خوشی ہو گی اور میں ان سے چند نصیحتیں اور اچھی باتیں سن کر اپنی زندگی کو بہتر کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔''

صحبت خان نے کیپٹن ڈاکٹر سے وعدہ کیا کہ جب بھی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کوہاٹ تشریف لائیں گے وہ انہیں ان سے ضرور ملوائے گا بھی اور ان سے اس کیلئے دعا بھی کرائے گا۔

ہسپتال اگرچہ فوجیوں کیلئے مخصوص تھا مگر صحبت خان کو نہ صرف اس میں علاج کی سہولت مہیا کر دی گئی تھی بلکہ تمام فوجی ڈاکٹرز صحبت خان کی خاص دیکھ بھال کرتے تھے جسے دوسرے فوجی مریض رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ کچھ فوجی مریضوں نے صحبت خان سے جب ڈاکٹروں کی خصوصی توجہ کے بارے پوچھا تو صحبت خان نے انہیں صاف صاف بتا دیا کہ یہ سب اس کے پیر و مرشد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی نظر التفات کا نتیجہ ہے۔

صحبت خان رفتہ رفتہ صحت یابی کی جانب گامزن تھا۔ بالآخر وہ یوم بھی آ گیا جب ڈاکٹروں نے اسے بتایا کہ آج اس کے زخموں کی پٹیاں اتاری جائیں گی اور آپریشن کے ٹانکے کھولے جائیں گے۔ صحبت خان کو کوئی 100 کے قریب ٹانکے لگائے گئے تھے اور ڈاکٹروں کے مطابق ٹانکے کھولنے کا عمل مریض کیلئے تکلیف کا باعث ہوتا ہے۔ اس لئے جب ٹانکے کھولنے کا عمل شروع ہونا تھا تو صحبت خان کے اوپر ربڑ کی ایک لمبی سی چادر ڈال دی گئی جبکہ دو افراد صحبت خان کو دونوں جانب سے دبا کر بیٹھ گئے۔ صحبت خان کیلئے یہ عجیب صورت حال تھی۔ اس نے ڈاکٹروں سے پوچھا کہ وہ لوگ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟

صحبت خان کے دریافت کرنے پر ڈاکٹروں نے اسے بتایا کہ:

''تم بخوبی اس امر سے آشنا و آگاہ ہو کہ تمہارے پورے جسم پر جگہ جگہ ٹانکے لگے ہیں۔ ہمارا تجربہ و مشاہدہ یہی ہے کہ کوئی بھی شخص چاہے وہ جس قدر بھی باہمت ہو ٹانکوں کے کھلنے کی تکلیف برداشت نہیں کر پاتا۔س لئے ہم یہی کرتے ہیں کہ دو افراد اسے دونوں طرف سے دبا کر بیٹھتے ہیں اور پھر انتہائی احتیاط و ہنرمندی کے ساتھ ٹانکوں کو باری باری کھولا جاتا ہے۔ اکثر افراد ٹانکے کھولنے کی تکلیف سے پورا ہسپتال سر پر اٹھا لیتے ہیں۔ ہماری نظر سے آج تک کوئی ایسا فرد نہیں گزرا جس نے ٹانکے کھلتے وقت شدتِ تکلیف کا اظہار نہ کیا ہو۔''

صحبت خان نے ایک لمحے کیلئے سوچا۔ پھر اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی تو اس نے انتہائی پر اعتماد ہو کر کہا کہ:

''تم لوگ یہ ربڑ کی چادر میرے جسم سے ہٹا لو۔ دونوں آدمیوں کو دور بٹھا لو۔ میں تکیہ لگا کر سیدھا ہو کر بیٹھتا ہوں۔ رب کریم و رحیم کے فضل و کرم سے اور میرے مرشد و مربی کی نظر التفات سے مجھے کامل یقین ہے کہ مجھے ٹانکے کھلواتے وقت ایسی تکلیف نہیں ہوگی کہ میں شور و غوغا کروں۔ ہنگامہ کھڑا کروں اور آپ کیلئے مسئلہ پیدا کروں۔ تم لوگ اپنا کام کرو۔ میرا رب میری مدد کرے گا۔''

فوجی ڈاکٹروں کی حیرانی

فوجی ہسپتال کے فوجی ڈاکٹر حضرات نے صحبت خان کی یہ بات سنی تو از حد حیران ہوئے تاہم مسلمان ڈاکٹر نے کسی قسم کی حیرت کا کوئی اظہار نہ کیا کیونکہ وہ

صحبت خان کے پیرو مرشد حضرت جماعت علی شاہؒ کی اپنے مرید صحبت خان پر نظر التفات کا منظر بنظرِ خود دیکھ چکا تھا۔ اس نے بھی صحبت خان کی ہاں میں ہاں ملائی اور دوسرے ڈاکٹروں سے کہا کہ صحبت خان کے مشورے پر عمل کر لیا جائے تو بہتر ہوگا۔

کافی بحث و اصرار کے بعد صحبت خان کی تجویز کے مطابق ٹانکے کھولنے کیلئے ڈاکٹر صاحبان راضی ہوئے۔ تقریباً یک صد ٹانکوں کے تار کاٹنے کا عمل شروع ہوا۔ ڈاکٹر حضرات پہلے ہر ٹانکے کا تار قینچی کے ذریعے کاٹتے تھے پھر زنبور استعمال کرتے ہوئے اسے باہر کھینچ لیتے تھے۔ جب چند ٹانکے کھولے اور ان کے تار نکالے جا چکے تو ڈاکٹروں نے بنظرِ حیرت دیکھا کہ صحبت خان کے چہرے پر مکمل سکون و اطمینان ہے۔ کسی قسم کی پریشانی یا ناگواری کے آثار نظر نہیں آ رہے۔

ڈاکٹروں نے صحبت خان سے پوچھا: ''بابا جی! آپ کو درد تو محسوس نہیں ہو رہا؟'' صحبت خان نے جواب دیا:

''میں نے اپنے پیرو مرشد حضرت جماعت علی شاہؒ کا تصور کیا ہوا ہے جس کی وجہ سے مجھے درد کی شدت قطعی طور پر محسوس نہیں ہو رہی۔ آپ لوگ جب بھی کوئی ٹانکا کھولتے ہیں اور تار نکالتے ہیں تو مجھے انتہائی ہلکا سا درد تو ضرور محسوس ہوتا ہے مگر وہ مکمل طور پر قابل برداشت ہے۔''

جب سب ٹانکے نکالے جا چکے تو ڈاکٹروں میں سے ایک میجر ڈاکٹر نے

صحبت خان کی ہمت کی تعریف کرتے ہوئے صحبت خان سے مخاطب ہو کر کہا:

''بابا جی! اگرچہ میں نے پٹھانوں کی ہمت وحوصلہ کے بارے بہت کچھ سنا ہے مگر پٹھان آج دیکھا ہے۔''

اس پر صحبت خان نے میجر ڈاکٹر کو برجستہ جواب دیتے ہوئے کہا: ''ڈاکٹر صاحب! میں پٹھان نہیں بلکہ اعوان ہوں۔''

صحبت خان کے اس جواب پر تمام ڈاکٹر حضرات کے چہروں پر مسکراہٹ بکھر گئی اور ماحول قہقہہ بار ہو گیا جبکہ تمام ڈاکٹر صاحبان پر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی نظرِ التفات کی کرامت ظاہر ہوئی۔ بقول شاعر ؎

فیض گستر مثالِ ابرِ بہار
زندگی بخش مثلِ آبِ حیات
اک نظر میں تمام عقدے حل
اک توجہ میں سب غموں سے نجات

سنتِ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے عقیدت وارادت مندوں کو تلقین کرتے تھے اور ترغیب دیتے تھے کہ وہ سنتِ رسولِ رحمت ﷺ کے مطابق داڑھی رکھیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دفعہ اپنے ایک مرید سے کہا:

''اب تم بوڑھے ہو گئے ہو۔ اب تو داڑھی نہ منڈایا کرو بلکہ اسے سنتِ رسولِ رحمت ﷺ کے مطابق بڑھاؤ۔''

اس نے عرض کی: ''یا حضرت رحمتہ اللہ علیہ! داڑھی نہ منڈاؤں تو خارش ہو جاتی ہے۔ کیا کروں؟''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: ''میاں! کیا بات کرتے ہو! اگر داڑھی منڈواتے ہوئے بھی خارش ہوگئی تو پھر کیا کرو گے؟'' اس کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ نے خاموشی اختیار کر لی اور اسے داڑھی رکھنے پر مزید زور نہ دیا۔

کرنا خدا کا ایسا ہوا کہ جب وہ گھر پہنچا تو یکا یک اس کی ٹھوڑی میں کھجلی سی

ہونے لگی۔ یہ کھجلی اور خارش اتنی بڑھی کہ کھجاتے کھجاتے اس کا منہ سوج گیا اور ناقابل برداشت حد تک درد ہونے لگا۔ اسے تمام بات سمجھ آ گئی۔ اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مرید خاص کے ذریعے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس معافی کا پیغام بھیجا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اسے صاف صاف کہہ دو کہ داڑھی رکھ لے۔ بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔''

اس نے عہد و وعدہ کیا اور اس پر عمل بھی کیا جس سے اس کی کھجلی و خارش بھی جاتی رہی اور اس کے چہرے کی سوجن بھی بغیر کسی دوا کے ختم ہو گئی۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ارادت و عقیدت مند آپ رحمتہ اللہ علیہ سے جس قدر محبت کرتے تھے آپ رحمتہ اللہ علیہ ان سے بڑھ کر ان سے محبت رکھتے تھے اور یہ دوطرفہ محبت محض زبانی کلامی نہیں ہوتی تھی بلکہ عملی ہوتی تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مریدین جہاں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زبان کی ایک جنبش پر متحرک ہو جاتے تھے وہاں آپ رحمتہ اللہ علیہ بھی اپنے کشف کے ذریعے جب اپنے کسی مرید کو کسی قسم کی تکلیف میں دیکھتے تھے تو رب ذوالجلال کی مرضی و منشاء کے ساتھ اس کی مدد و اعانت کا حوالہ بن جاتے تھے۔ آپؒ نے اپنے مریدین کی ہر ضرورت اور ہر مصیبت کے وقت خیال رکھا۔ چاہے آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے مریدین کے پاس ہوتے تھے یا مریدین سے دور ہوتے تھے مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی چشمِ عنایت اور نظر التفات ساتھ ساتھ جلوہ فگن رہتی تھی اور یہ وہ خاصیت و خصوصیت ہے جو بہت کم لوگوں کو رب رحیم و کریم کی جانب سے

ودیعت ہوتی ہے۔ ولی اللہ کی ہر کرامت خدائے بزرگ و برتر کی عطا ہوتی ہے جسے وہ خدا کے بندوں کی بھلائی کیلئے بروئے کار لاتا ہے۔

مسجد کی ٹیڑھی دیوار

کسی ولیٔ مکرم پر رب کریم کا کرم ہوتا ہے تو اس سے کرامت کا اظہار ہوتا ہے کرامت اپنے دامن میں انسانیت کیلئے کرم کی وسعتیں لئے ہوتی ہے۔ اس سے بندگانِ خدا کا خدا پر یقین، محکم و مستحکم ہوتا ہے اور ایسے افراد بھی حلقہ بگوش اسلام ہونے لگتے ہیں جو ایک خدا کے وجود کو اس سے پہلے تسلیم نہیں کرتے تھے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو رب کریم نے اپنے کرم سے کرامات کا وافر ملکہ ودیعت فرمایا تھا۔ جسے آپ رحمتہ اللہ علیہ فلاحِ عامہ اور مفادِ عامہ کے کام لیا کرتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے علی پور سیداں سے کوئی تین میل کے فاصلے پر موضع ''سادھوکے'' میں مسجد تعمیر کرائی۔ تعمیر ابھی جاری تھی کہ مسجد کی چھت پڑنے کا لمحہ آ گیا۔ لوگوں نے اس اثناء میں یکا یک دیکھا کہ مسجد کی دیوار ایک جانب سے قدرے پیچھے جھک گئی ہے اور وہاں کا کونہ اس قدر ٹیڑھا ہوا ہے کہ دو تین انچ کا شگاف پڑ گیا ہے۔ موضع ''سادھوکے'' کے رہائشی اس صورت حال سے گھبرا سے گئے اور دوڑے ہوئے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس پہنچے اور عرض کی کہ:

''حضور والا! مسجد کی پختہ دیوار ٹیڑھی ہو کر گرا ہی چاہتی ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کریں! دیوار لمحہ بہ لمحہ ٹیڑھی سے ٹیڑھی ہوتی جا رہی ہے اور

یوں محسوس ہوتا ہے کہ تھوڑے ہی عرصے میں زمین بوس ہو جائے گی جس سے مسجد کو کافی نقصان پہنچنے کا اندیشہ وخطرہ ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ جو حکم دیں ہم اس کی تکمیل کیلئے حاضر ہیں۔ جو تجویز دیں ہم اسے ضرور بروئے کار لائیں گے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے کوئی دیر کئے بغیر اسی لمحے ''سادھوکے'' جانے کیلئے روانگی کا بندوبست کیا اور تھوڑی ہی دیر میں وہاں پہنچ گئے۔ آپؒ خمیدہ دیوار کے قریب پہنچے اور وہاں پر موجود اپنے عقیدت وارادت مندوں سے کہا:

''سب مل کر آؤ۔ زور لگاؤ۔ دیوار سیدھی ہو جائے گی۔''

عقیدت وارادت مند دوڑے ہوئے پہنچے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے خود بھی زور لگایا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمرکاب آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت و ارادت مندوں نے بھی مقدور بھر زور لگایا۔ دیوار لمحوں ہی میں سیدھی ہوگئی۔ اس کا شگاف ختم ہو گیا۔ اس کی درز بند ہوگئی اور یوں دکھائی دینے لگا جیسے وہ کبھی خمیدہ ہوئی ہی نہ تھی۔

اب آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے عقیدت وارادت مندوں سے کہا:

''آپ لوگ مطمئن رہیں۔ دیوار اب کبھی بھی نہیں گرے گی۔''

اور پھر وقت نے ثابت کیا کہ مرور زمانہ سے دوسری دیواریں قدرے خمیدہ وخستہ ہوئیں جن کی مرمت کردی گئی مگر جو جگہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے سیدھی کی تھی وہ بالکل صحیح سلامت رہی۔ بے شک یہ سب رب

کریم ورحیم کا فضل ہی تھا۔

غلامی سے نجات

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا صوبیدار علی گوہر نامی ایک عقیدت مند مدت ملازمت مکمل ہونے سے دوسال پیشتر ریٹائر کر دیا گیا۔وہ اس بات سے از حد رنجیدہ ہوا اور اپنے افسران کی شکایت کرنے اور اپنی بپتا سنانے کیلئے اپنے پیر ومرشد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوری تفصیل گلوگیر لہجے میں بیان کی۔آپؒ نے اس کی داستان انتہائی شفقت ومحبت سے سنی۔جب وہ اپنی بات مکمل کر چکا تو اس نے دیکھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے چہرے پر ایک گونہ مسکراہٹ ہے۔وہ حیران ہوا کہ آخر ایسا کیوں ہے؟

ابھی وہ اسی شش وپنج میں تھا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے اپنے قریب بلا کر اسے تھپکی دی اور کہا:

”علی گوہر! تمہیں مبارک ہو کہ تم غلامی سے آزاد ہو گئے۔تمہیں خوش ہونا چاہئے کہ رب قادر وقدیر نے تمہیں آزادی جیسی نعمت غیر مترقبہ سے فیض یاب کیا لیکن تم ہو کہ پریشان وحیران نظر آتے ہو حالانکہ یہ خوشی ومسرت اور شادمانی و انبساط کا مقام ہے۔تم فوراً جاؤ اور رب کریم ورحیم کے شکر وشکرانہ کے اظہار کے طور پر غرباء وفقراء میں دیگیں پکا کر تقسیم کرو۔“

صوبیدار علی گوہر عجیب مخمصے میں مبتلا ہو گیا۔وہ حیران بھی تھا اور پریشان

بھی کہ اس کی ملازمت جاتی رہی جبکہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اسے دیگیں پکا کر خوشی و مسرت کا ظہار کرنے کا کہہ رہے ہیں۔ وہ مایوس و اداس ہو کر واپس اپنے گھر آ گیا۔

تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ اسے پتہ چلا کہ اس کی جگہ جو شخص تعینات کیا گیا تھا اس کے زیرِ نگرانی کام کرنے والے سپاہیوں کو کابل والوں نے گرفتار کر لیا۔ جس پر اس صوبیدار کو ذمہ دار قرار دے کر اسے سزا کا مستحق قرار دیا گیا۔ اب صوبیدار علی گوہر کو سمجھ آئی کہ وہاں سے ریٹائرمنٹ واقعی اس کیلئے رب کریم و رحیم کی جانب سے فضل و کرم اور باعث عنایت و رحمت تھی۔ اگر وہ اس عہدے پر ہوتا تو آج سزا کا مستحق قرار دیا جاتا۔ یہ سب حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا اپنے مریدین پر نظرِ التفات کا نتیجہ تھا کہ صوبیدار علی گوہر سزا سے بچ گیا اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی اس نظر التفات میں یقیناً رب رحمٰن و رحیم کی مرضی و منشاء شامل تھی۔

کمانڈر انچیف سے ملاقات

کچھ مدت بعد صوبیدار گوہر علی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دیکھتے ہی اس سے پوچھا:

''علی گوہر! کیا دیگیں تقسیم کر دی تھیں یا بھول گئے تھے؟''

صوبیدار علی گوہر نے کہا: ''حضرت جی! آپ رحمتہ اللہ علیہ کا حکم ہو تو میں اسے کیسے بھول سکتا ہوں! میں نے جاتے ہی دیگیں تقسیم کر دی تھیں۔''

پھر صوبیدار علی گوہر نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا کہ یہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی نظر التفات تھی کہ مجھے ریٹائر کر دیا گیا جو میرے لئے نیک فال ثابت ہوا ورنہ میں بھی اسی طرح سزا کا مستحق ٹھہرتا جس طرح میری جگہ پر تعینات ہونے والے صوبیدار کو سزا دی گئی ہے۔

باتوں باتوں میں صوبیدار علی گوہر کے منہ سے نکلا: ''حضرت جی! اگر میں ملازمت پر بحال رہتا تو رب قادر وقدیر کے فضل وکرم اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کی نظر التفات سے اب تک لیفٹیننٹ کے عہدے تک پہنچ چکا تھا۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے کہا:

''علی گوہر! رب رحمٰن ورحیم تمہیں اب بھی لیفٹیننٹ کے عہدے پر فائز کر سکتا ہے۔ اس کی عطا میں کوئی کمی نہیں ہے۔ اس کی مرضی ومنشاء ہو تو کون سا کام ہے جو نہیں ہو سکتا۔''

صوبیدار علی گوہر نے کہا: ''حضرت جی! اب میں کس طرح لیفٹیننٹ کے عہدے پر فائز ہو سکتا ہوں! میں تو دو سال سے پنشن پر ہوں۔ اب نہ تو میری دوبارہ ملازمت ہو سکتی ہے اور نہ ہی ترقی ہو سکتی ہے۔ یہ سب ممکن نہیں ہے!''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''صوبیدار جی! اگر ایسی بات ہے تو تم پہلی فرصت میں جا کر کمانڈر انچیف سے ملاقات کرو۔ رب قادر وقدیر نے چاہا تو تم ضرور لیفٹیننٹ کے عہدے تک پہنچ جاؤ گے۔''

صوبیدار علی گوہر نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے اس حکم پر دست بستہ عرض کی:

''حضرت جی! یہ کام از حد مشکل ہے بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ ناممکن ہے۔ اتنے بڑے عہدے کے مالک شخص سے ملنا میری بساط سے باہر ہے۔ فوج میں کسی بھی اعلیٰ ترین افسر سے ملاقات آسان کام نہیں ہوتا۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے کہا: ''علی گوہر! تم ایک دفعہ راولپنڈی جا کر تو دیکھو۔ رب تعالیٰ جل شانہ اپنے فضل و کرم سے سب کچھ ٹھیک فرما دیں گے۔ راستے کی تمام رکاوٹیں ان شاء اللہ دور ہو جائیں گی۔''

صوبیدار علی گوہر راولپنڈی جانے کی جرأت پیدا نہ کر سکا۔ کئی بار سوچا بلکہ بار بار سوچا مگر راولپنڈی نہ گیا کیونکہ وہ فوجی تھا اور عسکری آداب و اطوار اور قاعدہ قانون سے واقف تھا۔ وہ پہلے ہی اپنے افسران کا ڈسا ہوا تھا اب اس میں اتنی جرأت و جسارت نہیں تھی کہ فوج کے اعلیٰ ترین افسر کے پاس جائے۔

کوئی ایک مہینہ بعد صوبیدار علی گوہر نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضری دی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے دیکھتے ہی پوچھا:

''علی گوہر! کیا تم راولپنڈی گئے تھے؟''

صوبیدار علی گوہر خاموش رہا تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سمجھ گئے کہ صوبیدار علی گوہر راولپنڈی نہیں گیا۔ بہر حال اس وقت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے خاموشی اختیار کی۔

کچھ عرصہ بعد صوبیدار علی گوہر پھر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا:

''کیا تم راولپنڈی جا کر کمانڈر انچیف سے ملاقات کر آئے ہو؟''

صوبیدار علی گوہر نے کہا: ''حضرت جی! اس میں بہت مشکلات ہیں۔ مجھے ان سے ملاقات کون کرنے دے گا۔ اتنے بڑے افسر کے پاس اتنا وقت کہاں ہوتا ہے کہ وہ مجھ جیسے صوبیدار ریٹائرڈ سے ملاقات کرے!''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اب بہت ہی سنجیدہ ہو کر پر زور الفاظ میں صوبیدار علی گوہر سے کہا:

''علی گوہر! حیلے بہانوں سے کام نہیں چلے گا۔ تاویلیں پیش نہ کرو اور اسی وقت راولپنڈی کیلئے روانہ ہو جاؤ۔ چلو اٹھو اور فوری طور پر راولپنڈی پہنچو اور کمانڈر انچیف سے ملو۔ تمہارا کام بن جائے گا۔''

اب صوبیدار علی گوہر کے پاس سوائے اس کے اور کوئی راستہ نہیں تھا کہ وہ راولپنڈی جائے۔ چنانچہ اس نے تعمیل ارشادِ پیر و مرشد کرتے ہوئے راولپنڈی جا کر دم لیا۔ وہ جیسے ہی وہاں پہنچا تو چند گز فاصلے پر چلتے ہوئے اسے اس وقت کے کمانڈر انچیف جنرل گریسی دکھائی دیئے جو ایک دکان میں سے کچھ خرید رہے تھے۔ صوبیدار علی گوہر نے فوری طور پر آگے بڑھ کر فوجی آداب کے مطابق کمانڈر انچیف جنرل گریسی کو سلام کیا اور آداب بجالایا تو کمانڈر انچیف جنرل گریسی نے صوبیدار علی گوہر کو پہچان لیا کیونکہ ان دونوں کی پہلے دفتری کام کے حوالے سے

ملاقات ہو چکی تھی۔

کمانڈر انچیف جنرل گریسی نے صوبیدار علی گوہر سے پوچھا:

''علی گوہر! تم یہاں کیا کرتے پھر رہے ہو؟ اپنی ڈیوٹی پر نہیں ہو کیا؟''

صوبیدار علی گوہر نے دست بستہ عرض کی:

''جنابِ عالی! دراصل بات یہ ہے کہ میں ریٹائر کیا جا چکا ہوں۔ اب میں باقاعدہ طور پر فوجی ملازمت میں نہیں ہوں بلکہ پنشن لے رہا ہوں۔''

کمانڈر انچیف جنرل گریسی نے کہا:

''علی گوہر! جہاں تک مجھے علم ہے۔ ابھی تو تمہاری ملازمت باقی تھی۔ پھر تمہیں ریٹائر کیوں کر دیا گیا؟''

صوبیدار علی گوہر نے کہا:

''صاحب جی! افسران کی مرضی! میرا قصور تو کوئی نہیں تھا۔ بس مجھے فارغ کر دیا گیا۔ اب میں ریٹائرڈ ہوں۔''

کمانڈر انچیف جنرل گریسی نے صوبیدار علی گوہر سے کہا: ''علی گوہر! تم مجھے کوٹھی پر ملو تاکہ تمہارا کچھ کیا جا سکے۔''

صوبیدار علی گوہر نے دست بستہ عرض کی: ''صاحب جی! وہاں مجھے کون اندر جانے دے گا اور آپ سے ملنے دے گا وہاں تو پروٹوکول کا مسئلہ ہوتا ہے۔''

کمانڈر انچیف جنرل گریسی نے کہا: ''اچھا تو تم ایسا کرو کہ ٹھیک دو بجے

میری کوٹھی کے باہر پہنچ جاؤ۔ میں وہاں پہنچوں گا تو تمہیں بلالوں گا۔ تمہیں کسی قسم کی پریشانی اور تکلیف نہیں ہوگی۔ پہنچنا ضرور۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔''

صوبیدار علی گوہر نے وعدہ کیا کہ وہ وقت مقررہ پر کمانڈر انچیف جنرل گریسی کی کوٹھی کے باہر پہنچ جائے گا اور پھر وہ حسبِ وعدہ دو بجے سے پہلے ہی کمانڈر انچیف کی کوٹھی کے باہر پہنچ گیا۔ جنرل گریسی اپنی گاڑی میں ٹھیک دو بجے اپنی کوٹھی پر پہنچے تو صوبیدار علی گوہر نے انہیں سیلوٹ کیا۔ جنرل گریسی اپنی کوٹھی کے اندر تشریف لے گئے اور پھر تھوڑی دیر بعد ان کا قاصد باہر آیا اور صوبیدار علی گوہر کو اندر لے گیا۔

کمانڈر انچیف جنرل گریسی کے دریافت کرنے پر صوبیدار علی گوہر نے انہیں اپنی ملازمت کے حوالے سے تمام تر تفصیل سے مکمل طور پر آگاہ کیا۔ کمانڈر انچیف جنرل گریسی تمام معاملے کو سمجھ گئے اور کہا کہ:

'علی گوہر! تمہارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ میں ابھی اس کی تلافی کئے دیتا ہوں۔''

اور پھر کمانڈر انچیف جنرل گریسی نے متعلقہ افسران کو خود ہی ٹیلیفون کئے اور ضروری احکامات صادر کئے جن کے مطابق صوبیدار علی گوہر کو سبکدوشی کے وقت سے ہی بحال کر لیفٹیننٹ بنا دیا گیا۔ اس دورانیے کی پوری تنخواہ بھی ادا کی گئی اور یوں صوبیدار علی گوہر لیفٹیننٹ کے عہدے سے ریٹائر ہوئے اور اس عہدے کے مطابق ہی انہیں پنشن ملی۔ یہ سب رب کریم ورحیم کے فضل اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی نظر التفات کا نتیجہ تھا۔

مجھے سید مت کہنا

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک عقیدت مند محمد بخش اپنے بڑے بیٹے کو حافظ قرآن بنانے کا آرزومند تھا۔اس حوالے سے اس نے ہمہ قسم کے جتن کئے اور پوری کوشش وکاوش کی مگر اس کا بیٹا تیسرے پارے میں ایسا پھنسا کہ اس سے آگے نہ بڑھ سکا۔تین سال گزر گئے مگر اس کی حالت جوں کی توں ہی رہی۔

محمد بخش کو اس صورت حال سے سخت پریشانی لاحق ہوئی۔وہ کافی سوچ بچار کے بعد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آیا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ سے پوری بات تفصیل کے ساتھ کی۔وہ اپنے بیٹے کو ہمراہ لایا تھا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ نے چاہا کہ اسے ایسا تعویز دیں کہ اس کے بیٹے کا مسئلہ حل ہو جائے اور وہ قرآن الحکیم حفظ کرنا اس طرح شروع کر دے کہ اسے کوئی رکاوٹ محسوس نہ ہو۔آپ رحمتہ اللہ علیہ نے جب تعویز لکھنے کیلئے قلم دوات منگوایا تو اس نے دست بستہ عرض کی:

''یا حضرت! مجھے تعویز نہ دیجئے۔ بس ایسا کام کیجئے کہ میرا بیٹا قرآن پاک دھڑا دھڑ حفظ کرنا شروع کر دے۔ رب تعالیٰ اس کا سینہ کھول دے اور اس کا حافظہ تیز کر دے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے محمد بخش کے بیٹے کو قریب بلایا۔ اپنی انگلی اپنی زبان پر لگا کر تر کر کے اس کے بیٹے کی زبان سے لگائی اور کہا:

''محمد بخش! جاؤ بیٹے کو لے جاؤ۔ یہ حافظ قرآن ہو جائے گا۔ اگر نہ ہو تو مجھے سید مت کہنا۔''

محمد بخش کے بیٹے کی زبان ایسی رواں ہوئی اور سینہ ایسا کھلا کہ رب قادر و قدیر کی قدرت اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی نظر التفات سے اس نے محض تین ماہ میں پورا قرآن پاک حفظ کر لیا اور اس صحت کے ساتھ یاد کیا کہ رمضان المبارک میں اس نے تراویح میں اس خوبصورتی کے ساتھ قرآن سنایا کہ پیچھے کھڑے حفاظ کو ایک دفعہ بھی لقمہ دینے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ محمد بخش کا بیٹا شبینہ بھی سناتا تھا مگر مجال ہے کہ کبھی کوئی لفظ بھولا ہو۔ یہ سب رب رحمٰن و رحیم کا فضل اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی نظر عنایت تھی۔

کچا موتیا

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک عقیدت مند مستری فضل دین کی آنکھوں میں موتیا اتر آیا۔ ڈاکٹروں نے اسے بتایا کہ دو تین ماہ میں جب موتیا پک جائے گا تو پھر آنکھوں کا آپریشن ہوگا۔ مستری فضل دین افسردہ خاطر

ہو کر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی آنکھوں کے حوالے سے اپنی پریشانی بیان کی۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے کہا کہ وہ سردار الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود بھیجا کرے اور جب اذان میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آئے تو درود پاک پڑھ کر آنکھوں پر لگائے۔ رب رحمٰن ورحیم کے فضل وکرم سے آنکھیں ٹھیک ہو جائیں گی۔

مستری فضل دین نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ہدایت کے مطابق عمل کیا تو پندرہ سال تک اسے آپریشن کی ضرورت نہ پڑی اور اس کی نظر ٹھیک کام کرتی رہی۔ پندرہ سال بعد جب وہ ڈاکٹر کے پاس گیا تو ڈاکٹر نے بتایا کہ ابھی اس کی آنکھوں کا موتیا اسی حالت میں ہے جیسا کہ 15 سال پہلے تھا یعنی ابھی موتیا پکا نہیں تھا اور اسی طرح کچا ہی تھا۔ یہ تھی درود پاک کی برکت اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی نصیحت و ہدایت کہ جس سے مستری فضل دین کی آنکھوں کی بینائی قائم رہی۔ واقعی درود پاک وہ کلام ہے جو ہر مرض کی دوا ہے کیونکہ اسے رب العزت خود اور اس کے فرشتے بھی پڑھتے ہیں۔ اور جس کلام کا ورد ربّ وحدہ' لاشریک خود کرتے ہوں اور تمام فرشتے بھی کرتے ہوں اور تمام صاحبانِ ایمان کو بھی لازم کیا گیا ہو کہ وہ بھی ورد کریں تو اس کلام کی کس قدر اہمیت وافضلیت اور برکت ورحمت ہوگی وہ صرف اور صرف رب علیم وخبیر کی ذات پاک ہی جانتی ہے۔ انسانی عقل کی محدودیت اس کا احاطہ کرنے سے قاصر

ہے۔

بے موسمی مکئی

ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک عقیدت وارادت مند چودھری محمد علی نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس علی پور سیداں میں حاضری دی۔ اس کے ساتھ اس کا چھوٹا بیٹا بھی تھا۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اس وقت اپنی قیام گاہ ''بابِ رحمت'' میں تشریف فرما تھے۔ عقیدت وارادت مندوں کی ایک معقول تعداد اس وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضر تھی۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ہر ایک سے اس کا حال احوال اور حالات و واقعات دریافت کررہے تھے اور اگر کوئی اپنی کوئی مشکل یا پریشانی سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو آگاہ کرتا تھا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ حتی الوسع اس کا حل بیان کررہے تھے۔

یکایک ایسا ہوا کہ چودھری محمد علی کا چھوٹا بیٹا رونے اور ضد کرنے لگا کہ وہ تو مکئی کا سٹہ کھانا چاہتا ہے۔ ان ایام میں مکئی کا موسم نہیں تھا۔ سٹہ کہاں سے آتا؟ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے بچے کو روتے دیکھا تو چودھری محمد علی سے پوچھا: ''محمد علی تمہارا بیٹا کیوں رو رہا ہے؟ کیا چاہتا ہے؟''

چودھری محمد علی نے عرض کی:

''حضورِ والا! یہ ضد کررہا ہے کہ اسے مکئی کا سٹہ لے کر دیا جائے۔ آج کل اس موسم میں مکئی کا سٹہ کہاں سے لاؤں؟ اسے خاموش رہنے کا کہتا ہوں مگر مسلسل ضد کئے جارہا ہے اور روئے جارہا ہے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نے اپنا رنگ دکھایا اور پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے قریب پڑی اپنی الماری میں سے سٹہ نکال کر بچے کو دے دیا۔ بچہ خوش ہو کر قہقہے لگانے لگا۔ وہ مزے مزے سے تازہ مکئی کا سٹہ کھا رہا تھا جبکہ وہاں پر موجود تمام عقیدت وارادت مند حیران و متعجب تھے کہ یہ بے فصل و بے موسم کا مکئی کا تازہ سٹہ کہاں سے آ گیا!! دراصل حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے کسی کی پریشانی دیکھی نہیں جاتی تھی۔ دستِ قدرت آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ذات پر سایہ فگن تھا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ رب کائنات کی عنایت سے لوگوں کے غموں کو خوشیوں میں بدلنے کی حتی المقدور کوشش و کاوش کرتے تھے اور اکثر کامیاب و کامران رہتے تھے۔ بقول شاعر۔

او پیر علی پیر ، پیر جہاں
ہمہ نور بخش و ہمہ نور جہاں
جہاں سر بسر زیر احسانِ او
ہمہ موماناں زیر فرمانِ او

لکڑی اور آگ

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ایک دفعہ موضع بلوآنہ ضلع جھنگ تشریف لے گئے تو وہاں اپنے ایک عقیدت وارادت مند کے گھر بھی گئے۔ وہاں آپ رحمتہ اللہ علیہ مکان کے صحن میں گڑی ایک لکڑی کا سہارا لے کر کچھ دیر بیٹھے رہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ وہاں سے واپس آ گئے مگر کسی برس بعد جب آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت وارادت مند نے اس لکڑی کو نکال کر جلانے کی کوشش کی تو وہ آگ نہیں پکڑتی تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت وارادت مند کی بیوی حیران ہوئی کہ آخر کیا وجہ ہے کہ چولہے میں اس لکڑی کو آگ نہیں لگتی۔ بعدازاں انہیں یاد آیا کہ ان کے پیر ومرشد حضرت جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اس لکڑی سے سہارا لے کر بیٹھے تھے۔ انہوں نے وہ لکڑی تبرک سمجھ کر اپنے پاس محفوظ کر لی۔ کچھ عرصہ بعد وہ لکڑی خود بخود ہی کہیں غائب ہوگئی تاہم ان کے مرشد ومربی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی کراماتی شخصیت کا اثر چھوڑ گئی۔

غیبی امداد

ستمبر1965ء میں جب بھارت نے اپنے غاصبانہ و جارحانہ عزائم کی تکمیل کیلئے پاکستان پر حملہ کر دیا تھا تو چونڈہ کے مقام پر بھارتی شیطانی جنگجوؤں نے ٹینکوں کی ایک کثیر تعداد کے ساتھ پاکپتن کی پاک سرزمین پر اپنے ناپاک قدم آگے بڑھانے کی بزدلانہ حرکت کی جسے پاک فوج کے نڈر و جری جوانوں نے رب قادر و قدیر کی مدد و معاونت سے ناکام و نامراد کر دیا۔

محاذِ جنگ سے علی پور سیداں زیادہ دور نہیں تھا اور اس طرف مقابلہ و مزاحمت کیلئے پاک فوج کی کوئی پلٹن بھی موجود نہیں تھی۔ اس روز آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک ارادت مند حاجی شیخ عبدالکریم ملتانی نے علی پور سیداں میں دن کے وقت حالت بیداری میں بنظر خود دیکھا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے روضے سے باہر آتے تھے۔ کبھی گھر کی جانب جاتے تھے اور کبھی قبرستان کی طرف رخ کرتے تھے۔ گویا آپ رحمتہ اللہ علیہ ایک عجب بے قراری کی کیفیت میں تھے۔

اور پھر لوگوں نے یہ منظر کھلی آنکھوں سے دیکھا کہ بھارتی فوج علی پور سیداں کی طرف رخ کرتی تھی اور اسے پاک فوج کی جانب سے وہاں کسی قسم کی مزاحمت کا سامنا بھی نہیں تھا مگر بھارتی فوج بہ ہزار کوشش آگے نہیں بڑھ سکتی تھی۔ ان کے قدم گویا بیڑیوں میں جکڑے گئے تھے۔ وہ لوگ آگے آنے کی خواہش دلوں ہی میں لئے واپس لوٹ جاتے تھے۔ ایک غیبی قوت و طاقت تھی جو

انہیں آگے نہیں بڑھنے دیتی تھی۔ یوں رب قادر وقدیر کی مدد اور اعانت سے علی پور سیداں بھارتی فوج کی دست برد سے محفوظ و مامون رہا اور یہ سب رب رحمٰن و رحیم کا حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ پر فضل و کرم تھا کہ جو واضح طور پر اپنا رنگ دکھا رہا تھا۔ بقول شاعر

گو بظاہر دور ہیں لیکن ہیں باطن میں قریب
آپ ؒ کا فیضانِ روحانی ہے بے شک لازوال

مار پیٹ سے بُرا حال

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک عقیدت و ارادت مند نے اپنے کھیت میں مویشیوں کیلئے شفتل بوئی۔ جب وہ تیار ہوئی تو اس نے محسوس کیا کہ کوئی شخص رات کے لمحات میں کافی ساری شفتل کاٹ کر لے جاتا ہے۔ وہ رات کو سونے کیلئے بستر پر لیٹا تو اس کے دل میں بار بار خیال آیا کہ اس کے پیر و مربی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے تو اس سے فرمایا تھا کہ اس کی شفتل کی ایک پتی بھی چوری نہیں ہوگی مگر یہ تو کافی نقصان ہو گیا ہے۔ خدا معلوم کیا وجہ ہے؟

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے اس عقیدت مند کے پاس دوسرے ہی روز گاؤں کا ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے برملا اقرار کیا کہ اس کی شفتل اس نے چرائی تھی۔ اس نے گڑگڑا کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت و ارادت مند سے معافی طلب کی اور کہا کہ وہ اس کا نقصان پورا کرنے کیلئے تیار ہے۔ اس نے از خود بتایا

کہ اس نے رات کو خواب میں دیکھا کہ اسے کھیت کے مالک نے شفتل چوری کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا ہے اور اس قدر مارا پیٹا ہے کہ اس کا برا حال کر دیا ہے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت و ارادت مند اور کھیت کے مالک کو اب ساری بات سمجھ آگئی کہ اس کے دل میں جو خیال آیا تھا اس کی وجہ سے اس کا نقصان شفتل کے چور نے خود آ کر پورا کر دیا۔ یوں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی کہی ہوئی بات سچ ہوگئی۔

وہ سید ، وہ جید ، وہ میر حقیقی
مریدوں کے وہ دستگیر حقیقی

موسم کے بپھرے تیور

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے بعض عقیدت و ارادت مند ایسے بھی تھے جو اپنے ساتھ بیتے کسی نہ کسی واقعے کے نتیجے میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی مریدی میں آ کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں داخل ہوئے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ سے عقیدت رکھنے والا ایک پٹواری نبی بخش ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کی غرض سے اپنے گھر سے روانہ ہوا تو تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ راستے میں بارش نے آلیا۔ بارش یکا یک تند و تیز ہوگئی جس میں ژالہ باری بھی شروع ہوگئی۔ یوں موسم انتہائی خوفناک و خطرناک حد تک گھمبیر ہوگیا۔ ایسی صورت حال میں پٹواری نبی بخش کو

وسوسوں نے آن گھیرا اور اس نے یہی فیصلہ کیا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی طرف جانے کی بجائے اپنے گھر واپسی کی راہ لی جائے۔

نبی بخش پٹواری نے جیسے ہی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی طرف جانے کی بجائے اپنے گھر کی جانب رخ کیا اور چند قدم آگے بڑھائے تو اس کے سر پر اس قدر زوردار اولے پڑے کہ وہ گھبرا کر رک گیا۔ تھوڑی دیر اس نے سوچا۔ پھر اس نے علی پور سیداں کی جانب چلنا شروع کر دیا تو اولے اس پر گرنا بند ہو گئے۔ ژالہ باری اگرچہ پوری شدت کے ساتھ جاری تھی مگر وہ اس کی دست برد سے محفوظ و مامون تھا۔

نبی بخش پٹواری نے پھر خیال کیا کہ خدا معلوم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ تک پہنچتے پہنچتے موسم کی طغیانی کا کیا حال ہو اور کیا خبر کہ وہ علی پور سیداں میں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ تک پہنچ بھی پائے یا نہیں کیونکہ نہ تو بارش رک رہی تھی اور نہ ہی ژالہ باری میں کمی آ رہی تھی بلکہ موسم کے تیور بپھرے ہوئے شیر کی طرح لمحہ لمحہ تیز سے تیز تر ہوتے جا رہے تھے۔

اس خیال کے آتے ہی نبی بخش پٹواری نے اک بار پھر اپنے گھر کی جانب پلٹ کر تیز تیز قدم بڑھانا شروع کر دیئے مگر وہ جیسے ہی اپنے گھر کی جانب بڑھتا تھا اولے اتنی شدت کے ساتھ اس کے سر پر برستے تھے کہ اس کا دل دہل جاتا تھا اور اس کا جسم کانپ کانپ جاتا تھا۔

اس نے گھبرا کر علی پور سیداں کی جانب رخ کیا تو پھر وہی صورت حال

ہوئی۔ اولے گرتو رہے تھے مگر اسے کسی قسم کا گزند نہیں پہنچا رہے تھے۔ اس کے نزدیک گرتے تھے مگر اس کے سر پر نہیں گرتے تھے۔ دو چار دفعہ جب ایسا ہوا تو بالآخر اس نے یہی فیصلہ کیا کہ علی پور سیداں کی جانب ہی سفر کیا جائے۔ وہ کبھی ہلکے اور کبھی تیز قدموں کے ساتھ علی پور سیداں کی جانب بڑھتا رہا اور بارش و ژالہ باری سے بالکل محفوظ رہا۔ موسم کی شدت میں کمی نہیں آئی تھی مگر اسے کسی قسم کی تکلیف یا پریشانی کا سامنا نہیں تھا۔

نبی بخش پٹواری بالآخر علی پور سیداں پہنچ گیا۔ اس نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی۔ اس وقت علی پور سیداں میں نہ تو کسی قسم کی بارش ہو رہی تھی اور نہ ہی ژالہ باری کا کوئی وجود تھا۔ وہاں کا ماحول مکمل پرسکون تھا۔

جب نبی بخش پٹواری نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے نبی بخش پٹواری کو دیکھتے ہی کہا:

''نبی بخش! اتنی تند و تیز بارش اور اس قدر شدید ژالہ باری میں تمہیں نہیں آنا چاہئے تھا۔''

اور نبی بخش کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی زبان سے یہ الفاظ سنے۔ وہ حیران تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو کس طرح پتہ چل گیا کہ راستے میں اس قدر تیز بارش اور بہت شدید ژالہ باری تھی۔ ایک تجربہ و مشاہدہ وہ پہلے ہی راستے میں کر چکا تھا دوسرا اب ہوا تو اس کی

دنیا ہی بدل کر رہ گئی۔ وہ بے اختیار حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں میں گر گیا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں داخل ہو گیا۔

چودھری کی چوری

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز ڈاکٹر غلام حیدر کے والد چودھری جمال دین کو ایک دفعہ دورانِ سفر رات ہو گئی تو اس نے رات کے لمحات میں آرام کی خاطر جگہ تلاش کی۔ کچھ ہی فاصلے پر ایک مسجد دکھائی دی تو اس میں چودھری جمال دین نے رات بھر قیام کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس مسجد میں اور لوگ بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔

چودھری جمال دین سو رہا تھا تو کسی نے اس کی جیب میں سے رقم چرانے کی کوشش کی۔ ٹھیک اسی وقت چودھری جمال دین نے حالت خواب میں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے کہا:

''چودھری! ہوش کرو۔ تم سو رہے ہو اور چور تمہاری جیب سے رقم چرا کر لے جائے گا۔''

اسی لمحے چودھری جمال دین کی آنکھ کھل گئی تو وہ اٹھ بیٹھا۔ جیسے ہی وہ اٹھا تو چور دور ہٹ گیا۔ چودھری جمال دین نے اِدھر اُدھر دیکھا مگر اسے کچھ نظر نہ

آیا۔ وہ بے خوف ہو کر سو گیا۔ چور نے چودھری کی چوری کرنے کیلئے پھر کوشش کی تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے پھر جگا دیا مگر چودھری جمال دین نے پھر چاروں جانب نظر گھمائی تو اسے کوئی بھی نظر نہ آیا کیونکہ چودھری جمال دین کے جاگنے سے چور بھاگ کر دور ہو گیا تھا۔

چودھری جمال دین پھر لمبی تان کر سو گیا۔ چور بھی اپنی دھن کا پکا تھا۔ وہ پھر آدھمکا۔ اس نے تیسری بار پھر کوشش کی تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے چور کا ہاتھ چودھری جمال دین کے ہاتھ میں تھما دیا اور کہا: ''لو پکڑو چور کو''۔ چودھری جمال دین کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ واقعی اس نے بڑی مضبوطی کے ساتھ چور کا ہاتھ پکڑا ہوا ہے۔

چور نے چودھری جمال دین کا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی مگر چودھری جمال دین تو اب جاگ چکا تھا۔ اس نے چور کو بھاگنے نہیں دیا اور اپنی گرفت اس قدر مضبوط کر لی کہ چور بہ ہزار کوشش اپنے آپ کو چھڑا نہ سکا۔ اب اس نے چودھری جمال دین سے معافیاں مانگنی شروع کر دیں۔ اس کے پاؤں پکڑ لئے اور قسمیں کھا کر کہنے لگا کہ وہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کرے گا۔ چودھری جمال دین نرم طبیعت کا مالک تھا۔ اس نے چور کو معافی دے دی اور اسے نصیحت کر کے چھوڑ دیا تاہم چودھری جمال دین پر یہ بات واضح ہو گئی کہ اس کے مرشد و مربی نے اس کی حالت خواب میں بھی مدد و معاونت کی ہے اور اسے لٹنے سے بچایا ہے۔ سچ ہے کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے عقیدت و ارادت مندوں کے

ساتھ ایسی ہی محبت وشفقت فرماتے تھے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نہ صرف اپنے عقیدت وارادت مندوں کی امداد واعانت فرماتے تھے بلکہ ان کے بچوں پر بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی نظر التفات رہتی تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے عقیدت وارادت مندوں کی اولاد کو کسی تکلیف و پریشانی میں دیکھتے تھے تو رب رحمٰن ورحیم کی منشاء ومرضی اور اس ذات پاک کی عطا کردہ عنایت وطاقت سے ان کی مدد ومعاونت کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے تھے۔ یہ آپ رحمتہ اللہ علیہ پر رب العزت کا فضلِ خاص اور کرمِ خصوصی تھا کہ جسے آپ رحمتہ اللہ علیہ خلقِ خدا کی خدمت ومعاونت کیلئے بروئے کار لاتے تھے۔ بقول شاعر۔

رحمت و فضلِ کردگارش ذات

مظہرِ خلق مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ست صفات

ہمچو جدّ خودش رؤف و رحیم

کعبۂ دین و قبلۂ حاجات

دروازے کو کنڈی کس نے لگائی؟

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک عقیدت وارادت مند حاجی جلال الدین کا ایک دشمن اس سے سخت مخالفت رکھتا تھا۔ وہ ہمہ وقت اسی کوشش وفکر میں رہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح حاجی جلال الدین کو نقصان

پہنچائے۔ اس کا مقصد محض یہی تھا کہ حاجی جلال الدین کو تکلیف واذیت دی جائے۔ اس حوالے سے اس نے کئی مذموم تدابیر کیں مگر ہر بار ناکام ونامراد رہا۔

ایک روز وہ کسی نہ کسی طرح حاجی جلال الدین کے آٹھ نو برس کے لاڈلے فرزند خوشی محمد کو پکڑ کر اپنے گھر لے گیا۔ وہ اس معصوم وکمسن بچے کو اذیت دے دے کر مارنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے اس ناپاک منصوبے کی تکمیل کیلئے خوشی محمد کو رسیوں سے جکڑ کر چارپائی پر لٹا کر مضبوطی سے باندھ دیا اور تیز دھار ٹوکہ لے کر خوشی محمد کے جسم پر ضربیں لگانے لگا۔ درد کے مارے خوشی محمد نے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ خوشی محمد کو یقین ہو گیا کہ اب وہ اپنے والد کے اس دشمن کے ہاتھوں موت کے منہ میں چلا جائے گا۔

اور پھر اچانک خوشی محمد نے دیکھا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں اور آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دشمن کے ہاتھ سے تیز دھار ٹوکہ چھین کر دور پھینک دیا ہے اور دشمن کو اس کمرے سے ہی باہر نکال دیا ہے کہ جس میں بند کر کے وہ خوشی محمد کو مار رہا تھا۔

پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ خوشی محمد کے پاس آئے۔ اس کے زخموں پر اپنا لعابِ دہن لگایا جس سے اسے تکلیف و درد میں افاقہ ہوا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اندر سے کمرے کی زنجیر لگا دی اور جیسے تشریف لائے تھے اسی طرح تشریف لے گئے۔

اسی اثناء میں خوشی محمد کے والد حاجی جلال الدین کو کسی ذریعہ سے اطلاع

ہوگئی کہ اس کے معصوم بیٹے کو اس کا دشمن پکڑ کر لے گیا ہے۔ اس نے فوری طور پر مقامی پولیس کو مطلع کیا۔ پولیس نے حاجی جلال الدین کے دشمن کے مکان کو گھیرے میں لے لیا۔ وہ معصوم خوشی محمد کو ڈھونڈتی ہوئی اس کمرے تک پہنچ گئی جہاں خوشی محمد بند تھا۔ پولیس کے سپاہیوں نے دروازہ کھولنا چاہا مگر دروازہ تو اندر سے بند تھا اور اسے کھولنے والا بھی کوئی نہیں تھا۔ پولیس کے سپاہیوں نے کچھ دیر دروازہ کھٹکھٹایا مگر کسی قسم کا جواب نہ ملنے کے باعث دروازہ توڑ کر اندر داخل ہو گئے۔

پولیس کے سپاہیوں کی حیرت کی حد نہ رہی جب انہوں نے دیکھا کہ دروازہ کو اندر سے کنڈی لگی ہوئی تھی جبکہ اندر سوائے خوشی محمد کے اور کوئی بھی شخص موجود نہیں تھا اور خوشی محمد بھی چارپائی پر لیٹا رسیوں میں جکڑا زخموں سے چُور چُور پڑا تھا۔ اب مسئلہ یہی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ دروازہ کو اندر سے کنڈی کس نے لگائی اور اگر کسی نے لگائی بھی تو وہ خود کیسے باہر گیا جبکہ اس کمرے سے باہر جانے کا کوئی اور راستہ بھی نہیں تھا۔ اور یہ سب معاملہ صرف اور صرف حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی بچوں سے محبت وشفقت اور خصوصاً اپنے عقیدت وارادت مندوں کی اولاد پر بھی نظر التفات کا مظہر تھا۔

بچہ گیا تو کہاں گیا؟

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا ایک عقیدت وارادت مند سید شہاب الدین موسم گرما کی ایک رات کو ایک دفعہ اپنے گھر کی چھت پر اپنے اہلِ

خانہ کے ہمراہ سو رہا تھا کہ آدھی رات کو اچانک اس کی آنکھ کھلی تو وہ کانپ کر رہ گیا کیونکہ اس نے دیکھا کہ اس کا تین سالہ بیٹا چارپائی پر موجود نہیں تھا۔ اس نے اسی لمحے تمام گھر والوں کو جگا دیا اور رونے دھونے لگا۔ پریشانی کے عالم میں تمام گھر والوں نے بچے کو تمام گھر میں تلاش کیا مگر بچہ کسی جگہ بھی نہیں تھا جبکہ مکان کا صدر دروازہ بھی اندر سے بند تھا۔ باہر جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

بچے کی والدہ نے اک ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ وہ زور زور سے چیخنے چلانے لگی اور آہ و بکا کرنے لگی۔ اس کی آواز سے محلے داروں کی اکثریت جاگ گئی۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ بچہ گیا تو کہاں گیا اور گیا تو کیسے گیا؟ اگر کوئی اسے اٹھالے گیا تو وہ کس راستے سے باہر گیا؟

پریشانی و حیرانی اور افراتفری کے اس عالم میں یکا یک نیچے گلی سے بچے کی آواز آئی ''اماں جی! میں آ گیا ہوں۔'' اس آواز نے سب کو چونکا دیا۔ اوپر سے باہر گلی میں دیکھا تو واقعی بچہ کھڑا تھا اور اس کے ساتھ ایک بزرگ بھی موجود تھے۔ یہ منظر سید شہاب الدین کے گھر آئے ہوئے مہمانوں نے دیکھا تو سید شہاب الدین کو اطلاع دی۔

سید شہاب الدین اور اس کے گھر والے دوڑے ہوئے نیچے گلی میں پہنچے۔ صدر دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہاں بچہ تو موجود تھا مگر جس بزرگ کا حوالہ وہاں ٹھہرے ہوئے مہمانوں نے دیا وہ وہاں موجود نہیں تھے۔ ایک عجب سی رمز تھی جو کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ سب لوگ حیران و ششدر تھے۔ سید شہاب

الدین اپنے مہمانوں سے بار بار پوچھتے تھے کہ کیا واقعی ایک بزرگ اس کے بچے کے ساتھ موجود تھے؟ ہر دفعہ جواب اثبات میں ملتا تھا مگر وہ بزرگ گئے تو اتنی جلدی کہاں گئے حالانکہ وہ لوگ انتہائی تیزی اور سرعت کے ساتھ نیچے پہنچے تھے۔

اگلے ہی روز محلہ دار دکاندار نے سید شہاب الدین سے پوچھا: ''شاہ جی! کل رات آپ کا بیٹا کہاں تھا۔'' سید شہاب الدین نے اس دکاندار کو بتایا کہ گزشتہ شب اس کا بیٹا گم ہو گیا تھا اور پھر اچانک گھر پہنچ گیا تھا۔ اس پر اس دکاندار نے سید شہاب الدین کو بتایا کہ:

''شاہ جی! کل رات کوئی ایک بجے کے بعد ایک بزرگ نے آ کر مجھے سوتے سے جگایا اور دکان کھلوائی۔ اس نے اپنے ساتھ ایک بچہ چھوٹا سا لیا ہوا تھا۔ اس بزرگ نے اس بچے کیلئے مجھ سے مٹھائی خریدی اور اسے کھلائی۔ اگرچہ رات کا وقت تھا مگر میں نے اچھی طرح پہچان لیا تھا کہ وہ آپ ہی کا بیٹا تھا مگر میں اس بزرگ کو نہیں پہچان پایا۔ آخر معاملہ کیا تھا؟''

سید شہاب الدین نے اس دکاندار سے مٹھائی خریدنے والے بزرگ کا حلیہ اور شکل و شباہت پوچھی تو اُس نے نشانیاں بتائیں وہ واضح طور پر اس امر کی شاہد تھیں کہ وہ بزرگ صرف اور صرف حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ہی تھے۔ یہ واقعہ بھی اس حقیقت کا غماز ہے کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ بچوں سے کس درجہ شفقت و محبت رکھتے تھے۔

بانجھ بیوی

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ایک عقیدت مند ذیلدار اکرم بٹ سے خیریت دریافت کرنے کے بعد پوچھا: ''اکرم! تمہارے کتنے لڑکے ہیں؟''

آپ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ سوال سنتے ہی ذیلدار اکرم بٹ آبدیدہ ہوگیا اور سرد آہ بھر کر بولا: ''حضرت جی! میرا بیٹا کیسے ہوگا؟ میری بیوی تو بانجھ ہے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے انتہائی شفقت و محبت بھرے لہجے میں ذیلدار اکرم بٹ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''اکرم! رب قادر و قدیر کی بارگاہ سے مایوسی گناہ ہے۔ رب رحمٰن و رحیم نے چاہا تو تمہارے ہاں اولاد ضرور ہوگی۔ رب العزت کی ذات پاک ہر چیز پر قدرت رکھتی ہے۔ اس کے خزانے میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ ان شاء اللہ وہ وقت ضرور آئے گا جب تمہارے گھر آنگن میں بچہ کھیل رہا ہوگا۔''

اور پھر چشم زمانہ نے دیکھا کہ جب تین سال بعد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے ذیلدار اکرم بٹ نے ملاقات کی تو اس کے ہمراہ ایک خوبصورت بیٹا تھا۔ اس نے بتایا کہ:

''حضرت جی! یہ سب آپ رحمتہ اللہ علیہ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے اور رب قادر و قدیر کی عنایت و قدرت کی زندہ و تابندہ مثال ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بالکل صحیح کہا تھا کہ رب تعالیٰ کے خزانے میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ میں رب رحمٰن و

رحیم کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے اولاد کی نعمت سے نوازا اور وہ بھی اولادِ نرینہ عطا کی۔"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے بس اتنا کہا: "اکرم! یاد رکھو کہ رب وحدہٗ لاشریک کی ذات پاک ہر شے پر قادر ہے۔"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونے والے افراد مختلف فکر و ذہن کے حامل ہوتے تھے۔ ایک معقول تعداد ان ارادت مندوں کی تھی جو کسی اور ارادت مند کی فلاح کی خاطر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ظاہر کردہ کرامت کو اپنی نظروں سے دیکھ کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضری دیتے تھے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو کر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں داخل ہو جاتے تھے۔

کچھ افراد پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی نظر التفات اپنا جلوہ دکھاتی تھی تو وہ بھی اس سے متاثر ہو کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو جاتے تھے اور اپنی مریدی کو اپنے لئے باعثِ فخر و اعزاز سمجھتے تھے اور دوسروں کو بھی ترغیب و تلقین کرتے تھے کہ وہ بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر احکامِ اسلام کی پابندی کریں اور اپنی دنیا و آخرت کو سنواریں۔

کچھ لوگ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے وعظ و ارشاد اور تبلیغ و اشاعتِ اسلام سے اس قدر اثر قبول کرتے تھے کہ نہ صرف سچے اور پکے مسلمان ہو جاتے تھے بلکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ سے درخواست کر کے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی مریدی اختیار کر

لیتے تھے۔

ایسے افراد کی بھی کمی نہیں تھی جو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مریدین سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے بارے سن کر اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے کردار اور محاسن سے متاثر ہو کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حلقۂ ارادت میں داخل ہونے کیلئے حاضر ہوتے تھے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت ہو کر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا حصہ بن جاتے تھے۔

اور ایسے افراد کی تعداد بھی قابلِ ذکر تھی جو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مریدین کے عزیز واقارب ہونے کے ناتے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی مریدی اختیار کرتے تھے۔

کہانی ایک جاسوس کی

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے ارادت مندوں اور یارانِ طریقت کے ہمرکاب حلقۂ ذکر وفکر منعقد کیا کرتے تھے۔ مقصد محض باطنی پاکیزگی اور قربِ الٰہی کا حصول ہوتا تھا۔ چونکہ ذکرِ الٰہی ہی سے قربِ الٰہی ملتا ہے اسی لئے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ذکرِ الٰہی کا خاص اہتمام وانصرام فرماتے تھے۔ حلقۂ ذکرِ الٰہی میں صرف اور صرف یارانِ طریقت کو شمولیت کی اجازت ہوتی تھی تاکہ تقدس وتوقیر کے تمام تر لوازمات تمام تر تمازت کے ساتھ برقرار رہیں اور کوئی ناواقف وناآشنا اس میں خرابی پیدا نہ کرسکے۔ ظاہر ہے ہر قسم کی عبادت و ریاضت کے اپنے اصول وضوابط اور اپنے آداب و مضمرات ہوتے ہیں جنہیں ملحوظِ خاطر رکھنا ہوتا ہے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ایک دفعہ جب جموں تشریف لے گئے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمرکاب معقول تعداد میں ارادت منداور یارانِ طریقت تھے۔ جموں میں موجود یارانِ طریقت بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت

اقدس میں لمحہ لمحہ رہنے کی پوری کوشش و کاوش کرتے تھے۔ ایسی سعید ساعتوں میں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ دریائے توی کے پرسکون وراحت افزا کنارے پر روزانہ حلقۂ ذکرِ الٰہی کا اہتمام فرماتے تھے جس میں صرف یارانِ طریقت ہی شامل ہوتے تھے۔ قلوب واذہان کو منور و معطر کرنے کا یہ ایک نادر و نایاب موقع ہوتا تھا جہاں الابذکراللہ تطمئن القلوب کی عملی تفسیر نظر آتی تھی۔

اک روز حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی سرکردگی و رہنمائی یہ حلقۂ ذکرِ الٰہی منعقد ہوا تو اک فاسق العقیدہ شخص بھی اس میں شامل ہو گیا۔ وہ درا صل آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مخالفین و حاسدین کی جانب سے بھیجا گیا تھا اور محض جاسوسی کی غرض سے آیا تھا تاکہ معلوم کر سکے کہ حلقۂ ذکر میں کیا ہوتا ہے۔

حلقۂ ذکرِ الٰہی کا حسبِ معمول آغاز ہوا تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ہدایت کی کہ منہ اور آنکھیں بند کر کے رب وحدہٗ لاشریک کا تصور لا کر ذکرِ الٰہی شروع کیا جائے اور پھر گردن جھکا کر بائیں جانب اپنے اپنے قلب پر سانس ماری جائے۔ یہ ایک مقررہ قاعدہ تھا جس کے مطابق حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ذکر کرایا کرتے تھے۔

حلقۂ ذکر میں موجود فاسد العقیدہ شخص نے آنکھیں تو بند نہ کیں بلکہ کنکھیوں سے دیکھتا رہا البتہ گردن جھکا کر زبان سے آہستہ آہستہ لاحول پڑھتا رہا۔ چونکہ وہ جاسوسی کی غرض سے آیا تھا اس لئے وہ آنکھیں کیسے بند کر سکتا تھا بلکہ اس کی نگاہ تو چاروں طرف تھی اور وہ صورت حال کا مکمل جائزہ چھپ کر لے رہا

تھا مگر اسے یہ خبر نہ تھی کہ رب قادر وقدیر کی قدرت سے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اس کے خبثِ باطن کو جان لیں گے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے دورانِ ذکرِ محفل میں موجود جملہ شرکت کنندگان پر توجہ فرمائی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کو علم ہو گیا کہ گو کہ اس شخص نے گردن جھکائی ہوئی ہے مگر اس کی آنکھیں نیم وا ہیں جبکہ وہ زبان سے لاحول پڑھ رہا ہے۔ آپؒ نے اسی لمحے اس سے مخاطب ہو کر بہ آواز بلند کہا:

''میاں! تم لاحول ہی پڑھو مگر آنکھیں بند رکھو۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زبان سے جیسے ہی یہ جملہ ادا ہوا اور فاسد العقیدہ شخص کے کانوں تک پہنچا تو وہ اسی لمحے ہی بے ہوش و بے حس ہو کر فرش پر گر پڑا اور حلقۂ ذکر کے اختتام تک یوں ہی پڑا رہا۔ جب حلقۂ ذکر ختم ہوا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ارادت مندوں سے کہا کہ اس شخص کو اسی حالت ہی میں اٹھا کر لے جاؤ۔ اسے اس کے ان ساتھیوں تک پہنچا دو کہ جنہوں نے اسے یہاں جاسوسی کیلئے بھیجا ہے اور اس کے ساتھیوں سے ببانگِ دہل کہہ دو کہ وہ اس کو کسی صورت بھی ہوش میں نہیں لاسکیں گے چاہے اس کا کسی بھی ڈاکٹر سے علاج کرا لیں اور چاہے کیسی ہی دوائی دے دیں۔ اگر یہ ہوش میں آ گیا تو ان سے کہہ دینا کہ اس صورت میں انہیں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی جانب سے منہ مانگا انعام ملے گا۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ارادت مندوں نے اس شخص

کو اٹھا کر اس کے حواریوں کے حوالے کیا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کا چیلنج بھی بتایا۔ اس فاسد العقیدہ شخص کے حواریوں نے مقدور بھر کوشش و کاوش کی۔ بڑے سے بڑے ڈاکٹر سے رجوع کیا مگر وہ اپنے ساتھی کی بے ہوشی ختم نہ کر سکے۔ جب وہ عاجز آ گئے تو پھر آخر کار حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دست بستہ عرض کی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ ہی اسے ہوش میں لے آئیے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے کلامِ الٰہی پڑھ کر اس شخص پر دم کیا تو وہ اسی لمحے ہوش میں آ گیا۔ وہ شخص اور اس کے حواری حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی یہ کرامت دیکھ کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ولایت کے قائل ہو گئے۔ انہوں نے اپنے فاسد عقائد سے توبہ کی اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے۔ بقول شاعر

سینکڑوں مردہ دلوں کو آپؒ نے زندہ کیا
آپؒ کا رشد و ہدایت تھا یقیناً بے مثال
سیّد و شاہ جماعت حاجی ابنِ علیؒ
نقشبندی عارفِ حق، ذاکر و احسن خصال

اور وہ کانا ہو گیا

ایک دفعہ جہلم میں کوٹ عبد الخالق کے مقام پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت و ارادت مندوں نے ایک بھرپور جلسے کا اہتمام کیا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ وہاں تشریف لا کر اجتماعِ کثیر و جم غفیر سے وعظ و نصیحت فرمائیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دعوت قبول فرمائی اور وہاں تشریف لے گئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمرکاب عقیدت و ارادت مندوں اور یارانِ طریقت کے ساتھ ساتھ علماء و فضلاء کی ایک معقول تعداد بھی تھی۔

تلاوتِ کلامِ ربّانی سے جلسے کا آغاز ہوا تو پھر نعت خوانوں نے مدحتِ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے محفل کو تا دیر گرمائے رکھا۔ لوگوں کا اک ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا جو اپنی پوری جولانی کے ساتھ جلوہ گر تھا۔ ہر چہرہ خوش رنگ اور ہر قلب عشقِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے خوشبو ترنگ تھا۔

نعت خوانی کے دور کے بعد دوسرے علماء و فضلاء نے اپنے اپنے انگ میں اور اپنے اپنے ڈھنگ سے وحدانیت و رسالت پر خیالات کا اظہار کیا۔ صدرِ

محفل حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ آخر میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کو دعوتِ خطاب دی گئی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فکر انگیز دلائل کے ساتھ وحدانیت و رسالت کے مختلف پہلوؤں پر سیر حاصل گفتگو کی۔

اپنے خطاب کے فوراً بعد یکا یک آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اعلان کیا کہ

''جو آنکھ ایک سچے اور کھرے مسلمان اور مردِ مومن کو عداوت و مخالفت کی نظر سے دیکھے گی وہ نہیں رہے گی۔''

حاضرینِ محفل اسی حیرانی میں تھے کہ یہ جملہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کس وجہ سے کہا ہے کہ انہوں نے بچشمِ خود مشاہدہ کیا کہ جلسہ گاہ میں موجود ایک شخص کی ایک آنکھ باہر نکل پڑی اور وہ کانا ہو گیا۔ درد کی شدت سے اس کی چیخوں کی آواز دور دور تک پہنچی اور پھر لوگوں کی سمجھ میں آ گیا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے وہ جملہ کیوں کہا تھا اس صورت حال کو دیکھ کر جس کسی کے دل میں بھی تھوڑی بہت کدورت تھی اور وہ مسلمانوں کے خلاف بغض و عناد رکھتا تھا اس نے توبہ کی اور کسی مردِ مومن و مردِ حق سے عداوت و مخاصمت کے جذبات کو ختم باد کیا۔ یہ بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اک کرامت تھی جس نے بہت سے لوگوں کی اصلاح کی۔

کمر کے آر پار پگڑی

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ وعظ و ارشاد اور تبلیغ و نصیحت کیلئے ایک دفعہ کشمیر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے قیام کے دوران مختلف افراد سے ملاقاتیں کیں۔ اسلامی مسائل و دینی موضوعات پر کچھ

لوگوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے مشاورت بھی کی اور تبادلہ خیالات بھی کیا۔ باتوں باتوں میں نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کا ذکر ہوا تو لوگوں میں اس حوالے سے بحث اور گفتگو ہوئی۔ بعض افراد نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے کے حوالے سے بات شروع کر دی۔ یوں کچھ لوگ اپنی اپنی رائے دینے لگے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا:

''یاد رکھو کہ انسانی عقل ناقص و نامکمل ہے۔ وہ صرف اتنا ہی جان سکتی ہے جتنا رب قادر و قدیر اسے استطاعت عطا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عقلِ انسانی ہر شے کا ادراک رکھنے سے یکسر قاصر و عاجز ہے۔ تم ہر بات کو ناقص و نامکمل عقل کی کسوٹی پر نہیں پرکھ سکتے۔ اسی لئے جس بات کا ادراک عقلِ انسانی نہیں کر سکتی اس پر بحث نہیں کرنا چاہئے۔ اگر تم لوگ اس بات کا عملی ثبوت چاہتے ہو تو میں ابھی پیش کئے دیتا ہوں۔ یہ لو میری پگڑی اور دو آدمیوں کو بلاؤ اور انہیں اس پگڑی کے دونوں سرے پکڑاؤ۔ پھر ان سے کہو کہ وہ اس پگڑی کو میری کمر کے درمیان سے گزاریں۔ آپ لوگ دیکھیں گے کہ ایسا ہو جائے گا۔ اگر ایسا ہو سکتا ہے تو پھر میرے آقا جی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نور ہو سکتے ہیں۔ رب قادر و قدیر جو چاہے جسے جتنا مرتبہ و مقام دے۔ ہمیں کیا اختیار ہے کہ ہم اس پر بحث کریں؟''

اور پھر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے فرمان و ارشاد کے مطابق اس محفل میں موجود دو افراد نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی پگڑی آپ رحمتہ اللہ علیہ سے لے کر اس کے دونوں سرے پکڑ کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی کمر پر رکھ کر کھینچی تو

وہ واقعتاً آپ رحمتہ اللہ علیہ کی کمر کے آر پار گزر گئی اور حاضرین حیران و ششدر ہو کر دیکھتے رہ گئے۔ جس نے بھی یہ ایمان افروز منظر دیکھا اس نے رب قادر و قدیر کی قدرت و عنایت کی تعریف و توصیف کی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کو رب رحمٰن و رحیم کی جانب سے عطا کردہ قوتِ کرامت کا اعتراف کیا۔

گُڑ کا کڑھاؤ

ایک دفعہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے چند سر کردہ مریدین کی کسی اور پیر کے مریدوں سے اس بات پر بحث ہوگئی کہ کس کا پیر زیادہ کامل ہے! آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مریدین اس بات پر مُصر تھے کہ ان کا پیر کامل ہے جبکہ دوسرے پیر کے مریدین اس بات پر بضد تھے کہ ان کا پیر زیادہ کامل ہے! بحث چلتی رہی۔ مختلف دلائل و براہین پیش کئے گئے مگر دونوں طرف سے مریدین اپنی اپنی بات پر ڈٹے اور اڑے رہے۔ فیصلہ ہونے میں نہیں آ رہا تھا کہ کس کا پیر زیادہ کامل ہے۔

بالآخر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مریدِ کامل نے دوسرے پیر کے مریدوں کو چیلنج دیا کہ گڑ بنانے والے پانچ فٹ گہرے کڑھاؤ کے اندر آگ جلائی جائے اور اس آگ کے اندر جو مرید داخل ہوگا اور آگ اسے نہیں جلائے گی تو اسی مرید کا پیر کامل و اکمل ثابت ہو جائے گا۔

اور پھر حسبِ چیلنج گڑ بنانے والے وسیع و عریض کڑھاؤ کو ایک مخصوص جگہ پر رکھ کر اس میں آگ بھڑکائی اور جلائی گئی۔ جب آگ اپنی پوری حدت و تمازت

اور شدت و شرارت کے ساتھ عروج پر تھی تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے چیلنج کرنے والے مرید نے اس آگ میں چھلانگ لگا دی جبکہ دوسرے پیر کے مریدین کو بھی کہا کہ چیلنج کے مطابق وہ بھی شعلہ بار آگ میں اس کے ساتھ کود جائیں مگر وہ لوگ دور کھڑے ڈرتے رہے اور ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا سکے۔

اور یوں جب سب نے مشاہدہ کیا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مرید کو آگ نے کوئی بھی نقصان و گزند نہ پہنچایا تو وہ حیرت زدہ رہ گئے۔ تجربہ نے ثابت کر دیا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ہی وقت کے کامل و اکمل پیر تھے۔ بقول شاعر۔

امیر جماعت ، امیر حقیقی
جماعت علی شاہؒ پیر حقیقی
محدث ، مفسر ، مبلغ ، مجدد
ہر اک علم میں بے نظیر حقیقی

عدالت میں دعویٰ

ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مرید باتدبیر نے بتایا کہ فلاں پٹواری نے یتیم بچوں کی زمین کے حوالے سے صحیح جمع تفریق نہیں کی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کو ہدایت کی کہ وہ تحصیل دار کی عدالت میں دعویٰ دائر کرے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی حسبِ ہدایت آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرید نے یتیم بچوں کو ان کا جائز حق دلوانے کیلئے تحصیل دار کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ تحصیل دار ایک سکھ تھا۔

حکم کی تاریخ پر سکھ تحصیل دار نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرید کو بتایا کہ فیصلہ اس کے دعویٰ کے حق میں نہیں ہوگا کیونکہ پٹواری نے زمین کا حساب کتاب اور مکمل معاملہ بندی تین جگہ پر درج کرانا تھی مگر وہ تو ایک جگہ بھی درج نہیں ہے۔

اس صورت حال میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرید کو از حد تشویش لاحق ہوئی۔ اتنے میں تحصیل دار وہاں سے چلا گیا۔ وہ ڈپٹی کمشنر کے پاس جا رہا تھا۔ اس اثناء میں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مرید کی تحصیل دار

کی عدالت کے باہر برآمدے میں بیٹھے ہوئے آنکھ لگ گئی تو اس نے خواب کی کیفیت میں دیکھا کہ صاحبزادہ سیّد محمد حسین شاہ کمرۂ عدالت میں تشریف لائے ہیں اور انہوں نے مسل اٹھا کر تین جگہوں پر کچھ لکھا ہے اور پھر یہ کہہ کر رخصت ہو گئے ہیں کہ:

''مجھے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے تمہارے کام کیلئے بھیجا تھا۔ تمہارا کام کر دیا ہے۔ تم تسلی رکھو۔''

تھوڑی دیر بعد تحصیل دار اور وکیل دونوں کمرۂ عدالت میں آئے تو تحصیل دار نے وکیل سے کہا: ''جب اصل معاملہ مسل میں کسی جگہ پر لکھا ہوا ہی نہیں ہے تو پھر فیصلہ تو مدعی کے حق میں نہیں ہو سکے گا۔''

پھر اس نے وکیل سے سوال کیا: ''کیوں جناب! مسل میں معاملہ کسی جگہ لکھا ہوا ہے؟ آپ تو اسے دیکھ چکے ہیں۔ آپ خود ہی بتائیں کہ فیصلہ کس طرح مدعی کے حق میں ہو سکتا ہے؟''

وکیل نے بھی اقرار کیا کہ واقعی معاملہ تو کہیں بھی نہیں لکھا ہوا۔ اس گفتگو کو سنتے ہی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا مرید جو کہ اس کیس کا مدعی تھا اس نے تحصیل دار سے کہا:

''جناب! اب پھر سے ذرا انتہائی غور کے ساتھ مسل کو ملاحظہ کریں۔ معاملہ تینوں جگہ لکھا ہوا ہے۔''

تحصیل دار نے حیران و پریشان ہو کر کہا: ''میاں! کیا کہتے ہو! یہ کیسے ہو

سکتا ہے؟ یہ تو ناممکن ہے۔ میں نے مسل کو ایک سے زائد بار دیکھا ہے۔ معاملہ تینوں جگہوں پر تو کیا ایک جگہ پر بھی نہیں لکھا ہوا۔"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مدعی مرید نے مسکراتے ہوئے پھر دست بستہ عرض کی:

"جناب والا! آپ مسل دیکھیں تو سہی، پھر فیصلہ صادر کیجئے گا۔"

اور پھر جب تحصیل دار نے مسل ملاحظہ کی تو معاملہ تو واقعی لکھا ہوا تھا اور تینوں جگہوں پر لکھا ہوا تھا۔ اس نے حیرت و استعجاب اور قدرے مشکوک نگاہوں سے ریڈر کی طرف دیکھا مگر ریڈر نے کہا:

"جناب! یہاں تو کوئی شخص آپ کی غیر موجودگی میں نہیں آیا اور نہ ہی اس مسل کو کسی نے چھیڑا ہے۔ میں اس کی مکمل ضمانت دیتا ہوں۔"

تحصیل دار نے مسل کا بنظر غائر معائنہ کیا۔ لکھائی کی روش اور روشنائی کی چمک سب ایک جیسی تھی اور ویسی ہی تھی جیسی پہلی تحریر تھی۔ کہیں کسی جگہ یہ محسوس نہیں ہوتا تھا کہ بعد میں کوئی اضافہ کیا گیا ہے۔

اس موقع پر ریڈر نے تحصیل دار سے کہا:

"جناب عالی! یہ عجیب و غریب معاملہ ہے لیکن تعجب اس بات پر بھی ہے کہ یہ مدعی شخص پہلے تو رنجیدہ رنجیدہ تھا مگر جب آپ ڈپٹی کمشنر سے ملاقات کے بعد واپس آئے تو یہ کھلکھلا کر ہنس رہا ہے اور انتہائی خوش ہے۔ معاملہ کی تہہ تک پہنچنا ہے تو یہی مدعی ہی آپ کو سب کچھ بتا سکتا ہے۔"

تحصیل دار نے مدعی مرید سے کہا:

''میاں! صحیح صحیح بات بتاؤ ورنہ میں دعویٰ کا فیصلہ تمہارے خلاف کر دوں گا۔''

مدعی مرید نے برجستہ جواب دیا:

''جناب! ایک دفعہ خلاف فیصلہ نہیں بلکہ سو دفعہ خلاف فیصلہ کر دو۔ آپ کا فیصلہ میں اگلی عدالت میں چیلنج کر دوں گا اور مسل کے مطابق جیت جاؤں گا۔''

پھر تحصیل دار نے انتہائی ملائمت و لجاجت سے کہا: ''میاں! صحیح صحیح بات بتا دو۔ مجھے الجھن سی ہو رہی ہے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے حکم پر مدعی بننے والے مرید نے تحصیل دار کو تمام بات تفصیل کے ساتھ بتا دی۔ اس نے جب حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا نام سنا تو وہ بے ساختہ بولا:

''بے شک میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ (رحمتہ اللہ علیہ) بہت بڑے گرو ہیں۔ اگر تم کسی اور کا نام لیتے تو میں کبھی بھی یقین نہ کرتا مگر تم نے نام ہی ایسی ہستی کا لیا ہے کہ جس کا ایک زمانہ معترف ہے۔ تم نے صحیح بات بتا کر میرے دل اور ذہن کا بوجھ ہلکا کر دیا ہے۔ فیصلہ تو تمہارے حق میں ہی ہو گا لیکن مجھے خوشی ہے کہ اک حق میں نہ ہونے والا فیصلہ بھی اک پیر اور گرو کی کرامت سے حق میں ہو رہا ہے۔ اور وہ بھی میرے ہاتھوں میرے قلم سے ہو رہا ہے۔''

پیر بھائی

لوہاری منڈی لاہور کے رہائشی شیخ عنایت اللہ کے مکان کا مقدمہ ہائی کورٹ میں چل رہا تھا۔ شیخ عنایت اللہ ان افراد میں سے تھے جنہیں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے ارادت مندی کا شرفِ خاص حاصل ہوا۔ شیخ عنایت اللہ نے اُس دن اپنے آپ کو انتہائی بے بس ولاچار محسوس کیا جس دن اس کے مقدمہ کا فیصلہ ہونے والا تھا کیونکہ اس نے اپنی طرف سے بہت کوشش و کاوش کی تھی مگر کوئی کوشش و کاوش سود مند ہوتی نظر نہیں آتی تھی۔ قرائن یہی بتاتے تھے کہ فیصلہ اس کے حق میں نہیں ہوگا۔

فیصلہ کے روز شیخ عنایت اللہ ہائی کورٹ کے احاطہ میں صبح دم پہنچ گیا مگر وہ مایوس وناامید اور کھویا کھویا سا تھا۔ اس کا دل دھڑک دھڑک کر گواہی دیتا تھا کہ فیصلہ اس کے حق میں نہیں ہوگا۔

اور پھر اس نے دل ہی دل میں رب کریم ورحیم سے دعا کی کہ:

''یا رب قادر وقدیر! میں تیرے ولیٔ کامل حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا ادنیٰ عقیدت وارادت مند ہوں۔ اپنے فیضِ خاص سے مجھ پر عنایت کر اور اپنے ولیٔ کامل کے مرید کی لاج رکھ لے۔''

شیخ عنایت اللہ سوچوں میں غرق کھڑا اللہ تبارک وتعالیٰ اور اپنے مرشد و مربی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کر رہا تھا کہ اتنے میں ایک اجنبی شخص نے شیخ عنایت اللہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا:

''جناب! آپ کیوں اداس اور پریشان کھڑے ہیں؟ کیا بات ہے؟ کیا عدالت میں کوئی مقدمہ ہے اور اس کی آج تاریخ فیصلہ ہے؟''

شیخ عنایت اللہ نے اثبات میں جواب دیا تو اجنبی نے شیخ عنایت اللہ سے کہا کہ وہ اسے مقدمے کی مکمل تفصیل سے آگاہ و آشنا کرے تا کہ وہ کچھ کر سکے۔

شیخ عنایت اللہ نے اپنے مقدمے کی پوری روداد اس اجنبی شخص کو سنائی۔ وہ غور سے ہر بات سنتا رہا۔ پھر اس نے یکا یک شیخ عنایت اللہ سے کہا:

''جناب! آپ یہاں ٹھہریں اور میرا انتظار کریں۔ عدالت میں پیش ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں ابھی آتا ہوں اور آپ کو بتاتا ہوں کہ آپ کو کیا کرنا ہے!!''

شیخ عنایت اللہ وہیں کھڑا ہوا سوچتا رہا۔ عجیب شش و پنج میں مبتلا تھا مگر آہستہ آہستہ اس کا دل پرسکون ہوتا ہوا محسوس ہوا۔ اک مخصوص قسم کا اعتماد اس کے جسم کے انگ انگ میں خون بن کر دوڑنے لگا۔ وہ حیران تھا کہ اس کی بے چینی و بے کلی آخر قرار میں کیوں بدلتی محسوس ہو رہی ہے حالانکہ مقدمہ کی صورت حال تو جوں کی توں ہے اور فیصلہ بھی اس کے حق میں ہونے کی توقع نہیں۔

ابھی وہ اسی حالت ہی میں تھا کہ وہی اجنبی شخص اس کے پاس دوبارہ آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں فیصلہ کی نقل تھی۔ ہائی کورٹ نے شیخ عنایت اللہ کے حق میں فیصلہ دے دیا تھا۔ شیخ عنایت اللہ کو اس نے ہائی کورٹ کے فیصلہ کی نقل دیتے ہوئے کہا:

"لو جناب! سب کچھ تمہارے حق میں ہو گیا ہے اب آؤ میرے ساتھ چلو۔"

شیخ عنایت اللہ اس اجنبی شخص کے ساتھ چل دیا۔ وہ شیخ عنایت اللہ کو لے کر ہائی کورٹ سے باہر واقع ایک ہوٹل میں لے گیا۔ وہاں شیخ عنایت اللہ کو چائے پلائی۔ شیخ عنایت اللہ نے چائے کے پیسے دینے کی کوشش کی تو اس نے واضح طور پر منع کر دیا۔ شیخ عنایت اللہ نے اس سے پوچھا:

"جناب! آپ کون ہیں؟ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ مجھے کیسے جانتے ہیں؟"

اس نے محض اتنا کہا:

"شیخ صاحب! میرا تعارف بس اتنا ہے کہ میں تمہارا پیر بھائی ہوں اور حضرت قبلۂ عالم پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے صدقے تمہارا کام ہو گیا ہے میں اب جا رہا ہوں۔ خدا حافظ۔"

جب کھانے سے چادر ہٹائی گئی

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے عقیدت وارادت مندوں سے اس طور شفقت ومحبت سے پیش آتے تھے کہ ہر فرد یہ سمجھتا تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ اس سے زیادہ مہربان ہیں اور اس کے ہی زیادہ قدردان ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کبھی یہ فرق نہیں کیا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا فلاں مرید زیادہ مرتبہ وحیثیت کا مالک ہے تو اسے زیادہ اہمیت دی ہو۔ غریب، امیر، چھوٹا، بڑا ہر شخصی ومعاشی و

معاشرتی سطح کا فرد آپ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک مساوی حیثیت و مقام رکھتا تھا۔

موضع مہیس کے رہائشی نور محمد حجام ایک غریب اور کم آمدنی والے فرد تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ارادت مندی میں داخل تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ازحد عقیدت رکھتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ بھی اس سے بے حد پیار و الفت رکھتے تھے۔ ایک دفعہ نور محمد حجام نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ:

''حضرت جی! میں آپ کی اپنے گھر دعوت کرنا چاہتا ہوں آپ تشریف لے آئیں گے تو مجھے خوشی ہوگی۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے مشفقانہ لہجے میں کہا:

''نور محمد! تم بلاؤ اور ہم نہ آئیں یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ ہم تمہاری دعوت قبول کرتے ہیں۔ تمہارے گھر ضرور آئیں گے یہ بتاؤ کہ کس روز آئیں؟''

نور محمد حجام نے کہا:

''حضورِ والا! میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر جمعتہ المبارک کے روز تشریف لائیں۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے نور محمد حجام کی طرف ہمدردانہ نظر سے دیکھتے ہوئے کہا:

''نور محمد! کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ تم جمعتہ المبارک کی بجائے کوئی اور دن دعوت کیلئے رکھو۔ تم جانتے ہو کہ جمعتہ المبارک کے روز لوگوں کی کثیر تعداد ہوتی

ہے اور سب لوگ میرے ساتھ دعوت میں شریک ہوتے ہیں جبکہ میں کسی کو روکتا بھی نہیں۔ تم غریب شخص ہو۔ تمہارے لئے یہ کیسے ممکن ہوگا کہ زیادہ تعداد میں افراد کی دعوت کر سکو۔''

نور محمد حجام نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اس پیشگی احتیاط کی ہدایت و مشورہ کے باوجود اصرار کیا کہ وہ جمعتہ المبارک کے روز ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اپنے گھر پر دعوت کرے گا کیونکہ اسے علم تھا کہ جہاں کہیں بھی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی دعوت ہوئی ہے کھانا جس قدر بھی کم تھا پورا ہی ہوا ہے بلکہ بچ جاتا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اس کرامت سے نور محمد حجام اچھی طرح واقف تھا اس لئے اسے کسی قسم کی پریشانی نہیں تھی کہ دعوت میں کھانا کم پڑ جائے گا۔ اس نے سوچا ہوا تھا کہ وہ اپنی حیثیت و استطاعت کے مطابق کھانا تیار کرے گا اور جب آپ رحمتہ اللہ علیہ دعوت میں شریک ہوں گے تو چاہے جس قدر تعداد میں بھی مہمان ہوں گے کھانا نہ صرف پورا ہوگا بلکہ بچ رہے گا۔

نور محمد حجام کے اصرار پر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے جمعتہ المبارک کے روز ہی اس کے گھر پہنچنے اور دعوت میں شمولیت کی حامی بھر لی۔ وقت مقررہ کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ جب نور محمد حجام کے گھر پہنچے تو کافی لوگ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمرکاب تھے۔ ان میں زیادہ تر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے قریبی ارادت مند تھے جنہوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی امامت میں نماز جمعتہ المبارک ادا کی تھی۔

نور محمد حجام نے اپنی سکت وحیثیت کے مطابق کھانا تیار کر رکھا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نور محمد حجام کے گھر میں داخل ہوتے ہی اس سے کہا:

"یہ لو میری چادر اور اسے کھانے کے اوپر ڈال دو اور کھانا کھلانا شروع کر دو۔"

نور محمد حجام نے رب السموات والارض کا نام لے کر مہمانوں کو کھانا پیش کرنا شروع کر دیا۔ اس روز توقع سے بھی زیادہ بڑھ کر لوگ آئے تھے مگر حسبِ روایت کھانا بچ گیا۔ سب نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ دعوت شام تک جاری رہی مگر کھانا تھا کہ ختم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ جب تمام مہمان کھا چکے اور لوگ آنا بند ہو گئے تو کھانے سے چادر ہٹائی گئی۔ نور محمد حجام نے دیکھا کہ اس نے جس قدر کھانا پکایا تھا وہ اگرچہ زیادہ تر تقسیم ہو چکا تھا تاہم پھر بھی معقول مقدار باقی بچی ہوئی تھی۔ یہ سب رب رحمٰن ورحیم کی جانب سے عطا کردہ فیض تھا جو کرامت کی شکل میں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے ذریعے ظاہر ہوا تھا۔

پھر وہ شخص غائب ہو گیا

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا ایک مرید صحبت خان کوہاٹی فوج میں ملازم تھا۔ پہلی جنگِ عظیم میں اس نے حصہ لیا۔ ایک بار اس کی پلٹن کا تقرر ایک ایسی جگہ کیا گیا جو صحرائی علاقہ تھا۔ دور دور تک نہ کوئی آدمی نظر آتا تھا نہ آدم زاد حتیٰ کہ ایسا وقت بھی آیا کہ کھانے پینے کیلئے کچھ بھی نہیں بچا تھا۔ تمام راشن ختم ہو چکا تھا اور قریب کوئی آبادی بھی نہیں تھی کہ وہاں سے کوئی چیز لائی جاسکتی۔

کچھ پہر فاقوں سے گزرے تو ایک رات کو صحبت خان کوہاٹی کو سخت بھوک محسوس ہوئی۔ اس کے اوسان اور حواس خطا ہونے لگے۔ وہ بھوک کے مارے نڈھال ہوا جا رہا تھا۔ اتنے میں اسے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا خیال آیا اور اس نے رب کریم ورحیم سے دعا کی کہ:

''یا پروردگار! تو ہی تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔ میں تیرا نام لیوا اور تیرے ولی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا ادنیٰ مرید ہوں۔ خزانۂ غیب سے میرے لئے سامان خورد ونوش کا بندوبست فرما۔ بے شک تو ہی رب رازق

ورزاق ہے۔''

صحبت خان کوہاٹی اپنے مورچہ میں کمزوری و نقاہت سے گرا ہی چاہتا تھا کہ اس نے اپنے مورچے کے باہر سے ایک زوردار آواز سنی۔کوئی شخص با آواز بلند کہہ رہا تھا:

''صحبت خان! اپنے لئے کھانا لے لو۔ مورچہ سے باہر آؤ اور کھانا لے جاؤ۔''

صحبت خان نے یہ بلاوا سنا تو اس کے جسم و جان میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔وہ حیران و پریشان ہوا کہ آخر یہ کون شخص ہے جو اس صحرائی ویرانے میں اس کا نام بھی جانتا ہے اور اس کی اس لمحہ کی ضرورت سے بھی آگاہ و آشنا ہے۔پہلے تو صحبت خان مورچہ سے باہر آنے میں قدرے ہچکچایا مگر پھر وہ مورچہ سے باہر نکل آیا۔

مورچہ کے باہر اس نے دیکھا کہ ایک ادھیڑ عمر شخص ہاتھوں میں کھانا لئے اس کے سامنے کھڑا ہے۔اس نے صحبت خان کو آگے بڑھ کر سلام کیا۔صحبت خان نے سلام کا جواب دیا ہی تھا کہ اس نے صحبت خان کے ہاتھوں میں کھانا پکڑا دیا اور کہا:

''صحبت خان! یقیناً تمہیں بہت بھوک لگی ہوگی۔رب کریم و عظیم کا شکر ادا کرو اور کھانا کھالو۔''

صحبت خان کو کھانا دے کر وہ شخص تیزی کے ساتھ واپس جانے لگا تو

صحبت خان نے اسے روک لیا اور اس سے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر ڈالے یعنی یہ کہ تم کون ہو؟ تمہارا کیا نام ہے؟ تم کہاں سے آئے ہو؟ تم مجھے کیسے جانتے ہو؟ تمہیں میرے مورچہ کے بارے کس نے بتایا؟ تمہیں کیسے پتہ چلا کہ مجھے بھوک لگی ہے؟

اس شخص نے صحبت خان کے تابڑ توڑ سوالات کے جواب میں محض اتنا کہا کہ:

''صحبت خان! تمہارے پیر و مرشد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ہمارے پیر سے کہا کہ ان کا ایک مرید صحبت خان سخت بھوک و پیاس کا شکار ہے اسے کھانا اور پانی پہنچاؤ۔ چنانچہ ہمارے پیر صاحب نے تمہارے پیر صاحب سے تمہارا پتہ پوچھ کر مجھے یہاں تمہارے پاس سامانِ خورد و نوش دے کر بھیجا ہے اور یوں میں یہاں حاضر ہوا ہوں۔''

صحبت خان نے اس شخص سے بہت اصرار کیا کہ اگر وہ اور کچھ نہیں بتاتا تو اپنے پیر و مرشد کا نام ہی بتا دے مگر اس شخص نے صاف صاف کہہ دیا کہ اسے اور کچھ بھی بتانے کی مطلقاً اجازت نہیں ہے۔ اس لئے وہ کسی بھی سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔ یہ کہہ کر وہ شخص تیزی کے ساتھ غائب ہو گیا۔

صحبت خان نے اگلے روز کافی کوشش کی کہ کسی طرح اسے علم ہو کہ وہاں قریب یا قدرے دور کوئی آبادی ہے؟ مگر یہی معلوم ہوا کہ وہاں دور دور تک کسی قسم کی آبادی نہیں تھی کہ جہاں سے وہ شخص آیا ہوگا۔ یہ سب محض رب کریم و عظیم کی

عطا تھی اور یہ کہ رب قادر وقدیر کے ولی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا بھی تھی اور کرامت کا اظہار بھی تھا۔

چاندی کے کابلی روپے

دوسری جنگِ عظیم کے دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ارادت مند حاجی میاں احمد کوہاٹی جب ریل گاڑی کے ذریعے سفر کرتے ہوئے امرتسر کے ریلوے اسٹیشن پر اترے تو وہاں پر پولیس نے تمام مسافروں کے سامان کی چیکنگ کی اور اکثر وبیشتر مسافروں کا سامان ضبط کرلیا۔ اس سامان میں حاجی میاں احمد کوہاٹی کے دو پارسل بھی تھے جن میں چاندی کے کابلی روپے تھے۔ تمام مسافروں نے کافی منت سماجت کی اور کوشش وکاوش بھی کی مگر پولیس نے سامان واپس کرنے سے سراسر انکار کردیا۔ پولیس کا یہ اقدام قطعی غلط اور مبنی بر ظلم تھا۔ لوگوں نے چیخ و پکار بھی کی اور اعلیٰ حکام تک رسائی کی جدوجہد بھی کی مگر پولیس ٹس سے مس نہ ہوئی۔ یوں کسی کو بھی سامان واپس نہ ہوا۔

اس صورت حال میں حاجی میاں احمد کوہاٹی نے اپنے پیر ومرشد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضری دی اور تمام صورت حال سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آگاہ کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی غور کے ساتھ اپنے ارادت مند حاجی میاں احمد کوہاٹی کی بات سنی اور پھر پوچھا:

''احمد میاں! یہ بتاؤ کہ تمہارا مال چوری، ڈاکہ یا امانت وغیرہ کا ناجائز مال تو نہیں تھا؟''

حاجی میاں احمد کوہاٹی نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کی:

''حضرت جی! میرا مال حلال کی کمائی کا تھا۔ ذاتی مال تھا۔ اس میں ناجائز ایک پائی بھی نہیں تھی۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''احمد میاں! جب تمہارا مال جائز اور حلال کی کمائی کا تھا تو پھر اسے کوئی بھی نہیں لے سکتا۔ کسی کی یہ جرأت نہیں ہوسکتی کہ تمہارا مال ضبط کر سکے۔ تمہیں تمہارا مال ضرور ملے گا۔ تسلی رکھو۔ رب رحمٰن ورحیم ضرور کرم فرمائیں گے۔''

حاجی میاں احمد کوہاٹی نے دوسرے مسافروں کے ساتھ ریلوے مجسٹریٹ کی عدالت میں درخواست گزاری۔ دونوں طرف سے بیانات لئے گئے تاہم فیصلہ خلاف ہوا اور حاجی میاں احمد کوہاٹی کے ساتھ ساتھ دوسرے مسافروں کو بھی سامان واپس نہ ہوا۔ بعد ازاں یہ مقدمہ سیشن جج کی عدالت تک پہنچا مگر ہر جگہ فیصلہ حاجی میاں احمد کوہاٹی کے خلاف ہی ہوا اور کسی طرف سے بھی کوئی امید کی کرن نظر نہیں آتی تھی کہ مال واپس ملے گا تاہم حاجی میاں احمد کوہاٹی دلی طور پر مطمئن اور پرسکون تھے کہ مال بالآخر ضرور ملے گا کیونکہ اس کے پیرومرشد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے فرما دیا تھا کہ اسے اس کا جائز مال ملے گا اور ضرور ملے گا۔

حاجی میاں احمد کوہاٹی نے ہائی کورٹ میں مقدمہ دائر کر دیا۔ سرکاری وکیل

عدالت عالیہ کے جج کے سوالوں کے جوابات دینے سے قاصر رہا اور کوئی قابل توجہ عذر برائے ضبطیٔ مال پیش نہ کر سکا۔ ہائی کورٹ کے جسٹس نے سرکاری وکیل کو مہلت دینے کیلئے اگلی تاریخ دے دی۔ اگلی پیشی پر بھی سرکاری وکیل کے پاس کوئی ٹھوس جواز اور مضبوط دلیل نہیں تھی۔ یوں فیصلہ حاجی میاں احمد کوہاٹی کے حق میں ہوا۔ اسے ضبط شدہ مال واپس مل گیا اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی بات سچ ثابت ہوئی کہ حلال کا مال کوئی نہیں ضبط کر سکتا۔

اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا؟

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک ارادت مند حاجی عبد الرحمٰن جھنگوی پر قتل کا جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا گیا اور اسے جیل کی تنگ کوٹھڑی میں ڈال دیا گیا۔ حاجی عبد الرحمٰن جھنگوی از حد پریشان ہوا۔ اس کے رشتہ دار بھی اس بات سے از حد ملول و مغموم تھے۔ وہ جیل کے اندر لمحہ لمحہ رب قادر و قدیر سے مغفرت کی دعا کرتا تھا اور التجا کرتا تھا کہ اسے اس جھوٹے مقدمے سے نجات مل جائے۔ ایک عرصہ تک مقدمہ چلتا رہا۔ دونوں جانب سے گواہان پیش ہوئے۔ دونوں اطراف کے وکلاء نے اپنے اپنے دلائل دیئے مگر صورت حال قطعی واضح نہیں تھی۔ کچھ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا اور جج کیا فیصلہ سنائے گا!

حاجی عبد الرحمٰن جھنگوی زار و قطار اپنے رب کریم و رحیم سے دعا و التجا کرتا رہا۔ اور جب فیصلہ سنانے کی تاریخ دی گئی تو رات کو خواب میں حاجی عبد الرحمٰن

جھنگوی نے اپنے پیر و مرشد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ نے خواب میں اس سے فرمایا:

''عبدالرحمٰن! ہم تجھے لینے آئے ہیں۔ ہمارے ساتھ چلو۔اس جیل کی کوٹھڑی سے نکلو۔''

حاجی عبدالرحمٰن جھنگوی نے یہ خواب دیکھا تو وہ بہت خوش ہوا۔اسے اپنی بریت اور رہائی کا یقین ہو گیا اور پھر جب فیصلہ کے روز فیصلہ سنایا گیا تو اس کو اس کے خواب کی تعبیر مل گئی۔ جج نے اسے بری کر دیا اور ناجائز و جھوٹا مقدمہ خارج کر دیا۔

شرط پوری ہوگئی

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس و محفل میں قسم قسم کے لوگ آتے تھے۔ طرح طرح کی باتیں دلوں میں سوچ کر آتے تھے مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی نگاہِ کشف کے سامنے ٹھہر نہیں سکتے تھے۔ یہ اعزاز و عطا بھی رب رحمٰن و رحیم کا ہی فضل و کرم تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ جب چاہتے تھے رب قادر و قدیر کی مرضی و منشاء سے لوگوں کے دلوں میں جھانک لیتے تھے۔

ایک دفعہ ایک شخص محمد حنیف راج اپنے دو ساتھیوں سمیت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضری کیلئے گھر سے چلا تو تینوں دوستوں نے راستے میں یہ طے کیا کہ تینوں کوئی نہ کوئی بات دل میں سوچ لیتے ہیں اور ایک دوسرے کو بھی نہیں بتاتے۔ اور پھر جا کر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے اپنے دلوں کی باتوں بارے پوچھیں گے اور دیکھیں گے کہ آیا آپ رحمتہ اللہ علیہ ان کے دلوں کی باتیں بتا پاتے ہیں یا نہیں؟

محمد حنیف راج اور اس کے دو ساتھی جب حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ

اللہ علیہ کے پاس پہنچے تو ان کے دریافت کرنے سے پہلے ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ان کے دلوں کی باتیں بتادیں اور پھر فرمایا:

''لوتمہاری شرط پوری ہوگئی !!''

تینوں ساتھی فوری طور پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو کر داخل سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ ہو گئے اور عہد و وعدہ کیا کہ وہ آئندہ اس قسم کی کوئی شرط نہیں لگائیں گے۔

اب تو آجاؤ!

ایک دفعہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا ضلع مردان سے تعلق رکھنے والا مرید خاص مرزا دلاور خان آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا تو اس نے اپنی ملازمت کے حوالے سے فکرمندی کا اظہار کیا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی بات انتہائی توجہ سے سنی تاہم اسے خوشخبری کے ساتھ ساتھ ہدایت بھی کی۔آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے خوشخبری یہ دی کہ وہ کسی قسم کی فکر نہ کرے۔پریشان نہ ہو۔اس کی ملازمت بحال رہے گی جبکہ اسے ہدایت یہ کی کہ وہ زیادہ سیر وسیاحت میں اپنا وقت ضائع نہ کرے۔اک معقول حد تک سیر وتفریح جائز ہے مگر حد سے زیادہ بھی بہتر نہیں اور اس کے حق میں اچھی نہیں۔

مرزا دلاور خان نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی واضح ہدایت کے باوجود علی پور سیداں سے نکلتے ہی دہلی وغیرہ کی سیاحت کا پروگرام بنالیا اور وہاں پہنچ گیا۔کئی ماہ سیر وسیاحت میں گزارنے کے بعد جب وہ واپس اپنی ملازمت پر پہنچا تو اسے

علم ہوا کہ مسلسل غیر حاضری کی بنیاد پر اسے ملازمت سے معطل کر دیا گیا ہے۔ وہ پریشان ہوا مگر اسے اپنے پیر و مرشد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد و فرمان اور ہدایت و نصیحت بھی یاد آئی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے صحیح فرمایا تھا کہ زیادہ سیر و سیاحت اس کے حق میں بہتر نہیں۔

اس نے شرمندگی محسوس کی اور دل ہی دل میں عہد کیا کہ وہ آئندہ اپنے مرشد و مربی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی ہدایت و نصیحت پر پورے انہماک کے ساتھ کاربند ہوگا اور کسی قسم کی لغزش و غفلت کا مظاہرہ نہیں کرے گا۔

کچھ دنوں کی جدوجہد اور کوشش و کاوش کے بعد حسبِ ارشادِ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اس کی نوکری بحال ہوگئی اور اسے گزشتہ مہینوں کی تنخواہ بھی مل گئی۔ اب اسے اپنے پیر و مرشد کی سنائی ہوئی وہ خوشخبری یاد آئی کہ جب حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے اس کی نوکری بحال رہنے کی نوید سنائی تھی۔

مرزا دلاور خان ایک معقول عرصہ یعنی سات آٹھ سال تک اپنے پیر و مرشد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس علی پور سیداں حاضری کیلئے نہ پہنچا۔ پھر ایک روز حاضری دی تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے دیر بعد آنے کا گلہ کیا۔ اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے وعدہ کیا کہ وہ اب جلد ہی حاضر ہوتا رہے گا۔

اس موقع پر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا:

"بہ جنازہ گر نہ آئی بہ مزار خواہی آمد"

مرزا دلاور خان حیران و پریشان ہوا کہ آخر اس کے پیر و مرشد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ یہ مصرع کیوں ادا کر رہے ہیں حالانکہ وہ وعدہ کر رہا تھا کہ وہ جلد سے جلد حاضر ہوا کرے گا۔

اتفاقات و حادثات و واقعاتِ زمانہ دیکھیئے کہ مرزا دلاور خان کوئی 25 برس تک علی پور سیداں حاضر نہ ہو سکا۔ اس دوران کئی واقعات رونما ہوئے حتیٰ کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرشتہ اجل کو لبیک کہا مگر مرزا دلاور خان پھر بھی علی پور سیداں نہ پہنچ سکا۔ حالات کی مجبوری تھی یا قدرت کی منظوری و منشاء تھی جو کچھ بھی تھا مرزا دلاور خان کی غیر حاضری تھی۔

اور پھر ایک شب جب مرزا دلاور خان دن بھر کی تھکاوٹ کے بعد بستر پر دراز ہوا تو اس نے خواب میں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

"دلاور خان! اب تو آ جاؤ۔"

مرزا دلاور خان صبح اٹھا تو طبیعت میں اک بے کلی و بے چینی پائی۔ بے قراری کی کیفیت میں فوری طور پر علی پور سیداں روانہ ہوا۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر آ کر فاتحہ پڑھی تو اسے یکا یک حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا فرمایا ہوا مصرع "بہ جنازہ گر نہ آئی بہ مزار خواہی آمد" یاد آیا اور اب اس پر عقدہ کھلا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے 25 برس قبل یہ مصرع

کیوں ارشاد فرمایا تھا۔ مرزا دلاور خان ان لمحات میں بہت رویا۔ وہ اپنے آپ کو قصوروار سمجھنے لگا مگر یہ سب قدرت کے کھیل ہیں۔ وہ مزار پر کھڑا زاروقطار روتا بھی رہا اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا فرمایا ہوا مصرع بھی بار بار دہراتا رہا کیونکہ جو بات آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کہی تھی وہ حرف بہ حرف ثابت ہوئی تھی۔ بعد ازاں مرزا دلاور خان بہت کم وقفے کے ساتھ مزار مبارک پر حاضری دیتا رہا۔

زہے نصیب جو جا کر مریں مدینے میں!

ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک عقیدت و ارادت مند عبداللہ حسین کی والدہ ماجدہ حج بیت اللہ کیلئے جا رہی تھی۔ رخصتی سے پہلے آپ رحمتہ اللہ علیہ تک پیغام پہنچایا گیا کہ عبداللہ حسین کی والدہ ماجدہ کو نہ صرف داخل سلسلہ فرمائیں بلکہ اس کیلئے صحت کی دعا بھی فرمائیں۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھانے کی بجائے یہ شعر پڑھا۔

زہے نصیب جو جا کر رہیں مدینے میں

زہے نصیب جو جا کر مریں مدینے میں

اور فی الحقیقت یہی ہوا کہ عبداللہ حسین کی والدہ حج بیت اللہ کرنے کے بعد جب مدینہ منورہ پہنچی تو اللہ کو پیاری ہو گئی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے دعائے صحت کی درخواست پر ایک شعر پڑھا تھا اور یہی وہ شعر تھا جو حرف بہ حرف سچ ثابت ہوا۔

مغفرت کی دعا

کوہاٹ کے رہائشی ہمیش گل آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ارادت وعقیدت مند تھے۔ وہ سخت بیمار ہو گئے۔ اس وقت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ عرس مبارک کے سلسلہ میں چوراشریف گئے ہوئے تھے۔ وہاں پر آپ رحمتہ اللہ علیہ سے درخواست کی گئی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے مرید ہمیش گل کیلئے صحت کی دعا کریں اور رب قادر وقدیر سے التجا کریں کہ وہ ذات پاک ہمیش گل کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''صحت کی دعا تو اب نہیں ہو سکتی۔ اب تو مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔''

اور پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ہمیش گل کیلئے مغفرت کی دعا کی۔ دعا کرانے والے حضرت حیران تھے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے آخر ہمیش گل کیلئے صحت کی دعا کیوں نہیں کی اور مغفرت کی دعا کیوں کی!! یہ راز دعا کیلئے درخواست کرنے والے شخص پر اس وقت کھلا جب وہ کوہاٹ واپس آیا تو اسے بتایا گیا کہ ہمیش گل انتقال کر چکا ہے اور یہ کہ اس کا انتقال اسی روز ہی ہوا تھا جب حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کیلئے مغفرت کی دعا فرمائی تھی۔

یہ سب رب وحدہٗ لاشریک کا فضل وکرم اور اسی ذات پاک کی عنایت و رحمت تھی کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو جہاں کرامت کی دولت سے مالامال کیا گیا تھا وہاں انہیں کشف کی نعمت سے بھی سرفراز کیا گیا تھا۔ آپؒ

اپنی ان دونوں صلاحیتوں کو وقتاً فوقتاً بروئے کار لاتے رہتے تھے اور اس عمل میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مدنظر صرف اور صرف عوام الناس کی فلاح و اصلاح مقصود ہوتی تھی۔ اصلاح سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوتے تھے۔ گناہوں سے تائب ہوتے تھے۔ اپنے من کی صفائی کرنے کی کوشش کرتے تھے جبکہ فلاح سے غریب و نادار اور ضرورت مندوں و حاجت مندوں کی مدد و اعانت ہوتی تھی اور اللہ کا ولی تو مشن ہی یہی رکھتا ہے کہ وہ انسانیت کی ہر رنگ اور ہر ڈھنگ میں خدمت کرے۔ بقول شاعر ؎

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے

میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہو گا

رب علیم و خبیر کے نیک بندوں کو اکثر و بیشتر شکوک و شبہات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہر ذہن اپنی تسلی چاہتا ہے۔ ہر دماغ دلیل کا طالب ہوتا ہے تاہم کچھ افراد کو راہِ ہدایت فوری نظر آ جاتی ہے جبکہ کچھ افراد ٹھوس جواز اور واضح ثبوت کے بغیر کسی ولی اللہ کی ولایت ماننے کیلئے فوری طور پر تیار نہیں ہوتے۔ ایسے افراد کے اطمینان کیلئے اولیاء اللہ بیشتر اوقات کسی نہ کسی کرامت و کشف کے اظہار سے بھٹکے ہوئے دلوں اور تشکیک زدہ دماغوں کو صراط مستقیم پر لانے میں کامیاب و کامران ہو جاتے ہیں۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ بھی جب ضرورت محسوس کرتے تھے یا جب کوئی شخص آپ رحمتہ اللہ علیہ کا امتحان لینا چاہتا تھا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کسی نہ کسی کرامت سے یا کشف سے اس شخص کیلئے

اطمینان کا سامان کر دیتے تھے اور پھر وہ شخص ساری زندگی کیلئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہو جاتا تھا۔

دو روپے کا امتحان

شہر قصور کے ایک ذیلدار نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے لوگوں سے سنا تو وہ قدرے متاثر تو ہوا مگر وہ اس شش و پنج میں تھا کہ آیا واقعی آپ رحمۃ اللہ علیہ ولی اللہ ہیں یا نہیں۔ زمانہ چونکہ فریب و دھوکہ کی آماجگاہ ہے اس لئے لوگوں کے دلوں میں شک کی گنجائش ہمیشہ رہتی ہے۔ ذیلدار نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا امتحان لینے کی خاطر اپنے چھوٹے بیٹے کو دو روپے بطور نذر دے کر بھیجا کہ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دو روپے دے آئے۔ اس نے دل ہی دل میں خیال کیا کہ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نذر لے لی تو وہ مرید نہیں ہو گا لیکن اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نذر نہ لی تو وہ فوری طور پر مرید ہو کر حلقہ ارادت مندی میں داخل ہو جائے گا۔

اس کے چھوٹے بیٹے نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچ کر جب بطور نذرانہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دو روپے پیش کرنے کی کوشش کی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس بچے کو اپنے قریب بلایا۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کو سنگترے دے کر کہا:

''بیٹا! چھوٹے بچوں سے لیا نہیں کرتے بلکہ ان کو تو دیا کرتے ہیں۔ یہ دو روپے واپس لے جاؤ اور اپنے والد محترم کو دے دو۔''

ذیلدار کو اپنی شرط کا جواب مل چکا تھا۔ چنانچہ وہ فوری طور پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کی درخواست کی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے حلقہ ارادت میں داخل فرما کر اس کی خواہش پوری فرمادی اور اسے چند کارآمد نصیحتیں فرما کر رخصت کیا۔

گونگے لڑکے

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مرید حافظ علی اصغر کی والدہ کے ہاں حافظ علی اصغر سے پہلے گونگے لڑکے پیدا ہوتے تھے۔ وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے کہا کہ:

''اب جو بچہ پیدا ہو اسے لے کر میرے پاس آنا۔ رب رحیم وکریم سے دعا والتجا کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ دعا والتجا قبول ومنظور ہوگی۔''

حافظ علی اصغر سے پہلے علی اکبر پیدا ہوا تو وہ علی اکبر کو لے کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے نہ صرف رب علیم وخبیر کی بارگاہ میں دعا فرمائی بلکہ کلامِ الٰہی کی تلاوت فرما کر اپنا لعابِ دہن بچے کے منہ میں ڈالا تو رب العزت کے فضل وکرم سے علی اکبر بالکل ٹھیک ٹھاک رہا اور اس میں گونگا پن کی کوئی شکایت نہ ہوئی۔ پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے علی اکبر کی والدہ سے وعدہ لیا کہ اب اگر بیٹا ہوگا تو اسے حافظِ قرآن ضرور بنانا۔ وہ بھی گونگا نہیں ہوگا۔

اور پھر جب علی اصغر پیدا ہوا تو اس کی والدہ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ہدایت کے مطابق اپنے بیٹے کو حافظِ قرآن بنایا اور خدائے وحدہٗ لاشریک کی عنایت وودیعت سے وہ گونگا پن کا شکار نہ ہوا حتیٰ کہ اس کی زبان میں ذرا سی بھی لکنت تک پیدا نہ ہوئی۔

دو شادیوں والا پریشان شخص

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مرید باصفا حاجی عبدالرحمٰن جھنگوی نے دو شادیاں کی ہوئی تھیں مگر اولادِ نرینہ کی نعمت سے سرفراز و فیض یاب نہ ہو سکا تھا۔ غمگین و پریشان سا رہتا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے چند مریدانِ خاص نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ حاجی عبدالرحمٰن جھنگوی کی اولادِ نرینہ کیلئے رب العزت کی بارگاہ میں دعا و التجا کی جائے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کہا:

"آؤ۔ مل کر دعا کرتے ہیں رب کریم و رحیم ضرور قبول فرمائیں گے۔ اجتماعی دعا کی قبولیت کے امکانات قوی ہوتے ہیں۔"

اور پھر سب نے مل کر دعا کی کہ: "یا باری تعالیٰ! تو قادر و قدیر بھی ہے اور رحمٰن و رحیم بھی۔ تو ہی عطا کرنے والا ہے۔ حاجی عبدالرحمٰن کو اولادِ نرینہ کی نعمت سے نواز دے۔ بے شک تیرے الطاف و کرم کی کوئی حد نہیں۔"

اور پھر لوگوں نے دیکھا کہ رب کائنات نے عبدالرحمٰن جھنگوی کو مسلسل و متواتر چار لڑکے عطا فرمائے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے حاجی

عبدالرحمٰن جھنگوی کے پہلے بیٹے کا نام بھی خود تجویز کیا اور عبدالرحمٰن جھنگوی سے کہا کہ وہ اپنے پہلے بیٹے کا نام غلام محمد مدنی رکھے۔

حاجی عبدالرحمٰن جھنگوی کی پہلی بیوی ڈاکٹروں کی تفتیش و تحقیق کے مطابق بانجھ تھی۔ اسی لئے اس نے دوسری شادی کی تھی مگر دوسری بیوی سے لڑکیاں ہوتی تھیں۔ چار بیٹے دوسری بیوی سے ہوئے جبکہ رب کریم کا اتنا کرم ہوا کہ اس ذات پاک نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی دعا والتجا سے بانجھ بیوی کو بھی رنگ لگا دیا اور حاجی عبدالرحمٰن جھنگوی کی پہلی بیوی کے ہاں بھی مشیتِ ایزدی سے لڑکا پیدا ہوا۔ یہ سب رب قادر وقدیر کی عطا اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی دعا والتجا تھی۔

باپ حاجی، بیٹا حافظ

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک اور مرید حاجی سید احمد کے ساتھ بھی پیش آیا۔ اس کی اولادِ نرینہ نہیں تھی مگر وہ اس کی ازحد خواہش رکھتا تھا۔ وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس دعا کیلئے حاضر ہوا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے کہا:

"ایک وعدہ کرو کہ اگر رب العزت نے تمہیں بیٹے کی نعمت سے نوازا تو تم اسے حافظِ کلامِ الٰہی بناؤ گے۔"

اس نے کامل یقین ووثوق کے ساتھ وعدہ کیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دعا والتجا کیلئے بارگاہِ ایزدی میں ہاتھ اٹھائے اور پھر حاجی سید احمد سے کہا:

"جاؤ! اب رب وحدہٗ لاشریک تمہیں بیٹا عطا فرمائیں گے۔ مطمئن رہو اور اس ذات پاک کا شکر بجالاؤ۔"

اور پھر یوں ہوا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا نے رنگ دکھایا۔ حاجی سید احمد کو رب غفور ورحیم نے بیٹا عطا فرمایا۔ وہ بہت خوش ہوا اور اپنے پیر ومرشد حضرت جماعت علی شاہؒ کے پاس شکریہ کیلئے حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"شکر اور شکرانہ اور شکریہ صرف اور صرف رب قادر وقدیر کا ادا کرو کہ جس کی قدرتِ کامل سے تمہیں بیٹے جیسی نعمت سے نوازا گیا۔ ہمارا کام تو درخواست گزارنا ہوتا ہے۔ پھر رب تعالیٰ جس بات کو بہتر سمجھتے ہیں اور بندے کے حق میں اچھا سمجھتے ہیں تو خلوصِ نیت سے کی گئی درخواست کو قبولیت کا شرف عطا فرمادیتے ہیں۔ تم خوش قسمت وخوش بخت ہو کہ رب تعالیٰ نے تمہارے حق میں کی گئی درخواست کو قبول ومنظور فرمایا۔ اب تم اپنا وعدہ پورا کرو اور اپنے بیٹے کو قرآن پاک کا حافظ بناؤ۔"

حاجی سید احمد نے حسبِ وعدہ اپنے بیٹے کو قرآنِ پاک حفظ کرایا اور پھر اس پر لازم کیا کہ وہ قرآن مجید کو رمضان المبارک کے روزوں کے دوران نماز تراویح میں سنایا کرے۔ بیٹے نے بھی اپنے والد کی خواہش کا احترام کیا اور وہی کیا جو اس کے والد چاہتے تھے۔

پانچ روپے کے کچالو

بعض اوقات ایسا ہوتا تھا کہ اگر کوئی فرد آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس کسی مسئلے کے حل کیلئے بارگاہِ رب العزت میں دعا والتجا کیلئے آتا تھا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ اسے پانچ روپے دیتے تھے اور یہ پانچ روپے یا تو اسے اس لئے دے دیئے جاتے تھے کہ وہ ان پیسوں کو اپنے کام میں لائے یا آپ رحمتہ اللہ علیہ اس کو یہ کہہ دیتے تھے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کیلئے فلاں چیز لے آئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی یہ ایک خاص نشانی بن چکی تھی کہ جس کسی کو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے پانچ روپے عطا فرمائے تو اس کے حق میں کی گئی دعا ضرور قبول ہوتی تھی۔ سائل کو پانچ روپے ملنے کی دیر ہوتی تھی کہ وہ پھولا نہیں سماتا تھا کیونکہ یہ مشہور تھا کہ پانچ روپے اس امر کی علامت ہیں کہ دعا رد نہیں ہوگی۔ اگرچہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے جب کبھی بھی دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے رب کریم ورحیم نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی لاج رکھی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کو مایوس نہیں کیا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ مستجاب الدعوات مشہور تھے مگر پانچ روپے اک مخصوص نشانی وعلامت تھی۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مرید کے خلاف فوجداری کا مقدمہ عدالت میں زیرِ سماعت تھا۔ تمام تر شہادتیں اس کے خلاف تھیں۔ اس کے وکیل نے بھی قدرے مایوسی و ناامیدی کا اظہار کیا تھا۔ مگر وہ فیصلہ کے روز حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا اور بارگاہِ خداوندی میں بریت کی دعا کرنے کی درخواست کی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ

نے اسے پانچ روپے دیئے اور کہا کہ:

''اب کچہری جاؤ۔ عدالت میں پیشی دو۔ ان شاء اللہ فیصلہ تمہارے حق میں ہوگا البتہ جب شام کو واپس آنا تو ان پانچ روپوں کے کچالو لیتے آنا۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے اس مرید نے جیسے ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ سے پانچ روپے وصول کئے وہ بہت خوش ہوا۔ اس نے ہر جگہ اور ہر ملاقاتی کو فیصلہ سے پہلے ہی اطلاع دے دی کہ:

''آج میں بری ہو جاؤں گا کیونکہ مجھے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے پانچ روپے دیئے ہیں اور کہا ہے کہ شام کو آتے وقت کچالو لیتے آنا۔ یہ اس بات کی واضح نشانی ہے کہ جج مجھے بری کر دے گا۔''

اور پھر لوگوں نے دیکھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا وہ مرید واقعی بری ہو گیا اور شام کو کچالو لے کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے شکر و شکرانے کے نوافل ادا کرنے کیلئے کہا۔

رقم کہاں سے آئے گی؟

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے اکثر ارادت مند کوئی کام، کوئی منصوبہ، کوئی پروگرام یا کوئی خرید و فروخت شروع کرنے سے پہلے نہ صرف آپ رحمتہ اللہ علیہ سے اجازت طلب فرماتے تھے بلکہ اپنی خواہش کی تکمیل کیلئے درخواست کرتے تھے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ نے حتی الوسع کبھی اپنے ارادت مندوں کو مایوس و نا امید نہیں کیا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ہمیشہ یہ کوشش و کاوش کی کہ اپنے مریدوں کی جائز

ضروریات وخواہشات کا احترام کریں اور ان کیلئے رب العزت کی بارگاہ میں دست بدعا رہیں۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مرید نے لائل پور (فیصل آباد) سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو پیغام بھیجا کہ وہ ایک قطعہ اراضی خریدنے کا خواہش مند ہے۔ مالک 32 ہزار میں سودا طے کرنے کیلئے تیار ہے مگر اس کے پاس ایک پیسہ بھی نہیں۔ حکم عطا کیا جائے کہ آیا وہ یہ قطعہ اراضی خرید لے یا نہیں اور اگر خریدنے کا حکم ہو تو پھر رب رازق ورزاق سے رقم کی فراہمی ودستیابی کیلئے دعا کی جائے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ تک یہ پیغام پہنچا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مرید کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اسے کہلوا بھیجا کہ:

"قطعہ اراضی فوراً لے لو۔ سودا طے کرلو۔ رب تعالیٰ رقم کا انتظام فرمادیں گے۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ سودا بیعانہ دے کر پکا کرلیں۔ بعد میں باقی پیسے بھی رب تعالیٰ عنایت فرمادیں گے۔"

مرید تک آپ رحمتہ اللہ علیہ کا پیغام پہنچا تو اس نے کہیں نہ کہیں سے قرض لے کر ایک ہزار روپیہ بیعانہ دے کر قطعہ اراضی کا سودا اپنے نام طے کرا لیا۔ اگرچہ یہ حیرانی وپریشانی کی بات تھی کہ رقم کہاں سے آئے گی۔ ایک ہزار روپیہ قرض لینا پڑا ہے تو باقی 31 ہزار کہاں سے آئے گا؟ مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان تھا تو مرید نے زمین کا سودا طے کرلیا اور قطعاً کسی پریشانی وحیرانی کا

مظاہرہ نہیں کیا کیونکہ اسے یقین تھا کہ اس کے پیر و مرشد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے تسلی دے دی ہے تو رب کریم و عظیم کی جانب سے ضرور غیبی امداد پہنچے گی۔

اور پھر وقت نے گواہی دی کہ واقعی رب رازق و رزاق کی طرف سے ایسی غیر متوقع غیبی امداد پہنچی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ارادت مند نے بہت جلد ہی تمام رقم کی ادائیگی کر کے زمین اپنے نام رجسٹر کرالی۔ یہ سب رب کریم و رحیم کا فضل و کرم اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی دعا کا ثمر تھا۔

تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے اسی مرید نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ایک اور قطعہ اراضی خریدنے کی اجازت طلب فرمائی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: ''فوری خرید لو۔'' اس نے خدشہ ظاہر کیا کہ: ''قبلۂ عالم! اندیشہ و خطرہ ہے کہ حکومتِ وقت اس زمین کو امپروومنٹ ٹرسٹ کیلئے تحویل میں نہ لے لے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''میاں! گھبراؤ نہیں۔ تمہاری خرید کردہ زمین کبھی بھی امپروومنٹ ٹرسٹ میں نہیں آئے گی۔ تم تسلی رکھو۔''

دراصل وہ زمین حکومتِ وقت واقعی امپروومنٹ ٹرسٹ کے حوالے سے تحویل میں لینا چاہتی تھی۔ معاملات چلتے رہے۔ پہلے حکومتِ وقت نے فیصلہ کیا کہ اس زمین کو امپروومنٹ ٹرسٹ کیلئے تحویل میں لے لیا جائے۔ پھر غور و فکر ہوتا

رہا۔ بالآخر یہی فیصلہ ہوا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ارادت مند کی خرید کردہ زمین کو امپرووومنٹ ٹرسٹ میں شامل کرنے سے آزاد کر دیا گیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرید کو پہلے ہی کامل یقین تھا کہ اس کے پیرومرشد حضرت جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان پورا ہو کر ہی رہے گا اور وقت نے یہی شہادت دی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے صحیح فرمایا تھا اور صحیح امید دلائی تھی۔

یہ ریلوے والے!!

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مرید خاص حاجی مہر حاکم دین کو رب رازق ورزاق نے لائل پور (فیصل آباد) میں ایک معقول قطعہ اراضی ودیعت کیا ہوا تھا جو اس کے رزق کا وسیلہ تھا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ محکمہ ریلوے نے حاجی مہر حاکم دین کی زمین میں سے ریلوے لائن گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔ سب کچھ طے ہو گیا۔ منصوبہ فائنل ہو گیا۔ منظوری کے احکامات جاری ہو گئے اور ریلوے کے متعلقہ افسران پیمائش کرنے اور حد بندی کرنے کیلئے پہنچ گئے۔

ریلوے کے افسران اپنی کارروائی میں مصروف تھے کہ ان دنوں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ لائل پور میں ہی تھے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ منظر دیکھا تو حاجی مہر حاکم دین سے پوچھا:

"کیوں مہر جی! یہ لوگ تمہاری زمین پر کھڑے کس چیز کی منصوبہ بندی کر

رہے ہیں اور یہ پیمائش کیوں کرتے پھر رہے ہیں؟“

حاجی مہر حاکم دین نے عرض کی:

”یا حضرت رحمتہ اللہ علیہ! رب رازق و رزاق نے آپ کے صدقے میں آپ کی دعا سے یہ رزق کا ایک وسیلہ عطا کیا تھا۔ یہ ریلوے والے اسے ختم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ اب یہاں سے ریلوے لائن گزاریں گے۔ اسی کی خاطر پیمائش وغیرہ کر رہے ہیں۔“

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے کہا:

”مہر جی! تسلی رکھئے۔ فکر نہ کیجئے۔ رب تعالیٰ جل شانہ، نے یہ زمین تمہارے نام کی ہے۔ یہ تمہاری ہے اور تمہاری ہی رہے گی۔ تم سے یہ زمین کوئی نہیں لے سکتا۔ یہ لوگ دیوانے ہیں۔ تمہاری زمین میں ریلوے لائن کیسے گزر سکتی ہے۔ یہاں ریلوے لائن نہیں بنے گی۔ ان سے کہو کہ یہ لوگ کسی اور جگہ سے ریلوے لائن گزاریں۔ یہاں سے چلے جائیں۔ میں تمہیں یہی ہدایت دیتا ہوں کہ تم ریلوے کے افسران سے جا کر ملاقات کرو اور تمہاری زمین سے ریلوے لائن نہ گزارنے کی بات کرو۔ رب تعالیٰ جل شانہ، نے چاہا تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔“

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی حسبِ ہدایت حاجی مہر حاکم دین چند روز بعد ریلوے کے متعلقہ افسران سے ملنے گئے تو انہوں نے بتایا:

”مہر جی! ریلوے کے اعلیٰ حکام نے اپنا فیصلہ بدل لیا ہے۔ اب نئے

احکامات کے مطابق تمہاری زمین پر ریلوے لائن نہیں بنائی جائے گی بلکہ اس کیلئے کسی اور جگہ کا انتخاب کرلیا گیا ہے۔''

ریلوے حکام کی اس بات سے مہر حاکم دین بہت خوش ہوئے۔فوری طور پر اس خوشخبری سے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو آگاہ کیا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ نے حاجی مہر حاکم دین کو مبارکباد دی اور شکرانے کے نوافل ادا کرنے کی ہدایت فرمائی۔

صندوقچی کی گمشدگی

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو خدائے بزرگ و برتر نے تین صاحبزادوں اور ایک صاحبزادی سے نوازا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند اکبر پیر سید محمد حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا لقب سراج الملت تھا اور وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پہلے سجادہ نشین تھے۔

ایک دفعہ جبکہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ حیدر آباد دکن بسلسلہ تبلیغ و اشاعتِ دین اسلام قیام پذیر تھے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں کے صدر مدرس مولوی محمد ابراہیم کو خواب میں زیارت کے شرف سے سرفراز فرمایا اور کہا:

''مولوی جی! ہمارا بڑا صاحبزادہ محمد حسین کوئی نہ کوئی چیز گم کر دیتا ہے۔''

ادائیگی نمازِ فجر کے بعد مولوی محمد ابراہیم نے اپنے شاگرد عزیز اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے نبیرہ جو ہر ملت صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ اور دوسرے قریبی رشتہ داروں کو بتایا کہ:

''صاحبزادہ سید محمد حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی کوئی اہم شے گم ہوگئی ہے۔''

اتنا بتا کر مولوی محمد ابراہیم خاموش ہو گئے۔ سب سننے والوں نے دریافت کیا کہ:

''مولوی جی! آپ کو کس طرح پتہ چلا کہ صاحبزادہ سید محمد حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی کوئی اہم چیز گم ہوگئی ہے اور یہ کہ وہ کون سی اہم چیز ہے؟''

مگر مولوی محمد ابراہیم چپ چاپ رہے اور کسی سوال کا کوئی جواب نہ دیا تاہم سبھی لوگوں کو یہ کامل یقین تھا کہ مولوی محمد ابراہیم اس قدر ذمہ دار فرد ہیں کہ نہ تو کسی صورت جھوٹ بول سکتے ہیں اور نہ ہی ان کا مزاج ایسا ہے کہ وہ خوامخواہ میں مزاح کرتے ہوں۔

ابھی یہ گفتگو آپس میں ہو ہی رہی تھی کہ صاحبزادہ سید محمد حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے مولوی محمد ابراہیم صدر مدرس مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں کو بلا بھیجا۔ مولوی محمد ابراہیم دوڑے ہوئے گئے تو صاحبزادہ سید محمد حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے مولوی محمد ابراہیم کو بتایا:

''مولوی جی! اک عجیب واقعہ ہوگیا ہے۔ میری وہ صندوقچی گم ہوگئی ہے کہ جس میں مدرسہ و مسجد و لنگر کے ساتھ ساتھ دوسرے اخراجات کے حوالے سے بہت سی رقم تھی۔ خدا معلوم وہ صندوقچی کہاں ہے۔ بہت تلاش کیا مگر مل نہیں رہی۔''

اب یہ عقدہ تو کھل گیا کہ کون سی شے گم ہوئی تھی کہ جس کے بارے مولوی

محمد ابراہیم نے بتایا تھا۔ اس بات کا علم ہوتے ہی ہر فرد مقدور بھر تلاش و جستجو میں لگ گیا۔ صندوقچی تلاش کی جا رہی تھی مگر صندوقچی ہی تھی کہ مل نہیں رہی تھی۔

صندوقچی کی تلاش میں صاحبزادہ سید محمد حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ بذاتِ خود میر پور بھی تشریف لے گئے کہ شاید وہاں سے نہ مل جائے کیونکہ کسی پر اس حوالے سے تجسس تھا مگر صندوقچی وہاں بھی نہ ملی۔ یوں دو تین یوم گزر گئے مگر صندوقچی ملنے میں نہیں آ رہی تھی۔

اور پھر اگلے روز جبکہ دوپہر کے لمحات میں سب لوگ آرام کر رہے تھے تو مولوی محمد ابراہیم قیلولہ سے یکدم بیدار ہوئے تو اپنے شاگرد عزیز سید اختر حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو بلا بھیجا۔ پہنچنے پر انہیں بتایا کہ:

''اختر! تمہیں مبارک ہو! صندوقچی مل گئی ہے۔''

سب لوگ حیران ہوئے کہ مولوی محمد ابراہیم کو کیسے پتہ چلا کہ صندوقچی مل گئی ہے اور پھر جب صاحبزادہ سید محمد حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے معلوم کیا گیا تو انہوں نے تصدیق کی کہ واقعی صندوقچی مل گئی ہے مگر انہوں نے بتایا کہ انہوں نے اس بارے ابھی تک کسی کو بھی اطلاع نہیں دی پھر مولوی محمد ابراہیم کو کیسے پتہ چلا جبکہ صندوقچی گم ہونے کی اطلاع بھی سب سے پہلے انہوں نے دی تھی۔

ابھی اس بارے سوچا جا رہا تھا اور یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ ڈاکیا بھاگم بھاگ پہنچا۔ اس نے تار حوالے کیا اور چلتا بنا۔ تار پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ تار حضرت

پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی جانب سے تھا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ نے حیدر آباد دکن سے تار بھیجا تھا اور صندوقچی مل جانے کی مبارکباد دی تھی۔

صندوقچی مل جانے کی سب کو خوشی ہوئی مگر یہ خوشگوار حیرت بھی ہوئی کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ دور ہوتے ہوئے بھی کس قدر ہر بات سے باخبر ہیں اور ابھی صندوقچی ملنے کی سب لوگوں کو خبر نہیں ہوئی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی جانب سے مبارکبادی کا تار آگیا ہے تاہم یہ عقدہ نہیں کھل رہا تھا کہ مولوی محمد ابراہیم کو دونوں مرتبہ کیسے علم ہوا کہ صندوقچی گم ہوگئی ہے اور پھر یہ کہ صندوقچی مل گئی ہے۔

مولوی محمد ابراہیم خاموش تھے اور اس حوالے سے کچھ نہیں بولتے تھے تاہم کئی روز بعد مولوی محمد ابراہیم نے بتایا کہ:

''پہلی دفعہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ میرے خواب میں آئے تھے اور بتایا تھا کہ صاحبزادہ محمد حسین کوئی نہ کوئی چیز گم کر دیتا ہے۔میں نے لفظ بہ لفظ وہی بات آپ لوگوں کو بتا دی۔دوسری دفعہ دوپہر کے لمحات میں قیلولہ کے دوران حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے پھر زیارت کے شرف سے فیض یاب کیا اور کہا کہ مبارک ہو کیونکہ صندوقچی مل گئی ہے میں نے یہ اطلاع بھی آپ لوگوں کو فوراً دے دی اور یہ سب رب کریم وعظیم اور رحمٰن ورحیم کا فیضان ہے کہ اس قدر دور بیٹھے ہمارے پیر و مرشد کو ہماری ہر بات کا علم ہے اور یہ علم دینے والی ذات پاک سب سے بڑی علیم وبصیر ہے۔وہ جسے چاہے جو رتبہ و مرتبہ نواز دے۔''

اپنی بیٹی، تمہاری بیوی

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے خلقِ کریمانہ اور طرزِ مصلحانہ کا اظہارِ مخلصانہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کے گزرتے لمحات میں کثرت سے پایا جاتا تھا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کی حیاتِ مستعار کا لمحہ لمحہ مخلوقِ خدا کی اصلاح وفلاح میں صرف ہوتا تھا۔ ہر شخص سے آپ رحمتہ اللہ علیہ اس حسنِ سلوک سے پیش آتے تھے کہ وہ تا عمر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت کے سحر میں مقید رہتا تھا اور یوں وہ دنیاوی آلائشوں سے دور رہنے کی حتی الوسع کوشش و کاوش میں مستعد ہوتا تھا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کا اصلاحی وفلاحی عمل بالواسطہ اور بلا واسطہ دونوں طریقوں سے جاری وساری رہتا تھا۔ دراصل مرشدِ کامل کی معرفت کا مقصد ومحور ہی یہی ہوتا ہے کہ وہ صاحبِ خلقِ عظیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ پاک کا عکس جمیل ہوتا ہے اور رب قادر وقدیر کی مرضی ومنشاء سے ہی بندگانِ خدا کی رہبری ورہنمائی کا فریضہ سر انجام دیتا ہے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو رب رحمٰن ورحیم نے یہ خاصیت وخصوصیت بدرجہ اتم ودیعت فرمائی تھی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ اس سے

بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہِ راست پر لانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے تھے اور رب رحیم و کریم کے فضل و کرم سے ہمیشہ کامیاب و کامران رہتے تھے۔

گورنمنٹ ہائی اسکول پسرور کے صدر مدرس مولوی عبد القیوم نے ایک دفعہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے حسبِ عادت و حسبِ معمول اس کے ساتھ انتہائی اپنائیت اور شفقت و محبت کا برتاؤ کیا اور اسے اپنے پاس ٹھہرے رہنے کی ہدایت کی کیونکہ اس کے ایک ذاتی معاملہ میں آپ رحمتہ اللہ علیہ اس کی اصلاح کرنا چاہتے تھے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ہدایت و خواہش پر وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس رک گیا۔ مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی اور مختلف افراد آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کا شرف حاصل کرتے رہے۔ مولوی عبد القیوم بھی ایک طرف بیٹھا یہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا رہا۔ اتنے میں کھانے کا وقت ہوا تو تمام حاضرین کیلئے کھانا لگایا گیا اور سب کو دعوت دی گئی کہ وہ رب رازق و رزاق کے عطا کردہ رزق سے فیض یاب ہوں۔

حاضرین کھانے میں مصروف ہوا ہی چاہتے تھے کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے دریافت کیا کہ:

""مولوی عبد القیوم کہاں ہے۔ اسے میرے پاس لے آؤ۔""

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ہدایت کی تعمیل میں مولوی عبد القیوم آپ رحمتہ اللہ

علیہ کے قریب آ بیٹھے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کے کاندھے پر ہاتھ پھیرا اور کہا:

''مولوی جی! آؤ میں اور آپ مل کر ایک ہی برتن سے اکٹھے کھاتے ہیں۔آپ میرے ساتھ کھانا کھائیں گے تو مجھے از حد خوشی ہوگی۔آؤ بسم اللہ پڑھو اور کھانا شروع کرو۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے اس حسن عمل اور حسن اخلاق نے مولوی عبدالقیوم پر ایسا اثر کیا کہ اس پر رقت طاری ہوگئی اور اس کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو رواں ہو گئے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ اسے برتن سے بوٹیاں نکال نکال کر دیتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ:

''مولوی عبدالقیوم! کھلے دل سے کھاؤ۔شرماؤ نہیں۔''

مگر مولوی عبدالقیوم تھا کہ وہ کھاتا کم تھا مگر روتا زیادہ تھا۔دراصل اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اولیائے اللہ کے حوالے سے دل میں کوئی خاص خوش عقیدگی نہیں رکھتا تھا مگر جب آپ رحمتہ اللہ علیہ کا اس قدر اعلیٰ وارفع اخلاقِ کریمانہ دیکھا تو اس پر رقت طاری ہونا اک قدرتی و جذباتی امر تھا جسے وہ چھپائے چھپا نہیں سکتا تھا۔وہ اپنے خیالات پر شرمندہ تھا اسی لئے آبدیدہ تھا جبکہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اسے تسلی و دلاسہ بھی دیتے تھے کہ وہ کسی قسم کی کوئی فکر نہ کرے اور پریشان نہ ہو۔

جب کھانے سے فراغت ہو چکی تو مولوی عبدالقیوم نے آپ رحمتہ اللہ علیہ

سے عرض کی:

''شاہ صاحب! مجھے اجازت دیجئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی قدر افزائی کا بے حد شکریہ۔ دراصل مجھے چند ضروری کام نبٹانا ہیں اسی لئے جانا چاہتا ہوں۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے مولوی عبدالقیوم کو اسٹیشن پر پہنچانے کیلئے گھوڑی کا انتظام کرنے کی ہدایت کی اور اپنے منتظم خاص سے کہا کہ ایک شخص کو مولوی عبدالقیوم کے ساتھ بھیجا جائے تا کہ وہ اس کو اسٹیشن تک نہ صرف چھوڑ آئے بلکہ ٹرین میں بٹھا کر آئے۔

اس انتظام کے بعد جب مولوی عبدالقیوم جانے لگا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے کہا:

''عبدالقیوم! ہم تم سے ایک بات کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تم اس پر عمل کرنے کا وعدہ کرو تو ہم بولیں۔''

مولوی عبدالقیوم نے کہا:

''شاہ صاحب! جو فرمائیں گے اس پر پوری طرح عمل درآمد ہوگا۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔''

مولوی عبدالقیوم سے مکمل یقین دہانی لینے کے بعد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے سرگوشی کے انداز میں کہا:

''عبدالقیوم! تم مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی کے بھتیجے بھی ہو اور اس کے داماد بھی ہو۔ یوں مولوی محمد ابراہیم تمہارے والد کی جگہ ہیں لیکن صورتِ حال یہ ہے

کہ تم نے ان کی بیٹی کے ساتھ کوئی اچھا برتاؤ نہیں کیا۔ تمہاری بیوی عرصہ بیس سال سے اپنے والد اور تمہارے چچا مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی کے گھر پر ہے حالانکہ تمہاری بیوی ہونے کے ناتے اسے تمہارے گھر ہونا چاہئے تھا۔ تم بیوی کے حقوق ادا نہیں کر رہے۔ روزِ محشر رب ذوالجلال کا سامنا کیسے کرو گے؟ روزِ حساب جب مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی تم سے اپنی بیٹی اور تمہاری بیوی کے حقوق کی بات کریں گے تو تم کیا جواب دو گے؟ اس بارے غور کرنا تمہارا فرض بنتا ہے مگر تم ہو کہ بنیادی نکتہ سے غافل ہو اور انجان بنے ہوئے ہو۔ کیا اسلام یہی سبق دیتا ہے؟''

''یاد رکھو کہ رب ذوالجلال تمہیں اس معاملے میں معاف نہیں کریں گے۔ یہ حقوق العباد کا مسئلہ ہے۔ میری رائے یہی ہے اور میرا مشورہ بھی یہی ہے کہ تم آج ہی مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی کے ہاں جاؤ اور وہاں سے اپنی بیوی کو لے کر اپنے گھر بساؤ۔ جو بھی غلط فہمی ہے اسے افہام و تفہیم کے ساتھ خوش اسلوبی سے نبٹاؤ اگر تمہارا چچا اور خسر مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی کسی قسم کی کوئی بات کریں تو ان سے کہہ دینا کہ تمہیں ہم نے بھیجا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ کوئی حیلہ و بہانہ یا حجت و دلیل نہیں کریں گے۔ فوری جاؤ اور پہلا کام یہی کرو۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے جب مولوی عبدالقیوم نے یہ بات سنی تو اس پر مزید رقت طاری ہوئی اور اس نے مزید رونا شروع کر دیا تاہم اس نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے وعدہ کیا

کہ وہ ابھی اور اسی وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ہدایت کے مطابق اپنے سسر کے گھر جارہا ہے اور وہاں سے اپنی بیوی کو اپنے گھر لائے گا۔

مولوی عبدالقیوم کی روانگی کیلئے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے حسبِ حکم ایک عدد تیز رفتار گھوڑی تیار کردی گئی تھی مگر مولوی عبدالقیوم نے گھوڑی پر سوار ہونے سے انکار کردیا اور برملا اقرار کیا کہ:

''میں آج تک ولی اللہ کی دل میں کوئی ااہمیت نہیں رکھتا تھا بلکہ میں اولیائے اللہ کے سخت خلاف تھا مگر آج حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے حسن اخلاق نے میرے دل کی تمام تر قدورت دھودی ہے۔ میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے اتنی اہمیت اور قدرومنزلت دی کہ اپنے برتن میں اپنے ساتھ کھانا کھلایا اور خود بوٹیاں چن چن کر مجھے دیتے رہے۔ پھر مجھے بیوی گھر لانے کی ہدایت دے کر میری عاقبت سنوار دی۔ آج مجھے احساس ہورہا ہے کہ رب کریم وعظیم کے نیک بندے کس قدر عزت وعظمت کے لائق ہوتے ہیں۔ ان کی قربت کا فیض نہ صرف دنیاوی ہوتا ہے بلکہ اخروی بھی ہوتا ہے۔ میں اپنے گزشتہ گناہوں کی رب رحمٰن ورحیم سے معافی کا خواستگار ہوں اور آئندہ کیلئے یقینی طور پر محتاط رہوں گا۔ اور یہ کہ اب جب بھی میں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضری کیلئے آؤں گا تو پیدل آؤں گا اور پیدل جاؤں گا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کیلئے یہی طریقہ ہے کہ جس سے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے عقیدت ومحبت کا اظہار کیا جائے۔''

اور پھر مولوی عبدالقیوم گھوڑی پر سوار ہونے کی بجائے پیدل وہاں سے رخصت ہوا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حسبِ ہدایت اور اپنے حسبِ وعدہ سیدھا اپنے چچا اور خسر مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی کے ہاں پہنچا۔ اس نے وہاں جاتے ہی فوراً اپنے چچا کو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا پیغام پہنچایا۔ مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی نے جیسے ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ کا پیغام سنا تو اس نے کسی قسم کا کوئی شکوہ وشکایت کرنے کی بجائے اسی لمحے اپنی بیٹی کو حکم دیا کہ وہ فوراً اپنے شوہر کے ساتھ اپنے گھر روانہ ہو جائے کیونکہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی ہدایت ہے جسے کسی صورت بھی ٹالا نہیں جا سکتا۔

دو گھونٹ قہوہ

اعلائے کلمۃ الحق اور احیائے سنتِ رسولِ حق صلی اللہ علیہ وسلم ہی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی کا واحد مقصد و محور ہونے کے باعث آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جسم میں رواں خون کی بوند بوند میں بندگانِ خدا کی خدمت اور اصلاح و فلاح رچی بسی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ نصرتِ ربانی آپ رحمۃ اللہ علیہ پر ہمیشہ سایہ فگن رہتی تھی اور یوں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس میدان میں قابل ذکر کامیابی و کامرانی حاصل ہوتی تھی جس کا واضح نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ لاکھوں افراد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات و فرمودات پر عمل کرنے کیلئے بے تاب نظر آتے تھے اور یہ سب رب العزت ہی کا عطا کردہ فیضان تھا۔ جس مخلوقِ خدا مستفید و مستفیض ہوتی رہتی تھی۔

ایک بار ایسا ہوا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے نبیرہ حضرت سید اختر حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ دو سال تک مسلسل بیمار رہے۔ ہمہ قسم کے علاج کی تدابیر کی گئی مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی والا معاملہ ہو گیا۔ مزید

یہ کہ بیماری بھی ایسی تھی جو کہ بڑے بڑے اطباء کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

سید اختر حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے معالج حکیم خادم علی سے ایک روز حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا:

''خادم علی! تمہاری حکمت کیا کہتی ہے؟ اختر حسین کو کیا بیماری ہے؟ آخر اس کا کیا علاج ہے؟''

حکیم خادم علی نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے سوالات کا صرف ایک ہی دست بستہ جواب دیا:

''قبلۂ عالم! بیماری ہی کا تو پتہ نہیں چل رہا۔ بیماری کا علم ہو جاتا تو رب العزت کے فضل و کرم سے سید اختر حسین اب تک شفا پا چکے ہوتے۔ میں تو یہی عرض کروں گا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ ہی سید اختر حسین کا علاج فرمائیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو ان کی بیماری کا بخوبی علم ہے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے زیرِ لب مسکراتے ہوئے حکیم خادم علی سے پوچھا:

''خادم علی! حکیم تو تم ہو اور بیماری کا ہمیں علم ہے۔ یہ کیا بات ہوئی! کیا ہم حکیم ہیں جو اختر حسین کی بیماری کے بارے جانتے ہیں۔ ہم نے تو کبھی حکمت نہیں پڑھی! پھر بیماری کا کیسے بتا سکتے ہیں!!''

حکیم خادم علی نے برجستہ جواب دیتے ہوئے عرض کی:

''یا حضرت! آپ کی ذاتِ گرامی محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ ظاہر و باطن

دونوں کے حکیم ہیں۔ میں تو صرف ظاہری علامات دیکھ کر حکمت کرتا ہوں مگر باطن سے واقفیت کی صلاحیت رب العزت نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو ودیعت کی ہے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ توجہ فرمائیں گے تو سید اختر حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ ضرور صحت مند ہو جائیں گے۔"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے کہا:

"اچھا حکیم جی! شفا تو میرے رب کے ہاتھ میں ہے۔وہ ذات پاک جب چاہے اور جسے چاہے شفا کی دولت سے فیض یاب کر دے۔ہم کوشش کرتے ہیں رب کریم وعظیم کی منشاو مرضی ہوئی تو اختر حسین ضرور ٹھیک ہو جائے گا اور بیماری یوں جائے گی جیسے کبھی آئی ہی نہیں تھی۔"

اور پھر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے سید اختر حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے قریب بلایا۔قہوہ بنوایا۔دو گھونٹ پی کر پیالی سید اختر حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو دے دی اور کہا کہ:

"اسے بسم اللہ پڑھ کر پیو۔رب کریم ورحیم ضرور شفا عطا فرمائیں گے۔"

سید اختر حسین رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے وہ پیالی لے کر قہوہ پی لیا۔اس طرح آپ رحمتہ اللہ علیہ نے تین پیالیاں پلائیں اور رب رحمٰن ورحیم کا فضل وکرم ایسا ہوا کہ چند ہی یوم میں کامل ومکمل صحت یابی نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے فیضانِ نظر کی تصدیق وتوثیق کر دی۔بقول شاعر ؎

فیض و ارشاد قطبِ دوراں کا

جاہ و سطوت امیر ملت کی

طاعتِ رب کے ساتھ خدمتِ خلق

دن ہدایت کا شب ریاضت کی

پتھر پر دودھ

دیہات کے رہائشی مسلمانوں میں ہندووانہ رسومات کا قلع قمع حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے تبلیغی و اصلاحی مشن کا قابل ذکر پہلو تھا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ تمام عمر اس کیلئے کوشاں رہے کہ مسلمان کی سادہ لوحی کو ہندو اپنی شاطرانہ ومنافقانہ چالوں سے اس کی اخروی حیات اور ایمان وایقان پر حملے کیلئے بنیادی مواد کے طور پر استعمال کرتا ہے تو ہندو کے اس حملے کا منہ توڑ جواب دیا جائے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کو جب بھی یہ علم ہوتا تھا کہ کسی مقام پر ہندووانہ رسومات وعقائد کا رواج جڑ پکڑ رہا ہے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ اس کے انسداد کیلئے بر وقت اقدامات کرتے تھے اور رب قادر و قدیر کی عنایت و رحمت سے ہمیشہ کامیاب وبامراد رہتے تھے۔یوں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ان گنت مسلمانوں کے عقائد کو صحیح سمت عطا کی اور انہیں صراطِ مستقیم پر گامزن کیا۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ جب تبلیغ واشاعتِ دینِ اسلام کے سلسلے میں پہلی بار موضع نکودر ضلع جہلم تشریف لے گئے تو وہاں جا کر آپ رحمتہ

اللہ علیہ کے علم میں یہ بات لائی گئی کہ وہاں کے سادہ لوح مسلمان قبائل خلافِ شریعت ایک ایسی رسم و عقیدہ میں مبتلا ہیں کہ جو اسلام کے بنیادی عقائد کے سراسر خلاف ہے۔

وہاں کے مسلمان یہ غلط عقیدہ رکھتے تھے کہ وہاں کے ایک درخت کی جڑ میں گڑے ہوئے ایک پتھر بارے خدائی معجزہ کے قائل تھے۔ ان کا یقین و اعتقاد تھا کہ جس کسی کی بھی گائے یا بھینس نیا دودھ دینے والی ہو تو وہ لازمی طور پر پہلی بار اپنے جانور کا سارا دودھ اس پتھر پر لے جا کر پھینکے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو اس کے جانور کے دودھ نہیں آئے گا بلکہ خون آنے لگے گا۔ یہ غلط عقیدہ اس قدر راسخ ہو چکا تھا کہ مسلمان بڑی باقاعدگی کے ساتھ اپنے جانوروں کا پہلا دودھ اس پتھر پر پھینکتے تھے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کا علم ہوتے ہی فوری طور پر حکم دیا کہ:

''فوری طور پر اس پتھر کو وہاں سے اکھیڑ دو اور ہمارے پاس لے آؤ ہم اسے دریائے جہلم کی بے رحم موجوں کے حوالے کر دیں گے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کی تعمیل ہوئی۔ لوگ قدرے پریشان ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں فلسفائے توحید سمجھایا اور بتایا کہ قادر و قدیر صرف اور صرف ایک ہی ذات پاک ہے۔ اسی کے اختیار میں سب کچھ ہے۔ پتھر کی طاقت و قوت کے قائل تو صرف ہندو ہوتے ہیں جو اپنے بتوں کو خود ہی تراشتے

ہیں اور پھر خود ہی ان کی پوجا پاٹ شروع کر دیتے ہیں۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے وہاں کے باشندوں سے مخاطب ہو کر برملا کہا کہ:

''آج سے کوئی بھی اس جگہ پر دودھ نہ ڈالے۔ اگر کسی کے جانور کے تھنوں سے خون آئے گا تو اس کی ذمہ داری میں لیتا ہوں اور تم لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ ایسا کبھی بھی نہیں ہوگا۔''

اور پھر تمام افراد نے دیکھا کہ پتھر کو اکھیڑ لیا گیا۔ لوگوں نے دودھ پھینکنا بند کر دیا مگر خون آنے والی بات سراسر غلط نکلی۔ یوں انہیں علم ہو گیا اور ان پر ثابت ہو گیا کہ وہ ایک مشرکانہ رسم اور کافرانہ عقیدہ کی پیروی کر رہے تھے جو ان کے ایمان کو مجروح کر رہی تھی اور ان کی اخروی زندگی خراب کر رہی تھی۔

بوڑھے ہو گئے مگر عقل اب آئی!

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ لوگوں کو دلیل و برہان اور ثبوت و واقعات سے قائل و مائل کرنے کی کوشش کرتے تھے اور لوگوں کو سوالات کرنے کا وافر موقع بھی فراہم کرتے تھے۔ پھر ان سوالات کے تسلی بخش جوابات دے کر ان کے خیالات کو یکسر بدل کر رکھ دیتے تھے۔ اس فن میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کو کمال کا ملکہ حاصل تھا۔ انسانی ذہن روز ازل سے سوالات کی آماجگاہ رہا ہے اور جب اس کو اس کے سوالات کا پوری توجیہ کے ساتھ جواب مل جاتا ہے تو وہ قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ انسانی نفسیات سے

بخوبی آگاہ و آشنا تھے۔ وہ لوگوں کی نفسیات کے مطابق انہیں شعائر اسلامی کے حوالے سے قائل کرنے کی سعی مشکور کرتے تھے۔ رب العزت نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زبان میں بلا کی تاثیر رکھی تھی اور بیان میں وہ جادو رکھا تھا کہ جو سر چڑھ کر بولتا تھا۔ بے شک رحمٰن و رحیم اپنے نیک بندوں کو ایسی ہی قابل ذکر اور اعلیٰ و ارفع صلاحیتوں اور خوبیوں سے مالا مال کرتا ہے۔

ایک بار جبکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ حج کے سفر میں بحری جہاز میں تشریف فرما تھے تو بحری جہاز کا کپتان آپ رحمتہ اللہ علیہ کی شہرت سن کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ اگرچہ انگریز تھا مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حسن اخلاق اور حسن برتاؤ کے باعث آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بے پناہ عزت و وقعت کرتا تھا۔

انگریز کپتان نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہو کر دست بستہ عرض کی:

''حضورِ والا! میں نے سنا ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی۔ جو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے منہ سے نکلتا ہے پورا ہوتا ہے۔ آپ میرے لئے دعا کیجئے کہ میری اولاد پانی کی نوکری نہ کرے کیونکہ میرا تجربہ کچھ اچھا نہیں ہے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس انگریز کپتان سے انتہائی شفقت آمیز لہجے میں پوچھا:

''آخر تم ایسی دعا کیوں کرانا چاہتے ہو؟ تمہارا تجربہ اچھا کیوں نہیں

رہا؟ کیا ہوا تمہارے ساتھ؟''

اس انگریز کپتان نے اپنے ترجمان کے ذریعے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ:

''دراصل میری ساری زندگی بحری جہاز کی کپتانی میں گزری ہے۔جس میں دورانِ سفر لمحہ لمحہ یہی دھڑکا و کھٹکا لگا رہتا ہے کہ سمندر کی طغیانی کے باعث جہاز اب ڈوبا اور ابھی ڈوبا۔یوں ہر وقت موت کا خوف سامنے رہتا ہے۔سکون کے لمحات بہت کم ہوتے ہیں۔کبھی سمندری طوفان اور کبھی سمندری بلاؤں سے واسطہ زندگی کو اجیرن بنائے رکھتا ہے۔بہت مشکل کی روزی ہے یہ!''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے صبر و تحمل کے ساتھ اس انگریز کپتان کی تمام بات بوساطت ترجمان سنی۔پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے پر جوش انداز میں نعرۂ تکبیر اللہ اکبر بلند کیا اور ترجمان سے کہا کہ انگریز کپتان کو بتادو کہ:

''موت کا وقت معین و مقرر ہے۔جگہ بھی معین و مقرر ہے۔کیا کسی کو خشکی پر موت کبھی نہیں آئی؟ اگر غور کیا جائے تو انسانوں کی اکثریت کو خشکی پر ہی موت آتی ہے پھر اس بات کا کیا خوف کہ پانی میں موت آئے گی یا پانی ہی موت لاتا ہے۔موت و حیات کا مالک تو رب تعالیٰ جل شانہٗ ہے۔وہ جب چاہے اور جہاں چاہے موت دینے پر مکمل قادر ہے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس جواب نے انگریز کپتان

کو لاجواب کر دیا۔ اس نے اسی لمحے اک زوردار قہقہہ لگایا اور کہا:

"جنابِ عالی! آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک ہی نکتے اور ایک ہی دلیل نے میری زندگی بھر کا غم اور پریشانی دور کر دی ہے۔ میں اب اپنے آپ کو بہت ہلکا اور مطمئن محسوس کر رہا ہوں۔"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

"بوڑھے ہو گئے مگر عقل اب آئی ہے۔"

کپتان ہنس دیا اور پھر روزانہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضری دیتا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کی باتیں بڑے غور سے سنتا۔ وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی دلائل کی قوت کا زبردست قائل تھا۔

اللہ کے مہمان

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی حیاتِ مستعار کا زیادہ عرصہ سفر میں گزرا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی مسافری و غریب الوطنی محض اشاعتِ دین و شوکتِ اسلام کیلئے تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک کسی بھی مقام کے خاص یا عام ہونے کا قطعی کوئی تصور نہیں تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ ہر اس جگہ پہنچنے کیلئے تیار رہتے تھے جہاں پر کسی فرد کا گزر ہو سکتا تھا تا کہ اس کی اصلاح و فلاح کی جا سکے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے جہاں شہروں، محلوں اور آبادیوں میں تبلیغ کا فریضہ سر انجام دیا وہاں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے پہاڑوں، ویرانوں، بیابانوں اور دریاؤں کے کناروں کو بھی اپنا مسکن بنایا تا کہ وہاں سے گزرنے والے بھی دین اسلام کی ارفع و اعلیٰ سعادت سے محروم نہ رہیں۔ بقول اقبال ؎

محفل کون و مکاں میں سحر و شام پھرے
مئے توحید کو لے کر صفتِ جام پھرے
کوہ میں، دشت میں لے کر ترا پیغام پھرے
اور معلوم ہے تجھ کو، کبھی ناکام پھرے!

اگر کوئی آپ رحمتہ اللہ علیہ کا عقیدت مند آپ رحمتہ اللہ علیہ سے یہ عرض کرتا تھا کہ ''قبلہ عالم! یہ جگہ قابل رہائش نہیں۔ یہاں آپ رحمتہ اللہ علیہ کو تکلیف ہوگی۔ ہمہ قسم کی ناپید ہے۔ کسی بہتر جگہ پر قیام فرمائیے'' تو آپ رحمتہ اللہ علیہ اسے واضح طور پر فرماتے تھے:

''ہم اللہ کے مہمان ہیں۔ ہر جگہ اللہ کی ہے۔ ہمیں کوئی تکلیف کہیں بھی نہیں ہوتی۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ایسے دور دراز علاقوں تک کا سفر کیا کہ جہاں جانے سے لوگ خوف کھاتے تھے مگر اشاعتِ دینِ اسلام کے جنون نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے ہمہ قسم کی تکلیف کو ہیچ کر دیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ موجودہ مقبوضہ کشمیر کے دورافتادہ علاقوں ویری ناگ، بٹ گنڈ، کاچھوان، پہلگام، ویرین، اصہابل، گل مرگ، کشتواڑ، بانڈی پورہ وغیرہ تک بے دھڑک پہنچے اور وہاں کے باشندوں کو دعوتِ اسلام دی جس میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کامیاب وکامران رہے کیونکہ رب رحمٰن ورحیم کی نصرت ہمیشہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمرکاب رہتی تھی۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ ایک ہی علاقے میں ایک سے زائد بار جاتے تھے۔ اس سے دو مقاصد حاصل ہوتے تھے۔ ایک تو یہ کہ پرانے یارانِ طریقت کی تجدید وترقی ہوتی تھی۔ دوسرا یہ کہ نئے افراد داخلِ سلسلہ ہوتے تھے۔ یوں ہزاروں لوگوں کی اصلاح ہوتی تھی جس سے وہ شعائرِ اسلام پر عمل کرنے میں زیادہ چستی ودلچسپی کا

مظاہرہ کرتے تھے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ دینِ اسلام کے بنیادی مسائل بتاتے۔ شریعت کی پابندی کی تلقین وتاکید فرماتے اور احکامِ الٰہی کی حقیقت واہمیت واضح کرنے کے ساتھ ساتھ سنتِ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی ضرورت بیان کرتے۔ رب العزت نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زبان میں تاثیر رکھی ہی تھی جس کا نتیجہ یہی ہوتا تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زبان سے ادا ہونے والے ہر لفظ اور ہر جملے پر سننے والے افراد سختی کے ساتھ عمل پیرا ہو کر اپنی دنیا و آخرت سنوارتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا چھوان میں تشریف لے گئے تو اپنے ایک عقیدت مند حاجی اسرائیل کے اصرار پر اس کی رہائش گاہ پر قیام کیا۔ حاجی اسرائیل اپنی خوش بختی وخوش قسمتی پر نازاں وفرحاں تھے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت کا اسے وافر موقع میسر آ رہا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ وہاں تقریباً ایک ماہ تک قیام پذیر رہے۔ اس دوران ہزاروں افراد نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے وعظ وارشاد سے فیض حاصل کیا۔ لوگوں کی کثیر تعداد آپ رحمتہ اللہ علیہ کی مرید ہو کر داخل سلسلہ نقشبندیہ عالیہ ہوئی۔

اک سہانا خواب

اور پھر جب وہاں سے کوچ کرنے کا ارادہ کیا تو حکم ہوا کہ کا چھوان میں کام ختم ہو گیا ہے اسی لئے اب کسی اور جگہ جایا جائے۔ وہاں سے چلے تو ''اچھابل'' کے مقام پر پہنچے۔ اچھابل کے چشمے کے پاس ہی اونچے پہاڑ کے

دامن میں تین چار چنار کے درختوں کے پاس قیام پذیر ہو گئے۔ وہاں ایک خیمہ لگا دیا گیا اور چارپائی بچھا دی گئی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے عبادت وریاضت شروع کر دی۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ایک شخص وہاں حاضر ہوا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ایک کشادہ سا برتن تھا جسے اس نے سفید کپڑے سے ڈھانپ رکھا تھا جبکہ اس کے سر پر سوکھی لکڑیوں کا ایک گٹھا تھا۔ اس نے آتے ہی انتہائی ادب واحترام کے ساتھ سلام پیش کیا۔ پھر اس نے لکڑیوں کا گٹھا اپنے سر سے اتار کر قریب ہی زمین پر رکھ دیا جبکہ اس کے ہاتھ میں جو برتن تھا وہ اس نے آگے بڑھایا اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک ساتھی کو تھما دیا۔ اس نے کہا کہ اس برتن میں گائے کا تازہ دودھ ہے۔ یہ لکڑیاں جلا کر دودھ گرم کر کے اس مردِ حق کو پیش کیا جائے جو یہاں خیمے کے اندر موجود ہے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھی نے اس اجنبی شخص سے پوچھا:

''تم کون ہو؟ اس ویرانے میں کہاں سے آئے ہو اور ہمارے لئے دودھ اور لکڑیاں کیوں لائے ہو؟''

اس شخص نے یکدم اور یکایک اس قدر سوالات سنے تو وہ قدرے خاموش سا ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے بتایا کہ:

''میں یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک بستی کا رہائشی ہوں۔ آج سے کوئی تین

برس پیشتر میں نے ایک سہانا خواب دیکھا تھا جس کی خوشبو آج بھی دل و دماغ میں محسوس کرتا ہوں۔ اس خواب کا پاکیزہ و منزہ نقشہ آج بھی مجھے خمار آلود کئے رکھتا ہے۔ وہ خواب کیا تھا میری حیاتِ ناپائیدار کا اک حسین موڑ تھا۔ میں نے خواب میں ایک نیک سیرت اور پاک صورت بزرگ کی زیارت کی تھی۔ وہ بزرگ سفید لباس پہنے ایک سفید گھوڑے پر سوار تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے بڑی شفقت و محبت کے ساتھ میرے سلام کا جواب دیا اور دعا بھی دی۔''

''پھر میں نے خواب ہی میں اس بزرگ شخصیت سے پوچھا کہ ان کا مقامِ سکونت کہاں ہے؟ انہوں نے بتایا کہ جہاں وہ رہتے ہیں اسے علی پور کہتے ہیں۔ میں مسلسل تین برس سے علی پور کی تلاش میں تھا مگر آج تک مجھے علم نہ ہو سکا کہ علی پور کہاں ہے۔ مجھے خواب میں آنے والے اس بزرگ کی شدت وحدت کے ساتھ تلاش تھی۔ میں نے اس ضمن میں کافی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا تاہم میں خدائے بزرگ و برتر سے دعا گو رہتا تھا کہ وہ مجھے اس بزرگ شخصیت سے ملاقات کرا دے۔ اک خاص تڑپ تھی جو میرے دل کی دھڑکن تیز کئے رکھتی تھی۔ اک پر خمار سی ترنگ تھی جو مجھے بے چین کئے رکھتی تھی کہ کسی طرح مجھے علی پور کا پتہ مل جائے تو میں پنچھی کی طرح اڑ کر پہنچ جاؤں۔''

''اور پھر آج جبکہ میں راستے میں ایک جگہ ذرا سستانے کیلئے بیٹھا تھا تو میں نے دور سے دیکھا کہ ایک بزرگ شخصیت گھوڑے پر سوار اس طرف آ رہی

ہے۔میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور تیز تیز قدموں سے غیر ارادی طور پر آگے بڑھنے لگا۔ میں نے قریب سے دیکھا کہ گھوڑے پر سوار وہی بزرگ شخصیت ادھر آ رہی تھی جسے میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ میری دعائیں، میری التجائیں رب کریم ورحیم نے سن لی تھیں۔ میری زندگی کی آرزو پوری ہوئی اور پھر میں گھوڑے کے پیچھے پیچھے یہاں تک چپکے چپکے پیچھا کرتے ہوئے پہنچا۔''

''میں نے ایک درخت کی اوٹ میں کھڑے ہو کر سارا منظر دیکھا۔ خیمہ لگتے دیکھا۔ بزرگ شخصیت کو گھوڑے سے اتر کر خیمے کے اندر جاتے دیکھا۔ پھر میں چلا گیا۔ میں نے گھر جا کر وضو کر کے اپنی گائے کا دودھ نکالا۔ لکڑیاں اکٹھی کر کے گٹھا بنایا اور اب آپ لوگوں کے سامنے ہوں۔ میرا من چاہتا ہے کہ لکڑیاں جلا کر دودھ گرم کر کے بزرگ شخصیت کو پیش کیا جائے۔''

اس شخص کی یہ خواہش تھی اور اس کے دل میں یہ بات یقیناً رب کریم ورحیم نے ڈالی تھی کہ وہ اس بیابان میں دودھ اور لکڑیاں لایا تھا تاہم یہ حقیقت ہے کہ اس شخص کی آمد سے کچھ ہی لمحے پہلے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے گرم دودھ پینے کی خواہش کا اظہار کیا تھا اور رب رازق ورزاق کی کرم نوازی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ پر حسنِ التفات کا عالم دیکھئے کہ بیابان میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش وتمنا کے مطابق رزق فراہم کر دیا۔

اور پھر لکڑیاں جلائی گئیں۔ دودھ گرم کیا گیا اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نوش فرمایا

اور پوچھا:

"وہ شخص کہاں ہے جو دودھ اور لکڑیاں لایا تھا۔"

اس شخص کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس خیمے میں لایا گیا۔ اس نے بڑھ کر سلام کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی متانت و لطافت کے ساتھ اسے سلام کا جواب دیا۔ اسے قریب بلایا۔ اس کے کندھے پر ہاتھ پھیرا۔ اسے دین اسلام کی اچھی اچھی باتیں بتائیں۔ وہ سر جھکائے سب کچھ سنتا رہا۔ اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بلا توقف اسے اپنے ارادت مندوں میں شامل کر لیا۔ اس کے بعد اس نے اجازت چاہی اور دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے رخصت ہوا۔

اور پھر رب کریم و عظیم کی قدرت و عنایت سے اس بیابان کو ایسا رنگ لگا کہ دور و نزدیک سے لوگ جوق در جوق وہاں پہنچنے لگے۔ صورت حال یہ ہوئی کہ جو بھی آتا تھا آٹا، چاول، چینی، سبزی، مرغ اور دودھ وغیرہ میں سے کوئی نہ کوئی شے لے کر ہی آتا تھا۔ یوں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں کو کسی قسم کے تردد کی ضرورت نہ رہی اور بیابان میں رہتے ہوئے ایسی فراوانی دیکھی کہ جس کا تصور بھی محال تھا۔

لوگوں سے جب یہ پوچھا جاتا کہ انہیں اس پوشیدہ، سنسان اور غیر آباد مقام کا کیسے پتہ چلا اور کیسے علم ہوا کہ یہاں بھی چند افراد رہ رہے ہیں تو سبھی یہی کہتے تھے کہ:

''ہم نے ایک غیبی آواز سنی کہ ''اچھا بل'' کے قریب پنجاب سے ایک کامل بزرگ آئے ہوئے ہیں جاؤ اور فوری جا کر ان سے فیض حاصل کرو۔ وہ مستجاب الدعوات ہیں۔ جو دعا کرو گے رب تعالیٰ پوری کریں گے۔ اور یوں ہم یہاں کھچے چلے آتے ہیں۔''

یہ سب رب قادر و قدیر کی عنایت اور لطف و کرم تھا کہ جو لمحہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ذات گرامی پر جلوہ فگن رہتا تھا۔ بے شک رب رحمٰن و رحیم جسے چاہتے ہیں اپنی عنایات و نوازشات کے رنگ میں ایسا رنگتے ہیں کہ وہ مرد حق اور مرد قلندر بن کر نوع انسان کیلئے زندہ و تابندہ مثال بن جاتا ہے۔ بقول اقبالؔ ؎

چہ باید مرد را طبعِ بلندے، مشربِ نابے
دل گرمے، نگاہِ پاک بینے، جانِ بیتابے

ہنٹر سے سزا

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو رب کائنات نے اپنے خاص فضل و کرم سے یہ صلاحیت و طاقت اور توفیق عطا کی ہوئی تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے عقیدت مندوں کی حالتِ خواب میں آکر انہیں اصلاحی احکامات صادر کرتے تھے۔ ان کی فلاح کیلئے انہیں مشوروں سے نوازتے تھے۔ یوں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں کی ایک معقول تعداد ایسی تھی جن کی کسی نہ کسی کوتاہی اور لغزش پر نہ صرف خواب میں آپ رحمتہ اللہ علیہ ان کی سرزنش کی بلکہ انہیں ہدایات بھی دیں تاکہ وہ اپنی اصلاحِ احوال کر لیں۔ جس کا نتیجہ یہی نکلتا تھا

کہ لوگوں کی عاقبت سنور جاتی تھی اور یہی وہ کام ہوتا ہے جو ایک مرشد و مربی کی بنیادی ذمہ داری کہلاتی ہے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی اس ذمہ داری سے نہ صرف بخوبی آگاہ و آشنا تھے بلکہ اسے احسن و افضل طور پر نبھانا بھی جانتے تھے۔ حالتِ بیداری کے ساتھ ساتھ حالتِ خواب میں اصلاح فرمانا آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یقینی طور پر ممتاز و ممیّز کرتا ہے۔

اگر سوتے ہوئے کسی کی نماز قضا ہو رہی ہوتی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ حالتِ خواب میں آ کر اسے بیدار فرما دیتے اور تاکید کرتے کہ وہ فوری طور پر نماز کی ادائیگی کرے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے یارانِ طریقت نے بتایا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نماز تہجد کیلئے ان کے خواب میں آ کر انہیں بیدار کیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ حالتِ خواب میں غلطی پر سزا دیتے ہوئے بھی دکھائی دیتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عقیدت مند مستری اللہ رکھا ساکن نارووال نے ایک دفعہ ایک بے نمازی کے ساتھ مل کر کھانا کھا لیا تو رات کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس نے خواب میں دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت سے یارانِ طریقت کو ان کی غلطیوں پر ہنٹر مار کر سزا دے رہے ہیں اور جب مستری اللہ رکھا کی باری آئی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا:

"تجھے تو دو ہنٹر لگیں گے کیونکہ تیری غلطی دوسروں کی نسبت دوگنی ہے۔"

یوں مستری اللہ رکھا کو خواب میں انتباہ کر دیا گیا چنانچہ اس نے دوبارہ

ویسی غلطی کبھی نہ کی۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ایک عقیدت مند مولوی سید احمد کو حالتِ خواب میں داخل سلسلہ نقشبندیہ عالیہ فرمایا اور نماز، روزہ، نوافل کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی پرزور الفاظ میں تلقین فرمائی۔ کچھ روز بعد مولوی سید احمد جب آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کا عندیہ ظاہر کیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی خواہش پر اسے حلقۂ ارادت میں داخل کر لیا۔ جب وہ بیعت ہو کر داخل سلسلہ ہو گیا تو اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ حسبِ معمول اسے تلقین وارشاد سے مستفیض و مستفید کیا جائے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مولوی سید احمد کی طرف غور سے دیکھا اور زیرِ لب مسکراتے ہوئے فرمایا:

''مولوی جی! کیا تمہیں پہلا بتایا ہوا سبق بھول گیا ہے جو دوبارہ تقاضا کر رہے ہو؟''

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اس بات پر مولوی سید احمد کو سمجھ آ گئی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ تو اسے حالتِ خواب میں تمام تر باتوں سے آگاہ و آشنا کر چکے ہیں اور یہی خواب میں اشارہ ہی تو تھا کہ جس کی وجہ سے مولوی سید احمد نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بیعت ہونے کیلئے حاضری دی تھی۔ اس سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا فیضان ہر حال و حالت میں جاری وساری رہتا تھا اور مخلوقِ خدا کی رہبری و رہنمائی میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کا ہر

طریقہ وسلیقہ اختیار کرنے کا انداز ہ جداگانہ، مشفقانہ اور فاضلانہ تھا۔ بقول شاعر۔

رہنمائے راہِ حق، ذی مرتبہ، صاحبِ کمال

شیخ عصر وقطبِ دوراں، مرشدِ روشن خیال

مزدور پر غصہ

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ فیضان آپ رحمتہ اللہ علیہ کے اس جہانِ فانی سے کوچ کر جانے کے بعد بھی جاری رہا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا ایک عقیدت مند مستری فضل دین ایک بھٹہ خشت پر مزدوری کرتا تھا۔ جب آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عرس شریف کے ایام قریب آئے تو اس نے ارادہ کیا کہ وہ عرس شریف کے موقع پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ علی پور سیداں حاضری کی سعادت حاصل کرے۔ اس نے رخصت کیلئے اپنے مالک سے درخواست کی تو وہ غصے میں آ گیا اور اس نے چھٹی دینے سے سراسر انکار کر دیا۔ اس پر مستری فضل دین کافی پریشان ہوا۔

رات کو اسے حالتِ خواب میں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ذکر کیا کہ اس کا مالک اسے عرس شریف میں شرکت کیلئے رخصت دینے سے انکاری ہے۔ اس پر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مستری فضل دین کے کندھے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا:

''فضل دین! رنجیدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تمہیں عرس میں شریک ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ تم خاطر جمع رکھو۔ تم عرس میں ضرور شرکت کرو گے۔''

اور پھر یوں ہوا کہ منظر یکسر ہی بدل کر رہ گیا۔ مستری فضل دین ابھی سویا ہوا ہی تھا کہ بھٹہ خشت کے مالک نے اسے آ کر جگایا اور کہا کہ:

''تمہیں میری طرف سے مکمل اجازت ہے بلکہ کرایہ و خرچہ وغیرہ بھی حاضر ہے۔ تم علی پور سیداں اسی لمحے روانہ ہو جاؤ۔ وہاں عرس میں شرکت کرو اور جتنے دن وہاں رہنا چاہو رہ سکتے ہو۔ میری طرف سے کوئی روک ٹوک نہیں۔ بلکہ آؤ میرے ساتھ آؤ میں تمہیں چھوڑ آتا ہوں۔''

مستری فضل دین حیران تھا کہ بھٹہ خشت کے مالک کو آخر کیا ہو گیا ہے! اس کا مزاج کس طرح تبدیل ہو گیا ہے۔ مستری فضل دین نے اسی لمحے زادِ راہ باندھا اور علی پور سیداں کی جانب چل دیا۔ بھٹہ خشت کا مالک دو میل تک مستری فضل دین کے ہمراہ رہا اور پھر مستری فضل دین کے اصرار پر واپس ہوا تاہم راستے میں مستری فضل دین نے بھٹہ خشت کے مالک سے بار بار پوچھا کہ وہ تو رخصت دینے کیلئے قطعی تیار نہ تھا۔ اب اسے یہ کیا سوجھی ہے کہ رات کے ان لمحات میں وہ حالتِ خواب سے بیدار ہو کر علی پور سیداں جانے کی نہ صرف اجازت دے رہا ہے بلکہ ضد کر رہا ہے کہ اسی وقت اور اسی لمحے روانہ ہو جاؤ مگر بھٹہ خشت کے مالک نے کسی قسم کی بات بتانے سے یکسر گریز کیا اور محض اتنا

کہا کہ: ''قبلہ عالم کو میرا بھی سلام کہہ دینا۔'' بقول شاعر

جن کے دل ہوتے ہیں زندہ عشق ربِ پاک سے
رہتے ہیں دائم وہ زندہ نزدِ ربِ لم یزال

عشاء کی نماز چارپائی پر

بعض اوقات حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے کسی عقیدت مند کو حالت خواب میں زیارت سے مستفید فرما کر اسے کسی اور عقیدت مند کیلئے ہدایت کرتے تھے اور یوں دوسرے عقیدت مند کی اصلاح ہو جاتی تھی۔ یہ بھی ایک اندازِ نصیحت و ہدایت تھا کہ جس کے ذریعے عقیدت مندوں کی اصلاح و فلاح کا فریضہ سرانجام دیا جا رہا تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ اپنے ایک عقیدت مند محمد یعقوب جنڈ والے کے خواب میں آئے تو اسے محض اتنا کہا کہ:

''محمد اسلم تمہارا دوست ہے۔ اسے منع کرو اور کہو کہ یہ عادت درست نہیں بُری ہے۔ یہ عادت ترک کر دے۔''

محمد یعقوب جنڈ والے کا دوست محمد اسلم اس کے قریب نہیں رہتا تھا بلکہ وہ ڈسکہ کا رہائشی تھا۔ محمد یعقوب نے اپنے دوست محمد اسلم تک حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام پہنچایا تو اس نے محمد یعقوب جنڈ والے کو بتایا کہ:

''میں سمجھ گیا ہوں کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ مجھے کس

عادت کے ترک کرنے کی ہدایت فرما رہے ہیں۔ دراصل میں روزانہ کے کام کاج سے بہت تھک جاتا ہوں۔ تھکاوٹ و نقاہت کے باعث اور کچھ سستی و تن آسانی کے سبب تین روز سے میں عشاء کی نماز چارپائی پر پڑھ رہا ہوں اور اسی بات سے میرے مرشد و مربی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے منع کیا ہے۔ میں توبہ کرتا ہوں کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گا اور رب غفور و رحیم سے اپنی خطا کی معافی کا خواستگار و طلبگار رہوں۔''

اعزاز قبولیت

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ بنگلور تشریف لے گئے تو وہاں کچھ روز قیام کیا۔ دورانِ قیام ایک دن نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کو علم ہوا کہ وہاں پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عقیدت مند سیٹھ یونس نے با جماعت نماز میں شمولیت کی ہے۔ اس نماز کی امامت آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہی کرائی تھی۔ سیٹھ یونس کے بارے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لمحے نہ صرف خوشی کا اظہار کیا بلکہ رب رحمٰن و رحیم کا شکر و شکرانہ ادا کیا اور فرمایا:

''رب قادر و قدیر کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے میری مدت کی آرزو اور خواہش کو پورا کیا۔ میں ایک عرصہ سے متمنی تھا کہ سیٹھ یونس با جماعت نماز ادا کیا کرے۔ آج میری تمنا پوری ہوگئی ہے۔''

سیٹھ یونس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے یہ کلمات سنے تو وہ

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے قریب دوڑا ہوا آیا اور زار وقطار روتے ہوئے عرض کرنے لگا:

''قبلہ عالم! آپ رحمتہ اللہ علیہ کی دعاؤں سے رب کائنات نے مجھے یہ توفیق بخشی ہے کہ میں نے آج نمازِ فجر باجماعت آپ رحمتہ اللہ علیہ کی امامت میں ادا کی ہے۔ میں وعدہ وعہد کرتا ہوں کہ آئندہ ہمیشہ ہر نماز باجماعت ادا کیا کروں گا اور اس حوالے سے پوری کوشش کروں گا کہ کبھی غفلت ولا پرواہی نہ ہو۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے سیٹھ یونس کے شانے پر ہاتھ پھیرا اور کہا:

''خوش رہو! رب کائنات تمہیں تمام عمر اس امر کی توفیق و استطاعت وہمت دے کہ تم ہر نماز باجماعت ادا کرو۔ آج میں خوش ہوں کہ رب رحمٰن ورحیم نے میری دعاؤں کو اعزازِ قبولیت سے نوازا ہے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اصلاحِ احوال کیلئے بلا واسطہ طریقہ بھی اختیار کرتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ جس فرد کو بھی بیعت سے سرفراز فرما کر داخل سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کرتے تو بعد ازاں اسے جہاں دوسرے احکامِ شریعت سے آگاہ کرتے اور ان پر پابندی وسختی کے ساتھ عمل کرنے کا عہد لیتے تو وہاں ان سے یہ وعدہ بھی لیتے کہ وہ کسی بے نمازی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا نہیں کھائیں گے۔ اس کا واضح نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آپ رحمتہ اللہ

علیہ کے مریدین اپنی بیویوں کو نماز روزے کا پابند بنانے کی پوری پوری کوشش و کاوش کرتے تھے۔ یوں بلا واسطہ طور پر گھریلو خواتین کی اصلاح ہو جاتی تھی۔ ماں نماز روزہ کی پابند ہو جاتی تھی تو لامحالہ اولاد بھی اس کا اثر قبول کرتی تھی۔ اس طرح پورا گھرانہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے فیض سے بالواسطہ و بلا واسطہ مستفید و مستفیض ہوتا تھا اور یہی آپ رحمتہ اللہ علیہ چاہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح لوگوں کی اصلاح ہو۔

قوتِ حافظہ

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو رب قادر وقدیر نے اپنی خاص عنایت ورحمت اور فضل وکرم سے مختلف جہت کی اعلیٰ وارفع صفات سے مالا مال کیا تھا۔ان خوبیوں میں ایک خوبی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی یادداشت اور قوتِ حافظہ ایسی نمایاں ومنفرد تھی کہ جو اکثر و بیشتر دوسروں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتی تھی۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کسی سے ایک بار چند لمحوں کیلئے بھی ملاقات کر لیتے تھے تو وہ ملاقات تمام تر جزئیات کے ساتھ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ذہن پر نقش رہتی تھی اور ملاقاتی کئی برسوں حتیٰ کہ عشروں کے بعد بھی ملتا تھا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ تمام تر تفصیلات اسے بتا کر حیران کر دیتے تھے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ایک دفعہ قصور تشریف لے گئے تو وہاں آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ایک ضعیف العمر شخص نے ملاقات کی۔اس نے سلام دعا کے بعد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا:

''قبلۂ عالم! کیا آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے پہچانا؟''

اس کا یہ سوال سن کر آپ رحمتہ اللہ علیہ زیرِ لب قدرے مسکرائے اور اس سے مخاطب ہو کر کہا:

''تمہاری میری ملاقات کو 22 سال کا عرصہ ہو گیا ہے۔ تم سے 22 سال پیشتر بمبئی میں ملاقات ہوئی تھی اور وہ بھی مختصر وقت کیلئے تھی۔ آج اتنے عرصے بعد تم ملے ہو تو مجھے تم سے پہلی ملاقات کا لمحہ لمحہ یاد آ گیا ہے۔''

وہ شخص آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اس مثالی یادداشت پر حیران بھی ہوا اور خوش بھی۔ اس موقع پر اس کی زبان سے یہی نکلا کہ:

''مجھے یوں لگتا ہے کہ جس طرح قبلۂ عالم نے اس دنیا میں مجھے اتنا عرصہ بعد بھی پہچان لیا ہے اور یاد رکھا ہے قیامت کے روز بھی مجھے یاد رکھیں گے۔''

ایک دفعہ جبکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ لائل پور (فیصل آباد) میں تبلیغ و اشاعت کیلئے موجود تھے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ اس نے انتہائی ادب و احترام کے ساتھ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو سلام کیا اور پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا کہ:

''حضرت جی! میں فلاں شخص کا بیٹا ہوں۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسی لمحے اسے ٹوک دیا اور کہا کہ جس شخص کو تم اپنا والد بتا رہے ہو اس کا تو کوئی بیٹا ہی نہیں تھا۔ پھر تم کیسے اس کے بیٹے بن گئے۔

وہ شخص حیران و پریشان ہو کر رہ گیا تاہم اس نے اپنے حواس پر قابو رکھتے ہوئے بتایا کہ میں اس شخص کے بھائی کا بیٹا ہوں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اس شخص کے تین بھائی تھے۔ خدا معلوم تم کس کے بیٹے ہو۔''

پھر اس سے پہلے کہ وہ شخص کوئی جواب دیتا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے خود ہی ان تینوں بھائیوں کے نام بتا دیئے اور پھر ان کے بیٹوں کے نام بھی بتا دیئے۔ جب آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے کہا کہ:

''اب بتاؤ۔ تمہارا کیا نام ہے؟''

اس نے دست بستہ عرض کی:

''قبلۂ عالم! یقینی طور پر آپ نے میرا نام مجھ سے پوچھا ہے تو مجھے بے انتہا خوشی محسوس ہو رہی ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اب میرا نام بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ذہن میں مستقل طور پر محفوظ ہو جائے گا اور یہ واقعتاً خوش قسمتی و خوش بختی کی بات ہے۔ میرا نام محمد یعقوب ہے اور بطور اوورسیئر ملازمت کرتا ہوں۔''

اور پھر محمد یعقوب نے اپنے رفقاء کی محفل میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے بارے اتنا کہا کہ:

''میں اسے حافظہ و یادداشت کا نام نہیں دوں گا۔ یہ تو محض عطائے ربانی اور کیفیتِ نورانی ہے اور میں نے اپنی حیاتِ مستعار میں کسی اور شخص کو نہیں دیکھا جو اس طرح کی قدرت و صلاحیت کا مالک ہو۔''

ایک دفعہ محکمہ پولیس کا ایک افسر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا: ''تم کس ضلع کے رہائشی ہو؟''

اس نے بتایا: "قبلۂ عالم! میں ضلع سرگودھا کا رہنے والا ہوں۔"

پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے اس کی قوم بارے پوچھا تو اس نے اپنی قوم بارے بتایا مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے کہا:

"میاں! تم کچھ بھول تو نہیں رہے۔ جو قوم تم نے بتائی ہے اس قوم کا تو پورے ضلع سرگودھا میں ایک آدمی بھی نہیں۔"

اب اس شخص کو اپنی غلطی احساس ہوا تو وہ اس پر نادم ہوا اور اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے معذرت چاہتے ہوئے اپنے ضلع کے ساتھ ساتھ اپنے گاؤں کا بھی صحیح صحیح نام بتایا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے بتایا کہ:

"بھائی! تمہارے گاؤں تو میں ایک بار گیا تھا۔ میں تمہارے گاؤں کو اچھی طرح جانتا ہوں۔"

پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک شخص کا نام لے کر اس سے پوچھا کہ اس سے تمہارا کیا تعلق ورشتہ ہے؟ اس نے عرض کی:

"یا حضرت! میں اس کا پوتا ہوں۔"

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

"جس شخص کے تم پوتے ہو اس کے تو چار لڑکے تھے تم کس لڑکے کے بیٹے ہو؟"

اس نے کہا کہ وہ اس کے بڑے بیٹے کا لڑکا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے بتایا کہ اسے تو گھوڑوں کا بہت شوق تھا اور یہ کہ "تمہارے دادا اور والد بہت

نیک اور خداترس لوگ تھے۔"

وہ پولیس افسر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خداداد صلاحیت سے ازحد متاثر ہوا۔اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کے بعد برملا کہا کہ:

"یہ محض معرفت وروحانیت کا اعجاز ہے ورنہ سو برس کی عمر کے شخص کو تو اپنے بارے صحیح معلومات یاد نہیں ہوتیں جبکہ میرے دادا کو فوت ہوئے نصف صدی گزر چکی ہے اور قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ ابھی تک اسے یاد رکھے ہوئے ہیں۔ یہ محض رب قادر وقدیر کا کرم ہے۔"

میں سیالکوٹ کی رہنے والی ہوں

ایک دفعہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کشمیر تشریف لے گئے تو کافی روز وہاں قیام پذیر رہے۔ وعظ وارشاد اور تبلیغ و تلقین کا سلسلہ حسبِ معمول جاری وساری رہا۔ اور پھر ایک روز واپسی کا ارادہ کرلیا۔ تمام دوست اور یارانِ طریقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت پر ہی عمل کرتے تھے۔ سب نے واپسی کی تیاری کرلی۔ راستے میں رام بن کے مقام پر رات ہوگئی۔ رات بہت تاریک اور علاقہ ازحد سنسان و بیابان تھا تاہم وہاں ایک سرکاری ریسٹ ہاؤس موجود تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہی فیصلہ کیا رات اسی ریسٹ ہاؤس میں گزاری جائے۔ ریسٹ ہاؤس کے منتظم سے بات کی تو پہلے تو وہ ہچکچایا مگر جب قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ بارے بتایا تو وہ خوشی ومسرت سے اچھلنے لگا اور اپنی قسمت پر ناز کرنے لگا۔

ریسٹ ہاؤس کا منتظم دوڑ کر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں پہنچا اور انتہائی محبت وعقیدت کے ساتھ ریسٹ ہاؤس تک

لے آیا۔ اس نے قیام و طعام کا مقدور بھر بہتر سے بہتر انتظام کیا۔ ساتھ والے کمرے میں کچھ اور افراد بھی رہ رہے تھے۔ وہاں سے ایک بچی لالٹین لے کر آئی تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے شفقت آمیز لہجے میں پوچھا:

''بیٹا! تم کہاں کی رہنے والی ہو؟''

اس نے بتایا: ''میں سیالکوٹ کی رہنے والی ہوں۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس بچی کو محبت و الفت کے ساتھ اپنے قریب بلایا۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور پوچھا:

''بیٹا! یہ بتاؤ کہ تمہارے والدِ محترم کا کیا نام ہے؟''

اس نے بتایا کہ: ''میرے والد کا نام محمد شفیع ہے۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسی لمحے کہا کہ:

''ہم اس کے دادا جان کو جانتے ہیں مگر اس کا والد آج تک ہم سے کبھی نہیں ملا۔ اس کا دادا تو بہت نیک اور شریف النفس انسان تھا۔''

بچی نے واپس جا کر اپنی والدہ کو تمام بات بتائی تو اس کی والدہ دوڑی ہوئی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آئی اور کہنے لگی:

''قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ! اس کا والد اپنی ملازمت کے حوالے سے باہر گیا ہوا ہے۔ جب بھی آئے گا میں اسے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ملنے کیلئے ضرور کہوں گی۔ خدا معلوم اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے آج تک ملاقات کیوں نہیں

کی۔ دراصل اس کی ملازمت ہی ایسی ہے کہ وہ اکثر گھر سے دور کسی نہ کسی مقام کے دورے پر ہی رہتا ہے۔''

اگرچہ اس بچی کی والدہ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تاہم وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خداداد استعداد پر حیران تھی کہ رب قادر وقدیر نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو حافظہ اور یادداشت کی بے مثل و بے مثال دولت سے مالا مال کیا ہوا تھا۔

اور پھر ٹکٹ آ گئے

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ایک دفعہ بنگلور تشریف لے گئے۔ حسبِ معمول آپ رحمتہ اللہ علیہ نے وہاں تبلیغ وارشاد کا کام کیا۔ کئی لوگ داخل سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ ہوئے۔ چند روز قیام کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے قریبی یارانِ طریقت سے کہا کہ:

''بنگلور سے علی پور سیداں تک کے ٹکٹ خرید لو۔ ہم نے راستے میں کسی جگہ نہیں اترنا۔''

چنانچہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی حسبِ ہدایت ریلوے اسٹیشن سے علی پور سیداں کیلئے حسبِ ضرورت ٹکٹ خرید لئے گئے۔ سفر شروع ہوا۔ ریل گاڑی اپنی منزل کی جانب پوری رفتار کے ساتھ رواں دواں تھی اور منزل قریب سے قریب تر ہوتی چلی جارہی تھی۔

راستے میں ٹکٹ چیکر نے آکر جب حضرت قبلۂ عالم رحمتہ اللہ

علیہ اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھیوں سے ٹکٹ دکھانے کو کہا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ تو اگرچہ اس وقت نماز میں مشغول تھے تاہم آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھیوں نے اپنے بیگ کھول کر ٹکٹ نکال کر دکھانا چاہا تو معلوم ہوا کہ ٹکٹ تو وہیں بنگلور ہی میں رہ گئے ہیں۔ سب لوگ پریشان سے ہو گئے کہ اب کیا ہو گا؟

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کو تمام تر واقعہ بتایا گیا۔ اس سے پیشتر وہ ٹکٹ چیکر سینکڑوں روپے جرمانہ عائد کرنے کا سنا چکا تھا اس کا مطالبہ تھا کہ اسے فوری رقم ادا کی جائے تاکہ وہ دوسرے ٹکٹ جاری کرے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ٹکٹ چیکر کو اپنے پاس بلایا۔ اس وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے لئے چائے منگوائی ہوئی تھی اور نماز کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ چائے پینا چاہتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے یارانِ طریقت سے کہا کہ اس ٹکٹ چیکر کیلئے بھی چائے لے آؤ۔ چائے آگئی اور ٹکٹ چیکر کو پیش کر دی گئی۔

چائے کے دوران حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ٹکٹ چیکر سے پوچھا:

''یہ بتاؤ کہ تمہارا گھر کہاں ہے؟''

اس نے جواب دیا: ''میری رہائش حیدر آباد دکن میں ہے۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے کہا: ''

لیکن تمہاری اردو تو حیدر آباد کی نہیں ہے۔ تم جو اردو بول رہے ہو وہ تو حیدر آباد میں نہیں بولی جاتی۔ تمہارا لب ولہجہ تو کسی اور علاقے کا لگتا ہے۔"

ٹکٹ چیکر نے کہا: "دراصل بات یہ ہے کہ میں بنیادی طور پر تو سیالکوٹ کا رہنے والا ہوں۔ اب ملازمت کے سلسلے میں حیدر آباد میں رہائش اختیار کر رکھی ہے۔ اسی وجہ سے میری اردو حیدر آباد والی محسوس نہیں ہوتی۔"

اور پھر یکایک حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک شخص کا نام لے کر اس ٹکٹ چیکر سے پوچھا کہ وہ بتائے کہ اس شخص سے اس کی کیا رشتہ داری ہے؟

اس نے دست بستہ عرض کی: "جناب! وہ میرے دادا ہیں۔ میں ان کا پوتا ہوں۔"

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ٹکٹ چیکر کو بتایا کہ تمہارے دادا کے تو چار بیٹے تھے۔ اوران بیٹوں کے یہ یہ نام تھے۔ تم کس بیٹے کی اولاد ہو؟ اس نے اسی لمحے اپنے والدِ محترم کا نام بتایا اور پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ سے حیران ہو کر پوچھا:

"آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟"

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بتایا کہ "ہم علی پور سیداں کے رہنے والے ہیں۔"

جب اسے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے بارے تمام معلومات ملیں تو وہ ازحد شرمندہ و نادم ہوا۔ اس نے معذرت چاہی۔ اس نے حیدر آباد دکن پہنچ کر خود ہی ٹکٹوں کے حوالے سے ضروری دفتری کارروائی کی اور ذمہ داری لی کہ کل تک

شوہروں کی اصلاح بیویوں کے ذریعے

اس حقیقت کے پیش نظر کہ بچے کی پہلی درسگاہ و تربیت گاہ اس کی ماں کی گود ہوتی ہے آپ رحمتہ اللہ علیہماں کی اپنی تربیت پر خاص زور دیتے تھے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان تھا کہ اگر ماں صحیح العقیدہ اور پابندِ احکام شریعت ہوگی تو اس کی گود میں پلنے والی اولاد بھی صالح اور دین دار ہوگی۔اس حقیقت کے حوالے سے آپ رحمتہ اللہ علیہ ماؤں کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ کے قائل تھے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی کوشش و کاوش اور فیض و فیضان سے لاتعداد عورتیں احکام شریعتِ اسلامی کی سختی سے پابند ہوگئی تھیں۔آپ رحمتہ اللہ علیہ عورتوں کو نماز، روزے، غسل و وضو، خانگی فرائض اور حقوقِ شوہر بارے خصوصی خطاب فرماتے اور عام فہم زبان میں انہیں ان سے متعلق تمام مسائل سے آگاہ و آشنا فرماتے۔پردہ اور پورا لباس آپ رحمتہ اللہ علیہ کی تقریر کا موضوع خاص ہوتا تھا۔یہی وجہ تھی کہ اگر کوئی عورت شرعی لوازمات کے مطابق لباس نہ پہنے ہوتی تھی تو وہ اس وقت تک آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے نہیں آتی تھی جب

تک وہ لباس کو درست نہیں کر لیتی تھی۔ اس حوالے سے آپ رحمتہ اللہ علیہ سختی بھی فرماتے تھے۔

کشمیری عورتیں عموماً ایک لمبا کُرتا زیبِ تن کرتی تھیں۔ اسی طرح دکن میں بھی عورتیں صرف ساڑھی باندھتی تھیں۔ یوں ان دونوں مقامات کی عورتیں شلوار یا پاجامہ نہیں پہنتی تھیں۔ ان کا استدلال تھا کہ لمبا کُرتا ہو یا لمبی ساڑھی ہو اس کے نیچے شلوار یا پاجامہ زیبِ تن کرنے کی چنداں ضرورت نہیں رہتی مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ کا استدلال یہ تھا کہ:

''عورت کو تو کفن میں بھی شلوار کا حکم ہے اسی لئے تم نیچے شلوار یا پاجامہ ضرور پہنو چاہے کُرتا لمبا ہے یا ساڑھی لمبی ہے۔''

جو عورتیں نصف آستین کی قمیص پہنے آپؒ کو نظر آ جاتیں تو آپ رحمتہ اللہ علیہ سختی کے ساتھ ڈانٹ دیتے اور اس حوالے سے کسی سے رورعایت نہیں کرتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ:

''نیم آستین سے نماز نہیں ہوتی۔ عورتوں کیلئے بازو ننگا رکھنا حرام ہے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی اس تلقین و ترغیب اور تنبیہہ و تصیح کا اس قدر اثر ہوا کہ عورتوں نے نہ صرف اپنی اصلاح کی بلکہ وہ اس قدر پابندِ احکام شریعت ہو گئیں کہ انہوں نے اپنے شوہروں کی بھی اصلاح کرنا شروع کر دی۔ بعض عورتیں تو اپنے شوہروں کی کوتاہیوں، غلطیوں اور خامیوں کی نشاندہی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آ کر بھی کرتی تھیں اور اس حوالے سے کوئی بات کہنے

سے ذرا بھر بھی نہیں کتراتی تھیں۔

ایک دفعہ موضع بلونہ ضلع جھنگ کی ایک خاتون آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئی۔ اس وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ درس و تدریس میں مشغول تھے۔ جب اس سے فارغ ہوئے تو ملاقاتیوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو گھیر لیا۔ ہر شخص اپنے حوالے سے کوئی نہ کوئی بات کرنا چاہتا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ ہر شخص کو اس کی خواہش کے مطابق وقت مرحمت فرماتے تھے اور ہر ایک کی سنتے تھے اور اسے اس کی بات کے مطابق ہدایت فرماتے تھے۔

جب لوگوں کا مجمع چھٹ گیا تو وہ عورت آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آئی۔ سلام دعا کے بعد اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے دست بستہ کہا:

''قبلۂ عالم! میرے ساتھ ایک عجیب مسئلہ و معاملہ ہے۔ اگر اجازت ہو تو بیان کروں؟''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''بے دھڑک بیان کرو۔ ہم سننے کیلئے تیار ہیں۔''

اس عورت نے کہا: ''شاہ جی! میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے سر کا کپڑا پلید ہے۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فوری طور پر جواب دیا: ''تو پھر اسے دھو لو۔ پاک ہو جائے گا۔''

اس نے عرض کی: ''قبلۂ عالم! کپڑا ایسا ہے کہ میرے دھونے سے پاک

نہیں ہو سکتا۔"

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: "محبت کے صابن سے دھو۔ ضرور پاک ہو جائے گا۔"

اس نے عرض کی:

"قبلۂ عالم! آپ رحمتہ اللہ علیہ کی توجہ اور نظر کرم کی ضرورت ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی نظر التفات ہو گی تو معاملہ ٹھیک ہو جائے گا۔ مجھے از راہِ صد لطف و کرم اجازت دیجئے کہ میں اپنے سر کے کپڑے کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس لے آؤں!"

اور پھر وہ جب آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اجازت سے اپنے سر کے کپڑے یعنی اپنے شوہر کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس لے آئی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس پر ایسی توجہ کی کہ وہ چوری و بدکاری سے توبہ کر کے ایسا متقی و پرہیزگار ہوا کہ لوگ اس کی مثالیں دینے لگے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ جب ایک بار پھر اس خاتون کے گاؤں تشریف لے گئے تو وہ عورت پھر حاضر خدمت ہوئی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے دیکھتے ہی اس سے پوچھا:

"تمہارے سر کے کپڑے کا اب کیا حال ہے؟"

اس نے دست بستہ عرض کی: "قبلۂ عالم! آپ رحمتہ اللہ علیہ کی توجہ اور رب کریم و عظیم کے فضل و کرم سے اب میرے سر کا کپڑا پاک ہو گیا ہے۔ اب

میں بہت خوش ہوں۔ میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے فرمان پر سختی سے خود بھی عمل پیرا ہوں اور اپنے شوہر کو بھی باعمل و باکردار پاتی ہوں کیونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ 'جان جائے پر نماز نہ جائے۔' دعا کیجئے کہ رب قادر و قدیر ہمیں نیک اعمال پر قائم و دائم رکھے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اسی لمحے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور رب رحمٰن و رحیم کے حضور التجا کی:

''یا رب العالمین! اس عورت اور اس کے شوہر کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھ۔ ان کا خاتمہ بالخیر کر۔ انہیں جنت الفردوس میں نمایاں مقام عطا کر۔ ان کی گزشتہ لغزشوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرما اور ان کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے۔ بے شک تیری ذات ہی غفور و رحیم اور غفار و ستار ہے۔''

اس واقعہ کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ارادت مندوں و عقیدت مندوں سے پوچھا:

''کیا تمہیں اس بات کی سمجھ آئی تھی کہ عورت نے جو یہ کہا تھا کہ اس کے سر کا کپڑا پلید ہے؟''

سب نے یک زبان ہو کر کہا: ''قبلۂ عالم! ہمیں اس کی قطعی طور پر سمجھ نہیں آئی تھی۔ یہ عقدہ تو بعد میں کھلا کہ وہ کس خوبصورتی کے ساتھ اور اشارے کنایے میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ مسئلہ بیان کر گئی۔ اس نے چند اشخاص کی موجودگی میں بات کی مگر اس کی بات صرف اور صرف آپ رحمتہ اللہ علیہ ہی سمجھ

پائے۔اس نے چند ہی لفظوں کے خوبصورت انتخاب اور مناسب و برمحل استعمال سے اپنی بات آپ رحمتہ اللہ علیہ تک پہنچانے میں کامیابی حاصل کی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بھی حسن معاملگی ایسی دکھائی کہ اس کا مسئلہ حل ہو گیا۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا طرزِ اصلاح وفلاح جداگانہ اور منفرد ہوتا تھا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے عقیدت و ارادت مندوں کی لمحہ لمحہ تعلیم و تربیت کرتے رہتے تھے اور کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے کہ جب آپ رحمتہ اللہ علیہ کسی نہ کسی طور اپنی محفل و مجلس میں موجود اپنے عقیدت وارادت مندوں کو شعائرِ اسلامی اور معاملاتِ دنیاوی کی باریکیوں سے بلاواسطہ یا بالواسطہ آگاہ و آشنا نہ فرماتے ہوں۔آپ رحمتہ اللہ علیہ علم وعمل کا ایسا بہتا جھرنا تھے کہ جس کے ٹھنڈے میٹھے پانی سے غیر بھی سیراب ہوتے تھے اور اپنے بھی پیاس بجھاتے تھے۔غیر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آتے تھے تو غیر اللہ کو چھوڑ کر ایک اللہ کے ہو کر اپنے ہو جاتے تھے۔اپنے آتے تھے تو اپنی کمزوریوں اور معمولی کوتاہیوں سے توبہ تائب ہو کر جاتے تھے۔رب کائنات نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو ہمہ قسم کے علوم سے بہرہ ور کر رکھا تھا۔عمل کسبی ہو یا وہبی ہو یا لدنی ہو رب علیم وخبیر نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اس متاع بے بہا کا وافر ذخیرہ ودیعت کیا ہوا تھا۔بقول شاعر۔

علم میں بو حنیفۂ دوراں

فضل میں غوثِ وقت و خلق پناہ

فکر میں ثانیٔ مجدد ہند

ذکر میں نقشبندؒ عالی جاہ

قطب ارشاد بھی وہ سید بھی

اس صدی کے وہی مجدد بھی

علم کے ذخیرے کے بل بوتے پر عالم ہونا اس بات کی ضمانت نہیں دیتا کہ ہر عالم اپنا علم دوسروں تک منتقل کرنے کا فن اور ہنر بھی جانتا ہو۔ عالم ہونے کے ساتھ ساتھ مبلغ و معلم ہونا اضافی خوبیوں کا عکاس ہوتا ہے اور یہ خوبی ہر عالم میں نہیں پائی جاتی۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو رب کریم وعظیم نے ان دونوں خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ جہاں بے مثل عالم تھے وہاں بے مثال معلم بھی تھے۔ اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کا سلیقہ وطریقہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا اس قدر منفرد تھا کہ بڑے بڑے معلم و مبلغ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی قد آور شخصیت کے سامنے تلامذہ نظر آتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ جب بولنا شروع کرتے تھے تو اپنے حسن بیان اور طرزِ استدلال سے ایسا سماں باندھتے تھے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا ہر ہر لفظ دوسروں کے دلوں میں اترتا چلا جاتا تھا۔

دل کھنچیں جس سے ایسا طرزِ کلام

دل میں اترے وہ سیدھی سادی بات

ماش کی دال کی تلاش

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ قوانین اسلام اور سنن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر جہاں بذاتِ خود سختی و پابندی کے ساتھ عمل پیرا ہوتے تھے وہاں اپنے عقیدت و ارادت مندوں پر بھی لازم قرار دیتے تھے کہ وہ شعائرِ اسلام کو پوری حدت و شدت اور خلوصِ نیت کے ساتھ اپنی زندگیوں کا جزوِ لازم بنائیں۔ اس حوالے سے لوگوں کی اصلاح احوال کیلئے آپ رحمتہ اللہ علیہ اکثر اوقات منفرد انداز اختیار کرتے تھے اور یہ طرزِ تصحیح ایسا ہوتا تھا کہ جس سے دوسرے شخص کے جذبات و احساسات بھی مجروح نہیں ہوتے تھے اور اس کی اصلاح بھی ہو جاتی تھی۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مومدی پور مدینہ ضلع گجرات کے رہائشی سید اکبر شاہ کو ایک سے زائد بار تلقین و تاکید فرمائی کہ وہ اپنے چہرے کو سنتِ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے منور و منزہ کرے مگر نوجوانی کے عالم میں وہ ہر بار وعدہ کر کے بھول جاتا تھا۔ زمانہ برق رفتاری کے ساتھ آگے بڑھتا رہا اور پھر یوں ہوا کہ حضرت پیر

جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرشتۂ اجل کو لبیک کہا۔ اب سید اکبر شاہ کو یاد دہانی کرانے والی شخصیت دارِ فنا سے دارِ بقا کی جانب کوچ کر چکی تھی اسی لئے سید اکبر شاہ کے ذہن سے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی ہدایت و نصیحت محو ہو کر رہ گئی تھی۔

سید اکبر شاہ غم ہائے روزگار میں محو و مستغرق تھا کہ ایک روز اس کے ہاں ایک اجنبی و ناواقف مہمان پہنچا۔ اس کے چہرے مہرے سے درویشی عیاں و نہاں تھی۔ اس نے سید اکبر شاہ سے اس کے ہاں جیسے ہی رہائش رکھنے کا عندیہ ظاہر کیا سید اکبر شاہ نے اسی لمحے اسے اجازت دے دی اور اس کی خدمت میں خوشی محسوس کرنے لگا۔

وہ درویش کوئی دو یا تین ماہ سید اکبر شاہ کے ہاں رہائش پذیر رہا مگر اس کا یہ طریقہ و سلیقہ رہا کہ جب بھی اس کی ملاقات سید اکبر شاہ سے ہوتی تو وہ اسے انتہائی محبت و شفقت آمیز لہجے میں مشورہ دیتا کہ وہ داڑھی رکھ لے۔ سید اکبر شاہ اس کی بات توجہ سے تو سنتا مگر عمل نہ کرتا۔ محض وعدہ کرتا مگر وعدہ وفا نہ کرتا۔ یوں اس نے ابھی تک داڑھی نہیں رکھی تھی۔

اور پھر ایک دن اس درویش نے سید اکبر شاہ کو خصوصی طور پر بلا بھیجا اور اس سے واپس جانے کی اجازت طلب کی۔ سید اکبر شاہ نے اصرار کیا کہ وہ کچھ عرصہ اور اس کے پاس ٹھہر جائے۔ اس پر اس درویش نے سید اکبر شاہ سے صاف صاف لفظوں میں کہا:

''جناب! مالک مجھ پر ناراض ہو رہے ہیں۔ وہ مجھے ڈانٹتے ہیں کہ میرا یہاں رہنا بیکار ہے۔ اس لئے کہ جس کام کیلئے انہوں نے مجھے یہاں بھیجا تھا وہ میں کرنے سے قاصر و عاجز رہا ہوں۔ اب میرا یہاں رہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ مجھے یہاں سے ہر حال میں جانا ہی ہوگا کیونکہ میں اپنے مالک کو کسی صورت بھی ناراض نہیں کر سکتا۔''

سید اکبر شاہ نے اپنے مہمان درویش کی یہ بات سنی تو اسے کچھ سمجھ نہ آئی۔ وہ عجیب کشمکش اور شش و پنج میں مبتلا ہو گیا۔ وہ کافی دیر سوچتا رہا کہ آخر یہ درویش کس کام آیا تھا اور وہ کام کیونکر نہیں ہو سکا؟ اس نے کافی غور کیا مگر وہ معاملے کی تہہ تک پہنچنے میں ناکام رہا۔ بالآخر اس نے اس مہمان درویش سے پوچھ ہی لیا کہ:

''آخر وہ کون سا کام تھا جو آپ نہیں کر سکے۔ اس کام کے حوالے سے میرے کسی تعاون کی ضرورت ہو تو میں دل و جان سے حاضر ہوں۔ آپ اپنے مالک کو کیوں ناراض کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ میں آپ کے اس کام میں مددگار ثابت ہو سکوں۔ آپ کام تو بتائیں!''

مہمان درویش کچھ دیر خاموش رہا۔ غور و فکر کرتا رہا۔ پھر اس نے سید اکبر شاہ سے کہا:

''اکبر! بات بتانے کی نہیں ہے۔ جس کام سے میں یہاں آیا تھا وہ بھی آپ کے بتانے کا نہیں۔ میں نے بات بتا دی تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے

میں مجرم ٹھہرایا جاؤں گا۔آپ رہنے دیجئے۔ میں چلتا ہوں۔اجازت!''

سید اکبر شاہ بھی اپنی بات پر قائم رہا۔وہ اصرار کرتا رہا کہ اسے وہ کام ضرور بتایا جائے کہ جس کی خاطر وہ درویش آیا تھا۔

دراصل سید اکبر شاہ کے دل ہی میں وسوسہ پیدا ہو گیا تھا کہ درویش اس کے ہاں ٹھہرا ہے تو کام ہی ہو سکتا ہے اس کے حوالے سے ہی ہو اور انجانے میں اس سے غفلت ہوئی ہو۔جس کی وجہ سے مہمان درویش کا کام نہ ہو سکا ہو۔وہ دل ہی دل میں اپنے آپ کو قصور وار سمجھنے لگا تھا اسی لئے اصرار و تکرار کر رہا تھا۔

بالآخر درویش نے جب یہ دیکھا کہ سید اکبر شاہ کسی طور ٹلنے والا نہیں تو اس نے سید اکبر شاہ سے مخاطب ہو کر کہا:

''اصلی، سچی اور کھری بات یہ ہے کہ آپ کے پیر جی حضرت جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے کراچی سے یہاں آپ کے پاس محض اس لئے بھیجا تھا کہ آپ کو قائل و مائل کر کے آپ کی داڑھی رکھواؤں۔اس کام میں چونکہ میں ناکام رہا ہوں اس لئے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ مجھ سے ناراض ہیں بلکہ سخت ناراض ہیں۔یہی وجہ ہے کہ وہ مجھے واپس بلا رہے ہیں۔اگر آپ داڑھی رکھ کر سنتِ رسول رحمت ﷺ پر عمل پیرا ہو جاتے تو نہ مجھے شرمندگی ہوتی اور نہ ہی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ مجھ پر ناراض ہوتے حالانکہ میں نے کوئی بھی موقع نہیں چھوڑا جب آپ کو داڑھی رکھنے کیلئے نہ کہا ہو مگر آپ نے میری بات پر توجہ نہیں دی۔اب میں کیا کر سکتا ہوں۔انتہائی رنجیدہ خاطر ہو کر

یہاں سے جا رہا ہوں۔ پیر جی کا حکم ہے۔"

اب سید اکبر شاہ کو تمام تر صورت حال کا بخوبی علم ہو گیا۔ اسے یہ بھی یاد آیا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی حیات میں اس سے کہا کرتے تھے کہ:

"داڑھی رکھ لو۔ یہ سنتِ رسول رحمت ﷺ ہے۔ اجر پاؤ گے۔"

مگر اس نے تساہل سے کام لیتے ہوئے آج اور کل کے چکر میں وقت گزار دیا۔ اب بھی اس کے مرشد و مربی کو اس کا کتنا خیال ہے کہ اس دارِ فانی سے پردہ فرمانے کے بعد بھی تبلیغ و تصحیح کا کام جاری و ساری ہے اور اس کی اصلاح کی خاطر اپنے ایک عقیدت و ارادت مند کو روانہ فرمایا جو مسلسل یہی تقاضا کرتا رہا کہ داڑھی رکھ لی جائے مگر وہ اس درویش کو بھی وعدوں پر ہی ٹالتا رہا۔

سید اکبر شاہ نے انتہائی ندامت اور شرمندگی محسوس کی۔ اس نے مہمان درویش کے سامنے رب وحدہٗ لاشریک کو گواہ بنا کر قسم کھائی کہ وہ آئندہ داڑھی نہیں کٹوائے گا بلکہ اسے سنت کے مطابق قائم رکھے گا اور اس نے واقعی یہی کیا۔ تاہم اس نے اسی لمحے یہ فیصلہ کیا کہ وہ مہمان درویش کو لے کر علی پور سیداں حاضری دے۔ اس نے مہمان درویش سے درخواست کی کہ وہ اس کے ہمراہ علی پور سیداں چلے۔ اس کی اس خواہش کا مہمان درویش نے احترام کرتے ہوئے علی پور سیداں جانے کی حامی بھری تو وہ دونوں علی پور سیداں پہنچے۔ مزار پر حاضری دی اور پھر امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ

اکبر پیر سید محمد حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے بیٹے پیر سید اختر حسین شاہ سے ملے۔

اس ملاقات میں درویش نے پیر سید اختر حسین شاہ کو بتایا کہ:

''امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اب بھی اصلاح و فلاح کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ہی میرے ذمہ یہ کام لگایا تھا کہ میں سید اکبر شاہ کے پاس جاؤں اور اس سے سنتِ رسولِ رحمت ﷺ پر عمل پیرا ہونے کیلئے بات کروں۔میں نہ تو اس شخص کا نام جانتا تھا اور نہ ہی اس کی رہائش کی تفصیل سے آگاہ تھا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ نے نہ صرف یہ کہ اس شخص کا نام بتایا۔اس کے حلیے سے آگاہ کیا بلکہ اس کے گاؤں، شہر اور مکان تک کا پتہ دیا اور انتہائی آسانی کے ساتھ اس کے پاس پہنچ گیا۔اور اسے تلقین کرتا رہا ۔اسے ترغیب دیتا رہا اور نتیجہ بالآخر اچھا ہی نکلا ہے۔یہ سب قبلۂ عالم کی خاص توجہ ہے۔وہ جس طرح چاہتے ہیں اسی طرح لوگوں کی اصلاح و فلاح فرماتے ہیں۔''

ابھی بات چیت جاری تھی اور درویش نے رخصت نہیں لی تھی کہ کھانے کا وقت ہو گیا تو مریدانِ خاص نے کھانا لگا دیا۔درویش سے کہا گیا کہ وہ بھی کھانے میں شریک ہو مگر درویش نے کہا کہ:

''جناب! میں تو یہ کھانا نہیں کھا سکتا کیونکہ قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہؒ کا حکم ہے کہ ماش کی دال کھاؤں۔میں نے دستر خوان پر ماش کی دال تلاش

کی ہے مگر وہ موجود نہیں ہے چنانچہ میں کھانا کھا کر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی حکم عدولی نہیں کر سکتا۔ ماش کی دال ہوتی تو میں ضرور کھانے میں شریک ہوتا۔‘‘

پیر سید اختر حسین شاہ اس صورت حال میں قدرے فکر مند ہوئے ہی تھے کہ اچانک ان کی نظر روٹیوں کے نیچے پڑی تو دیکھا کہ وہاں ماش کی دال موجود تھی۔ ماش کی دال اٹھا کر اس درویش کے سامنے رکھی گئی تو اس نے کھانا تناول کرنا شروع کر دیا۔ تاہم اس نے محض ماش کی دال ہی سے روٹی کھائی کسی اور سالن کو ہاتھ نہ لگایا اور نہ ہی ماش کی دال کسی اور کو کھانے دی۔

یہ سب امیرِ ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا فیضان نظر تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے عقیدت مندوں کی اصلاح وفلاح کیلئے سرگرم رہتے تھے اور اس میں ہمیشہ کامیاب و بامراد بھی رہتے تھے کیونکہ یہ تمام تر قدرت وطاقت رب قادر وقدیر کی عطا کردہ تھی اور رب رحمٰن ورحیم کی مرضی ومنشاء کہ وہ ذات پاک جس شخص سے جو کام لے اور جس کو چاہے جو صلاحیت عطا فرمائے۔ بقول شاعر۔

ہو تو ہو بس قرونِ اولیٰ میں
نہیں ایسا جہاں میں اب واللہ

پیر کا کمال

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے اپنے ہم عصر علماء وفضلاء اور اکابرین و مصلحین سے قابل ذکر تعلقات تھے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ انہیں بعض اوقات ملکی معاملات پر مشاورت کیلئے بھی شامل کرتے تھے۔ وہ سب آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنا رہبر ساتھی مانتے تھے اور جب بھی انہیں کسی مسئلے پر تبادلہ خیال کی ضرورت محسوس ہوتی تھی تو وہ بے دھڑک آپ رحمتہ اللہ علیہ سے رابطہ فرماتے تھے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کی صائب رائے سے مستفید و مستفیض ہوتے تھے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو بھی جب کبھی کسی پیر و رہبر شخصیت سے رابطہ کی ضرورت ہوتی تھی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنا مرید خاص اس کے پاس بھیجتے تھے۔بعض اوقات کسی نئے رہبر کے حوالے سے کوئی بات آپ رحمتہ اللہ علیہ تک پہنچتی تھی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ اس سے متعارف ہونے کیلئے اپنا قاصدِ خاص اس کے پاس روانہ فرماتے تھے تا کہ روحانی دنیا سے منسلک افراد کا آپس میں اخوت ویگانگت کا مثالی سلسلہ قائم رہے۔

ایک دفعہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مرید خاص حاجی منشی احمد دین کو ایک پیر کے پاس خاص پیغام دے کر بھیجا۔ حاجی منشی احمد دین جب اس پیر سے ملاقات کر کے واپس حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آئے تو وہاں کی تمام تر صورت حال اور ملاقات کی تفصیلات سے آگاہ و آشنا کرنے کے ساتھ ساتھ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو یہ خبر بھی دی کہ وہ پیر کسی بھی ایسے فرد کو مرید نہیں کرتے جس نے داڑھی نہ رکھی ہو۔ وہ پہلے اسے داڑھی رکھواتے ہیں اور پھر حلقہ ارادت میں شامل کرتے ہیں۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مرید خاص حاجی منشی احمد دین کی زبانی یہ بات سنی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ہلکا سا تبسم فرمایا۔ چند لمحے خاموش رہے اور پھر یوں گویا ہوئے کہ:

"اگر مرید گھر ہی سے داڑھی رکھ کر آیا تو پھر پیر کو کیا ملا۔ پیر کو تو ثواب تب ہی ملے گا جب وہ ایسے شخص کو داڑھی رکھوائے گا جس نے پہلے نہیں رکھی ہوگی۔ جو احکامِ اسلام پر پوری طرح عمل پیرا نہیں ہوگا اسے ہی ضرورت ہوگی کہ اسے احکامِ اسلام کی پابندی کرائی جائے اور پیر کا کمال بھی یہی ہے کہ وہ کسی بھٹکے ہوئے کو راہِ راست پر لائے۔ اس میں نہ صرف مرید کی فلاح و اصلاح ہے بلکہ پیر کا بھی بھلا اور فائدہ ہے۔ اس طرح نہ صرف مرید کو اجر ملتا ہے بلکہ پیر بھی زیادہ اجر کا مستحق ٹھہرتا ہے۔"

اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی بھی یہی

کوشش وکاوش ہوتی تھی کہ راستہ بھولنے والے کو راستہ دکھایا جائے۔ اندھیرے میں بھٹکتے مسافر کو روشنی کی منزل کا پتہ دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی جدوجہد سے نہ صرف یہ کہ بے شمار افراد حلقہ بگوش اسلام ہوئے بلکہ لاکھوں لوگوں کے عقائد بھی درست ہوئے۔

عزتِ سادات

عزت ووقعتِ سادات کے حوالے سے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ بہت زیادہ حساس ومحتاط تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ 1994ء میں جب حج کیلئے تشریف لے گئے تو سجادہ نشین گولڑہ شریف حضرت صاحبزادہ سید غلام محی الدین رحمتہ اللہ علیہ بھی وہاں پہنچے ہوئے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو صاحبزادہ سید غلام محی الدین رحمتہ اللہ علیہ کی موجودگی کا علم ہوا تو فوری طور پر صاحبزادہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعوت پر مدعو کیا اور کہا کہ وہ اپنے ہمراہ آنے والے تمام ساتھیوں کو بھی دعوت میں ساتھ لائیں۔ صاحبزادہ سید غلام محی الدین رحمتہ اللہ علیہ نے کافی اصرار کیا کہ دعوت کا تکلف نہ فرمائیں۔ دوسرا یہ کہ ان کے ہمرکاب لوگوں کی ایک کثیر تعداد ہے مگر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنی بات پر قائم رہے۔ یوں صاحبزادہ سید غلام محی الدین رحمتہ اللہ علیہ کی ان کے تمام تر ساتھیوں سمیت دعوت کا اہتمام کیا۔

اس دعوت کے بعد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے پھر اصرار کیا کہ روزانہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ کھانا کھانے کی دعوت کو قبولیت کا شرف

بخشا جائے مگر صاحبزادہ سید غلام محی الدین رحمتہ اللہ علیہ نے معذرت کرتے ہوئے بتایا کہ اس طرح ان کے ساتھی بددل ہوں گے چنانچہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے صاحبزادہ سید غلام محی الدیز رحمتہ اللہ علیہ کی یہ بات مان لی تاہم روزانہ خاص مقدار میں کھانا، پھل اور مٹھائی وغیرہ سید غلام محی الدین رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بھجواتے رہے۔ چونکہ منیٰ میں دونوں مقتدر شخصیات کے خیمہ جات قریب قریب تھے اس لئے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ تہجد کے وقت حضرت صاحبزادہ سید غلام محی الدینؒ کو قہوہ بھیجا کرتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اس قدر افزائی کا اعتراف ایک موقع پر صاحبزادہ سید غلام محی الدین رحمتہ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں کیا کہ:

''جو شفقت مجھ پر امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ نے فرمائی مجھے تو یوں محسوس ہوا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ مجھ پر میرے والدِ محترم سے بھی زیادہ شفیق ہیں۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے جب اپنے پوتے سید نذر حسین شاہ کی شادی کا بلاوا دیا تو شیعہ سُنی کی قید سے بالاتر ہو کر تمام شناسا سادات کو دعوتِ طعام دی اور صاحبزادگان کو حکم دیا کہ:

''تم لوگ سب سادات کے ہاتھ دھلاؤ اور خود ساری برادری کو کھانا کھلاؤ۔''

مدعوئین نے اس تکلف کو موقوف کرنے کی بات کی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے واضح طور پر فرمایا:

''میرا من تو یہی چاہتا ہے کہ میں بذاتِ خود آپ سب سادات کے ہاتھ دھلاؤں اور آپ حضرات کی خود خدمت کروں مگر آپ لوگ بخوبی آگاہ و آشنا ہیں کہ میں ایسا کرنے سے قاصر و عاجز ہوں۔ میری طبیعت و صحت کیونکہ اس امر کی اجازت نہیں دیتی اس لئے میرا عذر قبول کیجئے تاہم صاحبزادگان کو اس سعادت سے محروم نہ کیجئے۔''

ایک دفعہ جب وزیر اعلیٰ پنجاب نواب ممدوٹ کی آمد کے موقع پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کسی ناراضی کی وجہ سے علی پور سیداں سے جانا چاہتے تھے اور کوئٹہ کیلئے ریل گاڑی کی نشست بھی محفوظ کرالی تھی تو برادری کے سادات نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضری دی اور درخواست کی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ علی پور سیداں سے جانے کا ارادہ ترک فرمادیں۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کچھ دیر تک سادات سے خوش طبعی فرماتے رہے مگر جب سب نے اپنی آمد کے اصل مقصد کی جانب پھر توجہ دلائی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ زیر لب مسکرائے اور فرمایا:

''جیسے ہی آپ لوگ یہاں میرے پاس آئے تھے میں نے دل میں یہاں رکنے کا مصمم ارادہ کرلیا تھا اور کوئٹہ جانے کا ارادہ ترک کردیا تھا حالانکہ میں ٹکٹ بھی خرید چکا ہوں۔ دراصل بات یہ ہے کہ میں نے تمام عمر کبھی بھی کسی سید کی بات رد نہیں کی۔ پھر آپ کا کہا کیسے ٹالا جاسکتا ہے! آپ مطمئن رہئے۔ میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔''

ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ملاقاتیوں کا ہجوم تھا۔ان دنوں آپ رحمتہ اللہ علیہ پشاور میں قیام پذیر تھے۔لوگ جوق در جوق آ رہے تھے اور ملاقات کر رہے تھے۔اتنے میں حضرت مولانا سید ضیاء جعفری قادری چشتی رحمتہ اللہ علیہ آئے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں قریب بلا لیا اور ان سے ان کے تفصیلی حالات معلوم کرنے لگے۔آپ دونوں حضرات کی گفتگو جاری تھی کہ ایک شخص آپ دونوں کے درمیان میں آ کر بیٹھ گیا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ سے بات چیت کرنا چاہی۔آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے کہا کہ:

"ذرا دیکھ تیرے پیچھے کون بیٹھا ہے۔"

وہ شخص آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بات نہ سمجھ سکا۔پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے صاف لفظوں میں کہا کہ:

"دیکھو بابا! ذرا خیال کرو تمہارے پیچھے ایک سید بیٹھا ہے۔"

اس شخص کو اب آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بات سمجھ آئی تو وہ مولانا سید ضیا رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے سے ہٹ کر ایک طرف بیٹھ گیا۔عزتِ سادات کا آپ رحمتہ اللہ علیہ جس قدر خیال کرتے تھے وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ ہی کی شخصیت کا خاصا تھا۔

دراصل عزت و وقعتِ سادات کے پس منظر میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک ہادیٔ کون و مکاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہوتی تھی۔آپ رحمتہ اللہ علیہ آل نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و توقیر کر کے درحقیقت عشق رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار کرتے تھے اور یہ عشق آپ رحمتہ اللہ علیہ کے رگ و پے اور جسم

میں دوڑتے خون کی بوند بوند میں شامل تھا۔یہی وہ سرمایہ حیات تھا جس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو بلند درجات کی ضمانت دی۔بقول شاعرؔ

شہ جماعت رہنما و مقتدا

سبطِ پیغمبرؐ شہ ہر دوسرا

مقتدائے سالکین و اصلین

صدر بزمِ عارفین و کاملین

امیر مدینہ لاجواب ہو گیا

ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے قافلے کے ہمراہ حج پر گئے تو مدینہ منورہ میں روضہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی حاضری دی۔ کسی نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی شکایت امیر مدینہ سے کی تو اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ پر اعتراض کیا کہ:

''آپ لوگ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ کر کے دعا مانگتے ہیں یہ سراسر شرک ہے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے جب امیر مدینہ کی زبان سے یہ بات سنی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ جلال میں آ گئے اور بلا توقف امیر مدینہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''میاں! غور سے سنو۔ ہم سے زیادہ بات نہ کرو۔ ہم خالص توحید پرست ہیں۔ ہم نے کبھی شرک نہیں کیا۔ ہم تو فرمان الٰہی پر عمل کرتے ہیں۔ قرآن الحکیم میں فرمان خداوندی ہے کہ اینما تولوا فثم وجہ اللہ یعنی تم جس طرف بھی منہ کرو گے وہیں اللہ کے روبرو ہو گے۔

چنانچہ ہم تو رب رحمٰن و رحیم کے اسی فرمان پر عمل کرتے ہیں جبکہ تم لوگوں نے رب العزت کو کعبہ شریف میں بند کر رکھا ہے حالانکہ اللہ تو ہر جگہ موجود ہے۔ فرق صرف نیت کا ہے اور اعمال کا دارومدار نیت پر ہی ہوتا ہے۔"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی اس ٹھوس دلیل کا امیر مدینہ نے کوئی جواب نہ دیا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ خالصتاً رب کریم و رحیم کی رضا کیلئے حج پر تشریف لے جاتے تھے۔ اگر کوئی شخص آپ رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کرتا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کتنے حج کیئے ہیں تو آپ رحمتہ اللہ علیہ اس سے کہتے:

"یہ کیا پوچھتے ہو؟ میں نے گنتی کیلئے حج نہیں کیئے۔ صرف اور صرف اللہ کیلئے کیئے ہیں۔ ب رحمٰن و رحیم بلاتے ہیں میں حاضر ہوتا رہتا ہوں۔"

کھارا پانی

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے حج کے سفروں میں ابتدائی دور میں بحری جہاز میں میٹھا پانی صرف اور صرف پینے کیلئے ہی ملتا تھا جبکہ وضو اور طہارت وغیرہ کیلئے سمندر کا کھارا پانی ہی استعمال کرنا پڑتا تھا۔ کھارے پانی سے بعض اوقات جسم پر آبلے پڑ جاتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے جسم پر بھی کھارے پانی کی وجہ سے آبلے پڑ گئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ جب مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں دست بستہ عرض کی کہ

"زخموں سے پانی رستا ہے۔ وضو نہیں رہنے پاتا اس لئے حاضری سے قاصر ہوں۔"

آپ رحمتہ اللہ علیہ کو ہدایت کی گئی کہ حرم پاک کے کنوئیں کا پانی زخموں پر لگائیں رب کائنات شفا عطا فرمائیں گے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے رات کو سوتے وقت ایسا ہی کیا اور قدرتِ خداوندی دیکھئے کہ جب آپ رحمتہ اللہ علیہ صبح بیدار ہوئے تو کیسے زخم اور کیسے آبلے۔۔۔ کچھ بھی نہیں تھا۔ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان اور رب مہربان کے کرم سے شفا مل چکی تھی۔

جلدی کرو، بستر باندھو

رب قادر وقدیر نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو یہ منفرد وممیز اعزاز عطا کیا تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ تقریباً ہر سال حج بیت اللہ پر تشریف لے جانے کی سعادت حاصل کرتے تھے۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حج بیت اللہ کی ادائیگی کیلئے نہ تو کوئی زادراہ ہوتا تھا اور نہ ہی ٹکٹ کی خریداری کیلئے مطلوبہ رقم ہوتی تھی مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ سفر حج کیلئے روانہ ہو جاتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ومصاحبِ خاص حاجی بوٹا اکثر وبیشتر حج میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ وہمرکاب ہوتے تھے۔

ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اچانک ارادۂ حج فرمالیا تو حاجی بوٹا سے کہا:

"جلدی کرو، بستر باندھو اور چلو ربِ کعبہ کے گھر کے طواف کیلئے روانہ

ہوتے ہیں۔''

اور حاجی بوٹا فوراً تیار ہو گئے حالانکہ نہ رقم پاس تھی اور نہ کوئی سامان کا انتظام تھا۔ حاجی بوٹا نے دبے لفظوں میں آپ رحمتہ اللہ علیہ سے کہا بھی کہ علی پور سیداں سے ہو کر چلتے ہیں تاکہ وہاں سے ضروری بندوبست کر لیا جائے مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''بلاوا آ گیا ہے۔ ہمیں جانا ہے۔ جس نے بلایا ہے وہ خود انتظام وانصرام فرما دے گا۔''

اصل صورت حال یہ تھی کہ اس وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ قصور شہر میں قیام پذیر تھے۔ علی پور سیداں میں ہوتے تو پھر اس قدر فکر کی بات نہ ہوتی۔ تاہم آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ارادہ کر لیا تھا اس لئے قصور شہر سے ہی براستہ بمبئی روانہ ہو گئے اور رب قادر وقدیر کی قدرت دیکھئے کہ ہمہ قسم کی ضروریات کا بندوبست خزانۂ غیب سے خود بخود ہی ہوتا چلا گیا اور کسی قسم کی دشواری ورکاوٹ پیش نہ آئی۔ یہ سب رب کریم وعظیم کی آپ رحمتہ اللہ علیہ پر خصوصی عطا ونگاہ تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ چونکہ رب ذوالجلال کی رضا کی خاطر ہر کام سرانجام دینے کی کوشش وکاوش کرتے تھے اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی مدد واعانت آپ رحمتہ اللہ علیہ کے شامل حال ہوتی تھی۔ بقول شاعر۔

تھی رضا جوئی انؒ کی خالق کو
اور وہؒ خود تابعِ رضائے الٰہ

ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے یکا یک قصدِ حج فرمالیا اور حاجی بوٹا کے ساتھ علی پور سیداں ریلوے اسٹیشن پر تشریف لے گئے تا کہ وہاں سے بمبئی پہنچیں اور پھر مکہ معظّمہ کیلئے روانہ ہوں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پوتے صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ کو علم ہوا تو وہ دوڑے ہوئے ریلوے اسٹیشن پہنچے تا کہ پتہ کریں کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے کیونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نہ تو انہیں ساتھ لے گئے تھے اور نہ ہی بتا کر گئے تھے۔

جب صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ ریلوے اسٹیشن پہنچے تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ان سے کہا:

''اختر! میرا اور حاجی بوٹا کا بمبئی کا ٹکٹ خرید کر لے آؤ۔ ہم براستہ بمبئی حج کیلئے جارہے ہیں۔''

صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ نے کہا:

''قبلۂ عالم! میں ٹکٹ کیلئے رقم لے کر تو نہیں آیا۔ مجھے علم نہیں تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ٹکٹ خریدنا ہیں۔ میں اسٹیشن ماسٹر سے پوچھتا ہوں اور اسے کہتا ہوں کہ وہ ٹکٹ عاریتہً دے دے تو میں ابھی گھر جا کر اسے رقم بھجوادوں گا۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اختر! فکر مت کرو۔ رب کردگار و کارساز نے بلایا ہے تو ہم جارہے ہیں۔ وہی ذات پاک تمام انتظام وانصرام کی ذمہ دار ہے۔''

اسٹیشن ماسٹر اگرچہ ہندو تھا مگر صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ کے کہنے پر اس

حضرت صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ نے دو ٹکٹ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے کیے۔ تھوڑی دیر میں گاڑی چل پڑی۔ صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ نے حضرت پیر جماعت علی شاہ کو خدا حافظ کہا اور پھر گھر جا کر اسی لمحے ٹکٹ کے پیسے اسٹیشن ماسٹر کو بھجوا دیئے۔ اور پھر جب حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ بمبئی پہنچے تو وہاں سے گیارہ صد روپے کی رقم صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ کو بھجوائی اور ہدایت بھی لکھ کر بھیجی کہ:

''اس رقم سے تمام ادھار چکا دو تا کہ میرے ذمہ کسی کا قرض نہ رہ جائے۔ میں چونکہ حج پر جا رہا ہوں اس لئے کسی کا مقروض ہو کر کعبتہ اللہ کا طواف نہیں کرسکتا۔''

اور یوں صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ہدایت پر مکمل عمل کرتے ہوئے تمام ادھار چکا دیئے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ 1942ء میں جب حج بیت اللہ کیلئے جانے لگے تو اپنے فرزند اکبر پیر سید محمد حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے بیٹے صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ سے کہا:

''اختر! چلو تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ تمہیں بھی حج کرالاتے ہیں۔''

صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اس ہدایت پر انتہائی خوشی کا اظہار کیا اور ساتھ چل پڑے۔

سفر حج کے دوران حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اخراجات

کے تمام تر لوازمات کی ذمہ داری صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ کے سپرد کی۔ وقتاً فوقتاً جب بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ چاہتے تو صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ کو رقم تھما دیتے اور صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ بغیر شمار کئے اسے جیب میں ڈال لیتے اور حسبِ ضرورت و ہدایت خرچ کرتے رہتے۔ جو چیز بھی خریدنے کا حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ حکم فرماتے صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ فوری طور پر تعمیل کرتے۔

اس کے لاکھ پلے، جس کا کام چلے

ایک دو دفعہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ سے پوچھا:

''کس قدر رقم باقی ہے؟''

ہر دفعہ صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ نے بتایا:

''قبلۂ عالم! آپ رحمتہ اللہ علیہ جو کچھ دیتے ہیں شمار کئے بغیر جیب میں ڈال لیتا ہوں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق خرچ کرتا رہتا ہوں اور یہ کبھی نہیں دیکھتا کہ کس قدر رقم آئی تھی؟ کتنی خرچ ہوئی اور کتنی باقی ہے؟ ہاں کمی کبھی نہیں ہوئی۔ ہر وقت جیب میں کچھ نہ کچھ رقم موجود ہی رہتی ہے۔''

واپسی کے سفر پر جہاز میں سوار ہونے کے بعد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ سے فرمایا:

''اختر! جیب میں جس قدر رقم ہے اسے باہر نکالو اور گن کر بتاؤ کہ کتنی رقم رہ

گئی ہے؟"

صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے رقم گنی اور پھر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا کہ:

"قبلۂ عالم! ایک صد پچپن روپے دس آنے باقی رہ گئے ہیں۔"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا چہرہ کھل اٹھا۔ فرمایا:

"اختر! رب رازق ورزاق کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارے پاس اتنی رقم باقی ہے کہ کراچی سے علی پور سیداں تک کے ٹکٹ آسانی کے ساتھ خرید لئے جائیں گے۔ بے شک وہی ذات ہی سب خرچ واخراجات پورے کرنے والی ہے۔"

اور پھر جب حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ علی پور سیداں کے ریلوے اسٹیشن پر پہنچے تو پوچھا: "اختر! اب دیکھو کہ کیا باقی بچا ہے؟" صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ نے جیب میں ہاتھ ڈال کر پیسے باہر نکالے اور عرض کی:

"امیر ملت! صرف دس آنے میرے پاس رہ گئے ہیں۔"

اس پر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ازحد خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"الحمد للہ رب العالمین! اس کے لاکھ پلے، جس کا کام چلے۔ رب قادر و قدیر نے کبھی کمی نہیں آنے دی اور ہمیشہ طلب سے زیادہ ہی دیا ہے۔ ضرورت سے وافر عنایت کیا ہے۔ خواہش سے زیادہ عطا کیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ دیتا ہے تو ہم خرچ کرتے ہیں اور یاد رکھو کہ خرچ کرنے والوں کو ملتا ہی رہتا ہے۔"

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ اندازِ فکر اور یہ طرزِ عمل اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ توکل و استغنا کی دولت سے مالا مال تھے۔ رب قادر و قدیر پر یقین کامل ہی کسی کو مردِ کامل بناتا ہے اور مردِ کامل کی نشانی یہی ہے کہ اس کی پیشانی توکل علی اللہ کے نور سے مزین و منزہ ہوتی ہے۔

1942ء کے اس حج کی واپسی پر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک قریبی عزیز حافظ سید نور حسین شاہ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کا حال احوال پوچھا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''بس یوں سمجھو کہ مردہ گیا تھا زندہ آیا ہوں۔''

گویا آپ رحمتہ اللہ علیہ کی حیات کا دارومدار حج بیت اللہ کے حوالے سے متعین و معین تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ حج سے واپس آتے تھے تو اک نئی زندگی، نیا ولولہ اور نیا جذبہ لئے ہوتے تھے۔ حج بیت اللہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی روح کی غذا اور زندگی کی بقا ہوتا تھا اور یہ رتبہ وہ منفرد رتبہ ہے کہ جو آپ رحمتہ اللہ علیہ ہی کا اعزاز و افتخار تھا۔

کعبہ و روضہ

مکہ معظمہ میں مناسکِ حج کی ادائیگی کے بعد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ منورہ میں روضہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دیتے تھے تو ان لمحاتِ یاد آفریں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ پر اک خاص قسم کی رقت طاری ہوتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اک وجدانی کیفیت میں ہوتے تھے۔ جسم کپکپا رہا ہوتا تھا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے تھے اور لب پر کلماتِ درود و سلام ہوتے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے آپ رحمۃ اللہ علیہ خوف کے عالم میں ہیں۔ شاید یہی وجہ تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا لباس پسینے سے تر ہو جاتا تھا۔ چہرے کا رنگ سرخی مائل نظر آتا تھا۔ سخت سردی کے موسم میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ پسینے سے شرابور ہو جاتے تھے ور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دستی پنکھے سے ہوا دینا پڑتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس کیفیت کو کسی طور بھی لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر

نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

طوافِ کعبہ کے وقت بھی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی حالتِ ادب دیدنی ہوتی تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ خانہ کعبہ کی عمارت کے اندر داخل ہونے کو خلافِ ادب سمجھتے تھے اس لئے اس عمارت میں نہ خود داخل ہوتے تھے اور نہ کسی اور کو جانے کی اجازت دیتے تھے۔ دن کے لمحات میں دھوپ کی وجہ سے اور رات کے اوقات میں چاندنی کی وجہ سے جب خانہ کعبہ کا سایہ فرش پر پڑ رہا ہوتا تھا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ طوافِ کعبہ نہیں فرماتے تھے تاکہ کعبتہ اللہ کے سائے پر پاؤں نہ پڑنے پائیں۔ خانہ کعبہ پر پہلی نظر پڑتے ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے لبوں سے یہی التجا نکلتی تھی

''یارب العالمین! بے شک تیری ذات دعائیں سننے اور قبول کرنے والی ہے۔ مجھ ناچیز پر کرم فرما اور مستجاب الدعوات ہونے کا شرف عطا فرما!'' سچ ہے کہ عشق بن یہ ادب نہیں آتا اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ واقعی عشق الٰہی اور عشق محبوبِ الٰہی صلی اللہ علیہ وسلم کے میدان میں اعلیٰ وارفع مقام پر فائز تھے۔ بقول شاعر۔

اے آسمان عشق رسالت کے ماہتاب

تجھ پر سلام اہل محبت کا بے حساب

تو عشق سر بلند کا عنوان آگہی

تو حسن بے مثال کی تصویر بے نقاب

تاثیرزبان

جس طرح آپ رحمتہ اللہ علیہ خود حج بیت اللہ کیلئے دل میں تڑپ اور امنگ رکھتے تھے اسی طرح دوسروں کے دل میں بھی ویسی تڑپ اور ترنگ پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ حج پر جانے کی تلقین وترغیب مسلسل جاری وساری رہتی تھی۔ کسی سے ملتے تو اسے سلام دعا کے بعد فوراً کہتے

''میاں! یادرکھو کہ تم پر حج فرض ہے۔ دیر نہ کرو۔ اس سال حج پر ضرور چلنا۔ تم تیاری کرو۔ اکٹھے چلیں گے۔''

کسی کو کہتے ''بھائی! تمہیں جب علم ہے کہ زندگی فانی ہے۔ ایک لمحے کا اعتبار نہیں۔ اس ناپائیدار حیات میں حج کے فرض کو جتنی جلدی ہو سکے ادا کر لو۔ اس سال ہی چلنا ہے کیا پتہ اگلے سال زندگی وفا کرے نہ کرے۔''

بعض اوقات کسی شخص کو دیکھتے ہی فرماتے ''تمہیں حج مبارک ہو۔'' وہ حیران ہوتا کہ نہ میں حج پر گیا ہوں اور نہ ہی ارادہ ہے اور نہ ہی زادراہ ہے۔ پھر خدا معلوم کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ حج کی مبارکبادکیوں دے رہے ہیں اور جب مسبب الاسباب کی طرف سے اس کے حج پر جانے کا سبب بن جاتا تو پھر اسے سمجھ آتی کہ اسے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے حج کی پیشگی مبارکبادکیوں دی تھی۔ بعض حضرات جب آپ رحمتہ اللہ علیہ سے یہ کہتے

''قبلہ عالم! آپ رحمتہ اللہ علیہ فرمارہے ہیں کہ ہم حج کا ارادہ کرلیں مگر ہمارے پاس تو جانے کیلئے کوئی روپیہ پیسہ، ذریعہ وسیلہ نہیں۔ پھر حج پر کیسے جائیں

گے؟"

آپ رحمتہ اللہ علیہ ان کے اس سوال کے جواب میں فرماتے

"رب قادر وقدیر انتظام وانصرام فرمادیں گے۔ تم نیک کام کی نیت تو کرو

پھر دیکھو کیسے دستِ قدرت تمہاری اعانت کرتا ہے!"

اور چشم فلک نے یہی دیکھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے اشارے پر جس کسی

نے بھی حج کی نیت کی وہ حج پر ضرور پہنچا۔ یہ تھی وہ تاثیر جو رب رحمٰن ورحیم نے

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زبان میں رکھی تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا کہا پورا ہو کر رہتا تھا

حالانکہ وقتی اور ظاہری حالات اس کی نفی کر رہے ہوتے تھے مگر معاملات

وواقعات کا رخ ایسا پلٹتا تھا کہ عقل دنگ رہ جاتی تھی۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ایک مریدِ خاص خوشی

محمد زرگر سے ایک دفعہ کہا:

"خوشی محمد! تم بھی حج پر جاؤ۔ کیوں دیر کر رہے ہو؟ اسی سال جانے کا

ارادہ کرو۔"

خوشی محمد نے دست بستہ عرض کی "قبلۂ عالم! گھر کا خرچ مشکل سے پورا

ہوتا ہے۔ زائد میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ گھر کا خرچہ کیسے کروں گا؟ کہاں سے

آئے گا؟"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے خوشی محمد سے مخاطب ہو کر

فرمایا:

''خوشی محمد! فکر نہ کرو۔ تیاری کرو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات مسبب الا سباب ہے۔ تم دیکھنا کیسے رب قادر وقدیر انتظام فرماتے ہیں۔''

اور پھر جب خوشی محمد علی پور سیداں سے اپنے گھر فیروز پور پہنچا تو دوسرے دن ہی ایک بوڑھی خاتون نے کہ جو اس کی ہمسائیگی میں رہتی تھی اسے بلا بھیجا۔ خوشی محمد جب اس کے پاس پہنچا تو اس نے خوشی محمد سے کہا:

''میں چاہتی ہوں کہ اپنے خرچ پر کسی کو حج کراؤں۔ میرے دل میں رب تعالیٰ نے تمہارا نام ڈالا ہے کہ تمہیں رقم دوں اور کہوں کہ تم اس رقم سے حج کر آؤ۔ یہ لو پیسے اور جاؤ حج کر آؤ۔''

خوشی محمد نے خوشی خوشی اس خاتون کی پیشکش کو قبول کیا اور اس لمحے اسے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی کہی ہوئی بات یاد آئی تو اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا

''خدا کی ذات ہی مسبب الاسباب ہے۔ اس نے ذریعہ ووسیلہ پیدا کر دیا ہے۔ اب میں آسانی کے ساتھ حج پر جا سکتا ہوں۔ قبلۂ عالم کے منہ سے نکلی ہوئی بات سچ ثابت ہوئی ہے۔''

اسی طرح آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ایک مرید چوہدری غلام جیلانی مہاجر ہوشیار پوری سے کہا:

''تم حج پر چلو گے؟''

اس نے عرض کیا ''قبلۂ عالم! میرے پاس تو خرچہ نہیں ہے۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: ''خرچ کے بارے کچھ نہ سوچو۔ بس تیاری کرو۔ رب قادر وقدیر سب انتظام فرمادیں گے۔''

اور پھر جب وہ گھر پہنچا تو اسے اس کے ایک قریبی رشتہ دار نے کہا ''غلام جیلانی! میں اپنی بیوی کو حج کرانا چاہتا ہوں مگر کسی مجبوری کے باعث اس کے ساتھ نہیں جا سکتا۔ میں تمہیں خرچہ دیتا ہوں۔ تم محرم کے طور پر میری بیوی کے ساتھ جاؤ اور حج کرآؤ۔''

یوں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان پورا ہوا اور چوہدری غلام جیلانی نے حج کی سعادت حاصل کی۔

1932ء میں جب امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ حج پر جانے والے تھے تو آگرہ کے مریدان خاص اور خلیفہ ہائے حجاز پروفیسر عابد حسن فریدی اور پروفیسر حامد حسن قادری سے کہا:

''اس سال ہمارے ساتھ حج کو چلو۔''

دونوں پروفیسر حضرات نے سوچا کہ خدا معلوم کہ وہ کیسے حج پر ساتھ جائیں گے کیونکہ نہ تو انہیں ملازمت سے رخصت ملنے کی کوئی توقع تھی اور نہ ہی زادراہ کا کوئی واضح انتظام تھا۔ مگر انہیں یہ یقین کامل تھا کہ قبلۂ عالم نے بات کی ہے تو پھر پوری ہو کر رہے گی۔ اور خدا کا کرنا وہی ہوا کہ جو قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ دونوں حضرات کو رخصت بھی مل گئی اور زادراہ کا انتظام بھی ہو گیا اور

دونوں پروفیسر حضرات نے امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ کے ہمرکاب حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ وہ نہ صرف خود حج پر گئے بلکہ اپنی والدہ کو بھی ہمراہ لے گئے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ بعض مریدین کیلئے حج کی سعادت کی دعا بھی فرماتے تھے۔ چونکہ مستجاب الدعوات تھے اس لئے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی دعا ضرور قبول ہوتی تھی۔ بعض مریدین کو اپنے خرچ پر اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ یوں آپ رحمتہ اللہ علیہ جب بھی حج پر جاتے تھے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی کوشش ہوتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ افراد آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمرکاب ہوں۔

ہجرتِ مدینہ

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے بعض مخصوص مریدین کو ہجرتِ مدینہ کا حکم بھی صادر فرمایا۔ انہیں ہدایت کی کہ وہ فوری طور پر مدینہ منورہ چلے جائیں اور اپنی باقی زندگی وہیں بسر کریں۔ چاہے کیسی بھی مشکلات پیش آتیں جن مریدین کو آپ رحمتہ اللہ علیہ مدینہ منورہ ہجرت کر جانے کی ہدایت فرماتے وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ارشاد کی تکمیل کرتے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے خلیفہ مجاز میسور بخشی مصطفےٰ علی خان کو مدینہ منورہ جانے کا حکم دیا تو اس کیلئے بظاہر کئی مسائل تھے۔ اس کی پنشن کی بھارت سے پاکستان منتقلی اور پھر پاکستان سے سعودی عرب بھیجنے کا اجازت نامہ اور مزید یہ کہ مدینہ منورہ میں اخراجات کی زیادتی جبکہ پنشن کا وہاں کے اخراجات کے مطابق بہت کم ہونا مگر یہ تمام ترکاوٹیں اور مشکلات وقتی تھیں۔ بہت جلد حل

ہو گئیں اور بخشی مصطفےٰ علی خان نے مدینہ منورہ میں بہت اچھا وقت گزارا۔ اور یہ سب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فیضان نظر تھا کہ جس کے کئی رنگ و روپ تھے۔ جو جس کے حق میں بہتر ہوتا تھا اسے اسی طرح ہدایت فرما کر نواز دیتے تھے۔ بقول شاعر ؎

فیض پا کر ہزار ہا خلفاء
کامگار و ظفر مآب ہوئے
بیٹھ کر کتنے ایک حلقے میں
اک توجہ میں کامیاب ہوئے

زیارتِ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے فیض و فیضان کا ایک خوبصورت وحسین پہلو یہ بھی تھا کہ جس مرید نے بھی عشق مصطفٰے ﷺ میں سرشار ہو کر نبیٔ رحمت ﷺ کی زیارت بحالت خواب یا بحالت بیداری آپ رحمتہ اللہ علیہ سے خواہش کا اظہار کیا تو اس کی یہ خواہش پوری ہوئی۔ بعض ارادت مندوں کو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے خود خوشخبری دی کہ انہیں نبیٔ مکرم حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کی خواب میں یا بیداری میں زیارت ہو گی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی دی ہوئی خوشخبری من وعن پوری ہوئی۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ارادت مندوں کو خواب میں آنحضور ﷺ کی زیارت کا شرف نصیب ہوتا تھا تو وہ فوراً اگلے روز ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہو کر خواب کی تمام تر جزئیات سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو آگاہ و آشنا کرتے تھے اور ہدایت طلب کرتے تھے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک ارادت مند مستری فضل دین کو رحمت

اللعالمین ﷺ کی زیارت کا شرف خواب میں حاصل ہوا تو اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہو کر اپنا تمام خواب بیان کیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے کہا:

"یہ تم پر رب کریم ورحیم کا فضل ہے اور نبی رحمت ﷺ سے عشق کا نتیجہ ہے کہ تمہیں زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اب تم ایسا کرو کہ درود پاک کثرت کے ساتھ پڑھا کرو۔"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ایک دفعہ ایسا ہوا کہ مستری فضل دین کسی سخت پریشانی میں مبتلا ہو گیا۔ اس صورت حال میں اس نے رات کو خواب میں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مستری فضل دین سے فرمایا:

"جس شخص کو نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی تین مرتبہ زیارت ہوئی ہو وہ کیوں فکر کرے!"

اور مستری فضل دین کو واقعی اس وقت تک تین مرتبہ زیارتِ رسول مکرم ﷺ کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ مستری فضل دین نے یہ خواب دیکھا تو اس کی تمام تر پریشانی دور ہو گئی۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ایک ارادت مند حافظ غلام حسن کو خواب میں نبیٔ مکرم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو وہ قدرے گومگو کی کیفیت میں مبتلا ہو گیا کیونکہ وہ خیال کرتا تھا کہ کیا اس جیسے گنہگار و خطا کار کو بھی زیارت کا شرف

حاصل ہو سکتا ہے؟ اسی کشمکش میں وہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا:

''غلام حسن! یہ بتاؤ کہ کیا تمہاری طرف بارش ہوئی ہے یا نہیں ہوئی؟''

اس نے کہا ''قبلہ عالم! سچی بات تو یہ ہے کہ ہمارے علاقے میں بارش نہیں ہوئی۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا:

''دیکھو ایک بات غور سے سنو۔ وہ یہ کہ فرنگیوں کا ایک ملک ہے وہاں تقریباً روزانہ بارش ہوتی ہے جبکہ مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں ایک مدت تک نہیں ہوئی۔ چٹیل میدانوں میں بادل برستا رہے اور باغ میں ایک قطرہ نہ پڑے۔ وہ مالک جو چاہے کرے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مثال دے کر حافظ غلام حسن کی گومگو کی صورت حال کا ازالہ فرما دیا۔ اسے ساری بات سمجھ آ گئی اور اسے یقین ہو گیا کہ اس نے واقعتاً نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو خواب میں دیکھا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ارادت مند ڈاکٹر حاجی محمد یٰسین کو خواب میں زیارت رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوئی تو اس نے حاضر ہو کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے کہا:

''مبارک ہو۔ اب تمہیں حالتِ بیداری میں بھی زیارت ہو گی۔''

چنانچہ ریاض الجنتہ میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی حالتِ بیداری میں زیارت

کا شرف حاصل ہوا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بات پوری ہوئی۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو رب قادر وقدیر نے یہ منفرد صلاحیت بھی ودیعت کی تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ لوگوں کے دلوں کی بدگمانی کو خوش گمانی میں بدلنے کا خاص ملکہ وتجربہ رکھتے تھے۔ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک نوجوان مرید نے شیطانی وسوسہ ووہم کے باعث یہ خیال کیا کہ اسے کسی اور پیر کی بیعت کرنا چاہیے اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی ارادت مندی چھوڑ کر کسی اور کے حلقہ ارادت میں شمولیت اختیار کرنا چاہیے۔اس نے اپنے اس ارادے کا اظہار اپنے ایک دوست سے کیا جو ابھی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا مرید تو نہیں ہوا تھا مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ سے عقیدت رکھتا تھا تاہم اس نے اپنی ارادت مندی کے تعلق کیلئے یہ شرط رکھی ہوئی تھی کہ جو بھی ولی اللہ اسے عالم بیداری میں رحمتہ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کی زیارت کرادے گا وہ فوری طور پر اس کا مرید ہو جائے گا۔

دونوں دوست اپنے دلوں میں ان وسوسوں کو بسائے چورا شریف پہنچے کیونکہ ان دنوں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا قیام چورا شریف میں تھا۔جب مجلس وعظ وارشاد کا انعقاد ہوا تو دونوں دوستوں نے اس میں شرکت کی۔اسی مجلس ہی میں ایک دوست جو کہ عالم بیداری میں رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا آرزومند تھا زیارت سے شرف یاب ہوا۔اس نے دوسرے دوست کو بتایا کہ اس کی شرط تو پوری ہوگئی لہٰذا وہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ

کے ارادت مندوں میں شامل ہو جائے گا۔ ایک دوست کی یہ بات سن کر دوسرا دوست دل ہی دل میں شرمندہ ہوا کہ آخر اس نے یہ کیوں سوچا کہ وہ اپنی ارادت مندی بدلنا چاہتا ہے۔ چنانچہ دونوں دوستوں نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے مجلس کے بعد ملاقات کی اور ایک نے ارادہ بدل لیا جبکہ دوسرے نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ارادت مندی اختیار کر لی جبکہ بھری مجلس ہی میں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اشارۃً انہیں بتا دیا تھا کہ

''تمہاری نیت پوری ہوگئی ہے ناں بھائی!''

اور واقعی ایک دوست کی نیت چھوڑ دونوں کی نیتیں نیک ہوگئیں اور دونوں پوری شدت وحدت کے ساتھ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی ارادت مندی کے فیض سے شرف یاب ہونے میں کامیاب ہوئے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مریدان خاص میں سے بعض نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا مگر اس سج دھج کے ساتھ دیکھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھا۔ یوں انہیں شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی زیارت بھی نصیب ہوئی اور اپنے پیر و مرشد کے مقام و مرتبہ کا بھی پتہ چلا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مرید خاص حافظ غلام حسن نے ایک تاروں بھری رات میں ایک سہانا منظر ان لمحات میں دیکھا جب وہ عالم خواب میں تھا۔ اس نے دیکھا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ

اللہ علیہ دونوں ساتھ ساتھ چلے آ رہے ہیں جبکہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا ہاتھ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہے۔

حالتِ خواب میں حافظ غلام حسن نے آگے بڑھ کر قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے مصافحہ کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مرید خاص حافظ غلام حسن سے ناصحانہ انداز میں مخاطب ہو کر فرمایا:

''غلام حسن! پہلے ان سے ہاتھ ملاؤ۔ یہ وہی شخصیت ہیں کہ جن کی رسالت کی گواہی تو دن میں کئی مرتبہ کلمہ شہادت پڑھ کر دیتا ہے۔ یہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔''

اور انہی لمحاتِ یاد آفریں میں رحمتہ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حافظ غلام حسن سے فرمایا:

''تمہارے پیر و مرشد کا مقام و مرتبہ دنیا والوں کو کیا معلوم کہ کیا ہے! یہ تو اللہ اور اللہ کا رسول جانتے ہیں کہ تمہارا پیر و مرشد کتنے مقام و مرتبے والا ہے کیونکہ جس قدر خدمتِ دینِ اسلام تمہارے پیر و مرشد نے کی ہے اس دور میں اور کسی نے نہیں کی۔'' بقول شاعر۔

تیرے محبوبؐ کی محبت میں
کس نے یہ حد، یہ انتہا پائی
یہ ملا عشق مصطفےٰ کا صلہ
خلق میں شان اصطفا پائی

مولوی محمد یوسف کلانوری کسی اور پیر کا مرشد تھا۔ وہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں شامل نہیں ہوا تھا۔ اس کے دل و دماغ میں ایک سوال اکثر و بیشتر گردش کرتا رہتا تھا کہ کیا اس کے پیر کا رتبہ و مرتبہ بلند ہے یا حضرت پیر جماعت علی شاہؒ کا مقام و مرتبہ اعلیٰ و ارفع ہے؟ اک ذہنی خلش اور اک قلبی کشمکش تھی جو اسے یقینی و بے یقینی کے حصار میں مقید کئے رکھتی تھی۔ وہ اس شش و پنج کی کیفیت سے نکلنا چاہتا تھا مگر اس کی قوت ارادی مضمحل کیفیت میں رہتی تھی جس کی وجہ سے وہ بے چین و بے قرار رہتا تھا۔

ایک رات جبکہ مولوی محمد یوسف کلانوری کی یہ اضطرابی کیفیت کچھ زیادہ ہی شدت اختیار کر گئی تھی کہ اس کی آنکھ لگ گئی تو اس نے خواب میں دیکھا کہ سردار الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں۔ محفل مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں اولیاء کرامؒ حاضر ہیں اور اپنے اپنے مقام و مرتبہ کے مطابق نشستوں پر بیٹھے ہیں۔ اس نے اپنے پیر کو تلاش کیا تو وہ اسے اولیاء کرامؒ کے عظیم الشان اجتماع میں نظر آ گیا مگر وہ سب سے آخری صف میں بیٹھا تھا۔

پھر اس نے دل میں خیال کیا کہ دیکھوں تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کہاں ہیں تا کہ علم ہو سکے کہ دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کا کیا مقام و مرتبہ ہے؟ اس نے تمام صفوں میں ڈھونڈا مگر قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اسے کسی صف میں نظر نہ آئے۔ وہ پریشان سا ہوا ہی تھا کہ یکا یک اس کی نظر پڑی تو اس نے دیکھا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ

علیہتو ہادی کون ومکاں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے پہلو میں بیٹھے ہیں اور سرور کائنات ﷺ کو پنکھے سے ہوا دے رہے ہیں۔

اس نے امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نظر کی تو ختم المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"تم جماعت علیؒ کے مقام ومرتبہ کو کیا دیکھتے پھرتے ہو۔ جماعت علیؒ نے دین اسلام کی بہت خدمت کی ہے۔ اس کے مقام ومرتبہ کو ہم جانتے ہیں۔ دنیا دار لوگ کیا جانیں گے؟"

مولوی محمد یوسف کلانوری نے یہ خواب دیکھا تو اسے اس کے ہر سوال کا شافی وکافی جواب مل گیا۔ اس کی تسلی ہو گئی۔ بے کیفی و بے چینی نے قرار ویقین کی صورت اختیار کر لی۔ اسے اک گونہ خوشی ومسرت بھی ہوئی اور خوشی کے عالم میں وہ قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہ صرف اپنی تمام ترکیفیت سے آگاہ کیا بلکہ خواب بھی بیان کیا اور معلم کائنات حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی زبان مبارک سے ادا کئے گئے الفاظ بھی بتائے اور مبارکباد پیش کی کہ رب قادر وقدیر کا یہ خاص کرم ہے کہ جس ذات پاک نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس قدر عزت ووقعت اور مقام ومرتبہ سے نوازا ہے۔ اس موقع پر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی محمد یوسف کلانوری سے کہا:

"مولوی جی! ایسی باتیں بتانے کی نہیں ہوتیں۔ یہ تو سب سرکار دو جہاں ﷺ کی نگاہِ التفات وکرم ہے کہ مجھ جیسے گنہگار کو نوازا ہوا ہے۔"

اسی طرح لائل پور (فیصل آباد) کے رہائشی ایک اسکول ٹیچر حاجی اللہ ودھایا نے وقتِ تہجد حالتِ خواب میں دیکھا کہ امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ یہ اعزاز وافتخار حاصل کررہے ہیں کہ شافع المذنبین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرارہے ہیں۔ حاجی اللہ ودھایا نے یہ سمجھا کہ وہ وضو نماز عصر کیلئے کرایا جارہا ہے۔

حاجی اللہ ودھایا نے جب اپنا یہ خواب پوری جزئیات کے ساتھ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے بیان کیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

"حاجی صاحب! مبارک، مبارک، مبارک، مبارک، تمہارا خواب سچا ہے مگر وہ عصر کا وقت نہیں ظہر کا وقت تھا۔"

اور پھر چشمِ فلک نے دیکھا کہ قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اسکول ٹیچر اللہ ودھایا کو جو چار بار مبارکباد دی تھی تو اسے رب کریم ورحیم نے چار بار حج بیت اللہ کی سعادت سے سرفراز فرمایا حالانکہ اللہ ودھایا ایک غریب اسکول ٹیچر تھا اور اس کی مالی حالت اس قدر مستحکم نہیں تھی کہ وہ حج بیت اللہ کے اخراجات برداشت کرسکے مگر یہ سب رب رحمٰن ورحیم کی عنایت اور فضل وکرم تھا کہ حالات نے اس کا اس طرح ساتھ دیا کہ وہ ایک بار نہیں بلکہ چار بار حج بیت اللہ کے اعزاز سے سرفراز ہوا اور یوں پھر اس کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے چار بار مبارکباد کیوں دی تھی!

خلعتِ فاخرہ

مدینہ منورہ میں بہادر گلی پشاور کے ایک بزرگ حاجی حافظ محمد عمران ایک عرصہ سے رہائش پذیر تھے۔ وہ وہاں قیام ہی محض اس لئے کئے ہوئے تھے کہ لمحہ لمحہ دربارِ نبوی ﷺ میں حاضر رہیں۔ انہیں رب العزت نے یہ عزت و وقعت بخشی کہ انہوں نے 46 حج کئے ہوئے تھے۔

حاجی حافظ محمد عمران کسی بزرگ یا ولی اللہ سے ملاقات کا اشتیاق نہیں رکھتے تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ وہ شہنشاہوں کے شہنشاہ، سردار الانبیا ﷺ کے دربار میں لحظہ لحظہ حاضر رہتے ہیں اس لئے انہیں اس بات کی قطعی ضرورت نہیں کہ وہ کسی اور کے ہاں حاضری دیں لیکن ایک مرحلہ ایسا آیا کہ وہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضری کا ازحد شوق و اشتیاق رکھنے لگے اور اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ جیسے ہی موقع ملے تو وہ قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوں اور اپنی نیازمندی کا اظہار اور عقیدت ومحبت کا اقرار دہرائیں۔

حاجی حافظ محمد عمران نے اپنی اس فکری وروحانی کیفیت اور تبدیلی رائے بارے یہ بتایا کہ یہ دستور ومعمول مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھا کہ ہر برس یہاں اک عالی شان محفل ومجلس منعقد کی جاتی ہے۔ اس محفل ومجلس میں تمام مرتبہ ومراتب اور مقام ومرتبہ کی شخصیات شرکت کرتی ہیں جنہیں ان کے امتیاز کے مطابق خلعت اعزاز کئے جاتے ہیں اور نبی مکرم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دستِ مبارک سے یہ اعزازات نوازتے ہیں۔

ایک سال ایسا ہوا کہ ایک خلعت جو انتہائی شاندار ومنفرد تھا سب سے علیحدہ رکھا ہوا تھا۔ محفل کا آغاز ہوا۔ سب بزرگان دین اور محبان رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم جمع تھے۔ حسبِ روایت سب کو خلعت عطا کئے گئے۔ اور پھر وہ وقت آیا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا نام پکارا گیا مگر وہ موجود نہیں تھے کیونکہ اس سال آپ رحمتہ اللہ علیہ حج پر تشریف نہیں لے جا سکے تھے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو حاضر نہ پا کر حاجی حافظ محمد عمران کا نام پکارا گیا تو حافظ محمد عمران نے بڑھ کر لبیک کہا اور عرض کی

"رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم! فرمایئے کیا حکم ہے۔ میں حاضر ہوں۔"

نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب بلایا اور حکم دیا کہ:

"عمران! یہ قیمتی خلعت تمہارے حوالے کی جاتی ہے اور تمہیں ہدایت کی جاتی ہے کہ ہماری اس امانت کو لے کر علی پور سیداں چلے جاؤ اور جماعت علی شاہؒ کے حوالے کرو۔"

ایام حج گزرنے کے بعد فوراً حاجی حافظ محمد عمران نے علی پور سیداں کا رخ کیا۔اس نے ابھی حویلی میں قدم نہیں رکھا تھا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے پاس موجود تمام عقیدت مندوں کو حکم دیا کہ وہ دوسرے کمرے میں چلے جائیں اور جیسے ہی حاجی حافظ محمد عمران دروازے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اندر سے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ آواز دی:

''حافظ جی! السلام علیکم۔اندر تشریف لے آیئے۔''

اور یوں حاجی حافظ محمد عمران نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کر کے تعمیل حکم نبیٔ رحمت ﷺ کی۔یہی وجہ تھی کہ حاجی حافظ محمد عمران آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کیلئے بے چین رہتے تھے کیونکہ وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مقام ومرتبہ سے آگاہ وآشنا ہو چکے تھے: بقول شاعر۔

السلام اے شہِ علی پوری
کعبۂ جان و قبلۂ ایماں
السلام اے امیر ملت و دیں
سید و صدر و سرور و سلطاں

وحدت کے ساتھ رسالت

آپ رحمتہ اللہ علیہ پر سرور کائنات ﷺ کی یہ سب نظر کرم تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اس طرح کے منفرد وممتاز اعزاز سے نوازا ہوا تھا۔آپؒ کی خصوصیت یہی تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ سچے عاشق رسول رحمت ﷺ تھے۔ نبیٔ مکرم ﷺ سے عشق آپ رحمتہ اللہ علیہ کے انگ انگ، حیاتِ دنیاوی کے ہر رنگ اور علم وعمل کے سنگ سنگ اپنی خوشبو بکھیرتا نظر آتا تھا۔آپؒ اپنے خطابات میں بھی عشق محبوبِ الٰہی ﷺ کا تذکرہ پوری محبت وعقیدت کے ساتھ فرماتے تھے اور اپنے عقیدت وارادت مندوں کو بھی تلقین کرتے تھے کہ اگر رب وحدہٗ لا شریک سے کچھ حاصل کرنا چاہتے ہو تو وحدت کے ساتھ ساتھ رسالت کی توقیرو تعظیم کرنا سیکھو۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے 5 دسمبر 1924ء کو جامع مسجد آگرہ میں خطاب کرتے ہوئے واضح طور پر فرمایا:

"رب رحیم وکریم کا سورۃ توبہ کی آخری آیات میں ارشاد ہے کہ:

''تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول ﷺ آیا۔ تمہاری تکلیف ان ﷺ پر شاق گزرتی ہے۔ وہ تمہاری بہبود کے حریص ہیں اور مسلمانوں پر حد درجہ شفیق و مہربان ہیں۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے مزید فرمایا کہ:

''رب قادر و قدیر نے جس قدر نعمتیں ہمیں عطا کی ہیں ان کا کسی طور بھی شمار و حساب نہیں کیا جا سکتا مگر ان تمام نعمتوں میں سے سب سے اعلیٰ و ارفع اور بہتر و برتر نعمت یہ ہے کہ رب رحمٰن و رحیم نے ہمیں شافع محشر حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی امت میں پیدا کیا اور ہمیں ایسا رسول ﷺ عطا کیا کہ جو ہمارا غم خوار ہے۔ ہماری بہتری کیلئے حریص ہے۔ نہایت شفیق اور مہربان ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کی کس قدر اونچی شان ہے کہ آپ ﷺ روز محشر رب رحمٰن و رحیم کے حکم سے ہماری شفاعت فرمائیں گے کیونکہ آپ ﷺ کو مقام محمود پر فائز کیا جائے گا۔''

''ہمارا رشتہ تمام مسلمانوں کے ساتھ اسلامی رشتہ ہے۔ رسولِ مکرم ﷺ کے حوالے سے یہ رشتہ اور پختہ ہو جاتا ہے۔ جو آنحضور ﷺ کا غلام ہے ہم اس کے خادم ہیں۔ وہ ہمارا بھائی ہے اور جو شخص آنحضور ﷺ کی معاذ اللہ بے عزتی کرتا ہے وہ خواہ کتنی ہی نمازیں پڑھے کتنے ہی روزے رکھے اس کی کوئی عبادت قبول و منظور نہیں۔''

''کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ کلمہ طیبہ کے

دونوں جزو نہ پڑھے اور ان پر صدق دل سے ایمان نہ لائے۔ پڑھنے میں محمد رسول اللہ ؐ بعد میں ہے اور لا الہ الا اللہ پہلے ہے لیکن ایمان میں محمد رسول اللہ ؐ پہلے ہے کیونکہ جب تک کوئی شخص رسول رحمت ﷺ کی رسالت پر ایمان نہ لے آئے اس کی توحید تک رسائی ممکن نہیں۔''

''تمہیں لا الہ الا اللہ کس نے سکھایا؟ واضح ہے کہ محمد رسول اللہ ؐ نے بتایا اور سکھایا۔ پس ثابت ہوا کہ تم محمد رسول اللہ کی رسالت پر پہلے ایمان لائے تو پھر ہی تم نے کلمہ پڑھا۔''

ناسمجھ لوگ

ایک اور مقام پر درس دیتے ہوئے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

''ب تعالیٰ جل شانہ، فرماتے ہیں کہ یا نبی ﷺ! آپ ﷺ فرما دیجئے کہ میں تم جیسا بشر ہوں مگر میری طرف وحی آتی ہے۔ ناسمجھ لوگوں نے ''بشر مثلکم'' کو لے لیا جبکہ ''یوحیٰ الی'' کو چھوڑ دیا۔ بلکہ اسی طرح جس طرح پنجاب میں ایک شخص بے نمازی تھا۔ ایک بزرگ نے اس سے کہا کہ بندہ خدا! تو نماز کیوں نہیں پڑھتا۔ تجھے علم ہونا چاہئے کہ روز محشر سب سے پہلے نماز ہی کا حساب لیا جائے گا۔ اس شخص نے کہا کہ کیا تو نے قرآن پاک میں نہیں پڑھا کہ ''لا تقربو الصلوٰۃ'' بزرگ نے فرمایا کہ اس سے آگے پڑھو۔ اس شخص نے بزرگ سے بد تمیزی کے ساتھ کہا کہ سارا قرآن تیرے باپ کو ہی یاد ہوگا اور اس پر تیرے باپ

ہی نے عمل کیا ہوگا مجھے تو عمل کیلئے ''لاتقربوا الصلوٰۃ'' ہی کافی ہے۔ اسی طرح نا سمجھوں نے ''بشر مثلکم'' کو لے لیا اور ''یوحیٰ الیٰ'' کو چھوڑ دیا۔

مصر کی عورتیں

ایک اور موقع پر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے شان رسالت ﷺ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''قرآن پاک سورۃ یوسف میں واضح اور برملا کہتا ہے کہ مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو ان کے ہاتھ میں سنترے اور چھریاں تھیں انہوں نے سنترے کاٹنے تھے مگر اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے یعنی مصر کی عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھتے ہی بے خود ہوگئیں جبکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ زنان مصر اگر میرے یوسف یعنی محمد مصطفےٰ ﷺ کو دیکھ لیتیں تو اپنے جگر کاٹ ڈالتیں۔''

''مدینہ منورہ میں ایک عورت نبی رحمت حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! میری لڑکی کی شادی ہے۔ میں غریب ہوں۔ عطر نہیں خرید سکتی۔ میری مدد فرمائیے۔ سرور کائنات ﷺ نے اپنے پسینہ مبارک کے چند قطرے اس عورت کو مرحمت فرمائے اور دلہن کو لگانے کی اجازت دی۔ صاحب ''مواہب المدینہ'' لکھتے ہیں کہ اس لڑکی کی نسل اب بھی ترکوں میں موجود ہے جن سے اب تک خوشبو آتی ہے۔''

ایاز کا بیٹا

ایک موقع پر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے تاریخ سے بڑا خوبصورت حوالہ دیتے ہوئے فرمایا:

''ہم لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی نسبت سے اپنے بچے کا نام محمد رکھتے ہیں مگر اسے پکارنے اور بلانے میں ادب آداب ملحوظ خاطر نہیں رکھتے۔ ایک وہ ایمان تھا کہ سلطان محمود غزنوی نے ایاز کے بیٹے کہ جس کا نام محمد تھا جب پکارا تو کہا کہ اے ایاز کے بیٹے!

ایاز وہاں قریب ہی کھڑا تھا۔ اس نے عرض کی کہ میرے بیٹے کا نام لے کر پہلے آپ پکارا کرتے تھے آج آپ نے ایاز کے بیٹے کہہ کر پکارا ہے میرے بیٹے کا نام لے کر کیوں نہیں پکارا؟

سلطان محمود غزنوی نے کہا کہ جب سے میں بالغ ہوا ہوں میں کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک بے وضو زبان پر نہیں لایا جب میں نے تمہارے بیٹے کو بلانا چاہا تو اس وقت میں وضو سے نہیں تھا اس لئے میں نے اسے ایاز کے بیٹے کہہ کر بلایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں لیا تا کہ بے ادبی نہ ہو۔''

''صحیح ترمذی شریف میں دیکھئے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جس گلی و بازار سے گزر جاتے تھے وہ گلی و بازار معطر ہو جاتے تھے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کبھی ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلتے تو کسی سے یہ نہ پوچھتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کدھر تشریف لے گئے ہیں خوشبو کا رخ دیکھتے اور جدھر سے خوشبو آ رہی ہوتی اس

جانب چلے جاتے اور آپ ﷺ کی ذات پاک کو پالیتے۔ بقول شاعر ۔

حسن یوسفؑ ، دم عیسیٰؑ ، ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند ، تو تنہا داری

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے عشق مصطفےٰ ﷺ کے حوالے سے کئی واقعات ہیں اور کئی ایسے واقعات ہیں جو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے عقیدت وارادت مندوں سے بیان کئے اور ثابت کیا کہ یہ کائنات عشق مصطفےٰ ﷺ ہی کی مرہون منت ہے۔ جس ذات پاک پر رب کائنات خود درود بھیجتا ہو اور اس کے فرشتے بھی بھیجتے ہوں اور مسلمانوں کو بھی حکم دیا گیا ہو تو اس ذات پاک کی عظمت وحرمت ناقابل بیان ہے۔

نئے کپڑے، نئی ٹوپی

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے عزت و عظمتِ رسول رحمت ﷺ کے حوالے سے اپنے مشاہدات و تجربات اور واقعات سے اپنے عقیدت و ارادت مندوں کو مختلف اوقات و مقامات پر آگاہ و آشنا کیا اور انہیں بتایا کہ ہماری فلاح و اصلاح صرف اور صرف اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے میں ہے اور یہ کہ نبیٔ آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی نبوت و رسالت روز قیامت تک جاری و ساری رہے گی۔ آپ ﷺ کی ذات پاک کی برکات ہی سے یہ دنیا قائم و دائم ہے۔ تمام مشکلات و مصائب کا حل عشق مصطفےٰ ﷺ میں پوشیدہ ہے۔ جو افراد خلوص دل سے آقا جی ﷺ سے عملی محبت کا مظاہرہ کرتے ہیں وہ رحمتہ للعالمین ﷺ کی رحمت و برکت اور فیض و فیضان کا مشاہدہ کھلی آنکھوں سے اس طور کرتے ہیں کہ ان کا ایمان وایقان مزید مستحکم ہوتا ہے۔ بقول شاعر ؎

میرے کریمؐ! تیرا اسم، اسمِ اعظم ہے

زمانے بھر کی بلاؤں کو ٹال رکھا ہے

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک خطاب میں اپنے عقیدت وارادت مندوں کو بتایا کہ ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ جب حج بیت اللہ کے بعد مدینہ منورہ حاضر تھے اور وضہ رُسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر کھڑے تھے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے وہاں کریم بخش نامی شخص سے ملاقات کی جو لاہور کا رہائشی تھا مگر بارہ سال سے مدینہ منورہ میں رہائش پذیر تھا۔ کریم بخش مواجہہ شریف کے سامنے کھڑا تھا۔ آپؒ نے کریم بخش کا ہاتھ تھاما اور مدینہ منورہ میں اپنی قیام گاہ پر لے آئے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے کریم بخش کو اپنے گھر پر کھانا کھلایا۔ خاطر تواضع کی اور پھر اسے ایک کرتا دیا۔ آپؒ کی قیام گاہ پر موجود ایک ارادت مند نے کریم بخش کو ایک کوٹ دیا۔ ایک دوسرے ارادت مند نے اسے ایک عدد پگڑی دی جبکہ دوسرے ارادت مند نے پاجامہ دیا۔ ایک اور ارادت مند نے کریم بخش کو ایک چادر دے دی۔

یہ تمام کپڑے کریم بخش نے چادر میں لپیٹے اور رخصت ہوتے وقت اس نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا کہ اس نے مواجہہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر صرف اتنا کہا تھا کہ:

"آقا جی صلی اللہ علیہ وسلم! میرے کپڑے پھٹ گئے ہیں۔"

اور اب یہ صورتحال ہے کہ چند لمحوں بعد ہی مجھے میری ضرورت کا ہر کپڑا اور وہ بھی قیمتی کپڑا مل چکا ہے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دوسری ملاقات میں کریم بخش نے مطلع کیا تھا کہ اس نے کپڑے بدل کر جب پھر مواجہہ شریف کے سامنے حاضری دی تو اس نے چپکے سے اتنا کہا کہ:

''سرکار ﷺ! کپڑے مل گئے ہیں اور میں نے پھٹے ہوئے کپڑے اتار کر نئے کپڑے پہن لئے ہیں۔''

اور پھر جب اگلے سال حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ حج بیت اللہ پر گئے اور روضہ رسول رحمت ﷺ پر پہنچے تو کریم بخش سے ملاقات ہوئی۔ آپؒ نے اپنے ایک ہمرکاب سے کہا کہ کریم بخش کو کپڑے دے دو۔ جب اسے کپڑے دینے لگے تو کپڑوں میں سے ایک کشمیری ٹوپی بھی نکل آئی۔ آپؒ نے کہا کہ یہ ٹوپی بھی کریم بخش کو دے دو۔ اس پر کریم بخش نے بتایا کہ اس نے آج ہی رحمۃ للعالمین ﷺ کے دربار میں عرض کی تھی کہ:

''سرکار ﷺ! میری ٹوپی پھٹ گئی ہے۔''

اور ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی ہے کہ مجھے ٹوپی مل گئی ہے۔

کریم بخش نے مزید کہا کہ مجھے بخاری شریف میں موجود معلم کائنات ﷺ کی یہ حدیث لمحہ لمحہ یاد رہتی ہے کہ:

''انما انا قاسم و اللہ یعطی'' یعنی میں قاسم ہوں اور عطا کرنے والا اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں قاسم کو بتا دیتا ہوں اور رب رازق ورزاق مجھے عطا کر دیتا ہے۔ میں نے کسی سے بھی کسی معاملہ میں کوئی سوال نہیں کیا۔ جس

چیز کی ضرورت پڑتی ہے صرف اتنا کہہ دیتا ہوں کہ:

''آقا جی! فلاں چیز چاہئے'' اور پھر وہ چیز تھوڑی ہی دیر میں مل جاتی ہے۔ بقول شاعر۔

انہیؒ کے سامنے دستِ سوال رکھا ہے
کرم نے جنؒ کے زمانے کو پال رکھا ہے

خصوصی اجازت و خصوصی دعوت

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک اور موقع پر اپنے عقیدت و ارادت مندوں سے گفتگو کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ ان کے دور میں کسی بھی فرد کو شیخ الحرم کی اجازت کے بغیر حرم شریف میں رات گزارنے کی مطلقاً اجازت نہیں تھی مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ کو خصوصی اجازت دی گئی تھی اور اس بات کی رعایت بھی دی گئی تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ حرم شریف میں اپنے ہمراہ اپنی پسند اور مرضی و منشاء کے مطابق چار اور افراد کو بھی ٹھہرا سکتے تھے۔ یہ اجازت و سہولت خاص طور پر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس لئے لی تھی تاکہ اپنے ارادت مندوں کی خواہشات و جذبات کو احترام و مقام دے سکیں۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک عقیدت و ارادت مند نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ایک رات درخواست کی کہ اسے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ حرم شریف میں رات گزارنے کی سعادت حاصل کرنے کی اجازت دی جائے۔ آپؒ اس وقت تین افراد کو اپنے ہمراہ لے چکے تھے۔ آپؒ نے اس سے کہا کہ چونکہ آپ رحمتہ

اللہ علیہ کو چار افراد ہمراہ لے جانے کی اجازت ہے اس لئے وہ بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ ٹھہر سکتا ہے۔ اس روز اس نے روزہ رکھا تھا اور افطاری صرف پانی سے کی تھی۔ روزہ کھولنے کے بعد کھانا نہیں کھایا تھا۔ وہ عشاء کی نماز کی ادائیگی کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمرکاب حرم شریف پہنچا اور وہاں رات بسر کی۔

اسی رات کے بعد نماز فجر کی ادائیگی سے فارغ ہو کر وہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی قیام گاہ پر پہنچا کیونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ دن کے وقت اپنی قیام گاہ میں موجود رہتے تھے خصوصی طور پر نماز فجر کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ وہیں ملتے تھے اور اکثر و بیشتر انہی لمحات میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت و ارادت مند آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کرتے تھے۔

اس شخص نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا شکریہ ادا کیا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ہمراہ حرم شریف میں رات گزارنے کی سہولت فراہم کی۔ اس موقع پر اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا کہ گزری رات اس کے ساتھ اک حیران کن واقعہ پیش آیا۔ اس نے کہا کہ چونکہ اس نے روزہ افطاری کے وقت کھانا نہیں کھایا تھا اس لئے اسے پچھلی رات کو سخت بھوک لگی۔ جس سے اس نے بے چینی اور کمزوری و نقاہت محسوس کی۔ اس عالم میں اس نے صرف اتنا کہا کہ:

”سرکارِ دو عالم ﷺ! بھوک کی شدت سے تکلیف ہو رہی ہے۔“

اور پھر چند ہی لمحات گزرے تھے کہ ایک سفید لباس میں ملبوس بزرگ اس کے پاس آئے اور اسے کہا کہ جھولی آگے کرو۔ اس نے جھولی آگے کی تو بزرگ نے معقول مقدار میں کھجوریں اس کی جھولی میں ڈال دیں۔ اسے سخت بھوک لگی تھی اس لئے اس نے جی بھر کر کھجوریں کھائیں اور ساری کی ساری کھجوریں کھا گیا۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے کہا:

''میاں! تمہیں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کی کھجوریں مبارک ہوں مگر کاش تم ایسا کرتے کہ دو چار کھجوریں ہمارے لئے بھی رکھ لیتے!''

اس پر اس شخص نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر کہا:

''قبلہ عالم! کھجوریں اس قدر لذیذ اور فرحت آمیز تھیں کہ مجھے یاد تک نہیں رہا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کیلئے بھی رکھ لوں اور یوں میں تمام تر کھجوریں کھا گیا۔ ان کھجوروں کی خوشبو اور ذائقہ ابھی تک محسوس کرتا ہوں اور اپنی قسمت پر نازاں ہوں اہم یہ حقیقت ہے کہ اگر آپ رحمتہ اللہ علیہ مجھے حرم شریف میں اپنے ہمراہ رات گزارنے کی اجازت نہ دیتے تو شاید یہ سعادت بھی حاصل نہ ہوتی۔ اب میری سعادت دو چند ہوگئی ہے۔ ایک تو مجھے حرم شریف میں رات گزارنے کی سعادت نصیب ہوئی اور دوسرے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کی کھجوریں کھانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ مجھے اپنی خوش نصیبی و خوش بختی پر ناز

ہے اور اس پر میں جتنا فخر کروں کم ہے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اب تم پر یہ مزید لازم ہو جاتا ہے کہ تم بھی وہ کام کرنے کی کوشش کرو کہ جو کام رب تعالیٰ اور اس کے فرشتے کسی وقت کی قید کے بغیر کرتے ہیں اور جس کام کے کرنے کا مسلمانوں کو بھی حکم دیا گیا ہے۔ اس حوالے سے سورۃ الاحزاب میں واضح طور پر ارشادِ ربانی ہے کہ:

بے شک اللہ اور فرشتے اس کے (پڑھ پڑھ کر درود
بھیجتے رہتے ہیں (سب کے سب) پیمبرؐ پر درود
مومنو! (تم بھی) درود (اب) انؐ پہ بھیجو اور سلام
(دوسری بے کار باتوں سے تو بہتر ہے یہ کام)

اپنے من میں عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع روشن کریں اور س شمع کی روشنی رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے میں ہے۔

عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی تقاضا ہے کہ ہم رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کو بھی لحظہ لحظہ آواز دیتے رہیں اور رب رحمٰن و رحیم سے دست بدعا رہیں کہ اس کا اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم ہر دو جہان میں ہم پر سایہ فگن رہے۔'' بقول شاعر۔

یا رب تُو کریمی و رسولِ تُو کریم
صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حد

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے درس میں ایک دفعہ فرمایا کہ:

''آج کل عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ سردار الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کو حد سے نہ بڑھایا جائے۔ میں کہتا ہوں کہ حد سے تو صرف اور صرف وہی بڑھا سکتا ہے جو حد جانتا ہے اور جس کو حد ہی معلوم نہ ہو تو وہ کیا بڑھائے گا۔ رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کی حد سوائے رب کریم و رحیم کے اور کسی کو معلوم نہیں۔ ہمیں تو اتنا معلوم ہے کہ ایک بار لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے سے ایک کافر کے بھی تمام عمر کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ بقول شاعر۔

محمدؐ سر قدرت ہیں ، کوئی رمز ان کا کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہیں حقیقت میں خدا جانے

معراج شریف کے موقع پر جب سردار الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم سفر کی منزل سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سے عرض کی وہ خواہش رکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مکمل جسم کے پر دکھائیں اور انہوں نے بتایا کہ ان کے 600 پر ہیں جبکہ ایک ایک پر اتنا بڑا ہے اور وسیع ہے کہ ساری زمین اس کیلئے کافی نہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے اتنے بڑے بڑے 600 پر کھول کر دکھائے۔ اس حوالے میں مولانا رومؒ اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں کہ اگر رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بڑے پر دکھا دیتے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام قیامت تک بے ہوش پڑے رہتے۔

احمدؐ او بکشاید آں پر جلیل
تا ابد بے ماندے جبرئیلؑ

اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ فخر دو جہاں حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی حد کس قدر بڑی ہے اور اس کا تعین و اندازہ انسانی ذہن قطعی طور پر نہیں کر سکتا۔

اور یہ کہ سدرۃ المنتہٰی پر جب محبوب رب العالمین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیلؑ سے آگے چلنے کو کہا تو انہوں نے اپنی عاجزی کا اعتراف کرتے ہوئے واضح اعلان کیا کہ ان کی حد یہاں پر ختم ہو چکی ہے۔ اس سے آگے انہوں نے ایک قدم بھی بڑھایا تو تجلیات ربانی انہیں جلا دیں گی۔

اگر یک سر موئے برتر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

مگر رحمتِ دو عالم حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں سے پہلا قدم شروع ہوتا ہے کہ جہاں پر حضرت جبرئیلؑ کی حد ختم ہوتی

ہے۔ جب بارگاہِ رب العزت کے سب سے مقرب فرشتے حضرت جبرئیلؑ یہ اقرار کر رہے ہیں کہ وہ اس سے آگے نہیں جا سکتے تو پھر اب کون فرد ہے کہ جو آنحضور ﷺ کی حد سے آگاہ و آشنا ہے۔'' بقول شاعر

تیریؐ عظمت کی جھلک دیکھ کے معراج کی رات
کب سے جبرئیلؑ کی خواہش ہے بشر ہو جائے

اسی طرح ایک اور موقع پر اپنے عقیدت وارادت مندوں سے امام الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی عزت و عظمت اور رفعت و وقعت بارے دلائل دیتے ہوئے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''یاد رکھو کہ جس طرح روحیں مرتی نہیں بلکہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر چلی جاتی ہیں اسی طرح میرے آقا جی ﷺ کو معاذ اللہ کہ آپ ﷺ ''مر گئے'' کہنا سخت منع ہے اور خلافِ حقیقت ہے کیونکہ ارشاد ربانی ہے کہ

''روح محض خدا کا حکم ہے۔''

اور یہ روز روشن کی طرح عیاں و نہاں ہے کہ امر ربی کیلئے موت نہیں ہے۔

رب کائنات نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ جو رب تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو گئے ہیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم سمجھ نہیں رکھتے۔ اسی طرح ایک اور جگہ پر فرمایا گیا کہ شہیدوں کے بارے یہ خیال و گمان تک مت کرو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ تو زندہ ہیں اور انہیں رب رازق و رزاق کی جانب سے رزق فراہم کیا

جاتا ہے اور یہ کہ وہ ہر وقت خوش وخرم رہتے ہیں اس چیز سے کہ جو رب تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے انہیں عطا کی ہے اور انہیں ان کے لواحقین و متعلقین بارے خوشخبری و بشارت دی جاتی ہے جبکہ انہیں نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ ہی کوئی غم ہے۔

جب رب تعالیٰ نے شہداء کے متعلق فرما دیا کہ انہیں مردہ کہنے اور سمجھنے کا گمان تک نہ کرو تو پھر مقامِ افسوس ہے کہ آنحضور ﷺ کو لوگ ایسا کہیں۔

حدیثِ رسولِ رحمت ﷺ میں ہے کہ جہاد میں شہید ہونا شہادتِ صغریٰ ہے جبکہ نفس کے خلاف جہاد کرنا شہادتِ کبریٰ ہے۔ اب یہ غور طلب بات اور قابلِ فکر نکتہ ہے کہ شہادتِ صغریٰ پانے والوں کے بارے تو رب تعالیٰ کا فرمان ہے کہ انہیں مردہ دل نہ کہو بلکہ دل میں ایسا گمان تک بھی نہ لاؤ تو پھر شہادتِ کبریٰ کی حامل دو جہاں کی سردار ہستی کو ایسا کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟

قرآن واضح طور پر کہہ رہا ہے کہ جنہیں رب کریم و رحیم کے انعام سے نوازا گیا ان میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین شامل ہیں۔ رب کائنات نے درجہ بندی کر دی کہ پہلے کون ہے اور بعد میں کون اور فرما دیا کہ انبیاء پہلے درجہ پر جبکہ شہداء تیسرے درجہ پر ہیں۔ تو جب تیسرے درجے والے زندہ ہیں پھر پہلے درجہ والے زندہ نہیں ہوں گے کیا؟ لہٰذا آقا جی ﷺ بارے کسی قسم کا یہ گمان کرنا کہ وہ زندہ نہیں غلط ہیں۔''

خرد سے کہہ دو کہ حبِ رسول ﷺ سے پہلے

سمجھ میں آ نہ سکے گا کہ کبریا کیا ہے

ہم اہلِ دل ہیں، ہمارا یہی عقیدہ ہے

بغیر حبِ نبی ﷺ دین ہے نہ دنیا ہے

مصر کے راستے مدینہ

نبی مکرم، ہادیٔ اعظم ﷺ کے فیض و فیضان اور آپ رحمتہ للعالمین ﷺ کے مشفق و مہربان ہونے کے حوالے سے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک بار اپنے عقیدت و ارادت مندوں کو بتایا کہ:

"ایک دفعہ میں مصر کے راستے سفر کر کے مدینہ منورہ پہنچا۔ بمبئی سے مصر تک کے سفر میں بحری جہاز کے اندر وضو کیلئے میٹھا پانی دستیاب نہیں تھا کیونکہ جہاز کے اندر میٹھے پانی کی سخت قلت تھی اور اسے محض پینے کیلئے ہی دیا جاتا تھا اور وہ بھی کم مقدار میں فراہم کیا جاتا تھا۔ مجبوراً سمندر کے کھارے اور کڑوے پانی سے طہارت اور وضو کرنا پڑتا تھا۔ کڑوے اور کھارے پانی کے استعمال سے میرے جسم پر زخم ہو گئے۔ اوپر کی جلد بعض جگہوں سے پھٹ گئی جس کے باعث خون بہنا شروع ہو گیا۔ یوں خون کی بدولت کپڑے خراب ہونے کے باعث باوضو رہنا دشوار ہو گیا۔

اس پریشانی کے ازالہ کیلئے میں نے دربار نبوی ﷺ میں حاضری

دی۔ روضۂ رسول رحمت ﷺ کے باہر قدرے دور کھڑے ہو کر عرض کی کہ:

''سرکارِ دو عالم ﷺ! میری یہ بڑی خوش قسمتی وخوش بختی ہے کہ مجھے یہاں کی حاضری نصیب ہوئی ہے مگر سردارِ دو جہاں ﷺ! میں زیادہ دیر یہاں نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ کپڑوں پر خون لگ جانے کی وجہ سے باوضو نہیں رہتا جبکہ میں اسے بے ادبی و گستاخی سمجھتا ہوں کہ بے وضو آپ ﷺ کے دربار میں حاضر ہوں۔''

''مجھے اشارہ ہوا کہ بیئر فاطمہؓ سے پانی لے کر زخموں پر لگا لوں۔ رب کریم و رحیم کے فضل و کرم سے خیر و عافیت ہو جائے گی۔ پہلے تو میں نے سوچا کہ اس قدر پاک پانی کو اپنے ناپاک جسم پر لگاؤں کہیں بے ادبی ہی نہ ہو مگر اس خیال کو میں نے فوری طور پر جھٹک دیا اور سوچا کہ جب آقا جی ﷺ کا حکم ہے تو پھر اسے ضرور بجا لایا جائے۔ چنانچہ میں نے بیئر فاطمہؓ سے پانی حاصل کیا اور اسے زخموں پر لیپ کر دیا۔''

''میں نے نمازِ مغرب کے بعد دربارِ رسول رحمت ﷺ پر حاضری دی تھی۔ نمازِ عشاء کے بعد پانی لگا لیا اور رات کو سو گیا۔ صبح اٹھا تو دیکھا کہ میرے جسم پر کسی بھی زخم کا کسی قسم کا کوئی نشان تک نہ تھا۔ میرا جسم مثل آئینہ چمک رہا تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کبھی زخم ہوئے ہی نہ تھے۔ اور پھر اسی پانی کا اثر یہ ہوا کہ اس وقت سے آج تک 62 سال کا عرصہ گزر چکا ہے کبھی بھی کوئی پھوڑا اپھنسی تک نہیں نکلی۔ یہ سب آقا جی ﷺ کا کرم اور فیض و فیضان ہے۔ بقول امجد حیدر آبادی۔

کس چیز کی کمی ہے مولا تیری گلی میں
دنیا تیری گلی میں، عقبیٰ تیری گلی میں

اندر رہنے کی اجازت

ایک اور واقعہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عقیدت و ارادت مندوں کو بتایا کہ:

''ایک دفعہ میں شیخ الحرم کی اجازت و عنایتِ خاص سے مسجدِ نبوی ﷺ میں رات کو قیام پذیر تھا۔ سرکاری طور پر رات کو جلانے کیلئے مجھے موم بتی دے دی گئی نیز ''دلائل الخیرات شریف'' بھی میں اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد حرم شریف کی بتیاں بجھا دی جاتی تھیں۔ اس دور میں یہی ہوتا تھا کیونکہ یہ کوئی 50 برس کا واقعہ ہے جو کہ میں آپ لوگوں کو بتا رہا ہوں۔''

اس کے بعد حضرت پیر جماعت علی شاہؒ نے واقعہ کی تفصیل جاری رکھتے ہوئے بتایا کہ:

''رات کے ایک بجے کے لمحات میں جب میں ''دلائل الخیرات شریف'' پڑھ رہا تھا تو میری آواز قدرے تیز و بلند ہو گئی۔ حضرت خواجہ ضیاء معصومؒ قریب ہی موجود تھے۔ وہ قائم اللیل اور صائم الدھر تھے یہ ان کی خوش بختی تھی کہ آقا جی ﷺ کے فیض و فیضان سے انہیں اندر رہنے کی اجازت ملی ہوئی تھی۔

حضرت خواجہ ضیاء معصوم نے جب مجھے قدرے بلند آواز میں ''دلائل الخیرات شریف'' پڑھتے سنا تو چپکے سے میرے پاس آئے اور کہا:

''جماعت علی! میں کل رات ریاض الجنتہ ''دلائل الخیرات شریف'' پڑھ رہا تھا تو میری آواز قدرے اونچی ہوگئی۔ اس پر سرکارِ دو عالم ﷺ کی طرف سے اشارہ ہوا کہ آہستہ آہستہ پڑھو۔ اور اب جبکہ تم بھی ''دلائل الخیرات شریف'' کو تیز پڑھ رہے ہو تو میں تم سے یہی کہنے آیا ہوں کہ نبی مکرم ﷺ کی مرضی ومنشاء کے مطابق اسے آہستہ آہستہ پڑھو۔''

اور پھر حضرت خواجہ ضیاء معصومؒ کے کہنے پر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ''دلائل الخیرات شریف'' کو آہستہ آہستہ پڑھنا شروع کر دیا کیونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ تو سچے عاشق رسول رحمت ﷺ تھے۔ آپؒ کیلئے فرمان رسول مکرم ﷺ کی تکمیل سعادتِ عظمیٰ کی حیثیت رکھتی تھی۔ فرمان نبوی ﷺ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ایمان کا جزوِ اول تھا کیونکہ قرآن گواہ ہے کہ محمد مصطفےٰ ﷺ خود کچھ نہیں کہتے۔ آپ ﷺ محض رب ذوالجلال ہی کی بات بولتے ہیں۔ بقول شاعر۔

ارشادِ مصطفےٰ ﷺ کے مطابق عمل کرو

سرسبز چاہتے ہو اگر عاقبت کی کشت

نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دعوت

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا اپنے عقیدت و ارادت مندوں سے خطاب از حد فکر و ذکر آمیز ہوتا تھا۔ قبر و محشر کی فکر اور رب العالمین و رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے خطابات و اجتماعات کے موضوعات کا مرکز و محور ہوتا تھا۔ آپؒ لوگوں کی اصلاح و فلاح کی خاطر انہیں تاریخ اسلام کے واقعات سے بھی آگاہ کرتے تھے۔ آپ بیتی بھی بتاتے تھے اور جگ بیتی بھی سناتے تھے۔ اپنے خطاب کو جہاں قرآنی آیات اور احادیثِ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مزین کرتے تھے وہاں مختلف واقعات کے حوالے دے کر اسے دلچسپ اور عام فہم بنا دیتے تھے۔ آپؒ میں خطابت کی تمام تر خوبیاں موجود تھیں اور آپ رحمتہ اللہ علیہ انہیں انتہائی مہارت و ذہانت کے ساتھ بروئے کار لاتے تھے۔ مناسب و موزوں الفاظ کے انتخاب، لہجے کے حسبِ موقع و ضرورت اتار چڑھاؤ اور سامعین و حاضرین کے احساسات و جذبات کے مطابق بات کرنے کا عمدہ سلیقہ و طریقہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے خطابات کا خاصا تھا۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے استاد مکرم، ممتاز و منفرد محدث و مفسر حضرت مولانا عبد الحق ؒ سے شنیدہ ایک فکر انگیز و ایمان افروز واقعہ اپنے عقیدت و ارادت مندوں کو ایک مجلس درس و ارشاد میں بتایا تو محفل میں موجود جملہ حاضرین نے نعرہ ہائے تکبیر و رسالت سے اپنے ولولہ انگیز جذبات و محسوسات کا اظہار کیا۔

یہ واقعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے استاد معظم حضرت عبد الحق ؒ کے ہی تجربہ و مشاہدہ کے حوالے سے تھا۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے بتایا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے استاد محترم حضرت مولانا عبد الحق ؒ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا کہ ایک دفعہ جبکہ وہ مدینہ منورہ میں موجود تھے تو نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد انہوں نے گڑگڑا کر رب کعبہ کے حضور دعائیں و التجائیں کیں اور اپنی دنیا و آخرت کی بھلائی کے ساتھ ساتھ اپنے دوستوں، رشتہ داروں، عقیدت و ارادت مندوں کیلئے بالخصوص اور دنیائے اسلام کے مسلمانوں کیلئے بالعموم خیر و فلاح طلب کی۔

دعا و التجا کے بعد اپنا آنسوؤں سے تر چہرہ صاف کیا اور پھر یکایک حضرت مولانا عبد الحق ؒ کے دل میں خیال جاگزیں ہوا کہ وہ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے شہر مہماں نواز میں موجود ہیں مگر ابھی تک خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے ان کی مہمانی ہی نہیں کی۔ خدا معلوم کیا وجہ ہے؟ یہ خیال حضرت مولانا عبد الحق ؒ کو ان لمحاتِ دل پذیر میں آیا جبکہ وہ مواجہہ شریف کے

عین سامنے بیٹھے ورد و درود میں مصروف و مشغول تھے۔

حضرت مولانا عبدالحقؒ کے بیان کے مطابق ان کے ذہن میں یہ خیال آئے بمشکل پانچ منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ ان کے پاس ایک بدو پہنچا۔اس نے انہیں سلام کیا اور کہا:

''مولانا جی! آج کا روزہ آپ نے میرے ہاں کھانے پر آنا ہے۔آپ کی میرے ہاں دعوت ہے۔نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد میرے ساتھ تشریف لے چلئے گا۔میرا گھر یہاں سے کچھ فاصلے پر ہے۔''

حضرت مولانا عبدالحقؒ نے حیرانی کے عالم میں اس بدو سے کہا:

''میاں! میں کسی کی دعوت نہیں کھایا کرتا۔آپ کی نہ تو مجھ سے کوئی شناسائی ہے اور نہ ہی کسی حوالے سے کوئی تعلق و رشتہ داری ہے۔میں آپ کے ساتھ کیسے چل سکتا ہوں؟ میں آپ کے گھر نہیں جاؤں گا۔''

اس بدو نے کہا:

''مولانا صاحب! یہ دعوت میرے گھر ضرور ہو رہی ہے مگر یہ دعوت میری جانب سے نہیں ہے بلکہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔اب یہ بتائیے کہ آپ میرے ساتھ چلیں گے یا نہیں؟''

حضرت مولانا عبدالحقؒ نے کہا:

''آقا جی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کرنا تو میرے لئے اعزاز و افتخار کی بات ہے۔اس کے لئے میں آپ کے ساتھ ضرور چلوں گا۔جیسے ہی نماز مغرب کی

ادائیگی سے فارغ ہوں گا آپ کے ساتھ چل پڑوں گا۔"

مسجدِ نبوی میں نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد جب مولانا عبدالحق ؒ اس بدو کے ساتھ روانہ ہوئے تو وہ مدینہ منورہ سے کوئی بارہ میل دور شمال کی طرف ایک پہاڑ کے دامن میں ان کو لے گیا۔ اگرچہ اس وقت مولانا عبدالحق ؒ تقریباً 80 سال کی عمر کو پہنچ چکے تھے مگر اس ضعیف العمری کے باوجود وہ کسی دشواری و پریشانی کے بغیر اس بدو کے گھر تک گئے۔

گھر پہنچ کر اس بدو نے عمدہ جگہ پر حضرت مولانا عبدالحق ؒ کو بٹھایا اور پھر اپنی بیوی سے پوچھا کہ "کیا کھانا تیار ہے یا نہیں؟ اگر تیار ہے تو لے آؤ۔" بیوی نے جواب دیا کہ "کھانا تیار نہیں ہے۔"

حضرت مولانا عبدالحق ؒ وہاں چونکہ موجود تھے اس لئے انہوں نے جب میاں بیوی کی یہ گفتگو سنی اور انہیں پتہ چلا کہ کھانا تیار نہیں ہے تو انہوں نے دل میں سوچا کہ سارا دن روزہ سے گزارا۔ پانی سے افطار کیا۔ اب اس قدر دور چل کر آئے ہیں تو کھانا ہی تیار نہیں ہے۔ خدا معلوم کیا ہوگا!

حضرت مولانا عبدالحق ؒ اسی سوچ میں تھے کہ یکا یک بدو اپنے گھر سے نکل کر باہر گیا اور پھر سرعت کے ساتھ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک بڑے حجم کا پیالہ تھا جس میں دودھ، گھی، شکر و شہد کے علاوہ ایک لذیذ وخوشبودار شے اور بھی تھی کہ جسے حضرت مولانا عبدالحق ؒ پہچان نہ پائے۔ بدو نے وہ پیالہ حضرت مولانا عبدالحق ؒ کو پیش کیا اور عرض کی کہ "مولانا صاحب! نوش فرمایئے۔"

حضرت مولانا عبدالحق ؒ نے وہ پیالہ منہ سے لگایا اور اس میں موجود مواد کی لذت سے لطف اندوز ہونے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں پیالہ خالی ہو گیا۔ حضرت مولانا عبدالحق ؒ کے مطابق جس قدر لذت و فرحت انہیں اس مرکب مشروب سے حاصل ہوئی عمر بھر ویسی لذت اور ایسا سرور انہیں کسی چیز کے کھانے یا پینے سے نہیں ملا۔ وہ واقعی ابوالقاسم ﷺ کی دعوت تھی کہ جس کی کیفیت کو حضرت مولانا عبدالحق ؒ تمام عمر نہ تو الفاظ کا جامہ دے سکے اور نہ ہی اسے بھلا سکے۔

اتنی دیر میں بدو کی بیوی نے کھانا تیار کر لیا تھا۔ حضرت مولانا عبدالحق ؒ تو مکمل طور پر سیر ہو چکے تھے چنانچہ بدو نے خود کھانا کھایا اور پانچ افراد کا کھانا ساتھ لیا۔ بدو نے بتایا کہ اس نے یہ کھانا حرم شریف میں موجود پانچ افراد کو دینا ہے۔

حضرت مولانا عبدالحق ؒ کو کھانا کھلانے کیلئے لے جانے والے بدو نے اب انہیں واپس حرم شریف پہنچانے کیلئے ساتھ لیا اور بارہ میل کا سفر طے کرنے کے بعد دونوں حضرات حرم شریف پہنچے۔ بدو نے اجازت لی اور فوری طور پر چلا گیا کیونکہ اس نے دوسروں تک کھانا پہنچانا تھا۔

اب کیا وقت ہے؟

ان لمحات میں حرم شریف میں موم بتیوں نے قدرے تیز قدرے مدہم روشنی پھیلائی ہوئی تھی۔ کچھ فانوس بھی روشن تھے۔ اور بڑا مسحور کن ماحول تھا۔ ایسے میں حضرت مولانا عبدالحق ؒ کو تفکرات نے آ گھیرا۔ انہوں نے سوچا کہ

نمازِ مغرب یہاں حرم شریف میں ادا کرنے کے بعد کوئی 24 میل کا سفر طے کیا۔ بدو کے گھر میں بھی معقول وقت گزارا۔ یوں ان کے معمولات پر کافی زد پڑی۔ کیونکہ مولانا عبدالحق ؒ مغرب اور عشاء کے درمیانی وقفے میں اوراد و وظائف پڑھتے تھے۔ یوں محسوس ہوا کہ نمازِ عشاء بھی ہوگئی اور نمازِ تراویح بھی مکمل ہو چکی۔ ایسے میں نہ تو اوراد و وظائف پڑھے جا سکے نہ ہی عشاء کی نماز باجماعت ادا کی جا سکی اور نہ ہی تراویح کی جماعت میں شریک ہوا جا سکا۔ یہ سب معمولات موقوف ہو گئے۔ اس بات کا ملال حضرت مولانا عبدالحق ؒ کو ہوا اور وہ پریشان سے اور مضطرب سے ہو گئے۔

ایسے میں انہوں نے وہاں پر موجود لوگوں سے پوچھا کہ ''اب کیا وقت ہے؟'' لوگوں نے بتایا کہ تھوڑی ہی دیر ہوئی ہے کہ نمازِ مغرب کی ادائیگی ہوئی ہے اور عشاء کی نماز ابھی ہونا ہے۔ اس کے بعد نمازِ تراویح ہو گی۔ حضرت مولانا عبدالحق ؒ نے یہ سنا تو از حد حیران و متعجب ہوئے کیونکہ یہ تو بالکل وہی وقت تھا کہ جس وقت وہ حرم شریف سے چلے تھے اور واپس ہوئے تو پھر وہ وقت کیا ہوا جو انہوں نے سفر میں گزارا اور بدو کے ساتھ گزارا۔ کیا وقت ٹھہر گیا تھا؟ کیا لمحات رک گئے تھے؟ یہ تھے وہ سوالات کہ جو بار بار حضرت مولانا عبدالحق ؒ کے ذہن میں اٹھتے تھے مگر جب انہیں خیال آتا تھا کہ رب قادر و قدیر کی قدرت و حکمت ہر شے پر غالب ہے تو انہیں تمام صورت حال سمجھنے میں دیر نہیں لگتی تھی تاہم وہ از حد خوش و خرم تھے کہ جیسے ہی ان کے دل میں خیال آیا کہ وہ سرورِ کائنات حضرت محمد

مصطفےٰ ﷺ کے مہمان ہیں تو ان کی مہمان نوازی ایسے ہوئی کہ جوان کے وہم و گمان میں نہیں تھی اور یہ کہ ان کے معمولات میں بھی ذرا فرق نہ پڑا۔ یہ سب رب قادر وقدیر کی قدرت کا کرشمہ اور نبی رحمت ﷺ کا فیضان تھا اور یہ خوش نصیبی وخوش بختی انہی کو ملتی ہے جو عشق الٰہی اور عشق نبی ﷺ سے اپنے اذہان وقلوب کو معطر ومطہر رکھتے ہیں اور یہ کہ رحمتہ للعالمین ﷺ کے شہر میں تو رحمتیں ہی رحمتیں اور برکتیں ہی برکتیں جلوہ گر ہوتی ہیں۔ نبی رحمت ﷺ کا مہمان کبھی خالی جھولی نہیں لوٹتا۔ بقول شاعر۔

دیکھے تو کوئی رحمتِ سلطانؐ مدینہ
میں اور درِ دولتِ سلطانِؐ مدینہ
فردوس نظر کعبہ ارباب محبت
ہے رشک ارم جنت سلطانؐ مدینہ

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے عقیدت وارادت مندوں سے ارشاد وخطاب کا سلسلہ بغیر کسی وقفہ ورکاوٹ کے جاری رکھا ہوا تھا۔ آپؒ جہاں کہیں بھی تشریف لے جاتے تھے دعوت وارشاد سے حاضرین کے قلوب واذہان کو منور ومنزہ کرنے کی مقدور بھر سعی وکوشش کرتے تھے۔ زبان میں اثر وتاثیر رب علیم وخبیر کی خصوصی عطا تھی۔ آپؒ کے منہ سے بات نکلتی تھی اور سننے والوں کے دلوں میں اک طوفان برپا کر دیتی تھی اور ایسا دیرپا اور مستقل ومکمل اثر رکھتی تھی کہ بھٹکے ہوئے مسافر صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جاتے تھے جبکہ صراطِ

مستقیم پر گامزن مزید محکم و مستحکم ہو جاتے تھے۔ اور یہ وہ خاص خاصیت ہے جو کسی کسی کے حصے میں آتی ہے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو رب رحمٰن ورحیم نے اس دولتِ بے نظیر سے مالا مال کیا ہوا تھا۔ بقول شاعر؂

کس نے اللہ ! یہ ادا پائی
ہر ادا میں تیری رضا پائی
جس پہ ڈالی نگاہ ، قطب ہوا
دل نے اک آن میں صفا پائی
شرحِ صدر ان کا، ان کی رفعت ذکر
قدرت و شانِ کبریا پائی

جب ایک ٹانگ مفلوج ہوگئی!

ایک دفعہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے عقیدت و ارادت مندوں کو بتایا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک رفیق و ساتھی حاجی مہتاب الدین صوبیدار آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ مدینہ منورہ پہنچا۔ وہاں اس کے پاؤں پر پھوڑا نکل آیا۔ پھوڑا ایسا خطرناک و خوفناک تھا کہ ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق پھوڑے کے زہر سے نجات صرف اور صرف اسی صورت ہو سکتی تھی کہ اس کی ٹانگ کاٹ دی جائے۔ اس وجہ سے حاجی مہتاب الدین صوبیدار سخت پریشان اور افسردہ خاطر تھا۔ اس کی ساری ٹانگ میں سوزش پیدا ہو چکی تھی اور وہ چلنے پھرنے سے قطعی عاجز و قاصر اور مجبور و معذور تھا۔ ضعیف العمری کی وجہ سے نقاہت بھی غالب تھی۔

حاجی مہتاب الدین صوبیدار سے ایک روز حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے کہا:

''مہتاب! مجھے علم ہے میں متعلقہ حکام کی خصوصی اجازت سے حرم شریف

کے اندر رات گزارتا ہوں اور مجھے یہ بھی سہولت حاصل ہے کہ میں اپنے ساتھ اپنے ساتھیوں کو بھی لے جا سکتا ہوں۔ اگر تم چاہو تو تمہیں بھی ساتھ لے جاؤں۔''

حاجی مہتاب الدین صوبیدار نے دست بستہ عرض کی:

''قبلۂ عالم! اس سے بڑی سعادت اور اعزاز و افتخار کیا ہوگا کہ میں حرم شریف میں رات گزاروں مگر میں تو چلنے پھرنے سے معذور ہوں۔ میں کس طرح اندر جاؤں گا۔ میں تو ایک قدم بھی نہیں چل سکتا بلکہ چلنا تو دور کی بات ہے مجھ سے تو دونوں ٹانگوں پر کھڑا بھی نہیں ہوا جاتا کیونکہ میری ایک ٹانگ نے تو کام کرنا بالکل بند کر دیا ہے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی شفقت و محبت اور لطف و عنایت کے لہجے میں حاجی مہتاب الدین صوبیدار کو تسلی و تشفی دیتے ہوئے کہا:

''مہتاب! تم فکر نہ کرو اور پریشان نہ ہو جاؤ۔ میں تمہارے لئے اپنے دو ارادت مندوں کو کہہ دیتا ہوں۔ وہ تجھے اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر حرم شریف کے اندر چھوڑ آئیں گے اور وہاں تم عبادت و ریاضت میں رات گزارنا۔ رب کریم و عظیم ضرور کرم فرمائیں گے اور آقا جی ﷺ ضرور فیض و فیضان پہنچائیں گے۔''

اور پھر حرم شریف میں رات گزارنے کے بعد حاجی مہتاب الدین صوبیدار جب اپنے پیرومرشد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملا تو وہ

بہت خوش تھا۔اس کی ٹانگ پوری توانائی کے ساتھ کام کر رہی تھی اور وہ صحتمند ہو چکا تھا۔حاجی مہتاب الدین صوبیدار نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بتایا کہ:

''قبلۂ عالم! میں نے رحمتِ دو عالم ﷺ کے حضور محض اس قدر عرض کی کہ اے محبوبِ رب العالمین ﷺ! آپ ﷺ کی ذات پاک رحمتہ للعالمین ﷺ ہے۔میں گھر سے چلا تھا تو دو ٹانگوں کے ساتھ آیا تھا۔اب ڈاکٹر حضرات میری ایک ٹانگ کاٹ دیں گے تو میں ایک ٹانگ کے ساتھ گھر واپس جاؤں گا۔''

''اور پھر نماز فجر کی ادائیگی کے بعد ایک شخص میرے پاس آیا اور سلام کیا۔میں نے اس کے سلام کا جواب دیا تو اس نے پوچھا کہ کیا تمہارا نام مہتاب الدین ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا تو اس نے کہا کہ میں اس کے ہمراہ بازار چلوں تاکہ وہ مجھے مرہم لے دے۔اس مرہم کو میں پھوڑے پر لگاؤں گا تو وہ ٹھیک ہو جائے گا۔''

''میں نے اس سے کہا کہ میں تو چل پھر نہیں سکتا۔ایک ٹانگ سوج چکی ہے۔سوزش بڑھتی جا رہی ہے۔بازار کس طرح جاؤں گا؟ اس شخص نے کہا کہ چلو ٹھیک ہے میں یہیں ٹھہروں اور وہ خود دوڑ کر مرہم لے آتا ہے۔چنانچہ وہ گیا اور تھوڑی دیر بعد واپس آیا تو مرہم اس کے ہاتھ میں تھا۔اس نے مجھے مرہم دے کر کہا کہ فوری طور پر اسے پھوڑے پر لگا لو۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''میں نے وہ مرہم پھوڑے پر لگایا اور تھوڑی دیر کیلئے سکون سے بیٹھ کر

درودِ پاک کا ورد کرتا رہا۔ اس عرصہ میں میرے پھوڑے نے مندمل ہونا شروع کیا اور پھر یوں ہوا کہ کچھ ہی دیر میں ٹانگ کی سوزش بھی جاتی رہی اور پھوڑا بھی غائب ہو گیا اور میں اس طرح صحت یاب ہو گیا جیسے کہ کبھی معذور ہوا ہی نہیں تھا۔"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے رفیق و ساتھی حاجی مہتاب الدین صوبیدار کو مبارکباد دی اور اسے نصیحت کی کہ وہ جس قدر ممکن ہو سکے درودِ پاک کا ورد لمحہ ولحظہ جاری وساری رکھے۔ زندگی میں ہر مشکل اس کیلئے آسان ہو جائے گی۔ وجہ تخلیقِ کائنات ﷺ ہی مخلوقات کی مشکلات کے حل کیلئے رب کائنات کے نزدیک سب سے بڑا وسیلہ وذریعہ ہیں اور یہ کہ دین و دنیا کی فلاح صرف اور صرف اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں مضمر ہے۔ مصطفٰے ومجتبیٰ ﷺ کے در کا گدا سب کچھ پالیتا ہے۔ بقول شاعر ؎

میں گدائے مصطفٰے ﷺ ہوں میری عظمتیں نہ پوچھو

مجھے دیکھ کر جہنم کو بھی آ گیا پسینہ

مجھے دشمنو! نہ چھیڑو میرا ہے کوئی جہاں میں

میں ابھی پکار لوں گا نہیں دور ہے مدینہ

دل کی آنکھیں اندھی!

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دفعہ اپنے درس میں ''کیا سردار الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہم جیسے بشر ہیں؟'' کے موضوع پر جامع اور مدلل خطاب کیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ:

''آج کل کچھ لوگ یہ کہتے ہوئے پائے جاتے ہیں کہ سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہم جیسے بشر ہیں۔ یہ کس قدر قابل حیرت بات ہے کہ ان لوگوں نے رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کو ظاہر پر قیاس کر لیا ہے۔ سورۃ الاعراف میں رب علیم وخبیر فرماتے ہیں کہ یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہری آنکھوں سے تو دیکھتے ہیں مگر ان کی دل کی آنکھیں اندھی ہوتی ہیں۔ یہ لوگ دل کی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے۔

کفار نے خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھا اور اپنے اوپر قیاس کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ہم مثل اور اپنے جیسا سمجھا اور سورۃ الفرقان کے مطابق یہ کہا کہ ''کیا ہے اس رسول کیلئے جو کھاتا ہے کھانا اور

پھرتا ہے بازاروں میں۔''

اس پر رب کائنات جل جلالہٗ نے اپنے پیارے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ''اے میرے نبی! دیکھو کہ یہ کیسی کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں!''

سورۃ''المومنون'' کے مطابق کفار نے کہا کہ''نہیں ہے یہ مگر تم جیسا بشر کہ وہ کھاتا ہے جیسا تم کھاتے ہو، وہ پیتا ہے جیسا تم پیتے ہو۔'' اور پھر یہ کہ''یہ بشر ہو کر ہم کو ہدایت کریں گے!''

رب کائنات نے فرمایا''فضلوا''یعنی یہ کہ جن لوگوں نے سردار الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مثل سمجھ لیا وہ قیامت تک گمراہ ہو گئے۔ پھر فرمایا گیا کہ''فلا یستطیعون سبلا''یعنی ان لوگوں کی راہ راست پر آنے کی استطاعت ان سے چھین لی گئی۔ اسی طرح یہ کہا گیا کہ''فقالوا ابشر یھدوننا فکفروا''یعنی یہ کہ جنہوں نے پیغمبروں کی نسبت بشر کا لفظ استعمال کیا ان کیلئے''فکفروا'' کی وعید آئی کہ وہ کافر ہو گئے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے مزید اس کی تفصیل بتاتے ہوئے فرمایا کہ:

''رب ذوالجلال نے پورے قرآن پاک میں ان لوگوں کیلئے کفر کا فتویٰ دیا ہے کہ جنہوں نے پیغمبروں کی نسبت بشر کا لفظ استعمال کیا۔ قرآن پاک کی سورۃ الاحزاب میں رب کائنات نے واضح طور پر اعلان کیا کہ''اے نبیؐ

(مکرم) کی ازواج (مطہرات)! تم عورتوں میں سے کسی عورت کی مثل نہیں ہو۔'' اس حوالے سے مفسرین لکھتے ہیں کہ چونکہ امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت آپ ﷺ کی طرف ہو گئی اس لئے دنیا کی کوئی عورت امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مثل نہیں جبکہ امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دنیا کی کسی عورت کی مثل نہیں۔ اس آیت سے یہی نتیجہ نکلا کہ جس چیز کی نسبت خاتم النبیین ﷺ سے ہو جائے وہ بھی دوسروں کی مثل نہیں ہو سکتی تو پھر آپ ﷺ کی ذات پاک دوسروں کی مثل کیسے ہو سکتی ہے؟''

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس موضوع کے حوالے سے مزید دلیل دیتے ہوئے فرمایا کہ:

''جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرما دیا کہ آنحضور ﷺ کی امت تمام امتوں سے بہتر و افضل امت ہے تو صاف ظاہر ہو گیا کہ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے امتی و غلام سارے پیغمبروں کی امتوں سے افضل و اعلیٰ ہوتے ہیں اور اگر آپ ﷺ کے غلاموں کا یہ شرف و اعزاز ہے تو کیا رحمتہ للعالمین ﷺ سب سے اولیٰ و اعلیٰ اور کامل و اکمل نہیں ہوں گے؟ بقول شاعر ؎

بارہا گفتند و گویند و گفتن واجب است
بعد حق، افضل توئی، اشرف توئی، اعلیٰ توئی
نے خدا گویم ترا، نے حق نہ مشکل آدمی
بندۂ مولا توئی، ہم بندہ را، مولا توئی

یعنی یہ کہ ہم پر واجب ہے کہ ہم شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ جل شانہ، کے بعد افضل و اشرف و اعلیٰ سمجھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لمحہ لمحہ یاد رکھیں۔ نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کو خدا کا درجہ دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی رب تعالیٰ جل شانہ، کسی بندے کی شکل ہو سکتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، رب تعالیٰ جل شانہ کے بندے ہیں جبکہ ہم غلام ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے آقا ہیں۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت میں یہ خاصیت بھی تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ فلسفیانہ مضامین و موضوعات کو بھی انتہائی سلیس و سادہ اور آسان و عام فہم بنا دیتے تھے کہ عام ذہنی سطح کا شخص بھی اسے سمجھ لیتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے خطبات اپنے ابلاغ و تاثیر کے حوالے سے منفرد مقام رکھتے تھے۔ بقول شاعر ؎

بیٹھ کر جی نہ چاہے اٹھنے کو
ان کی باتیں مزے میں قند و نبات

خطابات ودرجات

امیرِ ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ جب کبھی سردار الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کے حوالے سے مختلف علماء کی توجیحات سنتے یا پڑھتے تھے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ پر اک خاص قسم کی جلالی کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔ اپنے محسوسات و جذبات کا اظہار نہ صرف نجی محفلوں میں کرتے تھے بلکہ سرِعام مجالس وجلسوں میں اپنے دلائل سے عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرنے میں سرعت ومحبت سے کام لیتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ اپنے خطاب کے دوران عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار لہجے میں فرمایا:

''جو لوگ ''بشر مثلکم'' کا حوالہ دے کر تھکتے نہیں ان سے میں اتنا کہوں گا کہ وہ سورۃ الاحزاب کی وہ آیت پڑھ لیں جس میں رب العالمین نے نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سات اعلیٰ و ارفع خطابات سے نوازا ہے۔ ان خطابات میں نبیؐ، رسولؐ، شاہدؐ، مبشرؐ، نذیرؐ، داعیؐ الی اللہ اور سراج منیر

ﷺ شامل ہیں۔ میں ان لوگوں سے کہ جو آپ ﷺ کے ہم مثل ہونے کے دعوے دار ہیں یہ پوچھتا ہوں کہ ان کو کون سا خطاب عطا کیا گیا ہے۔ اگر انہیں کسی بھی خطاب سے نہیں نوازا گیا تو پھر وہ کس بناء پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ آقا جی ﷺ کے مثل ہیں۔'' بقول شاعر۔

نگاہِ کبریا میں مصطفےٰ ﷺ ایسے حسیں ٹھہرے
حبیبِ کبریا ٹھہرے، سراج السالکینؐ ٹھہرے
بنا کوئی کلیمؑ اللہ ، ہوا کوئی خلیلؑ اللہ
مگر سرکار میرے رحمتہ للعالمینؐ ٹھہرے

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ:

''قرآنِ حکیم کی سورۃ آل عمران میں رب کائنات واضح اور دوٹوک الفاظ میں اعلان فرماتے ہیں کہ اے میرے رسولؐ!

کہہ دو اے لوگو ! محبت ہے اگر اللہ کی
پیروی میری کرو ، رکھے گا دوست اللہ بھی
بخش دے گا وہ تمہارے سب معاصی اور گناہ
بخشنے والا ہے وہ اور مہربان (بے اشتباہ)

ربِ ذوالجلال نے کوئی ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب پیغمبروں کو

وحدانیت کی تبلیغ اور معاشرے کی اصلاح و فلاح کیلئے دنیا میں بھیجا جن میں حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ کے علاوہ اور ممتاز و معتبر نبی اپنے اپنے وقت میں تشریف لائے۔ ان کی امتوں کے وہ افراد جو رب کائنات کی بارگاہ میں حاضری کے آرزو مند ہوئے۔ انہوں نے اپنے اپنے پیغمبر کی اطاعت کی اور ان کے بتائے ہوئے راستے پر عمل کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کا عرفان حاصل کیا۔

اب رب العالمین فرماتے ہیں کہ اے میرے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! ان لوگوں کو بتا دیجئے کہ وہ دروازے تو بند ہو گئے۔ اب صرف اور صرف ایک ہی دروازہ کھلا ہے جو قیامت تک کھلا رہے گا اور اسی دروازے سے داخل ہو کر ہی بارگاہِ الٰہی میں حاضری دی جا سکتی ہے۔ لہٰذا سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو گے تو خدا تعالیٰ جل شانہ، کی محبت حاصل کر سکو گے۔ اتباع کا مفہوم یہی ہے کہ کسی کے پیچھے قدم بہ قدم چلا جائے اور آقا جی صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری ہی دراصل رب تعالیٰ جل شانہ، کی محبت کے حصول کا پیمانہ و ذریعہ ہے۔ کیا ''بشر مثلکم'' کا حوالہ دے کر اپنے آپ کو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل قرار دینے والے اس قدر واضح اور دوٹوک بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں؟ کیا ان کی اتباع بھی یہی نتیجہ پیدا کر سکتی ہے؟''

ایک سچے اور کھرے مسلمان کے مفکرانہ و فلسفیانہ، دانشورانہ و حکیمانہ اور شاعرانہ و ادیبانہ تخلیل و تموج کا تمام تر مرکز و محور نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ

، احمد مجتبیٰ ﷺ کی ذات بابرکت ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے حبِ مطلق مومن کا تصورِ حیات بھی ہے اور حاصل کائنات بھی ہے۔ مومن کے علم و حکمت کی تمام تر رعنائیاں اور عزت و ناموس کی جمال آفرینیاں مطلق حبِ رسول ﷺ کی مرہونِ منت ہیں۔ واردات قلبی ہوں یا کیفیاتِ معنوی، تاثراتِ عقلی ہوں یا محسوساتِ فکری، عشق رسولِ رحمت ﷺ کی مستی میں ہی سچا و کھرا مسلمان اپنی ہستی کی جلا و بقا سمجھتا ہے۔ بقول شاعر۔

اشکوں سے وضو کر کے بھی ہمت نہیں میری
لکھوں میں تیری ﷺ شانِ مقدس میں قصیدہ

خمارِ حبِ رسولِ رحمت ﷺ ہی دراصل دیدارِ پدرِ بتول ﷺ ہے۔ خود شناسی کا خمیر اور خودی کا خلاصہ یہی ہے کہ جلوۂ رحمۃ للعالمین ﷺ کے حصول کیلئے اسوہ محبوبِ رب العالمین ﷺ کی پیروی کی جائے اور جو شخص شفیع المذنبین ﷺ کی محبت کو اپنا وقار اور ختم المرسلین ﷺ کی اطاعت کو اپنا شعار بنا لے تو وہ بحر و بر کو اپنے حصار میں لینے کی صلاحیت پیدا کر لیتا ہے کیونکہ رب کریم اپنے بندوں کو بار بار اپنے محبوب کریم ﷺ کی اطاعت کا حکم دیتا ہے۔ سورۃ النساء میں ارشادِ ربانی ہے کہ:

جس نے مانا (صدق دل سے واقعی) حکم رسول ﷺ
اس نے (گویا اپنے) خالق کی اطاعت کی قبول

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی بات کو آگے بڑھاتے

ہوئے فرمایا کہ:

''قرآن مجید، فرقان حمید میں رب کریم ورحیم نے 70 جگہ اپنے نام کے ساتھ آپ ﷺ کو یاد فرمایا ہے اور 70 جگہ پہلے اپنا نام اور پھر حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کا نام فرمایا ہے جبکہ مثل ہونے کے مدعی حضرات کا نام ایک جگہ بھی نہیں۔ یہ لوگ ثابت کریں کہ ان لوگوں کو رب ذوالجلال نے کس جگہ اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے۔ کوئی ایک جگہ بھی نہیں ہے پھر رحمۃ للعالمین ﷺ ان لوگوں کی مثل کیسے ہوسکتے ہیں!!''

اس حوالے سے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے احادیثِ نبوی ﷺ بھی بیان فرمائیں اور کہا کہ:

''صحیح بخاری میں ہے کہ ''لست کا حدکم''، یعنی نبی مکرم ﷺ کا ارشادِ پاک ہے کہ ''میں تم میں سے کسی کی مثل نہیں ہوں'' ایک اور جگہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ایکم مثلی''، یعنی یہ کہ کون ہے تم میں سے جو میری مثل ہے۔'' یہ حدیث پاک بھی صحیح بخاری شریف میں بیان کی گئی ہے۔''

''اسی طرح صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ایک روز آپ ﷺ نے نماز کی امامت کرائی تو اختتام پر آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ ''تم لوگ صف میں کھڑے ہوتے ہو مگر اپنے پاؤں برابر نہیں رکھتے۔ تم یہ خیال نہ کرنا کہ میں صرف آگے ہی دیکھتا ہوں بلکہ جس طرح میں آگے دیکھتا ہوں اسی طرح پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ تم لوگ دوران نماز صف کے اندر اپنے پیر برابر کر کے کھڑے ہو

کرو۔"

"اس حدیث پاک سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ آگے پیچھے دونوں جانب بیک وقت دیکھ سکتے تھے مگر کیا وہ لوگ جو اپنے آپ کو آنحضور ﷺ کی مثل سمجھتے ہیں اس طرح بیک وقت دونوں جانب دیکھ سکتے ہیں؟ جب نہیں دیکھ سکتے تو پھر آپ ﷺ کی ہم مثل کس طور پر ہو سکتے ہیں!!"

اس موضوع پر بات کرتے ہوئے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے عقیدت وارادت مندوں سے کہا کہ:

"ہم میں اور نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی ذات پاک میں شریعت کے مراتب کے اعتبار سے 27 درجات کا فرق ہے وہ اس طرح کہ سب سے پہلا درجہ بشر کا ہے۔ اس سے اوپر مومن کا ہے۔ اس کے بعد ابرار کا درجہ آتا ہے اور پھر باقی درجات اس طرح بیان کئے جا سکتے ہیں کہ ابرار کے بعد اخیار، مخلصین، صالحین، شہداء، متقین، مقربین، اولیائے اللہ، اوتاد، ابدال، نجبا، نقبا، قطب، غوث، تبع تابعی، تابعی، صحابی، اصحابِ بدر، خلفائے راشدین، انبیاء، رسول اور سب سے بلند درجہ و مرتبہ پر فائز نبی رحمت، رسول آخر ﷺ ہیں۔"

"فی زمانہ کوئی بھی متقی و پرہیز گار شخص زیادہ سے زیادہ غوث کے درجہ تک پہنچ سکتا ہے مگر تبع تابعی کے درجہ و مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ وہ تو سلسلہ و دروازہ ہی بند ہو چکا ہے۔ چنانچہ جب غوث کے اوپر کے درجات تک ہم نہیں پہنچ

سکتے تو پھر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہم جیسے بشر کس طور ہو سکتے ہیں!! کیا ہم مثل ہونے کے دعوے داروں کو ان باتوں کا علم نہیں یا وہ خود ان سے صرفِ نظر کرتے ہیں؟''

''یاد رکھو کہ آقا اور غلام کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب کے آقا ہیں اور ہم سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات پاک الوہیت میں لاشریک و لاثانی ہے جبکہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عبودیت میں لاشریک و لاثانی ہے۔''

محلّہ ''قاضی جدید''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ حسبِ معمول اپنے عقیدت و ارادت مندوں کو عظمت و رفعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے ساتھ ساتھ فیض و فیضان رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے شنیدہ و چشم دیدہ واقعات بھی سناتے رہتے تھے۔ ان واقعات کے تذکرے سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اک گونہ سکون و اطمینان حاصل ہوتا تھا اور اس بیان کے دوران آپ رحمتہ اللہ علیہ کے چہرے پر اک خاص وارفتگی و جنون کی کیفیت کے نشانات واضح طور پر دیکھے جا سکتے تھے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف آپ رحمتہ اللہ علیہ کے تقریباً تمام خطابات کا لازمی جزو ہوتی تھی اور جب بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کو موقع ملتا تھا آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے بیان و خطاب کو مستند و معتبر واقعات سے مزین و منور کرتے تھے۔ بقول شاعر۔

دے آنکھ کہ دیکھوں تیرے ﷺ اوصافِ حمیدہ

دے فہم کہ سمجھوں تیرا ﷺ پاکیزہ جریدہ

حسرت ہے کہ تو پاس ہو اور بن کے میں حسانؓ

لکھوں بھی، سناؤں بھی، تجھے تیرا ﷺ قصیدہ

ایک دفعہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے عقیدت و ارادت مندوں کو بتایا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک بار جب مدینہ منورہ میں حاضری دی تو واپسی کے سفر میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ملاقات بمبئی کے رہائشی ایک شخص سیٹھ محمد حسین سے ہوئی۔ اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا کہ اس کی ''قاضی جدید'' نامی ایک محلّہ میں لکڑی کی دکان ہے۔ اسے جزام کی بیماری نے آ گھیرا جس سے وہ سخت پریشان اور افسردہ و رنجیدہ ہوا۔ اس نے بمبئی کے تمام ڈاکٹروں، حکیموں اور یونانی طبیبوں سے علاج کرایا مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی کے مصداق اسے آرام آنے کی بجائے تکلیف میں اضافہ ہوتا چلا گیا حتیٰ کہ تمام ڈاکٹروں نے کھلا جواب دے دیا اور واضح طور پر کہہ دیا کہ اس بیماری کا کوئی علاج نہیں ہے۔ یہ بیماری اب جان لے کر ہی رہے گی۔

اس شخص سیٹھ محمد حسین نے اس وقت اپنی بیماری پر کوئی بیس ہزار روپے خرچ کئے۔ بالآخر وہ تمام ڈاکٹروں، حکیموں اور طبیبوں سے مایوس ہوکر دربارِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد مواجہہ شریف میں کھڑے ہو کر عرض کی کہ رحمتہ للعالمین ﷺ! دنیا کے ڈاکٹروں، حکیموں اور

طبیبوں نے جواب دے دیا ہے اور کہہ دیا ہے کہ میری بیماری کا کوئی علاج نہیں ہے اب میں رحمتہ للعالمین ﷺ کے دربار میں حاضر ہوں۔

سیٹھ محمد حسین نے بتایا کہ وہ آنکھیں بند کر کے زاروقطار رو رہا تھا اور صرف اتنا کہہ رہا تھا کہ رحمتہ للعالمین ﷺ! میں اب آپ ﷺ کے دربار میں حاضر ہوں۔ کافی دیر روتا رہا اور دعا والتجا کرتا رہا۔ جب اس نے دعا والتجا کے بعد آنکھیں کھولیں تو اس کی حیرت وفرحت کی حد نہ رہی کہ جزام کا نام ونشان تک نہیں رہا تھا۔ اس کا بدن یوں چمک رہا تھا جیسے وہ اب پیدا ہوا ہو۔ اور جیسے اسے کبھی جزام ہوا ہی نہ ہو۔ جسم پر کسی قسم کا کوئی نشان یا دھبہ نہیں تھا۔ یہ سب رب قادر وقدیر کا احسان اور رحمتہ للعالمین ﷺ کا فیضان تھا۔ بقول شاعر ؎

اے طالبِ نعمت! تجھے اک راز بتا دوں
اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے مدینہ
جاؤ گے تو دیکھو گے وہاں بارشِ تسکیں
عینِ کرم و عینِ محبت ہے مدینہ

دیوانگی جاتی رہی

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک اور حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ امرتسر کا رہائشی غلام شیخ نامی بوڑھا شخص دیوانہ ہوگیا۔ اسے تن بدن کی ہوش نہ رہی۔ تمام اطباء وحکماء نے اسے لاعلاج قرار دے دیا۔ وہ مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ جیسے ہی دربارِ نبی ﷺ میں حاضری دی اس کی دیوانگی جاتی رہی۔ وہ بالکل تندرست وتوانا اور بقائمی ہوش وحواس ہوگیا۔ اس نے اس کے بعد ایک مدت تک صحیح فہم وفکر کے ساتھ حیاتِ ناپائیدار کے دن پورے کئے۔ یہ سب واقعہ رب قادر وقدیر کی قدرت کا اظہار اور نبی رحمت ﷺ کا اپنی امت سے پیار کا آشکار تھا۔ بقول شاعر ؎

تو دوائے قلبِ غمگیں، تو ضیائے چشمِ حق بیں
تو ہی طٰہٰ، تو ہی یٰسں، اے شہنشاہِ مدینہ

ماہر حجام

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے رحمتہ للعالمین ﷺ کے فیض و فیضان کا ایک اور واقعہ بیان کیا تو اپنے عقیدت وارادت مندوں سے فرمایا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں اکثر و بیشتر وہاں مولوی ضیاء الدین کے مکان پر قیام کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ جب مدینہ منورہ حاضری دی تو وہاں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مولوی ضیاء الدین سے کہا کہ وہ کسی حجام کو بلائیں تاکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے بال درست کرواسکیں۔ وہ حجام بہت اعلیٰ اور ماہر ہندوستانی کاریگر تھا۔

حجام اپنا کام کر کے چلا گیا تو مولوی ضیاء الدین نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا کہ یہ حجام پہلے بحری جہاز میں ملازم تھا اور انتہائی مناسب و معقول تنخواہ وصول کرتا تھا مگر اس کے من میں محبتِ مدینہ سمائی تو تمام جمع پونجی اکٹھی کر کے ملازمت چھوڑ کر مدینہ منورہ آ گیا اور یہاں رہنے لگا۔

وہ حجام جو کچھ ہمراہ لایا تھا اس سے اپنا خرچ چلاتا رہا مگر وہ پیسے کب تک ساتھ دیتے۔ آخر ختم ہو گئے۔ اس پر وہ از حد پریشان ہوا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کرے۔ کوئی ملازمت مل نہیں رہی تھی۔ حجام نے نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد دربارِ نبوی ﷺ میں جا کر زار و قطار رونا شروع کر دیا اور کہا کہ رحمتہ للعالمین ﷺ! جو کچھ ہمراہ لایا تھا خرچ ہو گیا۔ ملازمت ملتی نہیں جبکہ مانگنے کی عادت نہیں۔

روتے روتے اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور وہ اک گونہ بے خودی کی

کیفیت میں چلا گیا۔اس حالت میں اسے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کی جیب میں کوئی چیز ڈالی ہوتا ہم وہ دعا والتجا میں مصروف رہا۔جب وہ فارغ ہو کر باہر آیا تو اسے یاد آیا کہ اس کی جیب متحرک ہوئی تھی خدا معلوم کیا وجہ تھی؟اس نے جیب کو ٹٹولا تو اسے وہاں تیس پاؤنڈ ملے۔وہ فراغ دلی سے خرچ کرتا رہا جبکہ اس نے آمدنی کیلئے لوگوں کی حجامتیں بنانا شروع کر دیں اور پھر یہ ہوا کہ وہ مفلس نہ رہا بلکہ مالدار ہو گیا۔

جب حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اگلے برس مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مولوی ضیاء الدین کو کہہ کر اس حجام کو بلوایا اور اس سے خیریت وعافیت دریافت کی۔حجام نے بتایا کہ رب کریم ورحیم کے فضل وکرم اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض وفیضان سے اب وہ مالدار بن گیا ہے۔اس نے اپنا ذاتی مکان خرید لیا ہے۔شادی کر لی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے چاند سا بیٹا عطا فرمایا ہے۔بقول شاعر؎

بن مانگے یہاں سب کے بھرے جاتے ہیں دامن
اک لطف کا سر چشمہ ہے دربارِ مدینہ

مان کیا تو فرمان ملا

حضرت پیر جماعت علی شاہؒ نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض وفیضان کا اک شنیدہ واقعہ بیان کرتے ہوئے اپنے عقیدت وارادت مندوں کو بتایا کہ ایک دفعہ پنجاب کا ضیف العمر بزرگ سید ہاشم شاہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس

آیا۔ سید ہاشم شاہ اہل بیت کے روضوں کی مجاوری کرتا تھا۔ اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا کہ مکہ معظمّہ والوں کی یہ عادت وخصلت ہے کہ وہ جب روضوں کی زیارت کیلئے آتے ہیں تو واپسی پر پہلی منزل حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزارِ مقدس پر قیام کرتے ہیں۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ عبدالرحمٰن نامی ایک سادہ لوح شخص وہاں بیٹھا تھا اور اپنے ساتھیوں کی آمد کا منتظر تھا۔ اس کے ساتھیوں نے وہاں پہنچنے میں دیر لگا دی تھی۔ جب کچھ دیر کے بعد اس کے ساتھی وہاں پہنچے تو اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ انہوں نے اتنی دیر کیوں لگائی؟ وہ لوگ دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مزار حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچنے میں اس قدر تاخیر کے مرتکب ہوئے تو وہ آخر کہاں تھے اور کیا کر رہے تھے؟

اس کے دوستوں وساتھیوں نے عبدالرحمٰن سے کہا کہ انہیں رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے برات مل رہی تھی اسی لئے وہ لوگ وہاں ٹھہرے رہے۔ یوں انہیں دیر ہوگئی۔

عبدالرحمٰن نے جب یہ سنا تو وہ سخت پریشان ہوا۔ اس نے سوچا کہ وہ دربارِ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے برات حاصل نہیں کر سکا۔ اب کیا ہوگا۔ وہ دوڑا ہوا واپس مدینہ منورہ پہنچا حالانکہ مدینہ منورہ وہاں سے تین میل کے فاصلے پر تھا مگر اس کی محبت اور عشق رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اسے پَر لگا کر اڑا کر لے گیا۔

اک وارفتگی کی حالت میں وہ وہاں پہنچا اور وہاں جا کر دھاڑیں مار مار کر

رونا شروع کر دیا۔ اس کی زبان پر صرف یہی جملہ تھا کہ رحمۃ للعالمین ﷺ ! میرے ساتھیوں کو برات مل گئی مگر میں اس سعادت سے محروم رہا۔ وہ کافی دیر تک زار و قطار روتا رہا۔ پھر اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ اس دوران اسے محسوس ہوا کہ اس کی جیب میں کسی نے کوئی چیز ڈالی ہے تاہم وہ دعا مانگتا رہا اور التجا کرتا رہا۔

دعا و التجا سے فراغت کے بعد اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا تاکہ وہ دیکھ سکے کہ اس کی جیب میں کیا ڈالا گیا ہے۔ اس نے دیکھا کہ اس کی جیب میں ایک خوشبودار کاغذ تھا جس پر جلی حروف میں لکھا تھا کہ:

"ھذا برات من النار لِعبد الرحمن"

یعنی عبدالرحمٰن کو دوزخ کی آگ سے نجات و برات ہے۔"

عبدالرحمٰن دوڑا ہوا واپس پھر اپنے قافلے کے ساتھیوں کے پاس مزار حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پہنچا۔ اس کے ساتھی بھی اس کی آمد کے منتظر تھے۔ اس نے دور ہی سے خوشی کے نعرے لگانا شروع کر دیئے کہ میں رحمۃ للعالمین ﷺ کے دربار سے برات لے کر آیا ہوں۔ مجھے آپ ﷺ نے خالی ہاتھ نہیں لوٹایا۔

عبدالرحمٰن سے جب اس کے ساتھیوں نے پوچھا کہ کہاں ہے تمہاری وہ برات کہ جس پر تم اتنا خوش ہو رہے ہو؟ اس پر عبدالرحمٰن نے اپنے ساتھیوں کو اپنی جیب سے کاغذ نکال کر دکھایا تو وہ حیرت زدہ رہ گئے۔ انہوں نے کہا کہ انہوں

نے تو عبدالرحمٰن کے ساتھ تفنن و مزاح کیا تھا انہیں تو کوئی برات نہیں ملی تھی اور نہ ہی انہوں نے طلب کی تھی۔ مگر یہ عبدالرحمٰن کی خوش قسمتی و خوش بختی تھی کہ اس کے ساتھیوں نے مزاح کیا اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کی رفعت دیکھئے کہ عبد الرحمٰن نے جس چیز کا مان کیا دربارِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا فرمان اسے مل گیا۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد وہ دو اشعار پڑھے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر و بیشتر پڑھا کرتے تھے جب آپ رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ پہنچتے تھے اور مدینہ منورہ میں قیام کے دوران ان اشعار کو وردِ زبان رکھتے تھے۔ یہ اشعار حاجی امداد اللہؒ کے مرید حضرت خلیل الرحمٰنؒ کے کہے ہوئے تھے۔ یہ کہ

سب کچھ ملا جو مل گئی اس در کی حاضری
گو ملک و مال و خویش و وطن سے جدا ہوا
قابل تھا نار کے، مجھے جنت ہوئی نصیب
اس در کی حاضری سے تو قسمت بدل گئی

ان اشعار کو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے خطابات میں بھی پڑھتے رہتے تھے۔ یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے انتہائی پسندیدہ اشعار تھے۔ مدینہ منورہ کا ذکر ہوتے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ ان اشعار کو پڑھنے لگتے تھے۔

شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سچے عاشق رسول رحمت ﷺ ہونے کے ناتے بیشتر اوقات نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ کے مقام و مرتبہ کے حوالے سے گفتگو کرتے تھے تو آپ ﷺ کے مقامِ محمود کو انتہائی عقیدت واحترام کے ساتھ بیان کرتے تھے مگر آپ ﷺ کے شافع محشر ہونے کے حوالے سے بعض افراد کی غلط فہمی پر افسوس کا اظہار بھی کرتے تھے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے واضح طور پر خبردار کیا تھا کہ وہ لوگ جو سردار الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی کسر شان تراش کر وہم و وسوسہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ قرآن الحکیم کی سورۃ ''الم نشرح'' ہی پڑھ لیں جس میں رب رحمٰن و رحیم نے واضح طور پر اعلان کیا ہے کہ ''اے نبیؐ! ہم نے آپؐ کے ذکر کو بلند کر دیا۔'' اور یہ کہ سورۃ ''بنی اسرائیل'' میں رب تعالیٰ جل شانہٗ اپنے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے دوٹوک کہہ رہے ہیں کہ آپ ﷺ رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھا کریں جو کہ آپ ﷺ کیلئے مخصوص

ہے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود پر فائز فرمادے۔

یہ مقام محمود صرف اور صرف وہی مقام ہے کہ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما کر رب کریم و عظیم کی بارگاہ لطف و کرم میں شفاعت کی درخواست کریں گے اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کا اختیار دیا ہی اسی لئے جائے گا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول و منظور کی جائے گی۔ حدیث پاک میں ہے کہ رب غفور و رحیم فرمائیں گے ''اِشفع'' یعنی یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول و منظور کی جائے گی۔

اور اس بات کی گواہی تو قرآن مجید دے رہا ہے کہ جب کفار نے یہ دعا مانگی کہ بے شک ان پر پتھر برسائے جائیں اور انہیں سخت عذاب دیا جائے کیونکہ وہ اس بات سے انکاری تھے کہ رب وحدہٗ لاشریک کا کوئی وجود ہے۔ اسی لئے وہ چیلنج کے طور پر ایسی خواہشات کا اظہار کرتے تھے۔ (سورۃ انفعال)

جب دو ہفتے گزر گئے اور عذاب نازل نہ ہوا تو کفار نے مسخریاں کیں۔ مذاق اڑایا اور طنز آمیز قہقہے لگا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہوتے تو یقیناً ہم پر پتھر برسائے جاتے مگر ایسا نہیں ہوا۔ اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر بتایا کہ ان کفار پر ہرگز عذاب نہیں آئے گا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں تشریف فرما ہیں۔ دوسرا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے عذاب کس طرح آسکتا ہے؟ کفار اگر عذابِ الٰہی سے دنیا میں بچے ہوئے تھے تو محض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے بچے ہوئے تھے ورنہ ان کا نام و نشان مٹانے

میں کسی قسم کی کوئی دیر نہیں ہونا تھی۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب رب کائنات جل شانہ، اپنے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کافروں پر عذاب نازل نہیں کرتے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں پر کیوں کریں گے!! تاہم ہمارا بھی یہ فرض بنتا ہے کہ ہم صحیح معنوں میں غلام بن کر دکھائیں اور غلام محض کہنے سے نہیں بنتا عمل کرنے سے بنتا ہے کیونکہ فرمان الٰہی ہے کہ اگر تم لوگ رب تعالیٰ جل شانہ، سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو ،رب العالمین جل شانہ، تم کو اپنا محبوب بنالیں گے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ:

''جب انسان اپنے رب تعالیٰ کا محبوب بن جائے گا تو اس کے سابقہ تمام تر گناہ بخش دیئے جائیں گے کیونکہ رب تعالیٰ کی ذات پاک بہت غفور، بہت رحیم ، بہت کریم اور بہت غفار وستار ہے۔ جو ذات پاک جل شانہ، اپنے محبوب رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنے والی ہے وہ خود کس قدر کریم ورحیم ہوگی اس کا اندازہ دنیا کا کوئی شخص بھی نہیں لگا سکتا۔ اسی طرح سورۃ النساء میں رب کریم ورحیم فرماتے ہیں کہ کسی رسول کو ہم نے نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اس رسول کی اطاعت کرائی جائے اور اگر ان لوگوں نے گناہ کئے ہیں تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور ہماری بارگاہ میں معافی کے طلبگار ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی سفارش کریں کہ یا الٰہی! یہ میرا غلام ہے تو پھر انہوں نے رب کی ذات کو پالیا۔

اس آیت پاک میں واضح طور پر اعلان ہے کہ جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر اپنے رب کی ذات سے اپنے گناہوں کی معافی کے خواستگار ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی سفارش کرتے ہیں تو وہ لوگ رب کی ذات کو پالیتے ہیں یعنی ان کی توبہ قبول کی جاتی ہے اور ان پر رحم و کرم کیا جاتا ہے اور یہ کہ جس نے رب کی ذات کو پالیا اسے اور کس چیز کی ضرورت باقی رہی؟

فرشتوں کی دعا

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے حوالے سے اپنے عقیدت و ارادت مندوں سے خطاب کرتے ہوئے ایک اور دلیل دیتے ہوئے فرمایا کہ:

"قرآن الحکیم میں رب ذوالجلال فرماتے ہیں کہ وہ فرشتے جنہوں نے رب تعالیٰ جل شانہ' کے عرش کو اٹھایا ہوا ہے وہ رب رحمٰن و رحیم کی حمد کی تسبیح پڑھتے ہیں اور مومنوں کیلئے مغفرت و بخشش کی دعا کرتے ہیں۔"

یعنی یہ کہ گناہ تو ہم لوگ کریں مگر ہمارے لئے مغفرت و بخشش کی دعا فرشتے مانگیں۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ فرشتے ان کیلئے دعائیں مانگتے ہیں کہ جو لوگ مومن ہیں جو رب تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لے آتے ہیں۔ یعنی یہ کہ صرف لا الہ الا اللہ پڑھنے والوں کیلئے فرشتے دعا نہیں کرتے بلکہ ان کیلئے دعا گو ہوتے ہیں جو لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ بھی پڑھتے ہیں کیونکہ ایمان کی تکمیل اسی طرح ہوتی ہے۔ اور یاد رکھئے

کہ فرشتے جو دعا اپنے رب کی بارگاہ میں کرتے ہیں وہ رد کبھی نہیں ہوتی بلکہ قبول و منظور ہوتی ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب فرشتوں کی دعا سے مومنین کی مغفرت ہو گی تو کیا رحمۃ للعالمین ﷺ کی شفاعت سے آقا جی ﷺ کے غلاموں کی مغفرت نہیں ہو گی؟ مغفرت ہو گی اور یقیناً ہو گی۔

کیا رحمۃ للعالمین ﷺ کبھی راضی نہیں ہوں گے؟

اسی موضوع پر خطاب کرتے ہوئے حضرت پیر جماعت علی شاہؒ نے مزید فرمایا کہ:

''اس دنیا کا قاعدہ و قانون اور اصول و روایت ہے کہ کسی بھی خطا کار کی سفارش کسی حاکم کے پاس صرف وہی شخص ہی کر سکتا ہے جس کا اس حاکم سے کوئی نہ کوئی تعلق یا واسطہ و رابطہ ہو اور وہ تعلق و واسطہ بھی کافی مضبوط و مستحکم حیثیت کا ہو یعنی یہ کہ سفارش کرنے والے کی حاکم کے نزدیک کوئی وقعت و عزت اور قدر و منزلت ہو۔ پھر ہی وہ اس کی سفارش قبول کرے گا۔ اگر کوئی ناواقف و ناآشنا اور غیر و اجنبی شخص کسی کی سفارش کرے گا تو حاکم اس شخص کی سفارش قبول و منظور کرنا تو در کنار اس کی بات کو سرے سے سنے گا ہی نہیں۔

اسی طرح سفارش کرنے والا بھی محض اسی وقت سفارش کرتا ہے جب اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ اس کی سفارش کو قبولیت کا درجہ حاصل ہو گا۔ جسے علم ہو کہ اس کی سفارش رد ہو گی تو وہ کبھی بھی سفارش نہیں کرے گا۔

آیت الکرسی میں ''من ذاالذی یشفع عندہٗ الا باذنہ'' کا مفہوم یہی ہے کہ جب تک رب کائنات کی مرضی و منشاء اور اجازت نہیں ہوگی کوئی شخص کسی کی سفارش یا شفاعت نہیں کر سکتا۔ یعنی رب ذوالجلال شفاعت کی اجازت اسے ہی دیں گے جس کی شفاعت رب کریم منظور فرمائیں گے اگر شفاعت منظور ہی نہ کرنی ہو تو پھر اجازت کیوں دیں گے!!

''سورۃ والضحیٰ'' میں رب قادر و قدیر کا فرمان ذیشان ہے کہ ''ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ'' یعنی یہ کہ اے رسول اللہ! ہم آپ کو عنقریب اتنا عطا فرمائیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو جائیں گے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے عقیدت و ارادت مندوں کو بتایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بخاری شریف کی ایک حدیث کے مطابق رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''قسم ہے مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ کی کہ میں کبھی راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک بھی غلام دوزخ میں رہ جائے گا۔ اس سے یہ واضح ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور شفاعت فرمائیں گے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو رب رحمٰن و رحیم قبولیت کی سند عطا فرمائیں گے۔

امام الانبیاء کی سفارش

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے موضوع گفتگو کی مزید وضاحت کرتے ہوئے ایک حدیث کا حوالہ دیا اور فرمایا کہ:

''روزِ محشر تمام تر مخلوق خدا مجتمع ہو کر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پہنچے

گی اور عرض کرے گی کہ آپ علیہ السلام ہمارے والد ہیں۔آپ علیہ السلام ہماری خطاؤں کی معافی کیلئے بارگاہِ ایزدی میں سفارش فرمائیں مگر حضرت آدم علیہ السلام کہیں گے کہ انہیں وہ وقت یاد آرہا ہے جب رب ذوالجلال نے انہیں ایک درخت کا دانہ کھانے سے منع کیا تھا مگر انہوں نے شیطان ملعون کے بہکاوے میں آکر دانہ کھالیا تھا۔اس خیال اور اس صورتِ حال کے پیش نظر وہ بارگاہِ الٰہی میں جانے سے ڈرتے ہیں۔"

مخلوق خدا بعد ازاں حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائے گی۔پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ساتھ دوسرے پیغمبرانِ عظام کے پاس جائے گی مگر ہر پیغمبر کوئی نہ کوئی معذوری بیان کرے گا تاہم تمام پیغمبران کرام اس بات پر متفق ہوں گے کہ مخلوق خدا کو شافع محشر حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے پاس جانا چاہئے کیونکہ وہ دن ہے کہ جس دن نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی سفارش و شفاعت کو شرفِ قبولیت عطا کیا جائے گا۔اور پھر جب مخلوق خدا آخر کار سردار الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے پاس جاکر عرض کرے گی تو رحمۃ للعالمین ﷺ سفارش و شفاعت کی حامی بھریں گے اور رب ذوالجلال کے حضور سجدہ ریز ہوکر شفاعت فرمائیں گے مگر یہ شفاعت بہ اِذنِ الٰہی ہی ہوگی۔

نبیؑ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے درجات

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس موقعہ پر موضوع گفتگو کے حوالے سے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''میرے گاؤں کی ایک قریبی مسجد میں ایک مولوی نماز جمعہ پڑھانے کیلئے آیا تو اس نے خطاب کرتے ہوئے لوگوں سے کہا کہ کچھ افراد صاف لفظوں میں یہ کہتے پھرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کی روزِ محشر شفاعت فرمائیں گے۔ جب وہ اپنے والدین کی شفاعت نہیں کر سکتے تو وہ دوسروں کی کیسے کر سکتے ہیں؟

اس مولوی نے یہ بات کر کے عاشقانِ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلوب و اذہان پر ضربِ شدید لگائی اور اپنی جانب سے شان شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کو کم کرنے کی بزدلانہ کوشش کی۔ وہاں ایک عاشق رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم چوہدری فقیر محمد نے مولوی کو نماز کے بعد روک لیا۔ تمام حاضرین کو بھی کہا کہ وہ تھوڑی دیر کیلئے ٹھہر جائیں۔

اب چوہدری فقیر محمد نے اس مولوی سے پوچھا:

''کیا آپ حافظِ قرآن ہیں؟''

اس نے اثبات میں جواب دیا تو چوہدری فقیر محمد نے اس مولوی سے حافظِ قرآن کا مقام و مرتبہ بیان کرنے کو کہا۔

اس مولوی نے کہا کہ حافظِ قرآن کا اعلیٰ و ارفع مقام و مرتبہ ہے جس کے سینے میں کلام الٰہی ہوگا اسے دوزخ کی آگ نہیں جلا سکے گی۔ روزِ قیامت بعض افراد ایسے ہوں گے کہ جن کے سروں پر ایسے تاج ہوں گے کہ ان کی روشنی سورج کی روشنی سے بھی زیادہ تابناک ہوگی۔ ہر فرد ایک خوبصورت تخت پر جلوہ افروز ہوگا جبکہ اس کا تخت ہوا میں اڑتا ہوگا۔

ایسی شان و شوکت اور آن بان دیکھ کر لوگ فرشتوں سے پوچھیں گے کہ یہ کون لوگ ہیں اور انہوں نے ایسی کیا نیکی کی ہے کہ انہیں اس قدر ارفع مقام و مرتبہ ملا ہے؟

فرشتے جواب دیں گے کہ یہ وہ افراد ہیں جن کے بیٹوں نے قرآن پاک حفظ کیا تھا۔ مولوی صاحب نے جب یہ بات کی تو چوہدری فقیر محمد نے فوری سوال کیا کہ

''مولوی جی! یہ بتائیں کہ کیا ایسے افراد کو ایسا مقام و مرتبہ ان کے اپنے اعمال کے طفیل ملے گا یا اپنے بیٹوں کے طفیل ملے گا؟''

مولوی کی زبان سے بے ساختہ نکلا کہ ان افراد کو یہ اعلیٰ مقام و مرتبہ اپنے بیٹوں کے طفیل ملے گا۔

مولوی کا یہ کہنا تھا تو چوہدری فقیر محمد نے کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر مولوی کو پکڑ لیا اور اس سے کہا کہ اگر ایک حافظ قرآن بیٹے کے طفیل اس کے والدین کو یہ درجات عطا ہوں گے تو وہ ذات پاک جو رب العزت کے نزدیک محبوب ترین ہے اور جس ذات پاک پر رب وحدہٗ لاشریک خود درود بھیجتا ہے۔ اس کے فرشتے بھیجتے ہیں اور جس ذات پاک کیلئے صاحبان ایمان سے کہا گیا ہے کہ وہ نبیٔ آخرالزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈھیروں درود و سلام بھیجیں تو اس ذات پاک کا کیا مقام و مرتبہ ہوگا اور کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو کوئی مقام و مرتبہ نہیں ملے گا؟ کیا غلامان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خطاؤں کی بخشش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل نہیں ہو سکتی؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش سے گناہ گاروں کی مغفرت نہیں ہو سکتی؟

چوہدری فقیر محمد کے ان سوالات کے مولوی قطعاً کوئی جواب نہ دے سکا اور اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ بے شک شافع محشر، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت و سفارش سے غلامان رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی نجات و بخشش ہو گی لیکن شرط یہ ہے کہ ہم صحیح معنوں میں غلام بن کر دکھائیں اور غلام بننے کا واضح طریقہ و سلیقہ یہی ہے کہ ہم اپنے آقا جی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و فرمودات پر عمل کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اپنی زندگیوں کیلئے مشعل راہ بنائیں تو پھر رب کائنات خوش ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازتِ شفاعت دیں گے اور پھر اس شفاعت کو قبولیت کا درجہ بھی عطا فرمائیں گے۔ یوں غلامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ بقول

شاعر

تیرے مقام کا تو خدا ہی کو علم ہے
جنت تو ہے جگہ تیرے ادنیٰ غلام کی

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے عقیدت وارادت مندوں کو سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ:

''سورۃ الاحزاب میں رب العزت کا ارشاد ہے کہ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم''، یعنی مومنین کیلئے نبی ﷺ کی ذات پاک ان کی اپنی جانوں سے بھی اولیٰ واعلیٰ ہے۔

اس آیت مبارکہ کے مطابق جب تک کوئی فرد ہادیٔ کون ومکاں، سردارِ دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات پاک کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہیں جانے گا مومن نہیں کہلائے گا۔ سچ ہے کہ بجز حب محمد ﷺ، کامل ایمان ہو نہیں سکتا۔

صحیح بخاری کی حدیث پاک ہے کہ سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ:

''کوئی شخص تم میں سے صاحبِ ایمان ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا جب تک وہ میری ذات سے اتنی محبت نہ کرے کہ وہ مجھے اپنے باپ سے، اپنے بیٹے سے، اپنی جان سے اور دنیا کی تمام تر مخلوقات سے زیادہ محبوب نہ جانے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس موقع پر بعض افراد کے

اس اعتراض کا بھی جواب دیا کہ جو کہتے پھرتے ہیں کہ محمدی کہلانے سے بندہ مشرک ہو جاتا ہے۔ اس کیلئے وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اس سے چونکہ اس کی نسبت غیر اللہ سے ہو جاتی ہے اس لئے وہ مشرک بن جاتا ہے۔

کیا ہم ''محمدی'' نہیں؟

ایسے افراد سے میں پوچھتا ہوں کہ کیا ان لوگوں کی نسبت ان کے باپ کی طرف کرنے سے وہ مشرک نہیں بن جاتے؟ ان کا باپ بھی غیر اللہ کے زمرے میں آتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے دور تک جس قدر پیغمبر گزرے ہیں تقریباً سب کی امتیں تھیں اور ان سب کی نسبت ان کی طرف کی جاتی تھی مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت عیسائی کہلائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کہلاتی تھی اور کہلاتی ہے اور اگر ہم اپنے آپ کو محمدی کہتے ہیں تو اس سے کیا ہو جاتا ہے؟ تمام دنیا کے لوگ ہم مسلمانوں کو محمدی کے لقب سے پکارتے ہیں۔ خدائی کوئی نہیں کہتا حالانکہ دنیا کی تمام مخلوقات رب تعالیٰ جل شانہٗ کی پیدا کردہ ہیں۔ کسی کو خدائی نہیں کہا جاتا بلکہ وہ جس نبی کی امت ہوتے ہیں اسی نبی کی طرف ان کی نسبت کی جاتی ہے اور اسی نام سے انہیں پکارا جاتا ہے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بہ بانگِ دہل اعلان کیا کہ ہم محمدی پیدا ہوئے۔ اس دنیا میں تمام عمر محمدی کہلاتے رہے اور رب کریم و عظیم کے فضل و کرم سے پورا یقین ہے کہ محمدی ہو کر ہی مریں گے۔ مرنے کے بعد

مسلمانوں ہی کے قبرستان میں دفن ہوں گے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس بات پر سخت افسوس کا اظہار کیا کہ بعض لوگ یہاں تک کہتے ہیں کہ غلام محمد نام رکھنے سے بندہ کافر ہو جاتا ہے مشرک ہو جاتا ہے۔ اگر یہ لوگ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے انکار کرتے ہیں تو میں ان سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ لوگ شیطان کے غلام بنیں گے؟

میں تو یہی کہتا ہوں اور کہتا رہوں گا کہ ایمان دراصل نام ہی محبت کا ہے۔ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس قدر محبت ہوگی ایمان اتنا ہی کامل ہوگا۔ فی زمانہ علم بڑھ گیا ہے مگر محبت کم ہوتی جا رہی ہے حالانکہ محبت کو بڑھنا چاہئے تھا۔ یہ جان لینا چاہئے کہ جس دل میں ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسر شان کرتا ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل سے عداوت رکھتا ہے وہ یقینی طور پر مسلمانی کے زمرے میں نہیں آتا۔

جو نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں ہم ان کے غلام ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں وہ ہمارا نہیں چاہے وہ ہمارا کتنا ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو ہمارا اس سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہوسکتا۔ ہماری اس سے کوئی نسبت یا واسطہ نہیں ہوسکتا۔ جب ان کا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق نہ رہے تو ہمارا ان سے کیا تعلق ہوسکتا ہے!!

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے بتایا کہ:

"میں ایک دفعہ بمبئی میں بارہ ربیع الاول کے موقع پر موجود تھا وہاں مہائم شریف میں ہر سال بارہ ربیع الاول کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی نسبت سے آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ زیارت کے وقت وہاں نورانی سیٹھ نے مجھ سے دریافت کیا کہ میرا کیا خیال ہے کہ کیا یہ موئے مبارک سردار الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے؟

میں نے کہا نورانی سیٹھ! جب آپ کہہ رہے ہیں کہ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک ہے اور آپ اس موئے مبارک کی نسبت سردار الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے ہیں تو پھر مجھ سے پوچھتے کیوں ہیں؟ جب موئے مبارک کی نسبت حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگئی تو سمجھ لو کہ موئے مبارک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے اور یوں اس کی تعظیم و تکریم ہم پر لازم ہوگئی۔ بقول شاعر

عاشقاں راچہ کار با تحقیق

ہر کجا نام اوست قربانیم

ہم تو بے شک نام مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہیں۔ ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ ایک شخص ساری عمر کفر کرتا رہا۔ آخر عمر میں اس نے صدق دل سے ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا تو اس کی ساری عمر کا کفر، ساری عمر کا شرک اور ساری عمر کی خطائیں ختم ہوگئیں اور وہ بخشا گیا۔ وہ محمدی کہلانے کا مستحق ہوگیا۔

ہمارا تو اس ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو سلام ہے۔ جس چیز پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آگیا اس کی تعظیم و تکریم ہم پر فرض ہوگئی۔

سید بچہ

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

"میں یہاں یہ بات بھی واضح کردوں کہ جس طرح ہم سب پر رحمتہ للعالمین ﷺ کی تعظیم و تکریم فرض ہے اسی طرح آپ ﷺ کے اہل بیت کی تعظیم و توقیر بھی واجب ہے۔ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کے اہل بیت کی تعظیم و تکریم نہیں کرتا تو وہ مومن نہیں رہ سکتا چاہے وہ نمازیں پڑھے، روزے رکھے اور نوافل ادا کرے مگر شرع میں وہ مومن نہیں کہلا سکتا۔

ایک دفعہ حضرت امام شافعیؒ اپنے شاگردوں کو درس دے رہے تھے۔ سامنے ایک مکان کی بالائی منزل پر بچے کھیل میں مصروف تھے۔ حضرت امام شافعیؒ کبھی بیٹھتے اور کبھی اٹھتے تھے۔ آپؒ سے پوچھا گیا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟

حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ان بچوں میں کہ جو سامنے مکان کی بالائی منزل پر کھیل رہے ہیں ایک بچہ سید ہے۔ وہ جب میرے سامنے آجاتا ہے تو میں تعظیم کیلئے کھڑا ہو جاتا ہوں جب وہ چلا جاتا ہے تو بیٹھ جاتا ہوں۔

نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی تکریم و تعظیم اور آپ ﷺ کے اہل بیت کی عزت و وقعت کے حوالے سے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے مجلس وعظ وارشاد میں اپنے عقیدت و ارادت مندوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"صحیح بخاری کے مطابق شافع روزِ محشر ﷺ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے اہل بیت حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی مانند ہیں جو اس کشتی میں سوار ہو گیا وہ

بچ گیا اور جو سوار نہ ہوا وہ غرق ہو گیا۔ اسی طرح ایک اور موقع پر ہادیٔ عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ بروز قیامت جنتی لوگوں کے سردار ہوں گے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان کی اولاد ان کے ساتھ نہ ہوگی کیونکہ جس اعلیٰ مقام جنت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے اسی درجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد بھی ہوگی۔

اس صورتِ حال کی گواہی قرآن کریم بھی دے رہا ہے۔ سورۃ طور میں ہے کہ "اور جو ایمان لے آئے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی تو ہم نے ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملایا اور ان کے عمل میں ذرا سی بھی کمی نہیں کی۔"

مفہوم یہ کہ جو لوگ ایمان لے آئے اور ان کی اولاد نے ایمان وایقان کے ساتھ ان کی تابعداری کی تو بروز قیامت ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیا جائے گا یعنی جس مقام ودرجہ پر ان کے آباء واجداد ہوں گے اسی مقام ودرجہ پر ان کی اولاد بھی ہوگی۔

اس عالمِ رنگ وبو کے کروڑوں مسلمان اپنی نمازِ پنجگانہ میں واضح طور پر کہتے ہیں کہ یا الٰہی! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر رحمت نازل فرما اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر بھی رحمت نازل فرما۔ اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر برکت نازل فرما اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر بھی برکت نازل فرما۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے حاضرین مجلس سے سوال

کرتے ہوئے کہا کہ کیا یہ مرتبہ سوائے نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے علاوہ کسی اور کو حاصل ہوا ہے یا ہوسکتا ہے؟ تو پھر میں یہی کہوں گا کہ جو شخص آل رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و توقیر نہیں کرتا وہ مومن کہلانے کا مستحق نہیں ہے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر رحمت و برکت کے نزول کی دعا کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی۔ جس شخص کی نماز نہیں ہوگی وہ مومن کس طرح کہلائے گا؟

قرآن الحکیم کی سورۃ ''والشّمس'' میں رب العزت فرماتے ہیں کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ان کی قوم نے مار ڈالا تو اس بات پر رب قہار نے ان پر عذاب نازل کیا۔ صرف اونٹنی کے قتل کرنے پر اس قوم کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ تو جو لوگ نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو قتل کرتے ہیں یا ان سے بے ادبی و گستاخی کے ساتھ پیش آتے ہیں تو ان کا انجام کیا ہوگا؟ یہ رب کائنات ہی بہتر جانتا ہے۔ ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ ان کا انجام بہت ہی برا ہوگا۔ جو لوگ قاتلانِ حسین ابنِ علیؓ کو مسلمان سمجھتے ہیں وہ قرآن الحکیم کی سورۃ ''والشّمس'' پڑھ لیں ان پر سب کچھ واضح ہو جائے گا۔

تاریخی اہمیت کا حامل قالین

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اس حوالے سے بھی بہت حساس تھے کہ بعض لوگ سردار الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کے بارے شکوک وشبہات کا اظہار کرتے ہیں۔ آپؒ نے اپنے معتقدین ومریدین کو ایک واقعہ سناتے ہوئے بتایا کہ:

''کوئٹہ میں ایک قالین فروش تھا جس کا نام شیر علی تھا۔ اس کی دکان پر ایک روز ایک انگریز پولیٹیکل ایجنٹ قالین خریدنے کی غرض سے آیا۔ اس نے ایک قالین پسند کیا۔ اس کی قیمت پوچھی۔ شیر علی نے قیمت بتائی تو اس نے قیمت ادا کی۔ جب وہ قالین خرید کر جانے لگا تو شیر علی نے پولیٹیکل ایجنٹ کو بتایا کہ یہ وہ قالین ہے جو والئ کابل امیر دوست محمد خان کے نیچے بچھایا جاتا تھا۔ انگریز پولیٹیکل ایجنٹ یہ جان کر بہت خوش ہوا۔ اس نے اس پر قالین فروش کو انعام دیا اور اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھا کہ اس نے ایک ایسا قالین خریدا ہے جو کہ تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔

انگریز پولیٹیکل ایجنٹ نے اس قالین کی تاریخی وقعت کی وجہ سے اسے فرانس میں منعقدہ ایک نمائش میں بھیجا اور نمائش کا انعقاد کرنے والوں کو لکھا کہ یہ وہ قالین ہے جو والی کابل امیر دوست محمد خان کے نیچے بچھایا جاتا تھا۔ نمائش کے منتظمین نے انگریز پولیٹیکل ایجنٹ کا ازحد شکریہ ادا کیا کہ اس نے اس قدر تاریخی اہمیت کا حامل قالین نمائش میں رکھنے کیلئے بھیجا۔ شکریہ کے خط کے ساتھ ساتھ انہوں نے پولیٹیکل ایجنٹ کو پانچ صد روپے بطور انعام بھی روانہ کئے۔

اسی نمائش میں امریکہ کے ایک تاجر نے اس قالین کی اہمیت و افضلیت کے باعث اسے پچیس ہزار روپے میں خرید لیا۔ بعد ازاں اسی قالین کو عجائب گھر والوں نے پچاس ہزار روپے میں خرید لیا حالانکہ وہ قالین محض دس روپے سے زائد کی مالیت کا نہیں تھا مگر اس قالین کے ساتھ ایک تاریخی حوالہ ہونے کے ناتے انگریزوں نے اسے اس قدر اہمیت دی جبکہ انہوں نے کوئی تحقیق و تفتیش نہیں کی کہ کیا واقعی وہ قالین والئ کابل امیر دوست محمد خان کے نیچے بچھایا جاتا تھا یا نہیں؟ یہ انگریز کفار کا حال ہے۔

ولدیت کا ثبوت لائیں

مگر ایک ہم مسلمان ہیں کہ اگر کوئی شخص ہادئ کون و مکاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کا حوالہ دے تو اس پر قسم قسم کے اعتراضات کرنا شروع کر دیتے ہیں اور تحقیقات کا ایک دفتر کھول لیتے ہیں۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ایسے لوگوں کے بارے انتہائی جذباتی و جارحانہ رویہ اختیار

کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا وہ اپنے والد کے بارے کوئی ثبوت لا سکتے ہیں کہ جسے وہ والد کہتے ہیں کیا واقعی وہ ان کا والد ہے؟ جب وہ یہ ثبوت لے آئیں گے تو ہم بھی تبرکات کا ثبوت پیش کر دیں گے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ جذباتی و جارحانہ رویہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عشق رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی مدارج کی جانب نشاندہی کرتا ہے۔ دراصل آپ رحمتہ اللہ علیہ کسی بھی حوالے سے تھوڑی سی بات بھی ایسی سننا گوارا نہیں کرتے تھے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقین حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ کسی بھی چیز کے حوالے سے کسر شان کا ہلکا سا شائبہ بھی ہوتا ہو۔ اور یہی وہ عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ کیفیت ہے جو بندے کو براہِ راست خالق رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا دیتی ہے اور وہ سلوک و معرفت کی منازل طے کرتا ہوا کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے تعظیم و تکریم اہل بیت کے حوالے سے فرمایا کہ:

''سورۃ المومنون میں رب ذوالجلال کا فرمان ہے کہ روزِ محشر کسی کے نسب کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ کون کس کا بیٹا ہے اور کس نسل سے ہے مگر اس حوالے سے سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ درست ہے کہ روزِ قیامت ہمہ قسم کا رشتہ و ناتا قائم نہیں رہے گا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ و ناتا اور نسب کا لحاظ رب العزت اس دن بھی فرمائیں گے۔ اس حدیث

پاک سے یہ ثابت ہو گیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ ونا تا والوں کی کس قدر اہمیت افضلیت اور قدر و منزلت ہے۔ ہم پر یہ لازم ہے کہ ہم اہل بیت کی تعظیم و تکریم میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں۔

اور یہ کہ شافع محشر حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کسر شان کے مرتکب افراد کی شفاعت بھی نہیں فرمائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیتِ شفاعت اور اعزازِ شفاعت پر جو شخص یقین ہی نہیں رکھتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا سزاوار کیسے ہو سکتا ہے؟ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے حوالے سے کسر شان کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ بھی روزِ محشر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا مستحق کس طرح ہو سکتا ہے؟ حقیقت یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کی شفاعت فرمائیں گے نہ کہ دشمنوں کے حق میں کسی قسم کی سفارش و شفاعت کریں گے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ علمِ غیب کے حوالے سے بھی اپنے عقیدت و ارادت مندوں کو تفصیلی طور پر بتایا کرتے تھے۔ آپ رحمہ سمجھتے تھے کہ یہ بات کوئی مسئلہ نہیں ہے مگر بعض حضرات نے اسے مسئلہ بنا دیا ہے حالانکہ یہ صاف اور واضح حقیقت ہے کہ جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ ایک موقع پر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس موضوع پر قرآن و حدیث کے مستند و معتبر حوالوں سے سیر حاصل گفتگو فرمائی اور اپنے عقیدت و ارادت مندوں کو بتایا کہ:

''سورۃ الجن میں فرمان الٰہی ہے کہ ہم کسی پر علم غیب ظاہر نہیں کرتے مگر اس پر کہ جس کو ہم رسولوں میں سے پسند کر لیتے ہیں۔''

اور یہ کہ سورۃ آل عمران میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ

"میں تمہارے گھروں میں، کوٹھڑیوں میں جو جو چیز ہے وہ سب تم کو بتا دیتا ہوں اور یہ بھی بتا دیتا ہوں کہ رات کو تم نے کیا کچھ کھایا تھا۔"

مزید یہ کہ سورۃ یوسف میں مذکور ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ "یہ میرا کرتا لے جاؤ میرے والد محترم نابینا ہو گئے ہیں ان کے چہرے پر ڈال دینا ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی پھر تم سب مل کر سارے اہل وعیال میرے پاس آنا۔"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بے شک علم غیب کا مالک رب کریم وعلیم ہے مگر وہ جس پیغمبر کو چاہے وہ علم عطا فرما دیتا ہے۔ اب حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ فرمان کہ آپ علیہ السلام کا کرتا آپ علیہ السلام کے والد مکرم حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرہ مبارک پر ڈال دیا جائے یہ علم غیب نہیں تھا تو اور کیا تھا۔ اسی طرح جب قافلہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی جانب چلا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ آج انہیں اپنے فرزند یوسف علیہ السلام کی خوشبو آتی ہے۔ یہ سب رب تعالیٰ کا عطا کردہ علم غیب نہیں تو اور کیا ہے؟ جب اور نبیوں کو علم غیب عطا ہو سکتا ہے تو سردار الانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح علم غیب عطا نہیں ہو سکتا۔ یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء سے زیادہ علم غیب عطا کیا گیا تھا اور یہ کہ جب خدائے بزرگ و برتر نے واضح طور پر یہ فرما دیا

کہ ''اے نبیؐ! میں نے وہ کچھ آپ کو سکھا دیا جو آپ ﷺ نہیں جانتے تھے۔''

یہ سکھانا کیا تھا؟ یہ علم غیب ہی ہے جو آپ ﷺ کو بتایا اور سکھایا گیا۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس حوالے سے انتہائی قابلِ غور وفکر نکتہ بیان کیا۔ وہ یہ کہ ''علم غیب محض مخلوق کی نسبت بولا جاتا ہے۔ رب علیم وخبیر کے نزدیک غیب کوئی چیز نہیں سب مشاہدہ ہے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے سورۃ الاحزاب کی اس آیت کا حوالہ دیا کہ جس میں سرورِ کائنات ﷺ کو سات خطابات سے نوازا گیا ہے اور ان میں سے ایک قابلِ ذکر خطاب ''شاہد'' ہے۔ شاہد کے عربی زبان میں معنی گواہ کے ہیں۔ گواہ ہمیشہ وہی شخص ہوتا ہے کہ جس نے موقع پر اپنی کھلی آنکھوں سے وقوع ہونے والا عمل دیکھا ہو۔ اسی لئے اسے واقعہ کہا جاتا ہے۔ اس دنیا کی عدالتوں میں روزانہ اکثر مقدمات میں کہ جہاں گواہیوں کی ضرورت ہوتی ہے گواہ پیش ہوتے ہیں۔ گواہوں سے عدالت کا جج یہی پوچھتا ہے کہ تو نے جو کچھ دیکھا اسے بیان کر اور اس کے اس بیان کو گواہی یا شہادت کہا جاتا ہے جبکہ گواہی یا شہادت دینے والا گواہ یا شاہد کہلاتا ہے۔

اگر گواہ یہ کہہ دے کہ فلاں عمل اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور وہ متعلقہ واقعہ اس طرح واقع ہوا تو جج اس گواہ کو قائم رکھتے ہیں اور اس کی گواہی ضابطۂ تحریر میں لائی جاتی ہے لیکن اگر گواہ یہ کہہ دے کہ اس نے وہ واقعہ دیکھا ہی نہیں تو کوئی بھی جج اس کی گواہی لینے کو تیار نہیں ہوتا اور ایسے شخص کو گواہ یا شاہد

نہیں مانا جاتا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے آقا جی صلی اللہ علیہ وسلم حالات وواقعات دیکھ ہی نہیں رہے تو پھر گواہی کس بات کی دیں گے؟ اور پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم شاہد ہیں تو شہادت تو اسی بات یا واقعہ کی دیں گے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا۔ یہ سوال قابل غور ضرور ہے مگر اس کا جواب از حد آسان اور عام فہم وسہل ہے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس موضوع پر مزید حوالے دیتے ہوئے فرمایا کہ:

''حضرت شاہ عبد العزیزؒ محدث دہلوی اپنی تفسیر عزیزی'' میں ویکون الرسول علیکم شھیدا کی تفسیر فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نورِ نبوت کے ہمرکاب اپنے ہر امتی کے حالات اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے ہتھیلی پر ایک رائی کا دانہ ہو۔

اسی طرح و ما ھو علی الغیب بضنین یعنی ہمارا رسولؐ غیب میں بخل کرنے والا نہیں۔۔۔ اس آیت مبارکہ کی تفسیر مولوی شبیر احمد دیوبندی نے اس طرح کی ہے کہ:

''یہ پیغمبرؐ ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے چاہے وہ ماضی و مستقبل کے بارے ہوں یا رب کریم ورحیم کے اسمائے صفات کے حوالے سے ہوں یا احکام شریعت کے متعلق ہوں یا مذاہب کی سچائی و بطلان بیان کرنے والے ہوں یا واقعات بعد از موت ہوں ہمارے پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بتانے میں ذرا

بھی بغل سے کام نہیں لیتے۔''

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ امام الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص روتا ہوا آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ وہ غریب آدمی ہے۔ اس کا اونٹ گم ہو گیا ہے بہت ڈھونڈا مگر مل نہیں رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو تسلی دیتے ہوئے اسے بتایا کہ قریب ہی ایک پہاڑی سے قدرے دور فلاں درخت کے پاس تیرا اونٹ موجود ہے وہاں سے جا کر لے لو۔

وہ شخص دوڑا ہوا وہاں پہنچا تو اس کا اونٹ واقعی وہاں موجود تھا اور وہ شخص وہاں سے اپنا اونٹ لے آیا۔ یہ واقعہ اس امر کا غماز ہے کہ سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کا علم رکھتے تھے۔

دشمن کی چال

اسی طرح صحیح بخاری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے ایک واقعہ درج ہے کہ ایک روز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کی مسجدِ نبوی میں جمعۃ المبارک کا خطبہ دے رہے تھے۔ یکا یک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''یاساریۃ الجبل'' یعنی اے ساریہؓ! پہاڑی کی جانب دیکھو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آواز تین مرتبہ بلند کی۔ حاضرین حیران ہوئے کہ جمعۃ المبارک کے خطبہ میں یہ بات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیوں بیان فرما رہے ہیں جبکہ اس خطبہ جمعۃ المبارک سے کوئی تعلق و

واسطہ نہیں تھا۔ اور یہ کہ حضرت ساریہؓ اس وقت مدینہ منورہ سے کوئی 300 میل سے بھی زیادہ فاصلے پر نہاوند میں تھے جہاں وہ کفار کے ساتھ جنگ میں مصروف تھے۔

کوئی تین ماہ بعد نہاوند سے ایک قاصد آیا تو اس نے بتایا کہ جب کفار کے ساتھ جنگ جاری تھی تو اہل اسلام کا لشکر پہاڑ کے نزدیک تھا جبکہ کفار قدرے دور تھے۔ کفار نے یہ چال چلی کہ اپنی فوج کا ایک دستہ پہاڑ کے ادھر سے بھیج دیا تاکہ وہ پیچھے سے جا کر پہاڑ سے نیچے اتر کر میدان میں پہنچیں اور صورتِ حال اس طرح بن جائے کہ دائیں بائیں کفار ہو جائیں جبکہ یوں مسلمان درمیان میں ہو جائیں گے اور پھر جب مسلمان درمیان میں ہوں گے تو دونوں جانب سے حملہ کر کے مسلمانوں کو آسانی کے ساتھ زیر کیا جا سکے گا۔

حضرت ساریہؓ اس وقت لڑائی میں اس قدر محو تھے کہ انہوں نے کفار کو پہاڑ کے دوسری جانب سے پیچھے سے آ کر میدان میں اترتے نہیں دیکھا تھا جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ کی مسجدِ نبوی میں نماز جمعۃ المبارک کا خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھ لیا تھا کہ کفار کیا چال چل رہے ہیں اور وہ پہاڑ سے نیچے اتر رہے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلند آہنگ کے ساتھ تین بار حضرت ساریہؓ کو مخاطب کر کے کہا کہ

"اے ساریہؓ! پہاڑی کی جانب دیکھو۔"

اس آواز کے سنتے ہی حضرت ساریہؓ نے پہاڑی کی جانب دیکھا تو دشمن

کی چال سمجھ گئے اور اسی وقت اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ برق رفتاری کے ساتھ پہاڑ کی جانب پیش قدمی کریں اور دشمن کے سپاہیوں کو وہیں روک دیں۔ جب لشکر اسلام کے سپاہی پہاڑ کی اس جانب گئے کہ جدھر سے کفار آگے بڑھ رہے تھے تو کفار پیچھے ہٹ گئے۔ گھمسان کا رن پڑا اور حضرت ساریہؓ نے کفار کو شکستِ فاش سے آشنا کیا اور فتح مندی لشکرِ اسلام کا مقدر ٹھہری۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ اسلام کا یہ واقعہ جو کہ صحیح بخاری شریف میں بیان ہوا بتانے کے بعد اپنے عقیدت و ارادت مندوں سے کہا کہ:

"کوئی بھی ذی شعور یہ بات بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ 300 میل سے بھی زیادہ فاصلے سے لشکرِ کفار کی حرکات و سکنات دیکھ سکتے ہیں اور اس کے مطابق ہدایت جاری کر سکتے ہیں تو نبیٔ آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا علم غیب کے حوالے سے کیا مقام و مرتبہ ہے اس کا نہ کوئی اندازہ لگا سکتا ہے اور نہ ہی اسی خبر کسی کو ہوسکتی ہے۔ یہ محبّ و محبوب کا معاملہ ہے۔ اسے رب العزت کی ذات جانتی ہے یا حبیبِ خدا ﷺ جانتے ہیں۔"

بلی کی میاؤں

اس موضوع پر مزید گفتگو کرتے ہوئے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

"تفسیر عزیزی میں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے تحریر کیا ہے کہ نامور ولی اللہ حضرت باقی باللہؒ کی خدمت میں روزانہ قطار اندر قطار مہمان حاضر ہوا کرتے تھے۔ کسی روز تعداد کم ہوتی تھی تو کسی روز زیادہ ہوتی تھی مگر حضرت باقی باللہؒ کا دستور و معمور تھا کہ مہمان چاہے ایک ہو یا زیادہ ہوں ان کی خاطر مدارت میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کا باورچی اس صورتِ حال میں قدرے مشکل محسوس کرتا تھا کیونکہ جب کھانا کم ہوتا تھا اور مہمان زیادہ آجاتے تھے تو ان کیلئے انتظام کرنا قدرے مشکل ہوتا تھا۔ باورچی نے حضرت باقی باللہؒ سے عرض کی:

"یا حضرتؒ! بعض دن مہمان زیادہ آجاتے ہیں تو کھانا تھوڑا پڑ جاتا ہے شرمندگی سی ہوتی ہے۔ آپؒ مجھے پہلے ہی سے بتا دیا کریں تو مہمانوں کی تعداد کے مطابق کھانا تیار کر دیا کروں۔"

اس وقت حضرت باقی باللہؒ کے قریب ہی ایک بلی بیٹھی تھی۔ حضرت باقی باللہؒ نے اپنے باورچی سے کہا کہ وہ روزانہ آنے والے مہمانوں کی تعداد اس بلی سے پوچھ لیا کرے۔ وہ جتنے مہمانوں کی آمد کا بتائے اتنے افراد کا کھانا تیار کر لیا کرے۔ یوں اس کی یہ مشکل حل ہو جائے گی۔

اب تو یہی معمول و اصول بن گیا کہ روزانہ بلی جتنی دفعہ میاؤں کرتی حضرت باقی باللہؒ کا باورچی اتنے ہی مہمانوں کا کھانا تیار کر دیتا۔ اور قدرتِ خداوندی دیکھئے کہ اتنے ہی مہمان آتے جتنی دفعہ بلی میاؤں کرتی۔

ایک دن ایسا ہوا کہ بلی نے تین دفعہ میاؤں کیا تو باورچی سمجھ گیا کہ آج تین مہمان آئیں گے چنانچہ اس نے تین مہمانوں کا کھانا تیار کر دیا مگر جب کھانا تیار ہو گیا تو چار مہمان آئے۔ باورچی حیران ہوا کہ آج تک تو بلی نے کبھی غلط نہیں بتایا۔ آج کیسے غلطی ہو گئی۔

باورچی نے حضرت باقی باللہؒ کو بتایا کہ:

''حضرت جی! بلی نے تین مہمان بتائے تھے مگر مہمان تو چار آئے ہیں۔''

اس پر حضرت باقی باللہؒ نے بلی سے کہا کہ باورچی اس کی شکایت کر رہا ہے کہ اس نے مہمانوں کی تعداد آج غلط بتائی ہے۔ آخر کیا وجہ ہے؟ اس پر بلی دوڑ کر ایک مہمان کے پاس گئی۔ اس نے اس شخص کے ہاتھوں پر جھپٹا مارا پھر اس کا کپڑا منہ میں ڈال کر کھینچا تو وہ مہمان کھڑا ہو گیا۔ اس نے حضرت باقی باللہ کو بتایا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بلی سچی ہے بلکہ جھوٹا وہ ہے کیونکہ وہ مہمان نہیں تھا بلکہ کافر تھا۔ جب اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی یہ کرامت دیکھی تو وہ اسی لمحے مسلمان ہو گیا۔ اس حکایت سے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ پیغام دیا کہ آنحضور ﷺ کے غلاموں کے ایک غلام کی ایک بلی کا یہ حال ہے تو سردارِ انبیاء ﷺ کے علم غیب کا کیا حال ہو گا!!!

بیٹا نہیں، صرف بیٹی

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے موضوع گفتگو پر دلائل دیتے ہوئے حتی الوسع یہی کوشش کرتے تھے کہ اسے معاشرتی اور سماجی واقعات و حالات سے اس طور مزین کریں کہ وہ ہر ذہنی سطح کے سامع کیلئے سہل اور سلیس ہو جائے۔ سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی خداداد صلاحیتِ علم غیب کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ان واقعات کا حوالہ دیا جو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مشاہدہ میں آئے تھے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بتایا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے بھائی سید نجابت علی شاہؒ کے پاس ایک دفعہ مولوی امام دین ایڈیٹر رسالہ "انوارالصوفیہ" کی بیوی ایک عورت کے ہمراہ آئی اور سلام دعا کے بعد خاموشی سے بیٹھ گئی۔ سید نجابت علی شاہؒ نے ان سے آمد کا مقصد پوچھا تو دوسری عورت نے بتایا کہ مولوی امام دین کی بیوی امید سے ہے۔ آپؒ رب کریم ورحیم کی بارگاہِ لطف وعنایت میں دعا فرمائیے کہ اس کے ہاں اولادِ نرینہ ہو جائے۔

سید نجابت علی شاہؒ نے کسی توقف کے بغیر فوری طور پر انہیں بتایا کہ مولوی امام دین کو رب قادر وقدیر بیٹا عطا نہیں کرے گا بلکہ اسے نیک اور صالح بیٹی کی نعمت سے سرفراز کیا جائے گا۔ اس بیٹی کے بعد اس کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوگی اور اب کوئی پچیس برس ہونے کو ہیں مولوی امام دین کے گھر بیٹی کی پیدائش ہوئی تھی پھر کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اگر سید نجابت علی شاہؒ اتنا کچھ منشاء ربی سے بتا سکتے ہیں تو اس ذات پاک کے پاس کتنا علم ہوگا کہ جو تمام انبیاء علیھم السلام کی سردار ہے اور شافع روزِ جزا ہے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا اندازہ کوئی امتی نہیں لگا سکتا۔ یہ صرف رب العزت جانتا ہے کہ جس نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم بنایا ہے۔

بدو شور مچانے لگے

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے برادرِ مکرم کا ایک اور واقعہ بتایا کہ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی سفر مدینہ میں تھے۔ آپؒ کے بھائی اونٹوں کے قافلے میں سے نکل کر شہر سے باہر رات گزارنے کیلئے ٹھہرے جبکہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اصحابِ صفہؓ کے چبوترے پر حضرت آغا خلیلؒ کے ہمراہ ٹھہرے ہوئے تھے۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بلا بھیجا کہ جلدی آؤ۔ قافلہ کے اونٹ جا رہے ہیں۔ آپؒ کو جب قاصد نے یہ پیغام پہنچایا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے

میزبان حضرت آغا خلیلؒ سے اجازت طلب کی اور اپنے بھائی کے پاس جانے کا عندیہ ظاہر کیا مگر حضرت آغا خلیلؒ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو یہ کہہ کر روک لیا کہ صبح کی نماز پڑھ کر جانا۔

ابھی یہی بات ہو رہی تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے بھائی کا بھیجا ہوا ایک اور قاصد پہنچا اور اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے بھائی کا یہ پیغام پہنچایا کہ جلدی پہنچو قافلہ کے اونٹ لدے جا رہے ہیں۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت آغا خلیلؒ سے رخصت کی اجازت چاہی اور کہا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے بھائی نے دوسرا قاصد بھیجا ہے اور اگر قافلہ چلا گیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ اکیلے کس طرح منزل مقصود تک پہنچیں گے!!

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اس بات پر حضرت آغا خلیلؒ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے کہا کہ گھبرائیں نہیں۔قافلہ جانے میں ابھی بہت دیر ہے۔قافلہ تو نماز ظہر پڑھ کر پھر روانہ ہوگا۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت آغا خلیلؒ سے کہا کہ:

”کیا یہ دو قاصد جھوٹ بولتے ہیں جو یہ کہہ رہے ہیں کہ قافلہ کے اونٹ لدے جا رہے ہیں؟“

حضرت آغا خلیلؒ نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے پورے اعتماد و یقین کے ساتھ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے کہا کہ:

"اگر یہ قاصد جھوٹ نہیں بول رہے تو جھوٹ میں بھی نہیں بول رہا۔ میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا قافلہ نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد جائے گا۔ ابھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کو وہاں جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہیں ٹھہرے رہئے۔"

اور یوں حضرت آغا خلیلؒ کے اصرار واقرار پر اعتبار کرتے ہوئے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ وہیں ٹھہر گئے اور پھر جب قافلہ میں پہنچے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دیکھا کہ کئی ہزار اونٹ شامی، ترکی، رومی وغیرہ روانہ ہو چکے تھے مگر پنجابیوں کے جو پچیس اونٹ تھے وہ بیٹھے ہوئے تھے اور یہی وہ اونٹ تھے کہ جن کی سواریوں میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے شامل ہونا تھا۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے جب اپنے قافلہ کے اونٹوں کو بیٹھے دیکھا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے سوچا کہ یہ لوگ تو بہت پہلے جانے والے تھے مگر خدا معلوم انہیں کیا ہوا کہ یہ ابھی تک بیٹھے ہوئے ہیں جبکہ دوسرے سبھی لوگ جا چکے ہیں۔ آپؒ کبھی قافلہ سالار کے پاس جاتے تھے کبھی مطوف کے پیچھے جاتے تھے تو کبھی مزدور کے پیچھے جاتے تھے اور انہیں کہتے تھے کہ جلدی کرو منزل مقصود کی جانب چلو۔ کیوں دیر کئے جا رہے ہو مگر وہ لوگ تھے کہ اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے۔

اونٹوں والے بدو کبھی گھاس خریدنے چلے جاتے تھے کبھی کہتے تھے کہ وہ دانہ خریدنے جا رہے ہیں۔ کبھی وہ حجاج کرام سے رقم وصول کرنے لگتے

تھے۔کبھی آپس میں حساب کتاب کرتے تھے۔کبھی ایک دوسرے میں رقم تقسیم کرتے تھے اور پھر ایسا ہوا کہ اسی آنے جانے میں نماز ظہر کا وقت ہوا۔اذان ہو گئی تو سب نماز کی ادائیگی کیلئے جمع ہو گئے۔

اور نمازِ ظہر ادا ہوئی ہی تھی کہ بدوؤں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ چلو جلدی کرو۔دیر ہوئی جا رہی ہے۔یہ واقعہ سنانے کے بعد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے عقیدت و ارادت مندوں سے کہا کہ یہ وہ واقعہ ہے جو میرے ساتھ بیتا ہے۔میں نے خود دیکھا کہ جو بات حضرت آغا خلیلؒ نے کہی تھی وہ حرف بہ حرف ثابت ہوئی۔یہ سب عنایتِ خداوندی ہے کہ جسے جس قدر چاہے علم غیب عطا فرما دے۔اگر نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک امتی یہ کچھ بتا سکتا ہے اور جان سکتا ہے تو پھر آقا جی صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا رتبہ و مرتبہ اور مقام و درجہ ہو گا یہ صرف اور صرف رب وحدہٗ لاشریک ہی کے علم میں ہے کہ وہی علیم و بصیر و خبیر ہے۔

ادھر ہی ٹھہرے رہیں

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے بتایا کہ اس حج کے دوسرے برس پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ حج کی ادائیگی کیلئے گئے تو مدینہ منورہ حاضری دی اور پھر حضرت آغا خلیلؒ کے ہاں مہمان ہونے کا شرف حاصل کیا۔آپؒ وہاں ان کے پاس محض ایک رات ٹھہرا کرتے تھے مگر اب دو راتیں ہو گئیں تھیں۔آپؒ نے حضرت آغا خلیلؒ سے کہا کہ قافلہ پرسوں سے نکل گیا ہے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو

جانے دیا جائے۔

حضرت آغا خلیلؒ نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر ہنستے ہوئے کہا:

''حضرت جماعت علی شاہ صاحب! میں پورے اعتماد و یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ قافلہ ابھی نہیں جائے گا۔ جب قافلہ جائے گا آپ رحمۃ اللہ علیہ کو رخصت ہونے سے میں نہیں روکوں گا مگر جب قافلہ جا ہی نہیں رہا تو پھر بہتر یہی ہے کہ ادھر ہی ٹھہرے رہیں۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت آغا خلیلؒ سے کہا:

''آپؒ نے ٹھیک کہا۔ پچھلے برس بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ قافلہ ظہر کی نماز کی ادائیگی کے بعد جائے گا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بات حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی تھی۔ اب مجھے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر مکمل یقین ہے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ اجازت دیں گے تب جاؤں گا۔''

اور پھر حضرت آغا خلیلؒ کی بات سچ ثابت ہوئی۔ قافلہ تب ہی روانہ ہوا جب حضرت آغا خلیلؒ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جانے کی اجازت دی۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد اپنے عقیدت و ارادت مندوں سے کہا کہ:

''یہ علم غیب نہیں تو کیا ہے؟ یقیناً یہ علم غیب تھا۔ پھر لوگ علم غیب کے بارے کیوں بحث کرتے ہیں؟ اور خاص طور پر نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ

ﷺ کے علم غیب بارے بحث کرتے ہیں مگر وہ یہ بھی یاد رکھیں کہ رب قادر وقدیر جسے چاہے جو عطا کر دے اس میں کسی کو بحث کرنا ہی نہیں چاہئے۔ جب آنحضور ﷺ کے غلامان غلام کے علم غیب کا یہ حال ہے تو آپ ﷺ کے علم غیب کا کیا حال ہوگا!!"

فصاحت وبلاغت کا گھمنڈ

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے عقیدت وارادت مندوں کو اسلام اور ارکان اسلام کے بارے بھی سادہ وسلیس زبان میں عام فہم حوالوں سے سمجھانے کی مقدور بھر کوشش کرتے رہتے تھے۔ تاثیر کا عنصر رب کریم وعظیم کی خاص عطا آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ذات پر تھی۔ جو بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے خطاب ودرس کو سنتا تھا متاثر ضرور ہوتا تھا۔

ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے حاضرین مجلس کو بتایا کہ:

''جب قرآن مجید فرقان حمید عرب شریف میں عربی زبان میں نازل ہوا تو اس وقت عرب شریف کے نزدیک دو ملک تھے۔ ایک مصر اور دوسرا ملک شام ہے۔ مصر میں سریانی زبان بولی جاتی تھی جبکہ شام والے عبرانی زبان بولتے اور لکھتے تھے۔ تورات کو سریانی زبان میں اتارا گیا جبکہ انجیل عبرانی زبان میں نازل ہوئی۔''

''دین اسلام کی سچائی کا سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ جب قرآن مجید

فرقان حمید نازل ہوا تو رب قادر و قدیر نے نہ صرف سابقہ کتابوں کو اٹھا لیا بلکہ ان زبانوں کو بھی اٹھا لیا جن میں دونوں کتابیں تورات اور انجیل نازل ہوئی تھیں۔ آج تمام مصر میں ایک گھر میں بھی سریانی زبان نہیں بولی جاتی۔ یہی حال شام کا ہے۔ شام میں کوئی بھی عبرانی زبان نہیں بولتا۔ مصر اور شام دونوں ممالک کے لوگ اب عربی زبان بولتے ہیں۔ یہ حقیقت اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ سچا قرآن پاک عربی زبان میں نازل ہوا اور قرآن پاک کے مطابق سچا مذہب اسلام ہے تو قرآن بھی سچا ہے اور اسلام بھی سچا ہے۔''

''عربوں کو اپنی فصاحت و بلاغت پر ناز، بڑا غرور اور بڑا گھمنڈ تھا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ جو فصاحت و بلاغت ان کے پاس ہے وہ کسی اور کے پاس نہیں۔ وہاں کے سات بڑے شعراء نے سات قصیدے خانہ کعبہ کے دروازے پر لٹکائے ہوئے تھے اور چیلنج کیا ہوا تھا کہ ان کی فصاحت و بلاغت کے مقابلے میں اگر کوئی دعوے دار ہے تو وہ ایسا لکھ کر لائے۔ جب سورۃ کوثر نازل ہوئی جو کہ قرآن پاک سے سب سے مختصر سورۃ ہے تو سردار الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس سورۃ کو لکھ کر خانہ کعبہ کے دروازے پر لٹکا دو۔ وہ ساتوں شاعر زندہ تھے۔ جب ان شعراء نے اس سورۃ کو پڑھا تو انہوں نے اپنے اپنے قصیدے اتار لئے اور گواہی دی کہ اس کلام الٰہی کے مقابلہ میں ان کی زبان دانی اور فصاحت و بلاغت کچھ بھی نہیں۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

"بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن پاک محض قوانین الٰہی کی کتاب ہے اسے جھاڑ پھونک کیلئے استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ کاش یہ لوگ سورۃ بنی اسرائیل کی یہ آیت پڑھ لیتے کہ جس میں کہا گیا ہے کہ قرآن نازل کیا گیا جس میں شفا ہے اور جو مومنین کیلئے رحمت ہے۔ یہ لوگ جڑی بوٹیوں کی تاثیر کو مانتے ہیں۔ جڑی بوٹیوں سے تیار کی گئی دوائیوں کی تاثیر کو تسلیم کرتے ہیں۔ بھنگ اور شراب کی تاثیر تک کو جانتے ہیں مگر قرآن پاک کی آیات کی تاثیر کو کیوں نہیں مانتے؟"

اللہ کی ''ہ'' اور محمدؐ کی ''میم''

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے عقیدت وارادت مندوں سے خطاب کرتے ہوئے ارکان اسلام کے پہلے رکن توحید ورسالت بارے فرمایا کہ:

''اسلام کا پہلا رکن کلمہ توحید و رسالت ہے۔کلمہ شریف کے دو جزو ہیں۔جزواول توحید ہے یعنی لا الہ الا اللہ جبکہ جزودوم رسالت ہے یعنی محمد رسول اللہ۔ان دونوں اجزاء میں کوئی فاصلہ نہیں ہے جیسے ہی لا الہ الا اللہ کی ''ہ'' ختم ہوتی ہے تو محمد رسول اللہ کی ''میم'' شروع ہو جاتی ہے۔

جو شخص صرف لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے وہ موحد تو بن جاتا ہے مگر مومن نہیں بنتا۔مومن تب بنتا ہے جب محمد رسول اللہ پڑھتا ہے۔توحید کے ساتھ ساتھ رسالت کا اقرار بھی ضروری ہے اور جزو لازم ہے۔

کلمہ شریف کے چوبیس حروف ہیں مگر کسی پر نقطہ نہیں۔بارہ حروف جزو اول کے ہیں اور بارہ حروف ہی جزودوم کے ہیں۔ایمان میں دونوں جزو لازم و ملزوم ہیں۔جب تک جزودوم پر ایمان نہ لایا جائے کامل مسلمان نہیں ہوسکتا

۔جزو اول پر تو شیطان بھی ایمان رکھتا ہے۔ وہ اگر نہیں مانتا تو جزو دوم کو نہیں مانتا۔

موحد ہونا تعریف کی بات نہیں ہے بلکہ مومن ہونا قابلِ تعریف ہے۔ پورے قرآن پاک میں کسی جگہ بھی ''اے توحید والو'' کہہ کر نہیں بلایا گیا بلکہ اے ایمان والو کہا گیا ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو دنیا میں مومن ہے وہ موحد بھی ہے مگر ہر ایک موحد، مومن نہیں بن سکتا۔

کلمہ شریف دو اجزاء پر مشتمل ہے اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے پرندے کے دو پر ہوں۔ پرندے کا ایک پر ٹوٹ جائے تو وہ محض ایک پر سے نہیں اڑ سکتا۔ کسی پرندے کے جب تک دونوں پر صحیح سلامت نہ ہوں وہ اڑنے کے قابل نہیں ہوتا اسی لئے ہمارا کلمہ شریف بھی بارگاہِ الٰہی میں اس وقت تک نہیں پہنچتا جب تک اس کے دونوں اجزاء پر کامل یقین واعتقاد نہ ہو۔

اگر غور کیا جائے تو محمد رسول اللہ کے مزید دو جزو ہیں۔ ایک جزو ''محمدؐ'' ہے جبکہ دوسرا ''رسول اللہ'' ہے۔ آپ ﷺ کا اسم مبارک ''محمدؐ'' ہے جبکہ ''رسول اللہ'' آپ ﷺ کا وصف ہے۔ اسے نعت بھی کہتے ہیں کیونکہ وصف ہی نعت کہلاتا ہے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

''یہ بات قابل غور ہے کہ لفظ ''محمدؐ'' کا نام وضع کرنے میں سینکڑوں حکمتیں ہوں گی مگر ایک حکمت جو میری دانست میں افضل ہے وہ یہ کہ اگر کوئی بد

بخت آپ ﷺ کی بے ادبی (معاذ اللہ) کرنا چاہے تو جب آپ ﷺ کا نام مبارک اس کی زبان پر آئے تو نام مبارک آتے ہی اس نام مبارک والے کی تو تعریف ہو جائے اور یوں اس بے ادب کی بے ادبی رائیگاں چلی جائے کیونکہ پہلے تو اس نے تعریف کر دی۔''

اس موقع پر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ سوال بھی کیا کہ:

''آپ ﷺ کا وصف یا نعت ''رسول اللہ'' ہے۔ جو لوگ نعت شریف پڑھنے سے انکار کرتے ہیں وہ ''رسول اللہ'' کیوں کہتے ہیں؟ وہ ''رسول اللہ'' کہہ کر نعت تو پڑھ دیتے ہیں۔ پھر انکار کس بات کا کرتے ہیں؟''

دینِ اسلام کی بنیاد ہی توحید و رسالت پر ہے۔ روزِ محشر سب سے پہلے ایمان کے حوالے سے ہی سوال ہوگا۔ جب اس میں کامیابی مل جائے گی تو پھر کسی اور چیز کے بارے پوچھا جائے گا۔

جس عمارت کی بنیاد ٹھیک نہ ہو گی تو اس پر عمارت کیسے ٹھہر سکتی ہے؟ ہر مومن کا فرض ہے کہ وہ اس بات پر اعتقاد و ایقان و ایمان رکھے کہ اس کا مالک، خالق، رازق سب کچھ اللہ ہی ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ کے رسول ہیں۔ کوئی لاکھ کوشش کاوش کرے بیش از قسمت اور بیش از وقت ایک دانہ بھی نہیں مل سکتا کیونکہ قادر وقدیر اور رازق ورزاق کی مرضی ومنشاء کے بغیر کسی کو کچھ نہیں مل سکتا۔''

معراج کی رات

کلمہ شریف یعنی دین اسلام کے رکن اول کے بعد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اسلام کے دوسرے رکن نماز پر بات کرتے ہوئے اپنے عقیدت وارادت مندوں کو بتایا کہ:

''دین اسلام کا دوسرا اہم رکن نماز ہے۔ ایمان واعتقاد کے بعد عمل کی باری آتی ہے اور سب سے افضل عمل نماز ہے۔ نماز دراصل دنیا داری سے اپنی توجہ ودلچسپی ہٹا کر رب وحدہٗ لاشریک کی بارگاہ میں دل لگانے کا نام ہے۔ نماز کی فکر ہی نماز کی معراج ہے۔ مطلب یہ کہ کوئی شخص اگرچہ اپنی روزی کمانے میں مصروف ہے مگر اس کا ذہن اور اس کا دل نماز کی جانب ہے۔ وہ کبھی گھڑی دیکھتا ہے کہ کہیں نماز کا وقت تو نہیں ہو گیا۔ کبھی سورج کے اتار چڑھاؤ کو دیکھتا ہے کبھی کسی سے وقت پوچھتا ہے وہ سب کچھ محض اس لئے کرتا ہے کہ کہیں اس کی نماز بر وقت ادا ہونے سے نہ رہ جائے۔ اگر کوئی ایسی فکر کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے تو وہ صحیح نمازی ہے ورنہ ایک عادت ورسم کی طرح نماز پڑھ لینا نماز نہیں ہے۔ نماز

ایسے نہیں پڑھنی چاہئے کہ جیسے کوئی بوجھ تھا اور وہ اتار دیا ہے۔ رب کریم و رحیم سے دعا کرنی چاہئے کہ وہ ہم سب کو نماز کی صحیح لگن اور فکر نصیب فرمائے۔"

"معراج کی رات جبکہ آنحضور ﷺ رب العزت کی بارگاہ میں حاضر تھے نماز فرض کی گئی۔ رب وحدہٗ لاشریک نے پچاس نمازیں پڑھنے کا حکم نبیٔ آخرالزماں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی امت کیلئے صادر فرمایا۔ رحمتہ للعالمین ﷺ یہ تحفہ نجات لے کر آئے تو آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ ان کے دریافت کرنے پر آپ ﷺ نے بتایا کہ پچاس نمازوں کی فرضیت کا حکم ملا ہے۔

اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ" آپ ﷺ کی امت پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی۔ آپ ﷺ بارگاہِ رب العزت میں تشریف لے جایئے اور نمازوں کی تعداد کم کرایئے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ پر نبیٔ آخرالزماں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے جب بارگاہِ رب العالمین میں استدعا کی کہ نمازوں کی تعداد کم کی جائے اس لئے کہ آپ ﷺ کی امت اس قدر نمازیں نہیں پڑھ سکے گی تو پانچ نمازیں کم کر دی گئیں۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پتہ چلا کہ محض پانچ نمازیں کم ہوئی ہیں تو انہوں نے آپ ﷺ سے کہا کہ آپ ﷺ کی امت اتنی نمازیں نہیں پڑھ سکے گی۔ آپ ﷺ پھر تشریف لے جایئے اور تعدادِ صلوٰۃ کم کرایئے۔ چنانچہ آپ

ﷺ پھر تشریف لے گئے تو بارگاہِ ایزدی سے پانچ مزید نمازوں کی تخفیف ہو گئی۔

اب پھر وہی بات حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہی۔ آپ ﷺ پھر تشریف لے گئے۔ یوں پانچ پانچ نمازوں کی تخفیف سے باقی پانچ نمازیں رہ گئیں اور اب آنحضور ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہہ دیا کہ اب آپ ﷺ مزید کمی کیلئے نہیں جائیں گے۔

رحمتہ للعالمین ﷺ نے دل میں خیال کیا کہ اگر آپ ﷺ کے امتی پچاس نمازیں پڑھتے تو ان کے درجات کس قدر بلند ہو جاتے۔ اب تو خطرہ ہے کہ دوسرے پیغمبروں کی امتیں جنت میں اعلیٰ و ارفع درجوں پر فائز ہو جائیں گی۔ اس خیال کا آنا تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لے آئے۔ انہوں نے کہا: ''رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا''

یعنی جس نے ایک نیکی کی اسے دس کا ثواب ملے گا۔

یوں سرورِ کائنات ﷺ نے جان لیا کہ آپ ﷺ کی امت پانچ نمازیں پڑھے گی مگر ثواب پچاس نمازوں کا حاصل کرے گی۔

اس موقع پر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ واقعہ سنانے کے بعد کہا کہ:

''مسلمانوں کی کس قدر بدنصیبی ہے کہ پانچ نمازیں پڑھ کر پچاس کا ثواب نہیں لیتے اور اپنے لئے نجات کا سامان پیدا نہیں کرتے۔ کاش مسلمان یہ

سمجھ جائیں کہ مومن اور کافر میں پہلا فرق نماز ہی سے قائم ہوتا ہے۔''

امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے نماز کی اہمیت وضرورت اور فضیلت وفوقیت پر گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے اپنے عقیدت و ارادت مندوں کو تلقین و تاکید کی کہ وہ کسی صورت بھی نماز سے غافل نہ ہوں۔آپؒ نے قرآن پاک کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ رب قادروقدیر کا فرمان ذی شان ہے کہ بے شک اللہ جل شانہ، کا ذکر دلوں کو اطمینان بخشتا ہے اور یہ کہ سب سے افضل ذکرنماز ہی ہے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قرآن پاک میں ارشادرب العزت ہے کہ ''اقیموا الصلوٰۃ ولا تکونو من المشرکین''یعنی نماز قائم کرو اور مشرک نہ بنو۔مطلب یہ کہ نماز پڑھنے والا ہی مومن ہوسکتا ہے جبکہ مشرک نماز نہیں پڑھتا۔

شیطان سے ملاقات

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بتایا کہ ایک دفعہ ایک بزرگ کی ملاقات شیطان سے ہوئی تو شیطان نے کہا کہ اس نے ایک سجدہ نہیں کیا تھا تو وہ ملعون ٹھہرا مگر جو لوگ ایک ہی دن میں فرض ہونے والے کئی سجدے نہیں کرتے وہ کس درجہ کے ملعون ہوں گے! بقول شاعر ؎

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے بتایا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے استادِ معظم کو رب حیّ وقیوم نے لمبی عمر سے نوازا تھا۔ انہوں نے ایک سو بیس سال عمر پائی۔ آپؒ کے استادِ محترم نے ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا کہ وہ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ ان سے نصیحت و ہدایت حاصل کر سکیں۔ آپؒ کے استادِ معظم کے پیر و مرشد ذات کے مغل تھے جبکہ استادِ معظم کا تعلق خاندانِ سادات سے تھا۔ استادِ معظم کے پیر و مرشد نے استادِ معظم سے

پوچھا:

''صاحبزادہ! رب العزت کی بارگاہ میں کتنی نمازیں ادا کرتے ہو؟''

استادِ معظم نے جواب دیا کہ:

''میں باقاعدگی کے ساتھ پانچ نمازیں ادا کرتا ہوں اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا۔''

استادِ معظم کے پیرومرشد نے اپنے مرید خاص کی طرف نظر خاص سے دیکھا اور فرمایا:

''صاحبزادہ! دیکھو میں ذات کا مغل ہوں اور نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اک ادنیٰ امتی ہوں۔ میں بھی پانچ نمازیں پڑھتا ہوں اور تم سید اور آلِ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ہو کر بھی پانچ وقت کی نماز ادا کرتے ہو۔ میں تمہارے پیرومرشد ہونے کے حوالے و ناتے سے تمہیں ہدایت دیتا ہوں کہ تہجد اور اشراق کو ملا کر سات نمازیں ادا کیا کرو اور ان کی ادائیگی میں وقت کا خاص خیال رکھنا۔ ہر نماز کو عین وقت پر ادا کرنا۔''

سات نمازیں

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے استادِ معظم نے بتایا کہ:

''اپنے پیرومرشد کی ہدایت و نصیحت کے بعد اب تک سو برس کی مدت ہو

چکی ہے۔ ایک صدی گزر گئی ہے مگر اس تمام صدی کے دوران میں نے سات نمازوں میں سے ایک بھی قضا نہیں ہونے دی۔ ہر نماز بر وقت ادا کی ہے اور پوری پابندی و تسلسل کے ساتھ ادا کی ہے۔ یہ سب رب کریم و عظیم کی توفیق سے ہوا ہے جو اس کی مجھ پر سب سے بڑی عطا ہے۔"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے استادِ معظم کا واقعہ بتانے کے بعد فرمایا:

"یہ ہے نماز اور یہ ہے نماز کی قدر و قیمت کا احساس اور ایک ہم ہیں کہ جب چاہا نماز قضا کر لی۔ جب چاہا نماز پڑھ لی۔ وقت بے وقت کی ادائیگی کو معمول بنالیا۔ دنیا کے کام کاج میں مشغول و مستغرق رہے اور رب العزت کی بارگاہ میں حاضری کو اہمیت نہ دی۔ ہماری ترجیحات بدل گئی ہیں۔ ہم دنیا کو دین پر ترجیح دینے لگے ہیں حالانکہ توازن کے ساتھ دین و دنیا دونوں کو ان کی اہمیت و افضلیت کے مطابق ساتھ ساتھ چلایا جا سکتا ہے تاہم مومن کی شان یہی ہے کہ وہ دین کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے۔ دنیاوی ضروریات و خواہشات کو قربان کرتا ہے اور آخرت کے سامان کیلئے بھرپور کوشش و کاوش کرتا ہے کیونکہ فلاح کا راستہ صرف اور صرف یہی ہے۔"

ناک کٹی لونڈی

اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے احادیث نبوی ﷺ کا حوالہ دیتے ہوئے اپنے عقیدت و

ارادت مندوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''نماز محض سجدوں کا نام نہیں۔صرف ادائیگی نہیں بلکہ پرخلوص بندگی کا نام ہے۔جس شخص کی نماز میں حضور قلب نہ ہو وہ نماز اس کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔حدیث پاک ہے کہ ''لاصلوٰۃ الا بحضور القلب''

جس نماز کی ادائیگی میں خشوع و خضوع نہ ہو۔مکمل توجہ و دلچسپی نہ ہو۔دھیان رب ذوالجلال کی جانب نہ ہو وہ نماز قبولیت کا مرتبہ حاصل کرنے میں ناکام رہتی ہے۔رب وحدہٗ لاشریک کو خلوص نیت اور خود سپردگی چاہیے۔بندگی کا حق یہ ہے کہ اسے مکمل شرعی تقاضوں کے ساتھ پورا کیا جائے۔کسی قسم کی کوتاہی یا لغزش وغفلت اچھے اعمال کو بے اجر و بے صلہ کرسکتی ہے۔

جس طرح کسی بادشاہ کو ناک کان کٹی لونڈی پسند نہیں ہے اسی طرح شہنشاہوں کے شہنشاہ رب قادر وقدیر کو بھی ناک کان کٹی نماز ہرگز پسند نہیں اور ناک کان کٹی نماز وہی ہوتی ہے جس میں خود سپردگی نہ ہو۔جس میں خلوص وایثار نہ ہو۔جو محض دکھاوے کیلئے ہو جو محض ادائیگی برائے ادائیگی ہو۔جو بندگی برائے خوشنودیٔ خدا نہ ہو اس کی بندگی کا کوئی فائدہ نہیں۔بندگی کی صحیح ادائیگی نہ کرنے والے کو جزا کی بجائے سزا ملتی ہے۔اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی نمازوں کو درست کرلیں۔اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ ہے کہ ''من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر'' یعنی جس نے جان بوجھ کر بالارادہ اور دیدہ ودانستہ نماز ترک کر

دی وہ کافر ہو گیا۔''

فوت شدہ تکبیر اولیٰ؟

قبلۂ عالم، امیرِ ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے صلوٰۃ کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے احادیث مبارکہ کے اور بھی حوالے دیئے اور فرمایا کہ:

''ایک دفعہ نبیٔ آخر الزماں حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے پوچھا کہ اگر کسی شخص کے گھر کے دروازے کے سامنے نہر رواں دواں ہو اور وہ شخص دن میں پانچ بار اس میں غسل کرے تو کیا اس کے جسم پر میل باقی رہے گی؟

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے عرض کی کہ جو شخص دن میں پانچ بار غسل کرے گا تو اس کے جسم پر تو ذرا بھر بھی میل نہیں رہے گی۔ ہادیٔ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی صورتِ حال اس شخص کی ہے کہ جو پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہے تو اس کے گناہوں کی میل بھی دھل جاتی ہے اور وہ صاف ستھرا ہو جاتا ہے۔

اسی طرح ایک موقع پر جبکہ سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں جلوہ افروز تھے تو ایک صحابیؓ حاضر ہوا۔ وہ سخت حیران و پریشان اور غمزدہ و نم دیدہ تھا۔ رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے حیرانی و پریشانی کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ اس کے پاس چالیس اونٹ تھے جن پر مال تجارت لدا ہوا تھا۔ وہ اس مال کی فروخت کیلئے جا رہا تھا کہ راستے میں ڈاکوؤں نے آلیا۔ وہ اس سے اونٹ بھی

تمام کے تمام چھین کر لے گئے اور سارا مال تجارت بھی لے گئے اس لئے وہ پریشان وافسردہ تھا۔ معلم کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری حیرانی وپریشانی دیکھ کر یہ سمجھا کہ شاید امام کے ساتھ تمہاری تکبیر اولیٰ فوت ہوگئی ہے۔

اور پھر ہادیٔ کون ومکاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بادشاہ کی ساری بادشاہت جاتی رہے تو اس کا اتنا صدمہ نہیں ہوسکتا جتنا کہ ایک مومن و مسلمان کو اس کی امام کے ساتھ تکبیر اولیٰ کے فوت ہونے کا ہوسکتا ہے۔''

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مشاہدے کے حوالے سے بتایا کہ:

''پنجاب کے رہائشی ایک بزرگ سید احمد شاہ پنجاب سے ہجرت کر کے مکہ معظّمہ چلے گئے۔ وہاں انہوں نے چالیس سال تک امام کے پیچھے پہلی صف میں کھڑے ہو کر نماز پنجگانہ ادا کی مگر چالیس برس کے دوران ایک دن اور ایک وقت بھی امام کے پیچھے ان کی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔ پھر سید احمد شاہ کو رب العزت نے عزت بخشی تو وہ مدینہ منورہ رہائش پذیر ہوئے۔ وہاں بھیؔ چالیس برس تک قیام کیا اور ان چالیس برسوں میں ہر نماز امام کے پیچھے پہلی صف میں ادا کی اور اس شان سے ادا کی کہ کسی ایک وقت بھی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔

قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے بتایا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے جب 1310 ہجری میں پہلی بار مدینہ منورہ حاضری دی تو آپ رحمتہ

اللہ علیہ کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے سید احمد شاہ کے ساتھ کھڑے ہو کر نمازیں ادا کیں اور کبھی بھی تکبیر اولیٰ فوت نہ ہونے دی۔ یہ سب رب کریم ورحیم کا فضل وکرم ہے۔ اسی کی مرضی ومنشاء ہے کہ وہ جسے چاہے اپنی عطاونوازش سے سرفراز فرمادے مگر یہ عطا بھی اکثر انہی کا مقدر ٹھہرتی ہے جو اپنے عمل سے اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کرنے کی سعی کرتے ہیں۔

دوسرا گواہ

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا اور اپنے عقیدت وارادت مندوں کو بتایا کہ ایک روز آپ رحمتہ اللہ علیہ کے استادِ مکرم حافظ عبدالوہابؒ نے کہا کہ جب وہ غسل کرتے ہیں تو ان کے جسم پر میل نہ ہونے کی وجہ سے رتی بھر بھی میل نہیں اترتی مگر یہ ضرور ہے کہ ان کا جسم ہلکا پھلکا ہو جاتا ہے اور وہ فرحت وتازگی محسوس کرتے ہیں۔ یہ تو وہ فرحت وتازگی ہے جو عام غسل کرنے سے حاصل ہوتی ہے مگر نماز پڑھنے سے جس شخص کے دل کا میل اتر جائے۔ گناہوں کا بوجھ ختم ہو جائے تو اس کی فرحت وشادمانی اور مسرت وراحت کی کیا حالت ہوگی!

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

"حدیث پاک میں ہے کہ ایک روز معلم کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے فرمایا کہ اگر تم لوگوں کو اتنا علم ہو جائے کہ امام کے دائیں جانب کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں کس قدر ثواب و

برکات ہیں تو تم میں سے ہر کوئی اس جگہ کے حصول کی خواہش و کوشش کرے گا حتیٰ کہ تمہیں آپس میں قرعہ اندازی کرنا پڑے گی۔

قبلۂ عالم، امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے نماز کی اہمیت و افضلیت پر روشنی ڈالتے ہوئے مزید فرمایا کہ:

''حضرت امام اعظم، امام ابو حنیفہؒ کا فرمان ہے کہ ایک نماز اگر کسی شخص سے قضا ہو جائے تو اسے قید خانے میں ڈال دینا چاہئے جبکہ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایک نماز کو قضا کرنے والے کو قتل کر دینا چاہئے جبکہ میں اتنا کہتا ہوں کہ مقدمہ کا فیصلہ کرنے کیلئے دنیاوی حاکم دو گواہوں کی شہادت کو ضروری سمجھتا ہے۔ مسلمان ہونے کے متعلق صرف اتنا اقرار کر لینا کہ میں وحدانیت و رسالت پر یقین اکمل و کامل رکھتا ہوں ایک گواہ ہے۔ جبکہ دوسرا گواہ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ہے۔''

قلبِ سلیم

حضرت پیر جماعت علی شاہؒ نے فرمایا کہ:

''رب کائنات نے قرآن مجید فرقان حمید میں واشگاف و واضح الفاظ میں اعلان فرمایا ہے کہ

یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم

یعنی روزِ قیامت تمہیں تمہارے مال اور بیٹے کوئی نفع نہیں دیں گے لیکن جو شخص قلبِ سلیم لے کر ہماری بارگاہ میں حاضر ہو گا تو وہ اسے نفع دے گا۔

اکثر مفسرین نے قلبِ سلیم کی جو وضاحت کی ہے اس کے مطابق قلبِ سلیم وہ دل ہے جو صحیح و سالم، تندرست و صحتمند اور دنیاوی آلائشوں سے پاک صاف ہو۔ جو دل بیمار ہوگا وہ کسی صورت بھی نفع بخش نہیں ہوگا اور بیمار دل وہ ہوتا ہے جسے مختلف قسم کی بیماریاں لاحق ہوں۔

شیخ چلی کی جیب میں دو پیسے

ان قلبی بیماریوں میں سب سے بنیادی اور بڑی بیماری ''حدیثِ نفس'' ہے۔

اس کی وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ ایک روز شیخ چلی نماز ادا کر رہا تھا۔ اس وقت اس کی جیب میں دو پیسے تھے۔ نماز کی ادائیگی کے دوران اسے خیال آیا کہ وہ ان دو پیسوں کے انڈے خریدے گا۔ دو انڈوں سے دو مرغیاں پیدا ہوں گی۔ یہ مرغیاں انڈے دیں گی تو پھر ان انڈوں سے اور مرغیاں ہوں گی۔ یوں اس کے پاس اتنی مرغیاں ہو جائیں گی کہ وہ ان مرغیوں کو فروخت کر کے اس قیمت سے ایک عدد بکری خرید لے گا۔ وہ بکری یقیناً دو بچے دے گی۔ یوں وہ بچے بڑے ہو کر بکریاں بنیں گی تو ان سے اور بکریاں ہوں گی۔ اس طرح اس کے پاس بکریوں کا اچھا خاصا بڑا ریوڑ جمع ہو جائے گا۔

اب وہ ایک امیر شخص ہوگا۔ وہ چند بکریاں فروخت کر کے شادی کرے گا۔ رب کریم و کردگار اسے دو بیٹوں سے نوازے گا۔ وہ اپنے ان دو بیٹوں کے

نام عبدالرحمٰن اور عبداللہ رکھے گا۔ بڑے بیٹے عبداللہ کو عربی کی تعلیم دلوائے گا۔ مولوی فاضل کا کورس کرائے گا جبکہ چھوٹے بیٹے عبدالرحمٰن کو انگریزی کی تعلیم دلوائے گا۔

اس کے بعد جب وہ دونوں بیٹے اپنی اپنی تعلیم مکمل کرلیں گے تو کچھ ایسا ہوگا کہ بڑا بیٹا عبداللہ جب گھر آئے گا تو اس نے عربی لباس زیبِ تن کیا ہوگا اور تمام گھر والوں کو آتے ہی السلام علیکم کہے گا جبکہ چھوٹا بیٹا انگریزی لباس میں گھر میں داخل ہوگا تو سب گھر والوں کو گڈ مارننگ، گڈ ایوننگ کہے گا۔

اس خیال کے آتے ہی شیخ چلی کی ہنسی نکل گئی۔ وہ اپنی ہنسی پر قابو نہ رکھ سکا اور دورانِ نماز کھلکھلا اٹھا۔ شیخ چلی کے قریب ہی جو شخص نماز پڑھ رہا تھا وہ مضطرب سا ہوا۔ اس نے نماز ختم ہونے کے بعد شیخ چلی سے کہا کہ

''میاں! تمہاری تو نماز ٹوٹ گئی ہے۔ تم نے نماز کے دوران کھلکھلا کر اپنی نماز فوت کرلی ہے۔ اب دوبارہ سے نماز ادا کرو۔''

شیخ چلی نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا:

''بھائی جی! نماز تو ٹوٹی ہی ہے۔ میرا تو گھر بار ٹوٹ گیا ہے۔ میں نے کس قدر خوبصورتی کے ساتھ اپنا گھر بنایا، سجایا اور سنوارا تھا۔ وہ گھر اب مکمل ہو چکا تھا۔ میرے دونوں بیٹے پڑھ لکھ کر اپنی تعلیم مکمل کر چکے تھے مگر میری ہنسی نے میرا سارا خیال، میرا سارا خواب چکنا چور کر دیا ہے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے عقیدت و ارادت

مندوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''آپ لوگ حیران ہوں گے اور یقیناً حیران ہوں گے کہ یہ شیخ چلی کون تھا۔ اگر ہم سب غور کریں تو حقیقت یہی ہے کہ ہم سب شیخ چلی ہیں۔ اور یہی ہمارے نفس کی سوچ ہی ''حدیث نفس'' کہلاتی ہے۔ جب تک ہم اپنے اندر سے شیخ چلی کو نکال کر مار نہیں دیتے ہماری کوئی نماز کامل نہیں ہوسکتی۔''

خناس کی شرارت

''یہاں میں یہ بات عرض کردوں کہ میں نے جس بیماری کا نام ''شیخ چلی'' یا ''حدیث نفس'' بتایا ہے اسے قرآن پاک ''خناس'' کہتا ہے۔ قرآن حکیم میں رب کریم ورحیم ہمیں دعا کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

من شر الوسواس الخناس O الذی یوسوس فی صدور الناس O من الجنة و الناس

یعنی ''خناس'' کے وسوسوں کی شرارت سے بچا جو کہ وسوسہ ڈالتا ہے لوگوں کے دلوں میں، جنات میں سے اور آدمیوں میں سے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس فلسفہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شیخ چلی کو کیسے مارا جائے کیونکہ جب تک شیخ چلی نہ مرجائے حقیقی نماز نصیب نہیں ہوسکتی۔ اور یاد رکھیے کہ شیخ چلی خود نہیں مرسکتا جب تک اس کو کوئی مارنے والا نہ ہو اور شیخ چلی اس وقت تک نہیں مرسکتا جب تک

کسی پیر و مرشد کی سرپرستی حاصل نہ ہو اور وہ اپنے مرید کو حقیقی نماز پڑھنے کا سبق نہ سکھائے۔ جب حقیقی نماز آ جاتی ہے تو پھر شیخ چلی اور ''خناس'' خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ آج تک جتنے اولیاءاللہ گزرے ہیں وہ سب کسی نہ کسی پیر و مرشد کی خدمت میں حاضری دے کر حقیقی نماز پڑھنے کا سبق حاصل کرتے رہے۔ تب جا کر وہ ولایت کے درجہ 'کمال پر پہنچے''۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے نماز کی اہمیت و افضلیت کو محض ایک ہی جملے میں بیان کر کے اسے مقولے اور ضرب المثل کی حیثیت دے دی۔ آپؒ نے کس قدر لاجواب بات کی کہ

''سر خاک پر رکھ کر انسان پاک ہو جاتا ہے۔''

اسی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

''نماز و روزہ و حج ایسے ہیں جیسے زمین میں ہل چلایا جائے جبکہ زکوٰۃ اس میں بیج ڈالنا ہے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ ''جسم برتنے کیلئے دیا گیا ہے نہ کہ پالنے اور موٹا کرنے کیلئے عطا کیا گیا ہے۔ جسم کا برتنا یہی ہے کہ انسان پانچ وقت کی نماز ادا کرے۔ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ محض چند روزہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ چند روز بھی نہ ہو تو پھر انسان کس زعم میں نماز سے غافل رہتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی یاد سے منہ موڑتا ہے۔ ہماری زندگی کا صرف ایک ہی نعرہ ہونا چاہیئے کہ:

''جان جائے تو جائے پر نماز نہ جائے۔''

قبلۂ عالم، امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

''یاد رکھو پیر و مرشد کیلئے، رہبر و رہنما کیلئے بلکہ ہر انسان کیلئے علم کا بقدر ضرورت سیکھنا فرض ہے۔ جو شخص نماز حقیقی نہیں سیکھے گا وہ ''خناس''، ''شیخ چلی'' یا ''حدیث نفس'' کی بیماری میں مبتلا رہے گا اور اس کی نماز اسے مطلقاً فائدہ و خوشی نہ دے سکے گی۔''

ذکرِ اکبر نماز کو قائم دائم رکھنے والوں کا بعض اوقات مخلوق خدا کے سامنے یہ حال ہوتا ہے کہ پہننے کو کپڑے نہیں ہوتے۔ جسم خاک آلود ہوتا ہے۔ دروازوں سے انہیں باہر کر دیا جاتا ہے مگر رب قادر و قدیر کے دربار ذی شان میں ان کی یہ قدر و قیمت ہوتی ہے کہ جو ان کی زبان سے نکلتا ہے رب وحدہٗ لاشریک اسے عملی شکل دے دیتے ہیں۔

قرآن حکیم میں رب کارساز و کردگار کا حکم ہے کہ:

''یا ایھا الذین امنو اا ذکرو ا اللہ ذکراً کثیرا

یعنی اے لوگو! ایمان والو! اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو۔

اور چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا افضل و اکبر ذکر نماز ہے اس لئے سنن و نوافل میں اس قدر مشغول ہو جاؤ کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہنے لگیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا افضل و اکبر ذکر نماز پڑھنے والا جس زمین پر بیٹھ جائے یا جس زمین پر گزر جائے وہ زمین اس بات پر فخر و ناز کرتی ہے کہ اس کے اوپر اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر کرنے والا ہے۔

اس شخص کا دل جو رب کریم و عظیم کا ذکر کرتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا اس کی مثال زندہ و مردہ کی ہے۔ نماز پڑھنے والے کا دل زندہ ہوتا ہے جبکہ بے نمازی کا دل مردہ ہوتا ہے۔

گھوڑے کی فکر

قبلۂ عالم، امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ذکر الٰہی کے ضمن میں نماز کی فرضیت و اہمیت اور اس حوالے سے اطمینان قلب کی بات کرتے ہوئے اپنے عقیدت و ارادت مندوں سے فرمایا کہ:

''ایک شخص نماز نہیں پڑھتا تھا اور بے قرار و بے سکون رہتا تھا۔ اسے چین و آرام کی تلاش تھی۔ اس نے ایک آدمی کو ایک خوبصورت گھوڑے پر سوار دیکھا کہ وہ بڑے فخر و شان کے ساتھ گھوڑے کو اڑائے لئے جا رہا ہے۔ اس نے سمجھا کہ گھڑ سواری میں قرار و سکون ہے۔ اس نے ایک گھوڑا خریدا اور اس میں اطمینان قلب تلاش کرنے کی کوشش کی مگر وہ اپنی اس کوشش میں ناکام رہا۔

ہوا یوں کہ اسے اطمینان قلب ملنے کی بجائے الٹا فکر لاحق ہو گئی کیونکہ پہلے تو اسے محض اپنی جان کی فکر تھی۔ اپنے کھانے پینے اور آرام وغیرہ کا خیال تھا مگر اب اسے اپنی فکر کے ساتھ ساتھ گھوڑے کی جان کی بھی فکر لاحق ہو گئی۔ گھوڑے کی خوراک، اس کے باندھنے کا انتظام، اس کی صفائی ستھرائی کے اہتمام کے ساتھ ساتھ اس کے قیام کیلئے علیحدہ جگہ کا انتظام بھی کرنا پڑا۔ وہ گھوڑا خرید کر دہری پریشانی میں مبتلا ہو گیا۔ تب اسے کسی نے بتایا کہ اصل اطمینان

قلب تو صرف اور صرف ذکرِ الٰہی میں ہے اور سب سے افضل و اکبر ذکر نماز ہے۔یوں جب اس نے نماز پڑھنا شروع کی تو اس کے تمام تفکرات جاتے رہے۔رب رحمٰن ورحیم کی افضل ترین نعمت اطمینان قلب ہے اور اطمینانِ قلب ذکرِالٰہی سے ملتا ہے۔''

مزدوری کا ثمر

قبلۂ عالم، امیرِ ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ذکرِ اکبر نماز کے حوالے سے اپنے عقیدت و ارادت مندوں کو ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ:

''ایک دفعہ ایسا ہوا کہ لاہور شہر میں دو شخص بازار میں اکٹھے جا رہے تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔وہ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ انہیں اذان کی آواز سنائی دی۔قریب ہی مسجد تھی۔ان دونوں میں سے ایک شخص لپک کر مسجد میں داخل ہو گیا جبکہ دوسرا مسجد کے باہر کھڑا رہا اور نماز کی ادائیگی کیلئے مسجد میں داخل نہیں ہوا یعنی اس نے نماز ادا نہ کی۔

جب مسجد کے اندر جانے والا شخص نماز کی ادائیگی کے بعد باہر آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کا دوسرا ساتھی مسجد کے باہر کھڑا تھا۔اس نے اس شخص سے کہا کہ ''تم بھی مسجد کے اندر آجاتے اور نماز پڑھ لیتے تو کس قدر بہتر ہوتا!''

بے نمازی نے کہا ''تم جو اندر گئے۔وضو کیا۔نماز پڑھی تو تمہیں اندر سے کیا مل گیا۔مجھے دکھاؤ تم اندر سے کیا لے کر آئے ہو۔جیسے گئے تھے ویسے ہی آ

گئے ہو۔خوامخواہ کی کوفت اٹھائی ہے۔''

نماز ادا کرنے والے شخص نے اپنے ساتھی سے کہا:

''کوفت میں نے نہیں اٹھائی کوفت تم نے اٹھائی ہے۔تم نے نماز نہ پڑھ کر رب کریم ورحیم کے ذکر سے منہ موڑا ہے۔رب وحدہٗ لاشریک کی نعمت سے فائدہ نہیں اٹھایا۔اس کے باوجود بھی مجھ سے پوچھتے ہو کہ مجھے اندر جا کر کیا ملا ہے؟ میں تمہیں اس کی مثال اس طرح دیتا ہوں کہ کسان فصل حاصل کرنے کیلئے سب سے پہلے کھیت میں بیج بوتا ہے۔اگر اس لمحے اس سے پوچھا جائے کہ اسے کیا فائدہ ہوا ہے؟ تو وہ اس وقت کیا بتائے گا؟ وہ تو محض اتنا ہی کہے گا کہ اس نے ابھی بیج بویا ہے۔اس کی فصل ایک مقررہ عرصہ کے بعد ہی ملے گی تب اس سے اگر پوچھا جائے گا کہ کیا فائدہ حاصل ہوا تو وہ بتائے گا کہ اسے کس قدر فصل حاصل ہوئی ہے۔یہی صورتِ حال میری ہے۔میں ابھی کھیت میں بیج ڈال رہا ہوں اور جب رب کریم ورحیم مجھے پیداوار کے دنوں میں فصل دے گا تو یقیناً پھر میں تمہیں بتا سکوں گا کہ مجھے مسجد میں جا کر نماز ادا کرنے سے کیا حاصل ہوا ہے!''

''یاد رکھو کہ ہر کام اور ہر عمل اور ہر کاروبار اور محنت ومزدوری کا ثمر اسی لمحے حاصل نہیں ہو جاتا۔محنت کا ثمر محنت کی تکمیل کے بعد ہی ملتا ہے جس طرح کسان بیج بونے، پانی ڈالنے اور کھیت کی دیکھ بھال کرنے کے بعد اس کا پھل حاصل کر سکتا ہے۔''

نماز پڑھنے والے شخص سے بے نمازی نے پوچھا:

''اچھا یہ بتاؤ کہ تمہاری نماز قبول بھی ہوئی ہے یا نہیں؟''

بے نماز کو نماز ادا کرنے والے شخص نے بے ساختہ جواب دیا کہ:

''میری نماز کو قبولیت ملی تھی تو مجھے توفیق بخشی گئی کہ میں نے نماز ادا کر لی جبکہ تمہیں نماز پڑھنے کی توفیق نہ ہوئی۔''

قبولیتِ حج

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے عقیدت و ارادت مندوں سے کہا کہ:

''کسی نیک کام کی توفیق و استطاعت حاصل ہونا ہی اس بات کی علامت ہے کہ تمہارا وہ عمل بارگاہِ رحمٰن و رحیم میں قبولیت حاصل کر چکا ہے۔ رب تعالیٰ جل شانہٗ کی ذات علیم بذات الصدور ہے۔ جیسی نیت ہو ویسا پھل ملتا ہے۔ تمام اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ ایک دفعہ میں حج پر گیا تو وہاں مجھ سے ایک حاجی نے پوچھا کہ آیا میرا حج قبول ہو گیا؟ میں نے اس سے کہا کہ حج قبول کیا تھا تو مجھے گھر سے بلایا تھا حالانکہ میرے پاس نہ تو زادِ راہ تھا اور نہ ہی اور کوئی ذریعہ تھا کہ میں حج کے اخراجات کر سکتا۔ مگر اس رب رحیم و کریم نے اپنی قدرت سے خود بخود ایسا انتظام و اہتمام فرما دیا کہ خزانہ غیب سے تمام وسائل مہیا فرما دیئے۔ یوں مجھے یہاں آنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ جس ذات پاک نے وسائل پیدا کئے اور مجھ بے توفیق کو توفیق بخشی تو وہ میرا حج قبول کیوں نہ کرے گی؟ حج بالکل قبول ہو گیا ہے۔''

کشتی پار لگے یا ڈوب جائے

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

''تمام عبادات میں سب سے بزرگ عبادت ذکرِ الٰہی ہے۔ یہ وہ عبادت ہے جو شہادت سے بڑھ کر ہے۔ رب کریم ورحیم نے انسان کو جس قدر نعمتوں سے نوازا ہے ان سب نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت اطمینان قلب ہے اور اطمینان قلب محض ذکرِ الٰہی سے ملتا ہے جبکہ نماز افضل ترین ذکرِ الٰہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو اطمینان قلب نماز کی ادائیگی سے ملتا ہے وہ ناقابل بیان ہے۔''

''سب لوگ اس بات سے بخوبی آگاہ وآشنا ہیں کہ دریا کے اندر کشتی پانی کے اوپر رہتی ہے۔ پانی جس قدر زیادہ ہوگا کشتی اتنی ہی آرام سے آگے بڑھے گی۔ اگر وہی پانی کشتی کے اندر آجائے تو کشتی تیرنے کی بجائے ڈوب جائے گی۔ انسان کا دل بھی کشتی ہی کی طرح ہے جبکہ اس دنیا کے رنج وغم پانی کی مثل ہیں۔ اگر انسان اپنے دل کے اندر دنیا کے رنج وغم کو جگہ دے گا تو اس کی کشتی

ڈوب جائے گی لیکن اگر وہ دل میں یادِ الٰہی کو جگہ دے گا تو اس کی کشتی تیرتی رہے گی۔ اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ ذکرِ خدا سے اپنی کشتی پار لگاتا ہے یا ذکرِ دنیا سے اپنی کشتی ڈبوتا ہے۔''

ساڑھے تین کروڑ بار

قبلۂ عالم، امیرِ ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے عقیدت و ارادت مندوں کو بتایا کہ:

''ذکرِ الٰہی دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک زبان کے ذریعے جبکہ دوسرا دل کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ زبان سے اللہ کا لفظ ایک دفعہ ادا ہوا تو وہ ایک دفعہ اور ایک بار ہی گنتی ہوگا۔ وہ ایک سے دو نہیں ہوسکتا مگر جب اللہ کا لفظ دل سے ادا کیا جائے۔ دل سے یاد کیا جائے تو اس کی تعداد تین کروڑ پچاس لاکھ جا پہنچتی ہے اس لئے انسانی جسم کی رگوں کی تعداد ساڑھے تین کروڑ ہے اور تمام رگیں دل کے ساتھ مربوط و منسلک ہوتی ہیں۔ ایک دفعہ دل سے جب اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو ساری رگیں بھی اللہ کا نام لیتی ہیں۔ یوں دل سے ایک دفعہ اللہ کہا ہوا ساڑھے تین کروڑ گنا ہو جاتا ہے۔ اور یہ کہ دل کی خوبصورتی و پاکیزگی اور صیقل کیلئے رب کریم ورحیم کے ذکر کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے۔ جو شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے تو رب ذوالجلال اس کے ساتھ شیطان مقرر کر دیتے ہیں جو اسے مسلسل تباہی کے گڑھے میں دھکیلتا رہتا ہے۔''

''صوفیائے کرام نے تو یہاں تک کہا ہے کہ انسان چوبیس گھنٹوں کے

شب وروز میں چوبیس ہزار بار سانس لیتا ہے۔ انسان پر لازم ہے کہ وہ ہر سانس پر ذکر کرے۔''

''رب وحدہٗ لاشریک کی ذات پاک اس قدر رحمٰن ورحیم ہے کہ وہ انسانوں کے نیک اعمال کو بڑھا دیتی ہے۔ جامع مسجد میں نماز پڑھنے سے ایک نماز کا ثواب ستائیس نمازوں کے برابر ملتا ہے۔ خانہ کعبہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر جبکہ مسجدِ نبوی ﷺ میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر عطا ہوتا ہے۔ اسی طرح مسجدِ اقصیٰ میں ایک نماز کا ثواب بیس ہزار نمازوں کے ثواب کے برابر ملتا ہے۔ نمازِ پنجگانہ بندے کا رب سے پانچ بار تعلق جوڑتی ہے یہ دراصل بندے اور مالک وخالق کی ملاقات کا ذریعہ ہے۔''

قبلۂ عالم، امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے نماز کے حوالے سے تاکید وتلقین کرنے کے بعد اسلام کے ایک اور اہم رکن روزہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ:

جنت کا ایک دروازہ ''ریان''

''پہلی پرسش نماز کے بارے ہوگی اس کے بعد روزِ قیامت روزہ کے متعلق پوچھا جائے گا۔ مردوں کیلئے لازم ہے کہ وہ خود بھی روزہ رکھیں اور اپنی بیوی کے ساتھ ساتھ بالغ بچوں کو بھی روزہ رکھوائیں۔ روزِ قیامت روزہ دار کی اک عجب شان ہوگی۔ جنت کا ایک دروازہ جس کا نام ریان ہے اس دروازے میں سے روزہ دار جنت میں داخل ہوں گے۔ روزہ دار کو دو فرحتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک روزہ افطاری کرتے وقت ہوتی ہے۔ وہ اس وجہ سے نہیں ہوتی کہ سارا دن بھوکا رہنے کے بعد کھانا مل جاتا ہے بلکہ اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اس نے فرمان الٰہی پورا کر دیا۔ اللہ کے حکم کو پورا کیا۔ دوسری فرحت اسے اس وقت ملے گی جب اسے رب قادر وقدیر اپنے دیدار سے مشرف فرمائیں گے۔''

''میں خود ایک دفعہ چند سال پہلے سخت بیمار ہو گیا تھا۔ چلنے پھرنے اور اٹھنے بیٹھنے کی طاقت وسکت اور قوت وہمت نہیں رہی تھی۔ پھر کیا ہوا کہ رمضاب المبارک قریب آ گیا۔ میں نے پورے عزم وارادے اور حوصلہ وجذبہ کے ساتھ

بیماری کے باوجود روزے رکھے اور میں نے پہلے روزے کے روز اپنی جسمانی طاقت کے مقابلہ میں آخری روزہ جسمانی قوت میں کئی گنا اضافہ پایا۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ روزہ اکثر بیماریوں کا علاج ہے۔ روزہ سے جسم اور روح دونوں کی طہارت ہو جاتی ہے۔''

یہودی جنت میں

''ایک بزرگ نے ایک یہودی کو خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں ہے۔ اس سے اس نے دریافت کیا کہ وہ جنت میں کیسے پہنچ گیا تو یہودی نے بتایا کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں ایک دفعہ میرا بیٹا روٹی کھاتے ہوئے باہر آیا تھا تو میں نے اسے تھپڑ رسید کرتے ہوئے سختی سے منع کیا تھا کہ وہ رمضان المبارک کے مہینہ کی تعظیم و توقیر کرے کیونکہ اس ماہ میں مسلمان روزے رکھتے ہیں۔ اگر کھانا ہی ہے تو اندر جا کر کھائے۔ یوں سب کے سامنے باہر کھا کر روزہ کی بے حرمتی نہ کرے۔ یہی ایک نیکی ہے کہ مجھے رب تعالیٰ نے جنت بخش دی۔ اس سے ظاہر ہوا کہ رمضان المبارک کی محض تعظیم و توقیر سے رب رحمٰن و رحیم نے ایک غیر مسلم کو بھی بلند درجہ عطا فرما دیا۔''

''ایک دفعہ ڈاکٹروں کے ایک کمیشن نے متفقہ طور پر یہ تجویز دی تھی کہ جس بیماری کا کوئی علاج نہ مل رہا ہو اس کا علاج سوائے روزے کے اور کچھ نہیں۔''

مال میں برکت

زکوۃ پر بات کرتے ہوئے قبلۂ عالم، امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''زکوۃ ایک ایسا پاکیزہ و پاک لفظ ہے کہ اس کے معنی ہی پاک کرنے کے ہیں۔ جس طرح میلا کپڑا اگر م پانی اور صابن سے دھونے سے صاف ہو جاتا ہے اسی طرح جس مال کی زکوۃ ادا کر دی جائے وہ مال بھی پاک صاف ہو جاتا ہے۔ نماز اور زکوۃ کی 86 مرتبہ قرآن پاک میں تاکید آئی ہے۔ اگر کوئی بادشاہ اپنی رعیت کو کسی کام کے بارے ایک مرتبہ حکم کر دے تو رعیت پر اس کی فرمانبرداری واجب ہو جاتی ہے۔ اور جو شخص بادشاہ کے حکم کو نہ مانے اور حکم عدولی کرے اسے باغی قرار دے کر واجب القتل گردانا جاتا ہے۔''

''جو کوئی کسی بندے کے حکم کی تعمیل نہ کرے تو وہ باغی کہلاتا ہے اور اس کی سزا قتل ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ جو شخص کائنات کے شہنشاہوں کے شہنشاہ، احکم الحاکمین اور مالک الملک کے حکم کی نافرمانی کرے وہ کس درجہ کا باغی اور مجرم ہو

گا۔اور جب وہ احکم الحاکمین ایک مرتبہ نہیں 86 مرتبہ حکم دے اور وہ حکم نہ مانا جائے تو پھر اس کی سزا کتنے گنا ہو جائے گی اور وہ کس درجہ کا مجرم و باغی ہوگا۔"

"ہمیں اس سے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ زکوٰۃ کس قدر اہمیت رکھتی ہے۔رب کریم کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عطا کرنے والی ہے۔رب رازق ورزاق بندے کو دیتے ہیں اور پھر مرضی ومنشاء بھی دیتے ہیں کہ وہ بندہ اس رزق کو جہاں اور جب چاہے خرچ کرے۔تاہم یہ اس پر لازم کیا گیا ہے کہ وہ رب تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال سے سارا سال خرچ کرے اور جب سال بھر خرچ کرنے پر بھی مال بچ جائے تو اس مال کا چالیسواں حصہ مساکین وغرباء میں تقسیم کردے۔

سب مال جو بندے کے پاس ہوتا ہے رب کریم وعظیم کی عطا ہوتی ہے مگر اس کے مال کی زکوٰۃ سے ایک تو اس کا مال پاک ہو جاتا ہے دوسرے غرباء و مساکین اور ضرورت مندوں کی مدد ہو جاتی ہے۔تیسرے مال میں برکت پڑ جاتی ہے ورسب سے بڑھ کر یہ کہ زکوٰۃ ادا کرنے والے شخص کو بے حساب ثواب ملتا ہے۔"

امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے زکوٰۃ کے حوالے سے مزید گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"رب رازق ورزاق نے اپنے بندوں کو خود ہی رزق و مال ومتاع سے نوازا اور پھر حکم دیا کہ اس مال میں سے رب تعالیٰ جل شانہٗ کی راہ میں خرچ

کرو۔ سوچا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ بندہ مال کہاں سے لاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مال اسے رب رازق و رزاق ہی عطا فرماتے ہیں۔ اگر کوئی مالک اپنے غلام کو حکم دے کہ یہ مال لے جا اور مسکینوں، غریبوں میں تقسیم کر دے مگر وہ غلام اپنے مالک کے دیئے ہوئے مال کو غرباء و مساکین میں بانٹنے کی بجائے خود رکھ لے تو وہ کس قدر نافرمان، باغی اور حکم عدولی کرنے والا ہوگا۔"

"سارے قرآن پاک میں رب کریم و عظیم نے کہیں بھی یہ نہیں فرمایا کہ اجمعوا یعنی جمع کرو بلکہ حکم دیا کہ انفقوا یعنی خرچ کرو۔ مطلب یہ کہ رب تعالیٰ کا فرمان ہے کہ دینے والی ذات رب تعالیٰ کی ذات ہی ہے اور وہی ذات ہی حکم دے رہی ہے کہ اس کے دیئے ہوئے میں سے تھوڑا سا اس کی راہ میں بھی خرچ کردو۔ یہ مال تم کہاں سے لائے ہو؟ رب تعالیٰ ہی نے دیا ہے اور پھر یہ کہ رب تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے سات سو گنا ملتا ہے کیونکہ رب تعالیٰ کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہے۔"

لالچی بندر

قبلۂ عالم، امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے زکوٰۃ کے ضمن میں خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ:

"ایک دفعہ مجھے ایک بندر پکڑنے والا ملا۔ اس نے مجھے بتایا کہ جب وہ بندروں کو پکڑتے ہیں تو مکئی کے بہت سارے دانے بھون کر جنگل میں جس جگہ بندروں کا اجتماع ہو وہاں سے تھوڑے فاصلے پر دانے پھینک دیتے ہیں۔ اور پھر

مٹی کی ایک ٹھلیا زمین کھود کر پوری مضبوطی کے ساتھ اس میں گاڑ دیتے ہیں۔ یہ ٹھلیا بھی مکئی کے بھنے ہوئے دانوں سے بھری ہوتی ہے۔ بندر مکئی کے بھنے دانوں کو ازحد پسند کرتے ہیں اور بڑی رغبت وشوق سے کھاتے ہیں۔

اب یہ سب انتظام کرنے کے بعد وہ دور ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور یوں ظاہر کرتے ہیں جیسے وہ وہاں سے چلے گئے ہیں مگر چھپے ہوتے ہیں۔ بندر انہیں غیر حاضر پا کر دانوں کے پاس آتے ہیں اور دانے کھانا شروع کر دیتے ہیں۔ ان بندروں میں سے ایک بندر مٹی کی ٹھلیا میں سے بھی کھانا شروع کر دیتا ہے۔

وہ بندر مٹی کی ٹھلیا میں سے دانے نکال نکال کر کھاتا رہتا ہے اور پھر ایسا ہوتا ہے کہ اس ٹھلیا میں تھوڑے دانے رہ جاتے ہیں۔ مٹی کی ٹھلیا کا منہ اس قدر تنگ ہوتا ہے کہ بغیر دانوں کے اگر اس میں بندر اپنا ہاتھ ڈالتا ہے تو ہاتھ اندر چلا جاتا ہے مگر بھرے ہوئے دانوں کے ساتھ باہر نہیں آسکتا۔

وہ بندر اپنا ہاتھ اندر ڈال کر آخری بچے ہوئے تمام دانے مٹھی میں بھر لیتا ہے اور پھر کوشش کرتا ہے کہ ہاتھ کو باہر لے آئے۔ مگر دانوں کی بھری ہوئی مٹھی کی صورت میں یہ بندر کا ہاتھ مٹی کی ٹھلیا کے تنگ منہ کے باعث باہر نہیں نکل سکتا۔ اب بندر پوری کوشش وکاوش کرتا ہے کہ اس کا ہاتھ مٹھی میں دانوں سمیت باہر آجائے مگر وہ ناکام رہتا ہے تو چیخنا چلانا شروع کر دیتا ہے تاہم وہ مٹھی نہیں کھولتا کہ کہیں دانے نہ نکل جائیں۔"

"اگر بندر مٹھی کھولے تو اسے خطرہ ہوتا ہے کہ دانے واپس مٹی کی ٹھلیا میں

گر جائیں گے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اب دانے اس کی مٹھی میں آ گئے ہیں اب تو وہ انہیں نہیں چھوڑے گا اور قطعی طور پر مٹھی نہیں کھولے گا۔ لاچار و بے بس ہو کر شور مچاتا ہے۔ اس کے شور اور چیخ و پکار کی آواز سن کر شکاری دوڑا ہوا آتا ہے اور بندر کے گلے میں رسی ڈال کر اسے پکڑ لیتا ہے۔ یہ بندر کی خود غرضی اور لالچ کی انتہا ہے کہ وہ پکڑا جاتا ہے مگر چند دانوں کے کھو جانے کے خوف سے مٹھی نہیں کھولتا۔ اگر وہ مٹھی کھول دے اور ان چند دانوں کو خیر باد کہہ دے تو وہ کبھی بھی نہیں پکڑا جا سکتا۔ اس کی حرص و ہوس اور لالچ اسے پکڑوا دیتی ہے۔''

قبلۂ عالم، امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے عقیدت و ارادت مندوں کو تلقین و نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''جو لوگ ایک دفعہ مال مٹھی میں بند کر لیتے ہیں اور پھر اسے کھولنے کا نام نہیں لیتے تو ان کی مثال بھی بندر جیسی ہے۔ وہ بندر کی طرح پھنس کر جان دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ شیطان کے جال میں پھنسنا گوارا کر لیتے ہیں مگر جان جائے پر مال نہ جائے پر عمل کرتے ہوئے اپنی مٹھی نہیں کھولتے۔ جس طرح بندر مٹی کی ٹھلیا میں سے سارے دانے کھانے کے بعد محض اڑھائی فیصد دانے مٹھی میں لے کر اپنی جان کا خطرہ مول لے لیتا ہے اور پکڑا جاتا ہے اسی طرح امیر آدمی بھی سارا مال اپنے پاس رکھنے کے باوجود محض اڑھائی فیصد زکوٰۃ ادا نہ کر کے پھنس جاتا ہے۔''

100 روپے جمع کرنے کی سزا

''حضرت شیخ شبلیؒ بہت نامور ولی اللہ گزرے ہیں۔ آپؒ سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ اگر 100 روپے جمع ہو جائیں تو اس کی زکوٰۃ کس قدر ادا کی جائے۔ آپؒ نے اس شخص سے کہا کہ وہ پورے 100 روپے ہی غرباء و مساکین میں تقسیم کر دے اور اڑھائی روپے اور بھی اس کے علاوہ دے دے۔''

مسئلہ پوچھنے والے شخص نے کہا ''حضرت! یہ کیا بات ہوئی!''

حضرت شیخ شبلیؒ نے اس شخص کی طرف غور سے دیکھا اور زور دے کر فرمایا:

''یہ مزید اڑھائی روپے اور پورا 100 روپیہ تقسیم کر دینا اس بات کی سزا ہے کہ اس نے 100 روپے جمع ہی کیوں کئے تھے؟ پہلے ہی غریبوں اور مسکینوں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کیوں نہ کر دیئے!!''

بمبئی کے تاجر کا واقعہ

اسی طرح امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور واقعہ بتایا کہ:

''بمبئی میں ایک بہت بڑا تاجر رہتا تھا۔ اس نے تجارت کا مال بحری جہازوں کے ذریعے باہر فروخت کیلئے بھیجا ہوا تھا۔ اس مال کی قیمت کوئی سات لاکھ روپے تھی۔ اسے بحری جہاز کے کپتان نے تار کے ذریعے اطلاع دی کہ سمندر میں طوفان آ گیا ہے۔ جہاز کے بچنے کی قطعی امید نہیں۔ اگر چند منٹ یہی

صورت حال قائم رہی تو تمام مال کے ساتھ جہاز پر سوار عملے کے لوگ بھی غرق ہو جائیں گے۔

جب بمبئی کے تاجر کو اس بات کی اطلاع ملی تو اس نے فوری طور پر اپنے عملہ والوں سے کہا کہ دفتری کھاتوں میں دیکھو کہ جو مال بحری جہاز کے ذریعے روانہ کیا گیا تھا اس کی زکوٰۃ ادا کی گئی ہے یا نہیں۔ عملہ کے ذمہ دار کارندوں نے بتایا کہ

''سیٹھ صاحب! زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہے۔''

بمبئی کے تاجر نے کہا ''پھر کوئی خطرہ نہیں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ذی شان ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا ہو اس کا نقصان نہیں ہوتا۔ مجھے کوئی فکر نہیں۔ رب رحمٰن و رحیم سب کچھ ٹھیک فرما دے گا۔''

بمبئی کے تاجر نے اسی وقت وضو کر کے دو رکعت نماز نفل ادا کی اور رب تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ذات پاک اپنا فضل و کرم جاری رکھے۔

اور پھر سب نے دیکھا اور سنا کہ طوفان ٹل گیا۔ بحری جہاز بچ گیا۔ مال محفوظ رہا۔ جب حفظ و امان کی اطلاع ملی تو سیٹھ جی نے پھر دو رکعت نماز نفل ادا کی۔ پوچھنے والوں نے پوچھا: ''سیٹھ جی! آج کی دو رکعت کی سمجھ تو آتی ہے کہ یہ دو رکعت نماز شکرانہ تھی مگر جو دو رکعت نماز نفل آپ نے پہلے ادا کی تھی وہ کیا تھی؟''

بمبئی کے تاجر نے کہا کہ: ''کل جب مجھے جہاز کی نازک صورت حال کی اطلاع ملی تو میں نے اپنے دل کو ٹٹولا تو مجھے کہیں بھی مال کی محبت نہ ملی بلکہ مجھے

مکمل اطمینان اور رب تعالیٰ کی ذات پر یقین ملا۔ میں نے کل بھی نماز شکرانہ کے نفل ادا کئے تھے کہ رب تعالیٰ نے میرے دل میں مال کی محبت نہیں رکھی۔"

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے دین اسلام کے اہم رکن زکوٰۃ کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے اپنے عقیدت و ارادت مندوں کو جو کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی باتوں کو انتہائی انہماک و اشتیاق سے سن رہے تھے بتایا کہ:

"وہ لوگ جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ان کیلئے رب تعالیٰ جل شانہٗ سخت عذاب کی وعید سناتے ہیں۔ ایسے لوگ جو سونا، چاندی چھپا کر رکھتے ہیں اور راہِ خدا میں زکوٰۃ کے حوالے سے خرچ نہیں کرتے تو بروز محشر ان کی دولت کو دوزخ کی آگ میں سرخ کر کے ان کی پیشانیوں پر داغا جائے گا۔ ان کے دونوں پہلوؤں اور ان کی پشت پر دہکتے روپے پیسوں سے عذاب دیا جائے گا اور رب ذوالجلال کے مقرر کردہ فرشتے ان سے یہی سوال کریں گے کہ کیا یہی تمہاری دولت اور روپیہ پیسہ ہے جسے تم گِن گِن کر رکھتے تھے چنانچہ آج اپنی اس جمع شدہ دولت کا مزہ چکھو۔"

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے حاضرین مجلس کو تاکید و تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ جو لوگ اپنے رب کو راضی رکھنا چاہتے ہیں ان پر لازم ہے کہ وہ رب قادر و قدیر کے ہر حکم کی تعمیل و تکمیل کریں۔ بروقت زکوٰۃ کی ادائیگی کریں اور دوزخ کے عذاب سے نجات حاصل کرنے کا سامان

کریں۔

جہاں تک زکوٰۃ کی ادائیگی کے حوالے سے اس بات کا تعین کرنا کہ زکوٰۃ کون ادا کرے گا تو اس حوالے سے امام ابو حنیفہؒ نے واضح طور پر کہا ہے کہ جو مال عورت کے قبضہ میں ہو گا اس کی زکوٰۃ بھی عورت ہی کو ادا کرنا ہو گی اور جو مال کسی مرد کے قبضہ میں ہو گا اس کی زکوٰۃ کی ذمہ داری مرد پر ہی ہو گی۔ سونے چاندی کے جو زیورات عورتوں کے قبضہ میں ہوتے ہیں اور انہی کی ملکیت ہوتے ہیں تو قاعدہ وقانون کے مطابق شرعی زکوٰۃ بھی عورتوں ہی کے ذمہ واجب الادا ہو گی۔

اسی طرح اگر کسی مالدار، صاحبِ حیثیت شخص نے کسی غریب آدمی کو قرض دیا ہوا ہے تو اس کی زکوٰۃ قرض دینے والے پر لازم ہے کیونکہ اس مال کا اصل مالک تو وہی ہے۔ قرض لینے والے پر زکوٰۃ واجب وفرض نہیں ہو گی۔

تمام گوشت، خون خون ہو گیا

زکوٰۃ کی اگرچہ دین اسلام میں بہت اہمیت ہے مگر آج کا مسلمان زکوٰۃ کی ادائیگی کی بجائے سود لینے میں مصروف ہے حالانکہ دین اسلام کی رُو سے سود کی سخت ممانعت ہے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس موقع پر ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

ایک بزرگ ابتدا میں سود کھانے کی بیماری میں مبتلا تھے۔ وہ لوگوں کو ادھار پر رقم دیتے تھے اور پھر اس رقم پر ان سے سود لیتے تھے۔ ایک روز ایسا ہوا کہ وہ اس قصاب سے گھر کیلئے گوشت لے آئے۔ یہ گوشت وہ سود کے طور پر لائے اور اپنی بیگم کو گوشت ہنڈیا میں پکانے کیلئے دیا۔

اس کی بیوی نے ہنڈیا میں گوشت ڈال کر چولھے پر رکھا اور کافی دیر پکاتی رہی۔ جب اس کے پکنے اور تیار ہونے کا وقت آیا تو اس کی بیوی نے دیکھا کہ ہنڈیا میں گوشت غائب ہے جبکہ ہنڈیا خون سے بھری ہوئی ہے۔ تمام گوشت

خون میں بدل چکا تھا۔ اس کی بیوی کو علم تھا کہ اس کا خاوند جو گوشت لایا ہے وہ ضرور سود کے کھاتے میں لایا ہوگا کیونکہ وہ سودی حساب سے قرض دیتا تھا۔ اس کی بیوی سخت غصے میں آ گئی۔ اس نے ہنڈیا زمین پر پٹخ دی تو سارا خون زمین پر بہہ گیا۔

خاوند نے جب یہ صورت حال دیکھی اور اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھی تو اسے ہدایت نصیب ہوئی اور وہ راہِ راست پر آ گیا۔ رب کریم ورحیم نے اسے صراط مستقیم سے سرفراز کیا اور ایسا سرفراز کیا کہ نہ صرف اس کی توبہ قبول فرمائی بلکہ اسے برگزیدہ بندوں میں داخل کیا۔ اس لئے جو لوگ سود کھاتے ہیں انہیں چاہئے کہ وہ اس غلط کاری سے توبہ کر لیں۔ بے شک رب کریم وعظیم کی ذات توبہ قبول کرنے والی ہے۔

یہ ایک سادہ اور عام فہم سی حقیقت ہے کہ جو شخص حرام کھائے گا تو اس کا جسم اس قابل ہو جائے گا کہ اسے دوزخ کی آگ میں جلایا جائے جبکہ جو شخص رزق حلال وطیب کھائے گا تو اس کا جسم اس قابل ہو جائے گا کہ اسے جنت میں داخل کیا جائے۔

نادان مولوی

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بینک کے سود کے حوالے سے دہلی کے ایک نادان مولوی کے بارے بتایا کہ اس نے یہ غلط فتویٰ دیا ہے کہ بینک کا سود جائز ہے جبکہ اس نے اس ضمن میں دلیل یہ دی ہے کہ جو مسلمان سود کا

روپیہ لینے سے انکار کر دیتے ہیں تو اس روپے کو بینک والے عیسائی مشنریوں کو دے دیتے ہیں اور عیسائی لوگ اس رقم کو دینِ اسلام کے خلاف استعمال میں لے آتے ہیں جس سے مسلمانوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ بینک والوں کو اس بات کا موقع ہی نہ دیا جائے کہ وہ سود کا پیسہ عیسائیوں کو دے دیں۔ چنانچہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ سود کا پیسہ اپنے ہی خلاف استعمال ہونے سے روکنے کی خاطر خود وصول کر لیں اور اسے اپنے کام میں لے آئیں۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے مولوی کے فتوئی کو سراسر غلط قرار دیا اور فرمایا کہ جس چیز کو رب کریم وعظیم نے حرام کیا ہے وہ کسی بھی جواز اور کسی بھی دلیل سے حلال نہیں ہو سکتی۔ جو رب العزت کے حرام کو حلال کا درجہ دے وہ قطعی طور پر مسلمان نہیں ہو سکتا۔

سچ ہے کہ کسی بھی بھٹکے ہوئے نفس کیلئے لینا بہت آسان ہے مگر دینا بہت مشکل ہوتا ہے۔ انسان کا دشمن شیطان انسان کے پیچھے لگا رہتا ہے۔ اسے بہکاتا ہے اور راہِ راست سے دور لے جاتا ہے۔

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

''میرے والد محترم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ لوگ لے کر خوش ہوتے ہیں ہم دے کر خوش ہوتے ہیں۔ لوگ کھا کر خوش ہوتے ہیں جبکہ ہم کھلا کر خوش ہوتے ہیں اور یہی دینِ اسلام کی روح بھی ہے اور سنتِ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا بھی۔''

پانچ روپے کفن دفن کیلئے!

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر اپنے عقیدت وارادت مندوں کو ایک بزرگ کا واقعہ سناتے ہوئے فرمایا کہ:

''ایک بزرگ نے تھوڑے تھوڑے پیسے اکٹھے کر کے پانچ صد روپے جمع کئے۔ ایک دن اس نے قریبی مولوی کو اپنے پاس بلایا۔ جب مولوی آیا تو اس نے اس سے کہا کہ طاق میں ایک تھیلی پڑی ہے اسے اٹھالاؤ۔ مولوی دوڑا ہوا گیا اور طاق سے تھیلی اٹھالایا۔

بزرگ نے اس مولوی سے کہا کہ اس تھیلی میں سے پانچ روپے اپنے پاس رکھ لو۔ باقی رقم چار صد پچانوے روپے لے جا کر مدرسہ میں دے آؤ۔ یہ مساکین طلباء کی ضروریات پوری کرنے کیلئے خرچ ہوں گے۔ مولوی نے بزرگ سے پوچھا کہ وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ یہ پیسے ان کے کام آئیں گے۔ تمام پیسوں کو مدرسہ کیلئے دینے میں ابھی کیا حکمت ہے؟

بزرگ نے مولوی سے کہا کہ یاد رکھو کہ میں کل فلاں وقت اللہ کو پیارا ہو جاؤں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ جو رقم میں نے پیسہ پیسہ اکٹھا کر کے جمع کی ہے اسے اپنے ساتھ لے جاؤں تاکہ مجھے فائدہ دے۔ اسی لئے میں نے چار سو پچانوے روپے مدرسہ میں بھجوائے ہیں تاکہ اس کارِ خیر کا ثواب مجھے آخرت میں ملے۔ البتہ جو پانچ روپے ہیں انہیں میرے کفن دفن کیلئے استعمال کرنا تاکہ میری میت کسی دوسرے کیلئے بوجھ نہ بنے۔

مولوی پیسے لے کر چلا گیا۔ اس نے چار سو پچانوے روپے قریبی دینی مدرسہ میں دیئے جبکہ پانچ روپے بزرگ کی ہدایت کے مطابق اپنے پاس رکھ لئے۔ دوسرے دن مولوی اس بزرگ کے بتائے ہوئے وقت پر وہاں گیا تو اس نے بزرگ کو مردہ حالت میں پایا۔ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی مگر وہ یوں سویا ہوا تھا جیسے بہت پرسکون نیند میں ہو۔ اس کے چہرے پر رونق اور بشاشت تھی۔ مولوی نے بزرگ کی وصیت کے مطابق پانچ روپے سے تجہیز و تکفین کا انتظام کیا اور پھر مسجد کی راہ لی۔ اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ جو رقم آپ نے اپنی زندگی میں رب تعالیٰ کے نام پر خرچ کر دی وہ آخرت کا توشہ بن جاتی ہے جبکہ جو روپیہ پیسہ آپ چھوڑ جاتے ہیں وہ آپ کے کسی کام نہیں آتا۔ اس لئے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنی زندگی ہی میں صدقہ، زکوٰۃ، خیرات کر دے تاکہ آخرت میں وہ اس کے کام آئے۔ اور یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں خرچ کی ہوئی دولت کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک ملتا ہے تو پھر آدمی اس نادر و نایاب موقع کو کیوں گنوائے!! اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ سید کیلئے زکوٰۃ لینا درست نہیں وہ اس لئے کہ جس مال پر زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے وہ اسی کا صدقہ ہوتا ہے۔"

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ کی بات کرتے ہوئے بتایا کہ:

"ایک بزرگ یہ فرمایا کرتے تھے کہ جس روز اس کے پاس زیادہ آدمی راہِ

خدا میں لینے کیلئے آتے تھے تو وہ بہت خوش ہوتے تھے اور رب رحمٰن و رحیم کا شکر ادا کرتے تھے کہ اس نے برکت و نعمت اور ثواب و عنایت کو اس پر نازل کیا مگر جس روز کوئی نہیں آتا تھا تو انہیں پریشانی اور تکلیف ہوتی تھی۔ وہ افسردہ و غمزدہ ہو جاتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ جو کوئی بھی ان سے لینے کیلئے آتا ہے دراصل وہ لینے کیلئے نہیں آتا بلکہ دینے کیلئے آتا ہے۔ وہ رب کریم و رحیم کی برکتیں اور عنایتیں ساتھ لاتا ہے اور حقیر سی دنیاوی دولت لے جاتا ہے جبکہ توشہ آخرت دے جاتا ہے۔ اس سے زیادہ منافع کا سودا اور کون سا ہو سکتا ہے!!"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے عقیدت و ارادت مندوں کو نصیحت کی کہ وہ زیادہ سے زیادہ خیرات و صدقات دیا کریں۔ زکوٰۃ کی ادائیگی دل کھول کر کریں اور ساتھ ساتھ رب قادر و قدیر کا شکر ادا کریں کہ اس ذات پاک نے تمہیں دینے والا بنایا ہے لینے والا نہیں بنایا۔

روٹی کا ٹکڑا اور پانی کا پیالہ

رب قادر وقدیر کے شکر کے حوالے سے امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ:

''حضرت ابراہیم ادھمؒ زمانۂ بادشاہی اور دورِ حکومت وسلطنت میں ایک دفعہ شکار کو گئے۔ کافی دیر شکار میں مصروف رہے۔ آخر کار تھک ہار کر ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے تا کہ کچھ سکون حاصل کر سکیں۔ قریب ہی ایک کنواں تھا۔ حضرت ابراہیم ادھمؒ کو ابھی تھوڑی ہی دیر وہاں ٹھہرے گزری تھی کہ وہاں ایک مسافر آیا اور اسی درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا جس درخت کے نیچے حضرت ابراہیم ادھمؒ کھڑے تھے۔

اس مسافر نے اپنے مختصر سے سامان سے روٹی کا ایک ٹکڑا نکالا اور اسے منہ میں ڈالا۔ ٹکڑا کھانے سے پہلے اس نے ایک مٹی کے پیالے میں کنوئیں سے پانی لیا۔ روٹی کا ٹکڑا ابھی اس کے حلق سے نہیں اترا تھا اس کے منہ ہی میں تھا کہ اس مسافر نے آسمان کی طرف نگاہ کی اور از حد خوشی وانبساط کے ساتھ رب تعالیٰ

جل شانہٗ سے مخاطب ہو کر کہا:

کہ اے رب رازق و رزاق! میں ناچیز و عاجز اور گناہ گار و خطا کار انسان تیری کس کس نعمت کا شکر ادا کروں۔ روٹی کا شکر ادا کروں، ٹھنڈے پانی کا شکر ادا کروں یا درخت کے پرسکون سائے کا شکر ادا کروں۔ میں تو تیری کسی نعمت کا شکر تک ادا نہیں کر سکتا۔ تیری ذات پاک کتنی رحیم و کریم ہے کہ مجھ جیسے سیاہ کار کو اس قدر نعمتوں سے نوازا ہے۔

حضرت ابراہیم ادھمؒ نے جب اس مسافر کی زبان سے یہ کلمات سنے تو از حد پریشان ہوئے اور دل ہی دل میں سوچا کہ ایک میں ہوں کہ رب تعالیٰ جل شانہٗ نے مجھے بیش قیمت نعمتوں سے نوازا ہے اور میں نے اس ذات پاک کا کبھی شکر ادا نہیں کیا اور ایک یہ مسافر ہے کہ روٹی کے ایک ٹکڑے، پانی کے ایک پیالے اور درخت کے معمولی سائے کیلئے رب تعالیٰ جل شانہٗ کا کس قدر شکر گزار ہے!!"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمیں نہ صرف رب تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیے بلکہ خدا کی عطا کردہ نعمتوں سے خدا تعالیٰ کی مخلوق کو بھی زیادہ سے زیادہ دینا چاہیے کیونکہ یہی توشۂ آخرت ہے۔

فرشتوں کی طرف سے حج

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے زکوٰۃ کے موضوع پر تفصیلی روشنی ڈالنے کے بعد ایک اور مجلس میں دین اسلام کے اہم رکن حج کے بارے گفتگو کی اور اپنے مخصوص شیریں لہجے اور دلنشیں اندازِ بیان کے ساتھ کی۔ آپؒ نے اپنے عقیدت وارادت مندوں سے فرمایا کہ:

''یاد رکھو کہ انسان کیلئے دو سفر انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان میں سے ایک سفر موت ہے جب انسان اس فانی دنیا کو خیر باد کہہ کر لافانی دنیا کی جانب سفر کرتا ہے۔ اگر اس کے اعمال اچھے ہوں گے۔ اس کا کردار قابل توصیف ہوگا تو وہ لافانی دنیا میں کامیاب وکامران ٹھہرایا جائے گا لیکن اس کے اعمال احکام اسلام کے مطابق نہیں ہوں گے تو وہ لائق سزا ہوگا اور اپنی بداعمالیوں کا برا نتیجہ پا لے گا۔

جو شخص موت کے سفر سے پہلے تمام رشتے ناتے اور کاج وکاروبار چھوڑ کر رب ذوالجلال کے گھر کی طرف چل پڑتا ہے وہ مسافر حج کا مسافر کہلاتا ہے۔ اس

سفر میں اگر اس کی ملاقات فرشتہ اجل سے ہو جاتی ہے اور وہ اس فانی دنیا کو خیر باد کہہ دیتا ہے تو رب رحمٰن و رحیم روزِ قیامت تک کیلئے فرشتے مقرر فرما دیتا ہے جو اس کی طرف سے ہر سال حج کرتے رہتے ہیں جبکہ اس کا ثواب اس عازمِ حج کے اکاؤنٹ میں جمع ہوتا رہتا ہے۔ دراصل دنیاوی چیزوں کی محبت کو دل سے نکال کر رب ذوالجلال کی محبت کو دل میں بسانا ہی حج ہے۔ جو شخص اس منزل تک پہنچ گیا اس نے سرخروئی اور کامیابی و کامرانی پالی۔

دنیا میں مخلوق خدا کسی نہ کسی جال میں گرفتار ہے۔ کوئی مال و دولت کے پھندے میں پھنسا ہوا ہے تو کوئی اولاد کی محبت میں جکڑا ہوا ہے۔ ان تمام شکنجوں کو توڑ کر، دنیا سے ناتا توڑ کر جو شخص صرف اور صرف رضائے الٰہی کیلئے گھر سے نکلتا ہے اور رب تعالیٰ جل شانہ، کے گھر تک پہنچتا ہے وہی شخص ہی صاحبِ مراد ہے اور اسے ہم حاجی کہتے ہیں۔

حج کا نتیجہ اس قدر خوش کن اور بے بدل ہے کہ اس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ حج کرنے والا اگر صحیح طریقے سے حج کرتا ہے تو وہ ایسے ہو جاتا ہے جیسے وہ اب ماں کے پیٹ سے معصوم پیدا ہو یعنی اس کے تمام گناہ دھل جاتے ہیں۔ تمام کدورتیں صاف ہو جاتی ہیں اور وہ نوزائیدہ بچے کی طرح پاکیزہ و منزہ اور مطہر و اطہر ہو جاتا ہے۔

تمام حجاج کرام رب تعالیٰ جل شانہ، کے مہمان ہوتے ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے مہمانوں کی خدمت کرتا ہے وہ اجرِ عظیم پاتا ہے اور رب کریم و عظیم کی

خوشی وخوشنودی حاصل کرتا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جو مہمان کی خدمت کرتا ہے وہ دراصل میزبان کو خوش کرتا ہے اس لئے حاجیوں کی خدمت میں خدا کی خوشی و خوشنودی پنہاں ہے۔

حاجی کا ہاتھ خدا کے خزانے میں ہوتا ہے۔ جس کا ہاتھ خدا کے خزانے میں ہو اسے کسی قسم کی فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسے چاہئے کہ حج کے موقع پر دل کھول کر خرچ کرے کیونکہ اس کا ہاتھ ایسے خزانے میں ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔

رب قادر وقدیر نے جس قدر عبادات انسان کیلئے لازم کی ہیں ان سب میں صرف ایک چیز کا خرچ ہوتا ہے یعنی یا جان کا خرچ ہوتا ہے یا مال کا خرچ ہوتا ہے مگر حج ایک ایسی عبادت ہے جس میں جان اور مال دونوں خرچ ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس کی افضلیت واہمیت کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ انسان ایسی مخلوق ہے جسے جان بھی پیاری ہوتی ہے اور مال سے بھی محبت کرتا ہے مگر حج میں دونوں پیاری چیزوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے راستے میں خرچ کر کے وہ ڈھیروں ثواب اور نیکیاں اپنے کھاتے میں جمع کرالیتا ہے۔ حاجی جس قدر زیادہ تکلیف و مشقت برداشت کرے گا اسی قدر زیادہ وہ ثواب وجزا کا مستحق ٹھہرے گا۔ حج میں کسی قسم کی تکلیف کوئی تکلیف نہیں ہوتی بلکہ انسان کو موقع دیا جاتا ہے کہ وہ چھوٹی سی تکلیف برداشت کر کے کسی بڑی تکلیف سے بھی بچ جائے اور آخرت کی زندگی بھی سنوار لے۔"

سلام کیلئے حاضر غلام ہو جائے!

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے حج کے موضوع پر گفتگو کے سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

''یاد رکھو کہ شیطان اور نفس دو دشمن ہمارے ساتھ لگا دیئے گئے ہیں جو لمحہ لمحہ انسان کو بہکانے اور ورغلانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ہم بارگاہِ رب العزت میں ننگے سر، ننگے پاؤں احرام باندھ کر فریادی بن کر اس لئے حاضری دیتے ہیں تا کہ رب کریم و رحیم ہمیں ان دونوں دشمنوں کے شر سے محفوظ و مامون رکھے۔

ایک بات بڑی قابلِ غور ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حج کیلئے ''من استطاع''، یعنی صاحبِ استطاعت کی شرط لگا کر صرف اور صرف ان افراد کیلئے حج لازم کیا ہے جو اس کے اخراجات برداشت کرنے کی صلاحیت و طاقت رکھتے ہیں مگر رب کریم و رحیم کا یہ قدر انعام اور فضل و کرم ہے کہ مدینہ منورہ کیلئے کوئی شرط عائد نہیں کی گئی۔ مدینہ منورہ صاحبِ حیثیت و استطاعت بھی جا سکتا ہے اور استطاعت نہ رکھنے والا بھی جا سکتا ہے کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں یہ الگ بات ہے کہ جسے ہادیٔ کون و مکاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بلائیں گے وہ ضرور جائے گا۔ بقول شاعر۔

حضور ایسا کوئی انتظام ہو جائے
سلام کیلئے حاضر غلام ہو جائے

میں صرف دیکھ لوں اک بار صبح طیبہ کو

بلا سے پھر میری دنیا میں شام ہو جائے

اور جو لوگ محبوب رب العالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچا عشق کرتے ہیں انہیں آقا جی صلی اللہ علیہ وسلم ضرور بلاتے ہیں اور خزانہ غیب سے ایسا انتظام ہوتا ہے کہ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں غوت زن مردِ مومن مدینہ منورہ کی حاضری کیلئے پہنچ جاتا ہے۔

حاجی کیلئے واجب ہے کہ وہ حج کے سفر میں اور خاص طور پر مدینہ منورہ کے سفر میں اپنی زبان پر درود پاک کا ورد جاری و ساری رکھے۔ حاجی کا کھانا، پینا، سونا سب عبادت ہے۔

حاجیوں پر لازم ہے کہ وہ جس دربار اور بارگاہ میں جا رہے ہیں اس کے مقام و مرتبہ کا بخوبی خیال رکھیں۔ کوئی فضول بات زبان سے نہ نکالیں۔ جو بات کوئی زبان سے ادا کرتا ہے تو اس پر مقرر فرشتہ اسے لکھ لیتا ہے۔ اس لئے سوائے ذکرِ الٰہی اور درودِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی کلمہ منہ سے نہیں نکالنا چاہئے۔ کوئی ایسا کلمہ جو فضولیات میں شمار ہو سکتا ہو یا جس کے بغیر کام چل سکتا ہو اسے ادا نہ ہی کیا جائے تو بہتر ہوتا ہے۔"

یہ مکان کس کا ہے؟

اس موقع پر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے مزید بتایا کہ:

"حج کے زمانہ میں ایک بزرگ نے وہاں ایک نیا مکان دیکھا تو اسے

پسند کیا اور کسی سے دریافت کیا کہ یہ مکان کس کا ہے؟ پھر انہیں یکایک خیال آیا کہ انہوں نے آخر اس مکان کی طرف دھیان کیوں دیا؟ اس سوال کے وقفہ اور ادائیگی کے دوران وہ ذکر اسماء الحسنٰی کر سکتے تھے۔ درود پاک پڑھ سکتے تھے۔ خوامخواہ وقت ضائع کیا۔ اس کے نفس نے اس کی ملامت کی کہ تم حج کرنے آئے ہو یا مکان دیکھنے آئے ہو؟ اس فضول بات پر ازالہ کیلئے انہوں نے مسلسل ایک سال کے روزے رکھے تاکہ آئندہ وہ ایسا کام کرنے سے باز رہیں۔''

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس موقع خطاب پر اپنے عقیدت وارادت مندوں کو تلقین وتاکید کرتے ہوئے برملا کہا کہ:

''زبان رب قادر وقدیر کی عطا ہے۔ غور کرو تو زبان ایک ہے مگر اس کو بند رکھنے کیلئے کواڑ دو عطا کئے ہیں۔ ایک اچھے انسان کی پہچان یہی ہے کہ وہ اپنی زبان کو دونوں کواڑوں کے اندر بند ہی رکھتا ہے ان کواڑوں کو کسی شدید ضرورت کے بغیر نہیں کھولتا تاہم ذکر ودرود وسلام کیلئے ان کواڑوں کو کبھی بند نہیں کرتا۔ اگر انسان اسی ایک بات کو ہی پلے باندھ لے تو تمام برائیوں سے نجات پا سکتا ہے۔''

تین راتوں کا خواب

قبلۂ عالم، امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے عقیدت و ارادت مندوں کی اصلاح و فلاح کی خاطر ان کی تعلیم و تدریس اسلامی شعائر کے مطابق کرنے کی خاطر نہ صرف درس و تبلیغ اور وعظ و ارشاد کا اہتمام کیا ہوا تھا بلکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مریدین کی تربیت کیلئے بھی خاطر خواہ طریق کار اختیار کیا ہوا تھا۔

اپنے وعظ و ارشاد میں امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک روز قربانی کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے اپنے عقیدت و ارادت مندوں کو بتایا کہ:

''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے صبح اٹھ کر رب قادر و قدیر کے نام پر ایک سو اونٹ کی قربانی دی اور ان کا گوشت مستحقین میں تقسیم فرما دیا۔ جب اگلی رات نیند کی وادی میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اپنے لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو

اپنے ہی ہاتھوں سے ذبح کر رہے ہیں۔ دوسری صبح بھی اللہ کی بندگی کے بعد مزید ایک صد اونٹ راہِ اللہ جل شانہ، قربان کیئے۔

تیسری رات بھی وہی خواب دیکھا۔ تینوں راتوں بالکل ایک جیسا خواب دیکھنے کے بعد آپ علیہ السلام کو یقینِ کامل ہو گیا کہ آپ علیہ السلام کو رب ذوالجلال کے حکم کی تعمیل میں اپنے نورِ نظر کو قربان کرنا ہوگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام قربانی کی غرض سے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر مکہ معظّمہ سے منیٰ کے مقام پر پہنچے۔

راستے میں شیطان لعین نے تین مقامات پر باپ، بیٹے اور والدہ کو بہکانے اور ورغلانے کی پوری کوشش کی مگر تینوں نے حکمِ الٰہی کی تعمیل کا مصمم ارادہ رکھتے ہوئے شیطان ملعون کو دھتکارا اور اس کی بات ماننے سے یکسر انکار کر دیا۔ اسی وجہ سے منیٰ میں تین شیطانوں کو سات سات کنکریاں مارنے کا حکم ہے۔

اور پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جگر گوشہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کیلئے لٹایا اور گردن پر چھری چلائی تو چھری نہ چلی بلکہ رب رحمٰن ورحیم نے جنت سے ایک دنبہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ کے طور پر حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے بھجوایا تاکہ اسے ذبح کر دیا جائے۔ دنبے پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری چلائی تو وہ ذبح ہو گیا۔ اسی سنتِ ابراہیمی کی یاد میں مسلمان ہر سال حج کے موقع پر قربانی کرتے ہیں۔

ہوائی جہاز نیچے کیوں نہیں گرتا؟

مسلمانوں کو چاہئے کہ اگر وہ استطاعت رکھتے ہوں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے قربانی کے موقع پر اسلامی احکامات کے مطابق قربانی کی سعادت حاصل کریں۔''

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اسلام کے بنیادی ارکان پر گفتگو کے علاوہ دوسرے اسلامی تاریخی موضوعات پر بھی سیر حاصل معلومات فراہم کر کے اپنے عقیدت و ارادت مندوں کے اذہان و قلوب منور و معطر کرنے کی سعی مشکور فرماتے تھے۔

ایک موقع پر امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے معراج رسول رحمت ﷺ کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے اپنے عقیدت و ارادت مندوں کو بتایا کہ:

''آنحضور ﷺ کی معراج مبارک کی بابت مسلمانوں میں دو قسم کی آراء پائی جاتی ہیں۔ ایک طبقہ یہ کہتا ہے کہ سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کی معراج حالتِ خواب میں ہوئی جبکہ دوسرے طبقہ کے مطابق آنحضور ﷺ معراج شریف پر اپنے مطہر و منزہ جسم مبارک کے ساتھ حالتِ بیداری میں معراج پر تشریف لے گئے۔

جو طبقہ یہ کہتا ہے کہ آپ ﷺ نے حالتِ خواب میں معراج کے مدارج طے کئے تو وہ اپنی اس بات کیلئے یہ دلیل دیتا ہے کہ نظریہ کشش ثقل کے مطابق

ہر وہ چیز جو وزن رکھتی ہے وہ اوپر سے نیچے کی طرف آتی ہے۔ نیچے سے اوپر جا کر ٹھہر نہیں سکتی۔ مگر صورتِ حال یہ ہے کہ ان کی اس دلیل کو ہوائی جہاز کی ایجاد نے سراسر غلط ثابت کر دیا ہے۔ ہوائی جہاز سینکڑوں میل کی رفتار سے ہوا میں سفر کرتا ہے مگر وہ تو نیچے نہیں گرتا حالانکہ نہ صرف وہ خود وزنی ہوتا ہے بلکہ اس میں موجود سواریوں اور سامان کی وجہ سے مزید وزن دار ہو جاتا ہے۔ کمال یہ ہے اور تعجب اس بات پر ہے کہ لوگ ہوائی جہاز کی پرواز کو تو مانتے اور تسلیم کرتے ہیں مگر نبیٔ رحمت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کے بارے ان کی رائے مختلف ہو جاتی ہے۔

ایک طرف تو لوگ قرآن پاک میں پڑھتے ہیں کہ ان اللہ علی کل شیءقدیر یعنی بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پاک ہر چیز پر قادر ہے جبکہ دوسری طرف سوال کرتے ہیں کہ نبیٔ رحمت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی جلدی معراج شریف پر کس طرح چلے گئے اور پھر اتنی جلدی کیسے واپس آ گئے۔ جب رب تعالیٰ جل شانہ ہر چیز پر قادر وقدیر ہے تو پھر کیا اللہ تبارک وتعالیٰ اس بات پر قادر نہیں کہ وہ وقت کو ٹھہرا دے اور اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلا لے۔

رات کی سیر

رب قادر وقدیر نے معراج پاک کے واقعہ کو قرآن حکیم کی سورۃ بنی اسرائیل میں بیان کیا ہے اور اس حوالے سے جو آیت ہے وہ لفظ ''سبحان'' سے

شروع ہوتی ہے۔ عربوں کا یہ محاورہ ہے کہ جب کوئی اہم مضمون شروع کرنا ہوتو اس سے پہلے ''سبحان'' جیسا لفظ لگاتے ہیں۔ ''سبحان'' کا مطلب یہ ہے کہ بہت ہی پاک ہے وہ ذات یعنی رب کائنات کی ذات پاک۔

بس اسی لفظ سے ہی ظاہر ہو گیا کہ اس کے بعد انتہائی عالی شان امر بیان کیا جانا مقصود ہے اور وہ امر یہ بیان کیا گیا کہ ''الذی اسریٰ'' کہا گیا یعنی وہ پاک ذات جس نے رات کو سیر کرائی۔ یہاں دن کی سیر کا نہیں کہا گیا کیونکہ ''اسریٰ'' کے معنی رات کو سیر کرانے کے ہیں۔

اور یہ رات کی سیر کس کو کرائی گئی؟ اس سوال کا جواب لفظ ''عبد'' سے دے دیا گیا۔ لفظ ''عبد'' کے نزول سے دونوں طبقات کی بحث یکسر ختم ہو کر رہ گئی کیونکہ ''عبد'' نہ تو صرف جسم کیلئے بولا جاتا ہے اور نہ ہی صرف روح کیلئے کہا جاتا ہے بلکہ ''عبد'' واضح طور پر جسم اور روح دونوں کیلئے بولا جاتا ہے۔

قرآن الحکیم کی یہ آیت ببانگِ دہل گواہی دے رہی ہے کہ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم جسم پاک کے ساتھ ہی معراج پر تشریف لے گئے تھے۔ اگر معراج بصورت خواب ہوتی تو لفظ ''عبدہ'' کی بجائے لفظ ''روحہ'' استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ خواب تو روح کے ساتھ دیکھا جاتا ہے۔ محض جسم خواب نہیں دیکھ سکتا۔''

رب کی رزاقیت

رب رازق و رزاق کی رزاقیت کے حوالے سے قبلہ عالم، امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

"روزِ محشر مخلوقِ خدا کی ایک معقول تعداد اس بناء پر عذاب میں مبتلا ہو گی کہ وہ لوگ رب رازق و رزاق کی رزاقیت پر یقین کامل نہیں رکھتے تھے۔ ایسے افراد رب تعالیٰ جل شانہ کے رزق کے استفادہ کرنے کے باوجود رب تعالیٰ جل شانہ کی رزاقیت کے بارے مثبت رائے نہیں رکھتے تھے چنانچہ ایسے لوگ عذابِ الٰہی کے مستحق ٹھہریں گے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ہزاروں برس بیشتر ہی رب رازق ورزاق نے اپنی نعمتوں میں سے ہر اک دانے پر اس کے کھانے والے کا نام لکھ دیا تھا۔ رب رازق و رزاق نے جو رزق مقرر کر دیا ہے وہ ضرور مل کر رہے گا۔ آدمی لاکھ کوشش کرے اس میں ایک دانے کا بھی اضافہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح کسی کا ایک دانہ بھی کم نہیں کیا جا سکتا۔ اگرچہ مال بڑھ یا کم ہو سکتا ہے مگر

رزق نہ بڑھ سکتا ہے اور نہ ہی کم ہو سکتا ہے۔''

یہاں کے کتے!

اس موقع پر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''ایک دفعہ ایسا ہوا کہ بخارا سے دو بزرگ مکہ معظّمہ تشریف لے آئے۔ انہوں نے مکہ معظّمہ کے بزرگوں سے ملاقات کی اور باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلہ خیالات کیا۔ دوران گفتگو مکہ معظّمہ کے بزرگوں نے بخارا کے مہمانوں سے وہاں کے بزرگوں کا حال احوال پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ان لوگوں کی حالت ایسی ہے کہ مل جائے تو کھا لیتے ہیں اور اگر نہ ملے تو خاموش بیٹھے رہتے ہیں۔

مکہ معظّمہ والوں نے بخارا والوں سے کہا کہ ''ہمارے بزرگ ایسا کرتے ہیں کہ مل جائے تو صرف خود نہیں کھاتے بلکہ دوسروں کو اپنے ساتھ ملا کر کھاتے ہیں اور اگر نہ ملے تو رب کریم و عظیم کا شکر بجالاتے ہیں جبکہ یہاں کے کتے ایسا کرتے ہیں کہ مل جائے تو کھا لیتے ہیں اور اگر نہ ملے تو خاموش رہتے ہیں۔''

مکہ معظّمہ والوں نے بخارا والوں سے واضح طور پر یہ بھی کہا کہ:

''تم لوگوں کو رب رازق و رزاق کی زبان پر بھروسہ نہیں حالانکہ رب تعالیٰ نے واضح طور پر فرما دیا ہے کہ

و فی السماء رزقکم ○ ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین و

ما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقھا.

تو پھر ہمیں رزق کی فکر اور رزق کے حوالے سے پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ زبان سے تو لوگ رب کہتے ہیں مگر کاش وہ دل سے بھی رب کا یقین کر لیں تو سب معاملہ حل ہو جاتا ہے اور کسی قسم کا غم نہیں رہتا۔"

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے رب رازق ورزاق کی رزاقیت کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے مزید کہا کہ:

"بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کماتے ہیں تو کھاتے ہیں حالانکہ رزق دینے والی رب تعالیٰ کی ذات پاک ہے مگر بعض لوگ اپنی محنت پر مان رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ محنت کرنے کی وجہ سے رزق حاصل کر رہے ہیں۔ انہیں رب تعالیٰ کی ربوبیت اور رب رازق ورزاق کی رزاقیت پر یقین نہیں ہوتا۔

خزانچی اور داتا میں فرق

اسی طرح ایک اور غلط فہمی کا ازالہ بھی ضروری ہے وہ یہ کہ بعض افراد خزانچی کو داتا سمجھ لیتے ہیں حالانکہ داتا بہر صورت داتا ہوتا ہے اور خزانچی تو خزانچی ہی رہتا ہے۔ خزانچی کسی صورت داتا نہیں بن سکتا۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ رب تعالیٰ جل شانہٗ کی ذات پاک داتا ہے جبکہ نبیٔ آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خزانچی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا فرمان ہے کہ انما انا قاسم واللہ یُعطی یعنی

"میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطا کرنے والا ہے۔"

مطلب یہ کہ جب تک اللہ تبارک وتعالیٰ عطا نہ فرمائیں کوئی بھی اسے تقسیم نہیں کرسکتا اور یہ رب تعالیٰ جل شانہ، کی مرضی ومنشاء پر ہے کہ وہ جسے چاہے تقسیم کنندہ کا منصب ومرتبہ عطا فرمادے اور یہ منصب ومرتبہ رب کریم ورحیم نے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا ہوا ہے۔''

بے حیا کتا!

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس ضمن میں ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ:

''ایک بزرگ کامل حضرت بہاء الدین آملیؒ کی روایت کے مطابق ایک بزرگ ایک غار میں جا کر بیٹھ گئے اور شب وروز ذکر وفکر میں گزارنے لگے۔ لمحہ لمحہ عبادت وریاضت میں صرف کرنے لگے۔ وہ یادِ الٰہی میں مصروف ومستغرق ہوئے تو رب رازق ورزاق کی طرف سے دو وقت کا کھانا باقاعدگی کے ساتھ انہیں غار ہی میں خزانہ غیب سے ملنے لگا۔ وہ کھانا کھاتے اور پھر یادِ الٰہی میں مشغول رہتے۔ شیطان لعین کو اس بات کا علم ہوا تو اس بدبخت نے صبح وشام اس بزرگ کو بہکانا شروع کردیا اور انہیں باور کرایا کہ اگر وہ غار سے باہر نہ آئے تو وہ فاقوں مر جائیں گے حالانکہ انہیں دو وقت کا کھانا مل رہا تھا مگر شیطان ملعون انہیں اپنے جال میں جکڑنے میں کامیاب ہوگیا۔ ایسا ہوا تو انہیں غیب سے کھانا ملنا بھی بند ہوگیا اور انہیں بھوک ستانے لگی تو وہ بزرگ غار سے باہر آگئے اور ایک شخص سے کھانے کا سوال کیا کیونکہ بھوک سے نڈھال ہوئے جارہے تھے۔ اس شخص

نے اس بزرگ کو دو روٹیاں دیں۔ روٹیاں لے کر تھوڑی دور ہی آگے گئے تھے تا کہ مناسب جگہ پر بیٹھ کر ان سے پیٹ بھریں کہ ایک کتا ان کے پیچھے لگ گیا اور روٹیوں کی طرف جھپٹنے لگا۔ انہوں نے دو روٹیوں میں سے ایک روٹی اس کتے کے آگے پھینک دی۔ کتے نے جھٹ سے وہ روٹی یوں کھائی جیسے ایک نوالا ہو اور پھر دوسری روٹی کی طرف جھپٹنے لگا اور زور زور سے بھونکنے لگا تو اس بزرگ کو از حد غصہ آیا۔ اس بزرگ نے جیسے تیسے دوسری روٹی تو کتے کے آگے پھینک دی مگر اس کتے کو برا بھلا کہنے لگے یعنی یہ کہ وہ کتا بڑا بے حیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

کتے کو رب قادر وقدیر نے زبان عطا کی تو اس نے اس بزرگ کو فوری طور پر جواب دیا کہ ''اے شخص! بے حیا میں نہیں ہوں بلکہ بے حیا تو ہے۔ وہ اس لئے کہ تجھے رب رازق ورزاق روزانہ دو وقت کا کھانا دیتا رہا تو خاموش رہا اور رب کی بارگاہ میں نماز کے اندر موجود رہا۔ ایک دن کھانا نہیں ملا تو بھوک کے ہاتھوں تنگ ہو کر رب تعالیٰ کا دروازہ چھوڑ کر گھر سے باہر نکل آیا اور رب تعالیٰ کی بجائے رب تعالیٰ کی مخلوق کے آگے دستِ سوال دراز کیا۔ رب رازق کا دروازہ چھوڑ کر غیر کا دروازہ کھٹکھٹانے لگا۔ یہ بے حیائی نہیں تو اور کیا ہے۔

اے شخص! مجھے دیکھ کہ جس مالک کے گھر پر رہتا ہوں۔ وہیں پڑا رہتا ہوں۔ وہ کھانا دے یا نہ دے لیکن میں اس کا دروازہ نہیں چھوڑتا۔ تو نے تو ایک دن بھی برداشت نہ کیا مگر میں جس مالک کے دروازے پر پڑا ہوتا ہوں وہ چاہے کئی کئی روز تک کھانے کو نہ دے میں اس کا دروازہ چھوڑ کر کسی اور دروازے پر

نہیں جاتا۔ بے حیا تو ہے یا کہ میں ہوں؟ اب تو میں تیرے پاس اس لئے بھیجا گیا تھا کہ تجھ سے روٹیاں چھینوں اور تجھے سبق سکھاؤں۔''

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک اور بزرگ کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ:

''ایک بزرگ کا جب وقتِ مرگ قریب آیا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ تمہارا تین برس کا ایک بیٹا ہے اس کا کوئی ولی وارث نہیں ہے۔ تم اللہ کو پیارے ہو رہے ہو۔ تمہارے چھوٹے سے بیٹے کا کیا بنے گا؟ اس بزرگ نے کہا کہ تم لوگ یہ کیا کہتے ہو؟ کیا تم رب رازق و رزاق کو بھول گئے جو پتھر کے اندر کیڑے کو بھی رزق دیتا ہے؟ کیا جب میں زندہ تھا تو میں اپنے فرزند کو رزق دیتا تھا؟ تب بھی رب رازق و رزاق ہی میرے بیٹے کو رزق دیتا تھا اور آئندہ بھی وہی رزق دے گا۔ میرے مرنے کے بعد بھی اسے رزق ملتا رہے گا کیونکہ اس کو رزق دینے والی ذات حی و قیوم ہے۔ مجھے کوئی فکر نہیں۔ مجھے رب رازق و رزاق کی رزاقیت پر کامل اعتقاد و یقین ہے۔''

مُردے کی نمازِ جنازہ کیوں پڑھتے ہیں؟

ایک دفعہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے کسی عقیدت مند نے مُردوں کو ایصال ثواب کا ذکر چھیڑ دیا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ سے رہنمائی و رہبری کی درخواست کی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''یہ صحیح ہے کہ کہنے والے یہ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد مُردے کو ثواب

نہیں پہنچتا مگر میں یہ کہتا ہوں کہ صرف جسم مرتا ہے روح نہیں مرتی بلکہ روح زندہ رہتی ہے اور جب روح زندہ رہتی ہے تو پھر ثواب کس طرح نہیں پہنچتا۔ ثواب ضرور پہنچتا ہے۔ اگر زندہ کا پڑھا ہوا مُردوں کو نہیں پہنچتا تو پھر رب ذوالجلال نے ہمیں دعائیں کیوں سکھائی ہیں۔ ہمیں سکھایا گیا کہ کہو ''ربنا اغفرلی والوالدی'' اب جس شخص کے والدین وفات پا چکے ہیں اور وہ یہ دعا پڑھتا ہے تو دعا کی قبولیت کے امکانات ہیں تو ہمیں یہ دعا سکھائی گئی۔ اگر رب تعالیٰ کی منشاء و مرضی دعا کی قبولیت نہ ہوتی تو قرآن پاک میں ہمیں دعاؤں کی تلقین نہ کی جاتی اور دعائیں نہ پڑھائی سکھائی جاتیں۔

جو لوگ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ مرنے کے بعد مُردے کو ثواب نہیں پہنچتا تو پھر وہ مُردے کی نماز جنازہ کیوں پڑھتے ہیں؟ زندہ ہی کی پڑھ لیا کریں۔ نماز جنازہ چاہے کسی بھی مکتبہ فکر کی ہو اس میں رب تعالیٰ جل شانہ سے مُردے کی بخشش و مغفرت کیلئے دعا کی جاتی ہے۔ اگر زندوں کی اس مُردہ شخص کیلئے دعا قبول نہ ہونی ہوتی تو پھر نمازِ جنازہ کی شکل میں دعا و التجا کیوں کی جاتی؟ یہ دعا و التجا محض مُردہ شخص تک ثواب پہنچانے کیلئے ہی کی جاتی ہے۔

کنواں بنوانے کا حکم

ایک صحابیٔ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری والدہ فوت ہو گئی ہیں۔ وہ مجھے ازحد عزیز

تھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسا کام بتائیے کہ جس کے کرنے سے اس کا ثواب میری والدہ تک پہنچے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہدایت فرمائی کہ وہ اس نیت کے ساتھ ایک کنواں بنوائے کہ اس کا ثواب اس کی والدہ کو پہنچے تو اس کی خواہش پوری ہو جائے گی۔

اگر مُردے کو ثواب نہیں پہنچتا تو پھر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کو ایسا حکم کیوں دیا؟

دعا کی بجائے برا بھلا کہا

سیالکوٹ میں ایک شخص کی والدہ قضائے الٰہی سے وفات پاگئی۔اس کا اعتقاد یہ تھا کہ مُردے کو ثواب نہیں پہنچتا۔ایک مسلمان دوست اس کے گھر گیا اور اس سے اس کی والدہ کی وفات پر تعزیت کی اور اس کی والدہ کی مغفرت کی دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تو اس شخص نے کہ جس کی والدہ فوت ہوگئی تھی اپنے اس دوست کو مغفرت کی دعا مانگنے سے روک دیا اور کہا کہ یہ سراسر بدعت ہے۔مُردے کیلئے دعا مانگنا کسی جگہ بھی ثابت نہیں۔مُردوں کو ثواب نہیں پہنچتا۔

اب جو شخص تعزیت کیلئے آیا تھا اس نے دعا سے ہاتھ روک لئے کیونکہ جس کے گھر وہ اس کی والدہ کی فوتگی پر تعزیت کیلئے آیا تھا اس نے اسے روک دیا تھا۔اب اس شخص نے دعا کی بجائے اس کی ماں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا تو وہ شخص بھڑک اٹھا کہ جس کی والدہ فوت ہو چکی تھی۔اس نے کہا کہ میری ماں کو برا بھلا کیوں کہتا ہے؟

تعزیت کیلئے آنے والے دوست نے اس سے کہا: ''میں نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور سورۃ فاتحہ اور چاروں قل پڑھ کر ان کا ثواب تیری والدہ کو پہنچانا چاہا تو تُو نے روک دیا اور کہا کہ مُردے کو ثواب نہیں پہنچتا۔ اب یہ جو میں نے تیری والدہ کو برا بھلا کہا ہے یہ تیری ماں کو پہنچ گیا ہے مگر قرآن پاک کا ثواب نہیں پہنچ سکتا؟''

کھجور کی ڈالیاں

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

''ایک شخص فوت ہو گیا۔ اس پر حج لازم تھا۔ فرض تھا وہ ادا نہیں کر سکا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے وارث کو آمد و رفت کا خرچ دے کر مکہ معظمہ بھیجا جائے تا کہ وہ مرنے والے کی طرف سے احرام باندھ کر اس کی طرف سے حج بدل کرے تو پھر اس مُردہ کے ذمہ سے وہ فرض ساکت ہو جائے گا۔''

''رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت البقیع میں تشریف لے جا کر دعائے مغفرت فرمانا احادیث سے ثابت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حوالے سے اپنے چچا حضرت امیر حمزہؓ کے مزار پر چھ میل کا سفر طے کر کے جانا اور وہاں دعائے مغفرت فرمانا بھی کتبِ احادیث میں موجود ہے۔ اگر مُردے کو ثواب نہ پہنچتا تو پھر سردار الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہ کرتے!''

''ایک دفعہ نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے دو قبروں پر کھجور کی ڈالیاں لگائیں۔ لوگوں کے دریافت کرنے پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان پر عذاب ہو رہا تھا کیونکہ ایک قبر والا پاک نہیں رہتا تھا جبکہ دوسرا قبر والا چغل خوری کیا کرتا تھا۔ میں نے تخفیف عذاب کی خاطر رب تعالیٰ جل شانہ، کی مرضی ومنشاء سے ان کی قبروں پر کھجور کی ڈالیاں لگا دیں۔ جب تک یہ ڈالیاں سرسبز رہیں گی ان کے عذاب میں کمی ہوتی رہے گی۔''

''جب رحمۃ للعالمین ﷺ کے لختِ جگر، نورِ نظر حضرت ابراہیمؓ وفات پا گئے تو ان کی وفات کے بعد ایک صحابیؓ کھجوریں لے آئے۔ ایک دوسرے صحابیؓ دودھ کی کھیر لے آئے۔ آپ ﷺ نے یہ دونوں اشیاء سامنے رکھ کر قرآن پاک کی سورتوں کی تلاوت فرمائی اور پھر اپنے صاحبزادے کی مغفرت اور درجات کی بلندی کیلئے دعا فرمائی۔ اگر مُردہ کو ایصال ثواب نہ ہوتا تو پھر آقا جی ﷺ ایسا نہ کرتے!''

قبر پر کھڑے ہونا

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت وارادت مند فقہی مسائل واختلافات پر بھی رہبری اور رہنمائی حاصل کرتے رہتے تھے۔ عقیدت کے ہمرکاب مشاورت جاری رہتی تھی۔ امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اس قول کی عملی تفسیر وتعبیر تھے کہ علم تقسیم کرنے سے بڑھتا ہے۔ عوام الناس کے قلوب واذہان پر حکومت

کرنے کی ایک حکمت عملی یہ بھی ہے کہ انہیں ان سوالات کے تسلی بخش جوابات دیئے جائیں جو ان کے ذہنوں میں ابھرتے ہیں یا ابھارے جاتے ہیں۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اس حکمت عملی کا بحسن وخوبی استعمال کرتے تھے اور یہ قدرت وطاقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کو رب قادر وقدیر سے پوری فیاضی کے ساتھ ودیعت کی گئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ دوسرے فقہ وطبقہ ومسلک سے تعلق رکھنے والے افراد کے اعتراضات کے بھی مدلل جوابات دینے میں کامل واکمل مہارت رکھتے تھے۔ آل نبیؐ اولادِ علیؓ ہونے کے ناتے سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خون میں یہ خوبیاں شامل تھیں۔ بقول شاعر۔

محمدؐ کا گھرانا ہے گھرانا جماعتؒ کا
بھرا ہے ہر خزانے سے خزانہ شاہ جماعتؒ کا
ولایت کے سبھی اسرار اُس پر کھل گئے سارے
سنا جس نے بیانِ عارفانہ شاہ جماعتؒ کا

ایک دفعہ یہ بحث چھڑگئی کہ بعض لوگ قبروں کے وجود سے انکاری اور قبرستان میں جا کر فاتحہ پڑھنے سے بے زاری کا اظہار کرتے ہیں۔ امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہؒ نے اپنے عقیدت وارادت مندوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''قرآن پاک کی سورۃ ''التکاثر'' میں واضح طور پر قبروں کا ذکر بھی ہے اور زیارت کا ذکر بھی ہے۔ سورۃ ''التکاثر'' کے آغاز ہی میں فرمایا گیا ہے کہ

الھکم التکاثر حتیٰ زرتم المقابر

چنانچہ اس آیت سے قبروں کا بنانا اور قبروں کی زیارت کرنا دونوں جائز قرار پاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کلام پاک کے ذریعے اپنے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ:

"ولا تصل علیٰ احد منھم مات ابدا و لا تقم علی قبرہ"

یعنی یہ کہ اے نبیؐ! کافروں میں سے کوئی فرد مر جائے تو نہ تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا اور نہ ہی اس کی قبر پر جا کر کھڑے ہونا۔

اس آیت مبارکہ سے رب کائنات کا یہ حکم واضح ہو گیا کہ مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور ان کی قبروں پر ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کیلئے کھڑا ہوا جائے۔ جو بات کافروں کیلئے منع فرما دی گئی ہے تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ وہ مسلمانوں کیلئے جائز ہے۔

نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم فنا سے رحلت فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی حجرہ مبارک میں حوالۂ زمین کیا گیا کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم رہائش پذیر تھے۔ اسی حجرہ مبارک پر گنبد بنایا گیا۔ اسی حجرہ مبارک کی زیارت کیلئے 70 ہزار فرشتے صبح کے وقت اور 70 ہزار فرشتے شام کے وقت آسمان سے زمین پر اترتے ہیں۔ اگر قبر پر گنبد بنانا جائز نہ ہوتا تو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر گنبد نہ بنتا اور فرشتے اس کی زیارت کو نہ آتے۔

روضہ کی ازسرنوتعمیر

اسی طرح جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام تشریف لے گئے تو وہاں اکثر پیغمبروں کے روضے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا روضہ بیت المقدس میں، حضرت یحییٰ علیہ السلام کا روضہ دمشق میں جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا روضہ کنعان میں ہے۔ اگر روضوں کا بنانا منع ہوتا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان روضوں کو گرا دیتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں ہی آپ رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ کے نمائندہ نے لکھا کہ حضرت دانیال علیہ السلام کا روضہ قدیم وشکستہ اور اس قدر خستہ ہے کہ اس کے شہید ہونے کا خطرہ ہے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے نمائندہ کو جوابی خط میں لکھا کہ حضرت دانیال علیہ السلام کے روضہ کو ازسرنوتعمیر کرادو۔ اگر روضہ بنانا ممنوع ہوتا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جلالی خلیفہ اسے کیوں قائم رکھنے کا حکم دیتے؟''

داڑھی سے جھاڑو

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے عقیدت وارادت مندوں کو اپنا ذاتی تجربہ و مشاہدہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ:

"ایک دفعہ حج کے موقع پر میں ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے روضہ مبارک پر زیارت کیلئے گیا۔ جیسے ہی گنبد مبارک کے دروازہ میں داخل ہونے لگا تو میں نے دیکھا کہ اس کے اندر ایک بزرگ لیٹ کر اپنی دراز ریش سے جھاڑو دے رہا تھا۔ میں وہاں دروازہ ہی میں رک گیا جب تک وہ بزرگ تمام مزار کے اندر سے داڑھی کے ساتھ جھاڑو دے کر دروازہ تک نہیں پہنچا میں وہاں کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ وہ بزرگ دروازہ پر پہنچا تو پھر اس نے اپنا سر اٹھا کر مجھے دیکھا تو ہم دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔

وہ بزرگ حافظ امام الدین سیالکوٹی نقشبندی تھا۔ وہ عرصہ 20 سال سے مکہ شریف میں رہائش پذیر تھا اور مدینہ منورہ جا کر بھی کئی ماہ وہاں عبادت و ریاضت میں گزارتا تھا۔ میں جب مکہ معظّمہ جاتا تھا تو حافظ امام الدین سیالکوٹی

نقشبندی کے ہاں ہی رہائش رکھا کرتا تھا۔ اس نے اس لمحے مجھے بتایا کہ وہ ہفتہ بعد یہاں آ کر اپنی داڑھی سے جھاڑو دینے کو اپنے لئے انتہائی فخر و اعزاز سمجھتا تھا اور اسی مقصد کی خاطر ہی اس نے اپنی داڑھی بہت زیادہ لمبی رکھی ہوئی تھی۔

یہ ہے وہ سعادت وعقیدت کہ جس کی حدت وحرارت خوش قسمت وخوش بخت لوگوں کو ملتی ہے۔"

ماں کی زیارت

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے عقیدت وارادت مندوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"جن لوگوں کے والدین زندہ ہیں انہیں چاہئے کہ وہ اپنے والدین کی خدمت کی سعادت حاصل کریں اور وہ افراد جن کے والدین حیات نہیں ہیں ان پر لازم ہے کہ وہ والدین کی قبروں پر جائیں اور وہاں فاتحہ پڑھیں۔ دعائے مغفرت مانگیں اور اپنے والدین کی بخشش ونجات کیلئے رب العزت کی بارگاہ میں گڑگڑا کر عرض کریں۔

جن افراد کے والدین زندہ ہیں تو وہ خوش قسمت ہیں کہ انہیں رب کائنات نے ماں باپ کی خدمت کی سعادت حاصل کرنے کا وافر موقع فراہم کیا ہے۔ جو شخص باوضو ہو کر اپنے والدین کی زیارت کرے اور انہیں عقیدت بھری نظروں سے دیکھے اور ان کا از حد ادب واحترام ملحوظ خاطر رکھے تو اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ اس کے جسم پر جس قدر بال ہوں اسے اس قدر نیکیاں ملتی ہیں جبکہ ایک

عام آدمی کے جسم پر تقریباً تین کروڑ پچاس لاکھ بال ہوتے ہیں۔

سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ نوید دی تو ایک صحابیؓ نے رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میں دوسری مرتبہ اپنی والدہ کے چہرے کو محبت و عقیدت سے دیکھوں تو کیا پھر بھی مجھے اتنی ہی نیکیاں ملیں گی؟''

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بالکل! اتنی ہی نیکیاں تمہارے نامہ اعمال میں لکھی جائیں گی۔''

اس نے پوچھا: ''اگر تیسری مرتبہ دیکھوں تو پھر کتنی نیکیاں ملیں گی؟''

معلم کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر بھی اتنی ہی نیکیاں ملیں گی۔''

اس نے پھر پوچھا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر چوتھی مرتبہ ماں کی زیارت کروں تو پھر کتنی نیکیاں ملیں گی؟''

سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یاد رکھو کہ رب رحمٰن و رحیم کی رحمت بے پایاں و بے کراں ہے۔ رب قادر و قدیر کے خزانوں میں کمی نہیں ہو سکتی۔ تم اپنی والدہ کو جتنی مرتبہ دیکھو گے رب رحیم و کریم اپنے فضل خاص سے نیکیاں تمہارے نام کرتے جائیں گے۔''

قرآن پاک کی سورۃ لقمان میں ارشاد ربانی ہے کہ ''ان اشکرلی ولوالدیک''، یعنی تم میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔ چنانچہ اس حکم خداوندی

کے حوالے سے ہم سب پر لازم ہے کہ جہاں رب العزت کا شکرادا کریں وہاں اپنے والدین کا بھی شکرادا کریں۔''

ایک رات کا حق

والدین کی خدمت و اطاعت کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا کہ:

''خلافِ شرع احکام کے علاوہ والدین کا ہر حکم ماننا اولاد پر لازم ہے۔ یاد رکھو کہ ماں باپ کی دعا اولاد کے حق میں ضرور قبولیت کا شرف حاصل کرتی ہے۔ ماں باپ کی آواز سے اولاد کو اپنی آواز ہمیشہ پست رکھنا چاہئے۔ ماں باپ کی اجازت کے بغیر تو اولاد حج پر بھی نہیں جا سکتی۔ جو شخص اپنے ماں باپ کی خدمت کرے گا تو اس کی اولاد بھی اس کی خدمت کرے گی۔ دنیا میں کوئی شخص کسی دوسرے فرد کو اپنے سے بہتر حالت میں دیکھنے کا خواہش مند نہیں ہوتا مگر والدین یقینی طور پر خواہش مند ہوتے ہیں کہ ان کی اولاد ان سے زیادہ بہتر حالت میں زندگی بسر کرے چنانچہ اولاد پر بھی لازم ہے کہ وہ والدین کیلئے اسی قسم کی خواہش رکھے۔''

ایک شخص کا واقعہ بیان کرتے ہوئے امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

''ایک شخص نے مسلسل و متواتر بارہ برس تک اپنی والدہ کی خدمت کی اور پوری کوشش کی کہ تمام تر شدت وحدت اور حرارت و تمازت کے ساتھ خدمت

کروں اور اس میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھوں۔ اس کی والدہ بیمار تھی۔ وہ اپنی والدہ کو صبح شام اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتا رہا۔ وضو کراتا رہا۔ ہاتھ منہ دھلاتا رہا۔

ایک دن یکایک اس کے دل میں خیال آیا کہ اس نے اپنی ماں کی خدمت کر کے اس کا حق ادا کر دیا۔ جب رات کو وہ شخص سویا تو اس نے خواب میں ایک فرشتہ کو دیکھا جو اس سے کہہ رہا تھا کہ تو نے کیا سوچ کر کیسا خیال دل میں پال لیا ہے کہ تو نے اپنی والدہ کا حق ادا کر دیا ہے؟ یہ تیری خام خیالی ہے۔ تُو کسی صورت بھی اپنی والدہ کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ یاد رکھ کہ جب تُو شیر خوار تھا تو ایک رات جبکہ سخت سردی کا عالم تھا تو نے شیر خواری کے اس زمانے میں اپنی حاجت ضروری اپنے بستر پر ہی پوری کر دی تھی جس کی وجہ سے تیرا بستر گیلا ہو گیا تھا۔

اس سخت سردی کے موسم میں تیری والدہ نے تجھے اپنی جگہ پر لٹایا تھا جو کہ گرم تھی اور خود تیری گیلی جگہ پر سوئی تھی۔ تیری بارہ برس کی خدمت اس ایک رات کا حق ادا کرنے سے قاصر ہے۔ یاد رکھ کہ جس طرح بندہ اپنے رب تعالیٰ کا حق ادا کرنے سے عاجز و قاصر ہے اسی طرح اپنے والدین کا حق بھی ادا نہیں کر سکتا۔"

ہوٹل میں جا کر رہو!

اسی طرح ایک اور مشاہدہ بیان کرتے ہوئے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

"یہ ہمارے پنجاب کا واقعہ ہے کہ ایک شخص لندن سے ڈگری لے کر ڈپٹی

کمشنر مقرر ہو کر یہاں آیا۔ وہ لندن کا رہائشی تھا اور انگریز تھا اور یہ کہ اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا۔ والدین کو بڑی خوشی ہوئی کہ ان کا بیٹا ڈپٹی کمشنر تعینات ہو گیا ہے۔ اسی خوشی میں اس انگریز ڈپٹی کمشنر کا والد کافی کرایہ خرچ کر کے لندن سے پنجاب پہنچا تا کہ اپنے بیٹے سے ملاقات کر سکے اور اسے اس کے عہدہ پر کام کرتے دیکھ کر خوش ہو سکے اور یہ کہ کچھ دن اپنے بیٹے کے ساتھ گزار سکے۔

انگریز ڈپٹی کمشنر کے والد نے یہاں آ کر اپنے بیٹے سے ملاقات کی تو وہ اپنے بیٹے کے تیور دیکھ کر حیران رہ گیا۔ بیٹے نے اپنے والد سے کہا کہ اس کی کوٹھی میں اس کے والد کی رہائش کیلئے کمرہ خالی نہیں ہے لہٰذا وہ ہوٹل میں جا کر رہے۔ سوچو کہ اس کے والد کو کس قدر صدمہ ہوا ہوگا اپنے بیٹے کی اس بات کو سن کو اور اس والد پر کیا گزری ہوگی اس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا۔ کیا اس ڈپٹی کمشنر کے والد نے اس دن کیلئے اپنے بیٹے کو پالا تھا اور اعلیٰ تعلیم دلائی تھی کہ وہ اس کے ساتھ ایسا سلوک کرے گا؟''

شیر کو جان کے لالے پڑ گئے

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے والدین کی خدمت واطاعت کے حوالے سے گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے مثنوی مولانا رومؒ کا حوالہ دیا اور بتایا کہ مولانا رومؒ نے اپنی مثنوی میں ایک واقعہ بیان کیا ہے جس کے مطابق ایک زمیندار حسب معمول رات کے وقت اپنے دو بیلوں کو کھیت میں باندھ کر اپنی رہائش گاہ پر واپس آ گیا تا کہ رات کے پچھلے پہر جا کر ان بیلوں کے ذریعے ہل جوتے گا اور کھیت میں محنت کر کے بہتر فصل حاصل کرے گا۔

وہ رات چاند کے غائب ہونے والی رات تھی یعنی قمری ماہ کی انتہائی آخری راتوں میں سے تھی اس لئے سخت اندھیرا تھا۔ آسمان پر نہ تو چاند کی حکمرانی تھی اور نہ ہی ستارے جگمگا رہے تھے۔ چاند رخصت پر تھا تا کہ اگلے ماہ کے آغاز کی اطلاع لے کر واپس لوٹ سکے۔

زمیندار جیسے ہی اپنے دو بیلوں کو کھیت میں باندھ کر اپنی قیام گاہ پر پہنچا تو تھوڑی ہی دیر بعد وہاں کھیت میں ایک شیر آ گیا۔ اس شیر کو کئی روز سے بھوک ستا

رہی تھی۔شکار ہاتھ نہیں آیا تھا۔اس نے بیلوں کو دیکھا تو جھٹ سے ایک بیل پر چڑھ دوڑا۔بیل ویسے ہی بندھا ہوا تھا۔وہ شیر کے سامنے ڈھیر ہو گیا۔

شیر نے جی بھر کر بیل کا تازہ خون اور تازہ گوشت مزے لے کر اُڑایا۔اس کا پیٹ بھر گیا اور وہ بہت خوش تھا۔وہ جنگل کی طرف واپس نہیں گیا بلکہ دوسرے بیل کو کھانے کے لالچ میں وہیں دوسرے بیل کے پاس ہی بیٹھ گیا تاکہ جب بھی اسے دوبارہ بھوک ستائے تو وہ دوسرے بیل کو کھا جائے۔

زمیندار حسب معمول رات کے پچھلے پہر ہل جوتنے کیلئے وہاں پہنچا جہاں بیل موجود تھے۔زمیندار نے پہلے ایک بیل کے کندھے پر جوا رکھا تو وہ کھڑا ہو گیا مگر دوسرا کافی کوشش کے بعد کھڑا نہیں ہوتا تھا۔وہ کیسے کھڑا ہوتا کیونکہ وہ تو شیر تھا جبکہ بیل کو تو شیر کھا چکا تھا۔

زمیندار نے جب یہ دیکھا کہ اس کا بیل خلافِ معمول حکم عدولی کر رہا ہے اور اس کے اٹھانے کے باوجود نہیں اٹھ رہا تو اس نے شیر کو غلطی سے بیل سمجھ کر دو تین ڈنڈے پوری قوت و طاقت کے ساتھ رسید کئے۔اس پر شیر اس قدر جوش و غصہ سے گرجا اور دھاڑا کہ پورا کھیت ہل کر رہ گیا۔اس دہشتناک اور غیر متوقع دھاڑ سے زمیندار بے ہوش ہو کر گر پڑا جبکہ شیر جنگل میں بھاگ گیا کیونکہ اس کی پٹائی بھی خوب ہوئی تھی۔رات کے اندھیرے میں زمیندار نے شیر کو نہیں پہچانا جبکہ شیر زیادہ خوراک کھانے کی وجہ سے ویسے ہی مستی و مدہوشی میں تھا۔

جب زمیندار کو ہوش آیا اور اسے پتہ چلا کہ وہ تو شیر پر ڈنڈے برساتا رہا

ہے تو وہ سخت متعجب ہوا۔ وہ کہتا تھا کہ اگر اسے علم ہوتا کہ وہ بیل نہیں بلکہ شیر ہے تو وہ کبھی بھی اس کے قریب تک نہ جاتا چہ جائیکہ اس کی پٹائی کرتا۔ مگر وہ حیران تھا کہ شیر دُم دبا کر بھاگ کیسے گیا۔ اس نے زمیندار کی خبر کیوں نہیں لی مگر شیر کو تو اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے تو وہ زمیندار پر حملہ آور کیسے ہوتا۔"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ واقعہ سنانے کے بعد اپنے عقیدت وارادت مندوں سے کہا کہ:

"جو لوگ والدین کی خدمت واطاعت نہیں کرتے وہ اس زمیندار کی مانند ہیں جو کم علمی اور نا سمجھی کی بدولت شیر کو بیل سمجھ بیٹھے ہیں۔ ان کے والدین شیر ہیں مگر وہ انہیں بیل سمجھ کر ان کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں۔ ان کے فرمان پر عمل نہیں کرتے۔ ان کی خدمت نہیں کرتے۔ ان کو وہ عزت ووقعت نہیں دیتے جس کے وہ لائق ہیں اور یہ عمل قابل سزا ہے۔"

قصہ ایک قصاب کا

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس موضوع کے حوالے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پیش آنے والا ایک واقعہ بھی سنایا۔ آپؒ نے اپنے عقیدت وارادت مندوں کو بتایا کہ:

"ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ جل شانہٗ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ انہیں بتایا جائے کہ جنت الفردوس میں ان کا ساتھی کون ہوگا؟

ارشاد ربانی ہوا کہ فلاں چہر میں جاؤ جو 400 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ وہاں ایک شخص رہتا ہے۔ اس سے ملو۔ اس شخص کا پتہ رب کائنات نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتا دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام طویل سفر طے کرتے ہوئے اس شخص تک پہنچے۔ وہاں جا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ وہ شخص قصاب ہے جبکہ اس کی ایک بوڑھی کمزور و لاغر والدہ ہے۔ وہ جب بھی شام کو گھر آتا ہے تو اپنی والدہ کیلئے اور اپنے لئے روٹی تیار کرتا ہے۔ پہلے اپنی والدہ کو اپنے ہاتھوں سے کھلاتا ہے اور پھر خود کھاتا ہے اور اپنی والدہ کی اطاعت و فرمانبرداری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا۔

وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم ہوا کہ یہ اس کی ماں کی دعا کا بارگاہ رب العزت میں قبولیت کا نتیجہ ہے کہ وہ شخص جنت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ساتھی بنے گا۔ اس کی والدہ نے اپنے بیٹے کی خدمت و اطاعت و فرمانبرداری سے خوش ہو کر اپنے رب رحمٰن و رحیم سے لمحہ لمحہ دعا کی تھی کہ اس کے بیٹے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جنت میں ساتھی بنا دے اور رب کریم و رحیم ایک ماں کی دعا کو کیسے ٹال سکتا ہے۔ دعا قبول ہو چکی اور اب تو یہی ہے کہ جنت میں وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ساتھی و رفیق ہوگا۔ اس سے بڑھ کر اور کون سا درجہ ہوگا؟"

نافرمان لڑکا

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

"اگر کروڑ روپیہ بھی خرچ کر دو اور یہ سمجھو کہ ماں خرید لو گے تو یہ تمہاری بھول

ہے۔ماں کی کوئی قیمت نہیں۔ ماں روپے پیسے سے نہیں مل سکتی۔خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے ماں باپ حیات ہیں اور وہ ان کی خدمت واطاعت کر رہے ہیں۔خالق و مالک تو رب قادر وقدیر کی ذات پاک ہے مگر پیدا کرنے کا ذریعہ ماں باپ ہیں۔قرآن پاک ببانگ دہل کہہ رہا ہے کہ

وصینا الانسان بوالدیہ احسانا

یعنی ''اور ہم نے آدمی کو حکم دیا کہ اپنے والدین سے بھلائی کرے۔''

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے کہ:

و قضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ و بالوالدین احسانا

یعنی ''اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔''

حدیث پاک میں ہے کہ:

الجنت تحت اقدام الامهات

یعنی جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

مطلب یہ کہ جو لوگ جنت کے حصول کے متمنی ہوں۔رب کی رضا کے خواہش مند ہوں تو انہیں چاہئے کہ وہ اپنی ماؤں کی اطاعت کریں۔ان کے نقش قدم پر چلیں اور ان کی مقدور بھر خدمت کریں۔

ماں باپ اگر خفا ہوں تو اُف تک نہ کرو جس طرح مُردہ غسل دینے والے

کے سامنے ہوتا ہے اور کچھ بھی نہیں کرتا اسی طرح ماں باپ کے سامنے رہو اور اپنے اختیار و اقتدار کو ماں باپ کی اطاعت کے تابع کر دو۔

ماں باپ اگر عاق کر دیں تو وہ بیٹا کوئی بھلائی حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ اس کی کوئی بھی عبادت قبولیت کا درجہ حاصل کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ ماں باپ ناراض ہو جاتے ہیں تو رب بھی ناراض ہو جاتا ہے۔

سیالکوٹ کے ایک بزرگ تھے جن کی عمر 100 برس سے زیادہ تھی۔ وہ روزانہ ایک میل کا سفر طے کر کے ماں باپ کی قبر پر جایا کرتے تھے اور وہاں ان کیلئے دعائے مغفرت مانگتے تھے۔

مدینہ منورہ میں ایک شخص فوت ہو گیا۔ آپ ﷺ قبرستان تشریف لے گئے۔ وہاں آپ ﷺ نے دیکھا کہ قبر والے کو عذاب ہو رہا ہے۔ وہاں ایک بوڑھی عورت آئی اور اس نے بتایا کہ اس قبر میں موجود فرد اس کا نافرمان لڑکا تھا۔

آنحضور ﷺ نے والدہ سے کہا کہ وہ اپنے بیٹے کو معاف کر دے مگر اس بوڑھی خاتون نے کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ! یہ مجھے تکلیف دیتا تھا۔'' آپ ﷺ نے پھر کہا کہ معاف کر دے مگر وہ تیار نہ ہوئی۔ آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ کہا مگر وہ عورت تذبذب کا شکار تھی۔ آپ ﷺ نے اس کے دل پر توجہ کی تو اس کو اپنے لڑکے کا عذاب دکھائی دیا۔ اب اس بوڑھی عورت نے کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اپنے بیٹے کو معاف کیا۔'' تب اس کا عذاب دور ہوا۔

واسطہ و وسیلہ

راہِ شریعت و طریقت اور محبت و مودت کے مسافروں کیلئے مرشد کی معیت بنیادی ضرورت سمجھی جاتی ہے۔روحانی سلسلہ کے مدارج بحسن و خوبی طے کرنے کیلئے کسی رہبر و رہنما اور مصلح و ناخدا کا ساتھ شرطِ اولین ہے۔حیلہ کے ہمرکاب وسیلہ بھی ہو تو طالبِ طریقت کی منزل آسان ہو جاتی ہے۔اگرچہ طریقت اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ بے حساب عبادت و ریاضت کی جائے مگر اس عبادت و ریاضت کا سلیقہ و طریقہ بتانے و سمجھانے کیلئے مرشد و مربی کا کردار نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے جہاں اپنے عقیدت و ارادت مندوں کو عبادت و ریاضت کے راستے پر چلنے کی تلقین کی وہاں مرشد و مربی اور رہبر و رہنما کی ضرورت و اہمیت پر بھی زور دیا۔آپؒ حضرت سلطان باہوؒ کی طرح ''مرشد دا دیدار ہے باہو مینوں لکھ حجاں ہو'' کے قائل تھے۔راہِ وفا و صفا کے مرد مجاہد کیلئے کسی کامل رہبر و رہنما کی مشاورت و مصاحبت اور مدد و معاونت

جز ولازم کی حیثیت رکھتی ہے اور یہی وہ کھلی حقیقت تھی کہ جس کو آپ رحمتہ اللہ علیہ اکثر و بیشتر اپنے خطبات وخطابات میں پوری شدت وحدت کے ساتھ بیان کیا کرتے تھے۔ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس حوالے سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''قرآن پاک میں واضح طور پر ارشادِ ربانی ہے کہ:

یا یھا الذین امنو ا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلة

یعنی اے ایمان والو! اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرو اور اس کی طرف کوئی وسیلہ تلاش کرو۔

مطلب یہ کہ رب رحمٰن ورحیم کا قرب حاصل کرنے کیلئے کسی نہ کسی واسطہ و وسیلہ کی ازحد ضرورت ہے۔اگرچہ رب کریم وعظیم کو اپنی مخلوق اشرف واعلیٰ و ارفع کے ساتھ ایک تعلق خاص ہے اور انسان پر اس کے الطاف وعنایت کی کوئی حد نہیں ہے مگر پھر بھی رب وحدہٗ لاشریک نے مناسب یہی سمجھا کہ انسانوں کی ہدایت اور اصلاح وفلاح اپنے ہدایت کاروں یعنی انبیاء اور رسولوں کے ذریعے کی جائے۔

رب قادر وقدیر کا نظام قدرت مخصوص قواعد وضوابط کی پابندی کے ساتھ رواں دواں ہے۔اس نظام میں انسان کی اصلاح و فلاح کیلئے بھی خاص قاعدے و ضابطے کارفرما ہیں۔انسانوں کی ہدایت کیلئے نظام قدرت میں انبیاؤں، رسولوں اور اولیاؤں کا اک اہم کردار ہے۔

انبیائے کرامؑ اور اولیائے عظامؒ پر لازم ہوتا ہے کہ وہ خالق ومخلوق کے مابین تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر کریں۔ مخلوق کو اس راستے کی نشاندہی کریں جو خالق کی جانب جاتا ہے۔ وہ مخلوق خدا کو عبادت وریاضت کے قواعد وضوابط اور طریقے وسلیقے بتائیں۔ رب رحمٰن ورحیم اور انسانوں کے مابین جو باتیں دوری کا باعث ہوسکتی ہیں ان کے بارے باخبر کریں اور جن باتوں سے خالق ومخلوق کا رشتہ مضبوط سے مضبوط تر ہوسکتا ہے وہ انہیں سکھائیں تاکہ بروزِ محشر مخلوق خدا اپنے خالق کے روبرو سرخرو ہوسکے۔

نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ نبوت ورسالت کے بعد یہ ذمہ داری خلفائے راشدین نے ازحد خوبی وخوبصورتی کے ساتھ نبھائی۔ اور پھر روزِ محشر تک یہ ذمہ داری جو افرادِ صالح سرانجام دیتے رہیں گے انہیں زبان زد عام میں صوفیائے کرام، اولیائے کرام، پیران عظام یا مرشدان احترام کہا جائے گا۔ یہ وہ گروہِ صالح ہے جو خالق ومخلوق کے مابین رابطہ و وسیلہ کا کام سرانجام دیتا ہے۔ مخلوق کو خالق کی خوشی وخوشنودی کے آداب سکھاتا ہے۔

یہ گروہِ صالح بندے کو مالک سے اور غلام کو آقا سے ملاتا ہے۔ لوگوں کو شریعت پر چلنے کا نہ صرف حکم دیتا ہے بلکہ اپنی عملی زندگی سے اس کی تفسیر بیان کرتا ہے۔ افراد کے اذہان وقلوب میں خدا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اجاگر کرتا ہے۔ عشق الٰہی وعشق محبوبِ الٰہی صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوب کر خدا کے بندوں کو آدابِ اطاعت سے آگاہ وآشنا کرتا ہے۔

مولوی ہرگز نہ شُد مولائے روم

اگر چہ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ رب کائنات کی ذات پاک ہی اصل ہادی اور رہبر و رہنما ہے۔ اس کی مرضی و منشاء کے بغیر کسی کو ہدایت نہیں مل سکتی۔ وہ جسے چاہے منزل مراد تک پہنچا دے اور جسے چاہے ہدایت سے سرفراز نہ کرے۔ یہ سب اسی کی قدرت کے راز ہیں جنہیں وہ محض خود ہی جانتا ہے۔

تاہم یہ بھی اسی ہی کی حکمت کی کارفرمائی ہے کہ اس نے اس عالم فنا کو عالم اسباب بنا کر اس کی ہر شے کو سلسلہ اسباب میں ایسا مربوط و منسلک کر دیا کہ کوئی چیز اس نظام کار سے فرار حاصل نہیں کر سکتی۔ جس طرح کوئی بچہ بغیر والدین کے اس عالم اسباب میں نہیں آ سکتا اسی طرح پیر و مرید کے تعلق و رشتہ اور وسیلہ و واسطہ کے بغیر کوئی بھی طالب حق اپنی منزل مراد نہیں پا سکتا۔ اسی بات کو انتہائی آسان لفظوں میں مولانا رومؒ نے بیان کیا ہے کہ۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم

تا غلام شمس تبریزے نہ شد

یعنی مولوی اس وقت تک ''مولائے روم'' نہیں بن سکتا جب تک وہ حضرت شمس تبریزؒ کی غلامی و شاگردی و مریدی اختیار نہ کرے۔

اسی نکتہ کو مزید تفصیل کے ساتھ انتہائی عام فہم انداز اور روزمرہ کی مثال کے ساتھ سمجھاتے ہوئے مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ۔

ہیچ کس از نزد خود چیزے نشد

ہیچ آہن خنجر تیزے نشد

مطلب یہ کہ کوئی شخص خود اور اپنے آپ کچھ بھی نہیں بن سکتا جس طرح کہ کوئی لوہا چاہے وہ کس قدر ہی اعلیٰ وارفع کوالٹی کا ہو لوہار کی محنت ومشقت کے بغیر خنجر کا روپ نہیں دھار سکتا۔

اسی طرح بندے کی روحانی تراش خراش کیلئے کسی مرشد و مربی کی ضرورت ہوتی ہے۔

بعض لوگوں کا یہ فرمان ہے کہ رب ذوالجلال نے جس وسیلہ کی تلاش کا حکم دیا ہے وہ قرآن مجید یا ذاتِ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ہے مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کوئی بھی فرد اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ قرآن مجید اور نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت پر ایمان نہ لے آئے۔

اور جب رب کائنات نے مومنوں کو مخاطب کر کے وسیلہ کی تلاش کا حکم دے دیا ہے تو پھر وہ وسیلہ قرآن یا رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہی ہوگا کیونکہ مومن تو دل وزبان سے اور قلب وروح سے قرآن وصاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کو مان چکا ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس وسیلہ کی تلاش کا حکم ہے وہ مرشد کی ذات ہی ہو سکتی ہے جو بندے کو مولا سے ملاتی ہے۔ بقول شاعر۔

ہوتا ہے اس سے میسر دیدار رسولؐ

حق تعالیٰ سے ملاتا ہے تصور پیر کا

دل میں پیدا ہوتی ہے اس سے خدا کی معرفت

جام وحدت کا پلاتا ہے تصور پیر کا

انسان جن راستوں پر روزانہ چلتا پھرتا ہے ان میں بدرقہ کی مدد و معاونت کے بغیر بھول جاتا ہے تو راہِ سلوک و معرفت گھات لگائے بیٹھے ہیں اس راہ پر کسی رہبر و رہنما اور پیر و مرشد کے بغیر کیسے چلا جا سکتا ہے۔

مشاہدہ و تجربہ اس بات کا گواہ ہے کہ وہی لوگ ہی زیادہ تر گمراہ ہوئے جن کا تعلق کسی پیر و مرشد سے نہیں تھا۔

چراغ سے چراغ جلتا ہے

اور مرشد کیلئے بھی ضروری و لازم ہے کہ وہ کسی ایسے سلسلہ طریقت میں داخل ہو کہ جو نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک جا ملتا ہو۔ جس طرح تسبیح کے دانے آپس میں مل کر ایک سلسلہ قائم کرتے ہیں یا جس طرح زنجیر کے حلقے ایک دوسرے سے منسلک ہو کر ایک سلسلہ قائم کرتے ہیں یا جس طرح ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن کرتے ہوئے ہزاروں لاکھوں چراغوں کو روشن کر کے ایک سلسلہ قائم کیا جا سکتا ہے اسی طرح نبی رحمت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے جو نور خلفائے راشدین کے سینوں میں منتقل ہوا وہی نور صحابہ کرامؓ سے ہوتا ہوا اولیاء کرامؒ کے سینوں تک پہنچا۔

اس حوالے سے نبی مکرم، ہادیٔ اعظم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا تذکرہ ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

ما صب اللہ فی صدری الا صببۃ فی صدر ابی بکر

یعنی ''جو کچھ اللہ نے میرے سینے میں ڈالا وہ میں نے ابو بکرؓ کے سینہ میں ڈال دیا۔''

اسی طرح فرمایا کہ:

انا مدینۃ العلم و علی بابھا

یعنی ''میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔''

مرشد کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے مرید کو اس حقیقت سے آگاہ و آشنا کرے کہ قادر و قدیر صرف اور صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ وہی ہر کام کا کرنے والا اور ہر شے کا خالق و مالک ہے۔ اس کی مرضی و منشاء کے بغیر ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا۔ سب کچھ اسی کے اختیار میں ہے باقی تمام مخلوق مجبور محض ہے بے اختیار ہے۔ ہاں اگر رب تعالیٰ جل شانہٗ کسی کو کوئی اختیار ودیعت و عنایت فرما دیں تو وہ رب تعالیٰ جل شانہٗ کی دین اور عطا ہے۔

خوشی و خوشنودی

طالبِ حق کا ہر فعل حق تعالیٰ جل شانہٗ کی رضا اور خوشی و خوشنودی کیلئے ہونا چاہئے۔ شیخ ابو الحسن شاذلیؒ بتاتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ اپنے ایک دوست کے ہمرکاب ایک غار میں گئے۔ ہمارا مقصد طلبِ خدا اور قربِ الٰہی تھا ایک دن جب ہم نے آپس میں گفتگو کی تو ہم نے یہ کہا کہ ہمارا فلاں کام کل یا پرسوں تک ہو جائے گا۔

چنانچہ اگلے ہی روز ایک شخص ہمارے پاس آیا۔اس کی شکل وشباہت سے واضح تھا کہ وہ ولی کامل ہے۔ہم نے اس سے اس کا حال پوچھا تو وہ کہنے لگا:

''مجھ سے میرا حال کیا پوچھتے ہو جبکہ میں تو وہ شخص ہوں کہ جو کہتا ہے کہ میرا کام کل یا پرسوں تک بن جائے گا حالانکہ مجھے اللہ کی بندگی محض اللہ کی رضا اور خوشی وخوشنودی کیلئے کرنا چاہئے کسی کام کیلئے نہیں۔''

شیخ ابوالحسن شاذلیؒ اس ولی اللہ کی بات کو سمجھ گئے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ طلب کی۔اور آئندہ کیلئے عہد کیا کہ ہر کام خدا کی خوشی وخوشنودی کی خاطر ہی کریں گے اور یہ کہیں گے کہ جو خدا کو منظور ہوگا وہی ہو کر رہے گا۔''

روحانی امراض کے ڈاکٹر

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے مرشد و مربی اور رہبر و رہنما کی ضرورت و اہمیت کے موضوع پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے اپنے عقیدت و ارادت مندوں سے کہا کہ:

"رب کائنات نے عالم فنا میں جہاں اور چیزیں پیدا فرمائی ہیں وہاں ہزاروں قسم کے امراض بھی وجود دیئے ہیں تاہم ان امراض کا علاج و معالج بھی پیدا فرمائے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر شہر میں اطباء و حکماء اور ڈاکٹروں کی ایک کثیر تعداد موجود ہوتی ہے جو مریضوں کا علاج معالجہ کرتی ہے۔ اور یہ وہ اطباء و حکماء و ڈاکٹر ہوتے ہیں جو جسمانی امراض کا علاج کرتے ہیں۔ قرین قیاس یہی ہے کہ رب قادر و قدیر نے روحانی و باطنی امراض کیلئے بھی اطباء و حکماء مقرر کئے ہوں گے اور واضح ہے کہ ایسے اطباء و حکماء جو لوگوں کی باطنی و روحانی بیماریوں کا علاج کرتے ہیں وہ اولیاء کرامؒ اور مرشدان عظامؒ ہی ہوتے ہیں۔ اور ہمیں اپنی روحانی بیماریوں کا علاج روحانیت کے مجاہدین و حکماء سے ہی کرانا چاہئے۔"

حدیثِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ:

"جب کوئی شخص ایک گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں سیاہی کا ایک نقطہ پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر جب وہ دوسرا گناہ کرتا ہے تو دوسرا نقطہ پڑ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے گناہوں کی کثرت سے اس کا دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔"

"اب ایسے دل کی صفائی نہ تو علم سے ہو سکتی ہے اور نہ ہی علماء ظاہر اس دل کی سیاہی دور کر سکتے ہیں۔ اس دل کی سیاہی کی دوری کیلئے کسی مرشد کامل کی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ مرشدِ کامل ہی ایسے دل کو رب تعالیٰ جل شانہ، کی مرضی و منشاء سے روشن و منور کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر اولیاء کرامؒ اور مرشدان عظامؒ نے لوگوں کی ایک کثیر تعداد کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ ایسے دلوں کو منور و مطہر کیا کہ جو توحید و رسالت کی روشنی سے نا آشنا و ناواقف تھے۔"

حضرت موسیٰ ؑ صبر نہ کر سکے

"اس موضوع کی وضاحت کیلئے قرآن کریم میں مذکور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ کا حوالہ از حد موزوں و مناسب اور تفسیر و تعبیر کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک جلیل القدر پیغمبر تھے۔ آپ علیہ السلام کو یہ شرف حاصل تھا کہ آپ علیہ السلام رب کائنات سے ہم کلام ہوتے تھے اسی لئے کلیم اللہ کے لقب سے مشہور و معروف ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب ذوالجلال نے حکم دیا کہ حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جائیں اور علم لدنی کے

اسرار و رموز کا عملی مظاہرہ دیکھیں۔

اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی آپس میں ملاقات ہوئی تو حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ لیا کہ وہ صبر سے کام لیں گے اور راستے میں دوران سفر وہ حضرت خضر علیہ السلام کے کسی فعل و عمل پر اعتراض نہیں کریں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وعدہ دے دیا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام کے کسی کام پر معترض نہیں ہوں گے بلکہ صبر سے کام لیں گے۔ راستے میں حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کو عیب دار کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بول پڑے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ایسا کیوں کیا؟ مگر حضرت خضر علیہ السلام نے انہیں ان کا وعدہ یاد دلایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ وہ آئندہ نہیں بولیں گے۔

آگے چلے تو راستے میں حضرت خضر علیہ السلام نے ایک نوجوان لڑکے کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چپ نہ رہا گیا۔ وہ بول پڑے اور افسوس کا اظہار کیا کہ خواہ مخواہ ایک نوجوان کی جان لے لی گئی تاہم حضرت خضر علیہ السلام نے انہیں وعدہ یاد دلایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عہد کیا کہ اب وہ نہیں بولیں گے۔ مگر حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو واضح طور پر کہہ دیا کہ اگر اب وہ بولے تو ان دونوں کی راہیں جدا ہوں گی اور حضرت خضر علیہ السلام ان کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔

اور پھر دونوں حضرات نے ایک دیوار بنا دی جبکہ اس کی اجرت انہیں دینے سے انکار کر دیا گیا حالانکہ انہیں اجرت کی سخت ضرورت تھی۔ اس پر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام خاموش نہ رہ سکے تو حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہہ دیا کہ حسبِ وعدہ اب ان کی علیحدگی کا وقت آ گیا ہے تاہم رخصت ہونے سے پہلے حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا کہ وہ کشتی اس لئے داغدار کر دی کہ وہ غریب و شریف لوگوں کی کشتی تھی جن کی روزی کا دارومدار اسی کشتی پر تھا مگر ایک ظالم حکمران کشتیوں کو اگلے مقام پر پکڑ رہا تھا۔ کشتی داغدار کر دی گئی تا کہ وہ ظالم حکمران کی دست برد سے محفوظ رہ سکے۔

اسی طرح اس لڑکے کو اس لئے قتل کر دیا گیا کیونکہ اس نے بڑے ہو کر نافرمان بننا تھا جبکہ اس کے والدین خدا رسیدہ افراد تھے۔ وہ لڑکا اپنے والدین کیلئے پریشانی واذیت کا باعث بنتا۔ اب اس کے بدلے رب کریم وعظیم انہیں صالح اولاد سے نوازے گا۔ اور جہاں تک دیوار کے بنانے کا تعلق ہے اس کے نیچے خزانہ دبا تھا جو کہ کم عمر یتیم بچوں کا تھا۔ اگر وہ دیوار مرمت نہ کی جاتی تو یتیموں کا وہ خزانہ لوگ اڑا کر لے جاتے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا کہ انہوں نے یہ تینوں کام رب تعالیٰ کی مرضی ومنشاء اور قدرتِ الٰہی کی حکمت کے تحت کیے۔ اس میں ان کی مرضی کا کوئی دخل نہیں تھا۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قرآن پاک کے اس قصہ سے یہی سبق ملتا ہے کہ علم سیکھنے کیلئے کسی نہ کسی رہبر و رہنما کی ضرورت بھی ہوتی ہے اور بعض اوقات علم محض رب کریم و عظیم کی عطا ہوتا ہے۔ علم لدنی رب رحمٰن و رحیم جسے چاہے عطا کر دیتا ہے۔ یہ اولیاء کرام کو بھی عطا کیا جاتا ہے تاہم وہ پوری کوشش کرتے ہیں کہ اس کو چھپائیں لیکن عوام الناس کی اصلاح و فلاح کی خاطر اپنے رب کی مرضی و منشاء سے وہ اس علم کو استعمال میں لے آتے ہیں۔

اس واقعہ سے ایک بات یہ بھی واضح ہوتی ہے کہ رب تعالیٰ کے کاموں اور حکمتوں کو رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اسی ذات پاک کو علم ہوتا ہے کہ کس کام میں بھلائی ہے۔ ایک کام ظاہری طور پر فائدہ مند نظر نہیں آ رہا ہوتا لیکن بباطن اس میں فائدہ چھپا ہوتا ہے۔

ایک اور بات جو اس واقعہ سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ مرید کو مرشد کے کاموں پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔ مرید صادق وہی ہوتا ہے جو مرشدِ کامل کے حکم کو بغیر کسی دلیل اور حیل و حجت کے مان لیتا ہے۔"

"یہ امر بھی اس واقعہ سے ظاہر ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے مرشد و رہبر حضرت خضر علیہ السلام کے پاس گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس وقت حیثیت ایک مرید کی سی تھی جبکہ حضرت خضر علیہ السلام کی حیثیت پیر و مرشد کی سی تھی۔"

چور زیادہ، سامان کم!

''حضرت بھیکھؒ کو ایک دن مجلس عام میں چند چوروں نے حاضر ہو کر ایک بیل اور ایک بوری گندم پیش کی اور صاف صاف بتایا کہ وہ چوری کیلئے گئے تھے مگر محض دو چیزیں ملی ہیں جبکہ وہ تعداد میں زیادہ ہیں۔ چنانچہ وہ ان دو چیزوں کو آپس میں تقسیم کرنے سے قاصر ہیں اس لئے حضرت بھیکھؒ کی خدمت میں حاضر کر دی ہیں۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دونوں چیزیں قبول فرما کر درویشوں کو حکم دیا کہ بیل کو ذبح کر لو مگر اس کا سر اور چمڑا رکھ لو۔ اسی طرح گندم پسوا کر روٹیاں بنوا لو مگر دو سیر گندم رکھ لینا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی حسب الحکم کھانا تیار ہوا۔ درویشوں کو کھلایا گیا مگر دو شخص صاحب علم تھے انہوں نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ حضرت بھیکھؒ نے ظلم کیا کہ چوری کا مال درویشوں کو کھلا دیا۔

جب کھانا سب درویش کھا چکے تو اتنے میں دو افراد آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئے۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے کھیتی کا 40واں حصہ اور ایک بیل آپ رحمتہ اللہ علیہ کو پیش کرنے کیلئے لانے کا بندوبست کیا تو چوروں نے اسے چوری کر لیا۔ اب وہ یہ پوچھنے آئے ہیں کہ کیا ان کا صدقہ ادا ہو گیا یا نہیں۔

حضرت بھیکھؒ نے ان دو افراد کو بیل کا سر اور چمڑا منگوا کر دکھایا اور گندم بھی دکھائی تو انہوں نے پہچان کر کہا کہ یہی ان کا بیل تھا اور یہی ان کی گندم تھی جو وہ

یہاں دینے کیلئے آرہے تھے۔ حضرت بھیکھؒ نے کہا کہ تمہاری خیرات کا ثواب تمہیں مل جائے گا۔ حکمت یہ تھی کہ درویشوں کو بھوک سخت لگی تھی جبکہ تمہارے یہاں آنے میں کافی دیر تھی اس لئے رب کائنات نے یہ بندوبست کیا کہ چوروں کے ہاتھ سامان خورد ونوش بھجوا دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرشد کامل کی بصیرت جو کچھ دیکھ رہی ہوتی ہے وہ دوسرا شخص چاہے جس قدر پڑھا لکھا ہو نہیں دیکھ سکتا۔

علماء ظاہر اور علماء باطن

ایک مومن و مسلمان کی دینی و دنیاوی فلاح و بقا کیلئے، اخلاق ذمیمہ کی بیماری کے خاتمہ اور اخلاق حسنہ کی کھیتی کی آبیاری کیلئے لازم ہے کہ وہ احکام الٰہی اور اسوۂ رسول رحمت ﷺ پر عمل کرے اور مسلسل کرے تاہم اُسے اس عمل مسلسل کیلئے علوم متعلقہ کا جاننا ضروری ہوتا ہے جبکہ علوم متعلقہ کے جاننے کیلئے عالم باعمل کی ضرورت پڑتی ہے اور اہل ذکر کی معاونت و مشاورت درکار ہوتی ہے۔ جس طرح علم ظاہر کو علماء ظاہر سے حاصل کیا جاتا ہے اسی طرح علم باطن کو علماء باطن سے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اور یہی وہ حقیقت ہے جسے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عقیدت و ارادت مندوں کی رہنمائی و رہبری کرتے ہوئے بیان کیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

"رب علیم وخبیر اپنی کتابِ مبین کی سورۃ النحل کی آیت 43 کے ذریعے واضح طور پر حکم دیتا ہے کہ:

" فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

یعنی "تم دریافت کرلو اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے۔"

چونکہ اربابِ باطن یعنی اہل ذکر کے قلوب و اذہان نورِ عرفان اور علم لدنی کے خزانوں سے معمور ہوتے ہیں اس لئے رب قادر و قدیر نے حکم دیا کہ جو بات ، جو علم ، جو تجربہ تم نہیں جانتے وہ اہلِ ذکر سے معلوم کرلو یعنی ان کی شاگردی و مریدی اختیار کرلو۔ اور یہ اہلِ ذکر وہی نابغۂ روزگار ہیں جنہیں پیران طریقت کہا جاتا ہے۔"

"میں تو اپنے پیر و مرشد کے فرمان کے مطابق یہی کہوں گا کہ ذکر بغیر قلب کے نہیں ہو سکتا جبکہ ذکر والے دل کا حصول بغیر مرشد کے نہیں ہو سکتا اور مرشد بغیر ارادت کے نہیں مل سکتا۔"

باپ کی کیا ضرورت ہے؟

"ایک دفعہ ایسا ہوا کہ لاہور میں تین طالب علم آپس میں بحث کر رہے تھے۔ ایک کہتا تھا کہ استاد کی کوئی اہمیت و ضرورت نہیں جبکہ دوسرے کی رائے تھی کہ پیر و مرشد کے بغیر بھی کام چل سکتا تھا۔ تیسرے نے یہاں تک کہہ دیا کہ باپ کی کیا ضرورت ہے؟

میں نے ان تینوں طالب علموں سے کہا کہ اگر باپ نہ ہوتا تو بیٹا کیسے پیدا ہوتا؟ اور اگر استاد نہ ہو تو شاگرد تعلیم و تربیت کہاں سے حاصل کرے گا؟ اسی طرح اگر پیر و مرشد نہ ہو تو مرید کا تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کس طرح ممکن ہو سکتا

ہے؟ جس طرح بغیر والد کے بیٹا نہیں ہو سکتا اسی طرح بغیر پیر و مرشد کے مرید نہیں ہو سکتا۔ والد اگر بیٹے کی جسمانی پرورش و پرداخت کرتا ہے تو پیر و مرشد اس کی روحانی پرورش و پرداخت کرتا ہے جبکہ جسمانی و روحانی پرورش دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ محض جسمانی پرورش اور زیب و زینت سے انسان مکمل نہیں ہو سکتا۔ روحانی پاکیزگی و پرہیزگاری کے بغیر انسان کی نجات ناممکن ہے۔ یوں جسمانی پرورش کی نسبت روحانی پرورش زیادہ ضروری اور اہمیت کی حامل ہے۔"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ واقعہ بتانے کے بعد اپنے ارادت و عقیدت مندوں سے کہا کہ:

"دنیاء فنا میں رہائش پذیر کوئی بھی شخص و فرد تنہا و اکیلا رہ کر اپنے شب و روز گزارنے سے یکسر قاصر ہے۔ ہر انسان کو اس عالمِ فنا میں کئی دوسرے افراد کے دستِ تعاون و معاونت کی ضرورت پڑتی ہے۔ بچے کو اس کی والدہ اگر دودھ نہ پلائے تو وہ زندہ کیسے رہے گا؟ اسی طرح کسان، جولاہے، درزی، حجام، باورچی حتیٰ کہ بھنگی کے تعاون کے بغیر کیا کسی شخص کی معاشرت و سکونت اور پرورش و بود و باش کا تصور کیا جا سکتا ہے؟ کسان جب تک خوراک اُگا کر فصل حاصل کر کے مہیا نہیں کرے گا انسان کیسے زندہ رہ سکے گا؟ اسی طرح علم و عمل کے طالب کو کسی عالمِ باعمل کی شاگردی و مریدی اختیار کرنا پڑے گی تب ہی وہ علم و عمل کے زیور سے مزین و منور ہو پائے گا۔

اور مقام افسوس ہے بلکہ لمحہ حیرت ہے کہ ہم لوگوں میں بعض افراد

کسان، دوکاندار، درزی، حجام، باورچی و بھنگی وغیرہ کی ضرورت کو تو مانتے ہیں مگر عالمِ باعمل، صاحبِ طریقت اور پیر باتدبیر کی حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکاری ہوتے ہیں۔ اس حوالے سے طرح طرح کے تنقیدی نکات ڈھونڈتے ہیں۔ بحث مباحثہ پر اتر آتے ہیں اور ذاتی عناد وانا کا مسئلہ بنا دیتے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے آخر ہمارے معیارات دوہرے کیوں ہیں؟ ہم خوامخواہ کی کج بحثی کے کیوں شکار ہوتے ہیں؟ فرقہ بندی کو کیوں ہوا دیتے ہیں؟ اور دوسرے کو برداشت کرنا تو دور کی بات رہی ہم تو اس کی بات اور اس کا نکتہ نظر سننے کیلئے بھی تیار نہیں ہوتے! آخر کیوں؟"

پیر طریقت کی ضرورت

"بعض افراد کو یہ سادہ سی بات کیوں سمجھ نہیں آتی کہ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے نبوت کے اختتام پر مہر تصدیق وتوثیق ثبت کر دی چنانچہ اب ہدایت کا کام صرف اور صرف پیرانِ عظام کا ہی ہے۔ اور وہ یہ کام احکاماتِ خدا اور ارشاداتِ رسول ﷺ کے تحت ہی کرتے ہیں۔ اسوۂ حسنہ کو مشعل راہ بنا کر ہدایت ونصیحت کرتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو برائیوں سے روکے اور نیکیوں کی طرف بلائے جبکہ برائیوں سے روکنے اور نیکیوں کی طرف بلانے والی شخصیت کو پیر طریقت ورہبر شریعت کہا جاتا ہے۔"

"رشتے وناتے دو قسم کے ہوتے ہیں ایک جسمانی دوسرے روحانی اور ان دونوں رشتوں میں سب سے مضبوط ومستحکم اور توانا رشتہ روحانی رشتہ ہوتا ہے کیونکہ جسمانی رشتہ تو انسان کے مرنے کے بعد ٹوٹ جاتا ہے جبکہ روحانی رشتہ برقرار رہتا ہے۔"

قبلۂ عالم، امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ:

”قرآن مجید، فرقان حمید میں رب العزت کا واضح ارشاد ہے کہ

یا ایھا الذین امنوا اتقوالله و کونوا مع الصدقین

یعنی ”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صادق لوگوں کے ساتھ رہا کرو۔“

یہ صادقین کون ہیں؟ یہ یقیناً صوفیائے کرامؒ اور پیران عظامؒ ہیں۔ انہی منزہ و مطہر افراد کی صحبت و معیت میں خوفِ الٰہی بھی پیدا ہوتا ہے اور عشق رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیدار ہوتا ہے۔“

اس ضمن میں امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ:

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے دو علوم حاصل کئے۔ ان علوم میں سے ایک علم تو وہ دوسروں پر ظاہر کرتے ہیں لیکن اگر وہ دوسرا بھی ظاہر کریں تو ان کا گلا کاٹ لیا جائے۔

مطلب یہ کہ ایک علم ظاہری ہے جبکہ دوسرا علم باطنی ہے۔ علم ظاہری تو عالمان ظاہری سے حاصل کیا جا سکتا ہے جبکہ علم باطنی کے حصول کیلئے کسی نہ کسی پیر طریقت، رہبر شریعت کی خدمت میں حاضر ہونا ہو گا۔ اگرچہ اس دورِ قحط الرجال میں بندگان خدا کا ملنا کارِ دشوار ہے جب طلب و آرزو اور کوشش و جستجو از حد لازم و ضروری ہے۔ طالبِ راہِ حقیقت کو خالق حقیقی خود ہی رہبر و رہنما اور

مرشد و مربی سے ملا دیتا ہے۔"

قبلۂ عالم، امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث بیان کرنے کے بعد اپنے عقیدت وارادت مندوں کو بتایا کہ:

"ایک روز ایسا ہوا کہ میرے دل میں یہ خیال جاگزیں ہوا کہ ایک وہ دور بھی تھا جب اولیائے اللہ، بندگان خدا اور پیران عظامؒ کی ایک معقول تعداد لمحہ لمحہ تشنگان علم وعمل کی رہبری ورہنمائی کیلئے موجود ہوتی تھی۔ ہر شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوکر ان سے مستفید ومستفیض ہوسکتا تھا مگر اب یہ عالم ہے کہ لاہور اور امرتسر جیسے کثیر آبادی والے شہروں میں ایک بھی ایسا فردِ مجاہد اور بندۂ خدا بظاہر دکھائی نہیں دیتا کہ جس سے رہبری ورہنمائی حاصل کی جا سکے۔ اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ جن مختلف مقامات پر اب بعض بندگان خدا موجود ہیں وہ بھی عالم فنا سے عالم بقا کی جانب سفر کر گئے تو پھر خدا معلوم کیا ہوگا؟ اور یہ دنیا کن کن مصائب وحوادث سے دوچار ہوگی!!! اس لئے طالبان حقیقت ومعرفت کو چاہئے کہ وہ کوئی لمحہ ولحظہ ضائع کئے بغیر دستیاب بندگان خدا کی خدمت میں حاضر ہوکر فیض حاصل کرلیں۔ کیونکہ یہی حقیقتِ وقت ہے اور یہی ضرورتِ وقت ہے۔"

شریعت وطریقت کا فرق

طالبان راہِ حقیقت نے ایک دفعہ امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے شریعت وطریقت کے فرق کے حوالے سے دریافت کیا تو قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ:

''شریعت وطریقت دونوں کے پانچ پانچ ارکان ہیں۔ شریعت کے پانچ ارکان میں توحید ورسالت پر ایمان لانا، نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا شامل ہیں جبکہ طریقت کے پانچ ارکان ذکر، فکر، مراقبہ، محاسبہ اور رابطہ ہیں۔ شریعت کا سب سے اہم رکن نماز ہے اور طریقت کا سب سے اہم رکن رابطہ ہے۔ اگر رابطہ درست ہو جائے تو طریقت درست ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر نماز درست ہو جائے تو شریعت درست ہو جائے گی۔

بارگاہِ رب العزت تک رسائی کے دونوں راستے یعنی شریعت وطریقت بالکل حقیقی اور قطعی برحق ہیں تاہم دونوں میں فرق اتنا ہے کہ شریعت کا راستہ طویل ودراز ہے اور طریقت کا راستہ قریب ونزدیک ہے۔

ان دونوں راستوں کو سمجھنے کیلئے اگر تمثیلی انداز اختیار کیا جائے تو اس کی مثال یوں ہے کہ جیسے ایک کسان بیلوں کی ایک جوڑی کے ساتھ زمین میں سال بھر ہل چلاتا رہا اور محنت ومشقت کرتا رہا۔ شب وروز فصل کی کامیابی کیلئے ہاتھ پاؤں مارتا رہا۔ اس نے فصل پکنے پر اسے کاٹ کر دانے کو بھوسے سے جدا کیا۔

پھر دانوں کو صاف ستھرا کر کے چکی پر لے گیا۔ ان دانوں سے آٹا بنایا۔ بعد ازاں توا اور لکڑیاں لے کر چولہا تیار کیا۔ لکڑیاں جلائیں۔ توے پر روٹیاں پکائیں اور تب کہیں جا کر اس نے روٹی کھائی۔ اس کسان کا یہ سارا عمل اور یہ ساری محنت کی مثال ایسے ہے جیسے کہ شریعت ہے اور جس شخص کو پکی پکائی روٹی دے دی گئی وہ طریقت ہے۔''

اسی طرح ایک اور مثال دیتے ہوئے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

''یوں سمجھو کہ ایک چیونٹی نے یہ کوشش کی کہ وہ خانہ کعبہ پہنچے مگر وہ خانہ کعبہ سے بہت ہی دور تھی۔ نہ تو اسے راستے کا علم تھا اور نہ ہی اس کی رفتار تیز تھی۔ وہ دو ہزار سال تک بھی چلتی رہتی تو خانہ کعبہ بمشکل پہنچ پاتی مگر چونکہ اس کی طلب سچی اور آرزو حقیقی تھی۔ وہ طالبِ صادق تھی اس لئے ایک کبوتر آیا۔ وہ دانہ چگنے کیلئے زمین پر بیٹھا تو وہ چیونٹی اس کے پاؤں پر بیٹھ گئی۔ کبوتر اُڑا۔ وہ بھی خانہ کعبہ پہنچنا چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ خود بھی رب کعبہ کے گھر کے قریب پہنچا اور چیونٹی کو بھی پہنچا دیا۔ چیونٹی کا اپنے قدموں پر چل کر جانا شریعت کے مثل ہے جبکہ کبوتر کے پاؤں پر بیٹھ کر خانہ کعبہ پہنچنا بمثل طریقت ہے۔ یہی شریعت و طریقت کا فرق ہے۔ شریعت تو محنت کی طالب ہے جبکہ طریقت عطاء ربانی ہے جس میں وسیلہ شامل ہے۔''

اس موضوع پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

''ایک شخص نے ایک دفعہ مکہ معظّمہ جانے کا ارادہ کیا۔ وہ مکہ معظّمہ جانے کی غرض سے بمبئی پہنچا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ ایک وسیع و عریض سمندر ہے۔ اس نے سمندر میں چھلانگ لگا دی اور تیر کر مکہ معظّمہ جانے کی کاوش کی۔ وہ سمندر کے کنارے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا کہ کسی راہ گیر نے اس سے پوچھا: میاں! یہ کیا کر

رہے ہو؟ اتنے بڑے سمندر میں کس لئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ وہ تیرنا سیکھ رہا ہے کیونکہ اس نے مکہ معظّمہ جانا ہے۔ جب وہ تیرا کی سیکھ جائے گا تو سمندر میں تیر کر مکہ معظّمہ پہنچ جائے گا۔

راہ گیر نے اس شخص سے کہا کہ "میاں! تم کہیں دیوانے تو نہیں؟ کبھی سمندر کو بھی تیر کر آج تک کسی نے عبور کیا ہے؟ جدہ شریف بمبئی سے بائیس سو میل دور ہے۔ اتنی دور ہاتھ پاؤں مار کر وہاں کیسے پہنچے گا؟ ایک مگرمچھ آئے گا تجھے نگل لے گا یا ایک سمندری موج غراتی ہوئی آئے گی اور تجھے غرق کر دے گی۔ تیرے بازوؤں میں اتنی طاقت کہاں کہ تو اتنی دور تیر کر جاسکے۔ زیادہ سے زیادہ دو تین میل تیر لے گا۔ پھر تھک جائے گا۔ طاقت جواب دے جائے گی اور مکہ معظّمہ پہنچنا مشکل ومحال ہو جائے گا۔"

طالب وعازم مکہ معظّمہ نے راہ گیر سے دریافت کیا کہ "آخر میں مکہ معظّمہ کس طرح پہنچوں کیونکہ وہاں مجھے جانا ضرور ہے۔"

راہ گیر نے اسے بتایا کہ وہ کسی بحری جہاز یا بحری کشتی میں بیٹھ جائے تو مکہ معظّمہ پہنچنے کیلئے جدہ شریف پہنچ جائے گا۔ چنانچہ وہ شخص بحری جہاز میں بیٹھ گیا اور آٹھویں دن جدہ اتر گیا۔ پھر وہ مکہ معظّمہ پہنچ گیا۔

اپنے بازوؤں کے زور پر مکہ معظّمہ پہنچنا شریعت ہے جبکہ بحری جہاز میں بیٹھ کر وہاں پہنچنا طریقت ہے۔"

صوفی کو کمند اندازوں نے اوپر کھینچ لیا

''لاہور شہر ہی کا ایک واقعہ ہے کہ ایک دفعہ عالمگیر بادشاہ نے لاہور کے مولوی صاحبان کو اپنے دربار میں بلایا۔ عالمگیر قلعہ لاہور کی دوسری چھت پر بیٹھا تھا۔ جب تمام مولوی حضرات پہنچ گئے تو عالمگیر نے ان سے مخاطب ہو کر ان سے پوچھا:

''تم لوگ یہ بتاؤ کہ رب العزت کی بارگاہ میں پہنچنے کا کون سا طریقہ ہے؟''

مولوی حضرات نے عالمگیر کا یہ عالمانہ سوال سنا تو خاموشی اختیار کر لی۔ کسی سے کوئی جواب نہ ملا تو عالمگیر پریشان بھی ہوا اور حیران بھی ہوا۔ اسی اثناء میں مولوی حضرات نے سامنے دیکھا کہ ایک مرد صفا دریائے راوی کی طرف سے آ رہے ہیں۔ مولوی حضرات نے جھٹ سے عالمگیر کو کہا کہ:

''وہ سامنے جو صوفی صاحب آ رہے ہیں وہ آپ کے سوال کا تسلی بخش جواب دیں گے۔''

عالمگیر بادشاہ نے صوفی صاحب کو دیکھتے ہی کمند اندازوں کو حکم دیا کہ جیسے ہی وہ بزرگ صوفی قلعہ کے نیچے پہنچیں تو اوپر سے کمند لٹکا کر اس میں صوفی صاحب کو بٹھا کر اوپر کھینچ لیں اور اس کے سامنے حاضر کریں۔

کمند اندازوں نے عالمگیر بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور بزرگ صوفی جب عالمگیر بادشاہ کے پاس پہنچے تو عالمگیر بادشاہ نے اس بزرگ صوفی سے وہی سوال کیا جو کہ اس نے مولوی حضرات سے کیا تھا۔ یہی کہ:

''بارگاہ رب العزت میں پہنچنے کا کیا طریقہ ہے؟''

بزرگ صوفی نے عالمگیر بادشاہ سے مخاطب ہو کر جواب دیا:

''بارگاہِ رب العزت میں پہنچنے کا یہی تو طریقہ ہے جو آپ نے استعمال کیا۔''

عالمگیر بادشاہ نے بزرگ صوفی سے پوچھا: ''وہ کیسے؟''

بزرگ صوفی نے انتہائی متانت و سنجیدگی کے لہجے میں عالمگیر بادشاہ کو جواب دیا کہ:

''عالمگیر! اگر میں آپ سے ملاقات کرنے کا خواہش مند ہوتا تو آپ کے قلعہ کی سات ڈیوڑھیوں میں سے ہر ڈیوڑھی کے نگران سے راہ و رسم پیدا کرتا۔ ان کی خوشامد کرتا۔ ان سے درخواست کرتا۔ پھر کوئی میری خواہش کا احترام کرتا اور کوئی نہ کرتا۔ یوں آپ تک پہنچنے میں از حد مشکل ہوتی اور عین ممکن تھا بلکہ یقینی تھا کہ آپ تک سالوں بعد ہی پہنچ پاتا۔ اور اب ایسا ہوا ہے کہ آپ کا

من چاہا اور آپ نے کمند اندازوں کے ذریعے تھوڑی ہی دیر میں مجھے نیچے سے اوپر بلوا لیا۔ بارگاہِ الٰہی میں پہنچنے کا بھی یہی طریقہ ہے۔ رب کائنات کی یہ مرضی و منشاء پر منحصر ہے کہ وہ جسے چاہے اپنی بارگاہ میں بلوالے۔ وہ اپنے نیک بندوں کے ذریعے جسے چاہے اپنی بارگاہ میں حاضری کا اِذن دے دے۔"

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد قبلۂ عالم، امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

"قلعہ کے دروازہ سے سات ڈیوڑھیوں کا اس طرح طے کرنا کہ ہر ایک ڈیوڑھی کے دربان سے شناسائی و آشنائی پیدا کر کے اور منت وسماجت کر کے آگے بڑھنے کی کوشش جاری رکھنا اور پھر یوں بادشاہ کے دربار میں پہنچنا شریعت کے مثل ہے لیکن اگر بادشاہ سلامت خود کمند اندازوں کے ذریعے اوپر اپنے پاس بلوالیں تو اس کا نام ہم طریقت رکھیں گے۔ بس یہی وہ بنیادی فرق ہے کہ جو شریعت و طریقت میں ہے مگر ایک بات طے ہے کہ شریعت و طریقت دونوں کا بنیادی مقصد قربِ الٰہی ہی ہے۔"

اس نے چوری کر کے نماز کی نیت باندھ لی

اور اس قربِ الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ نماز ہے جب انسان رب العزت کے دربار میں حاضر ہو کر سجدہ ریز ہوتا ہے۔ اس حوالے سے قبلۂ عالم، امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا کہ:

''ایک چور کو ایک جگہ دیہات میں مویشی نظر آیا تو اس کی نیت خراب ہو گئی۔ اس نے وہ مویشی چرانے کی ٹھان لی اور چپکے سے دھیمے قدموں کے ساتھ آگے بڑھ کر مویشی کو اس نے چرایا ہی تھا کہ مویشی کے مالک جو کہ اس وقت سویا ہوا تھا ذرا سے کھٹکے سے اس کی آنکھ کھل گئی۔

مویشی کے مالک نے جب یہ دیکھا کہ چور اس کا مویشی چرا کر بھاگا جا رہا ہے تو وہ تیزی کے ساتھ اس کے پیچھے دوڑا مگر اتنی دیر میں چور کافی آگے نکل چکا تھا تاہم مویشی کے مالک نے ہمت نہ ہاری اور چیختا چلاتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ راستے میں جو جو شخص جاگتا گیا وہ بھی اس کے ساتھ ہولیا تاکہ چور کو پکڑا جائے اور معلوم کیا جائے کہ کون شخص چور ہے کیونکہ اس گاؤں میں آئے روز مویشی چرا لئے جاتے تھے مگر پتہ نہیں چلتا تھا کہ چوری کس نے کی ہے؟

چور یکایک کسی نہ کسی گلی میں مڑ جاتا تھا تو پھر پتہ نہیں چلتا تھا کہ وہ کس طرف گیا ہے تاہم لوگ اس کے تعاقب میں مسلسل بھاگے چلے جا رہے تھے۔

چور جب ایک گلی میں پہنچا تو اس نے مویشی کو پہلے ہی خیر باد کہہ کر ایک جگہ پہنچ کر فوری طور پر نماز کی نیت باندھ لی اور جھوٹ موٹ کی دکھاوے کی نماز پڑھنے لگا۔ لوگ وہاں تھوڑی ہی دیر بعد پہنچے تو انہوں نے سمجھا کہ یہ کوئی شب بیدار شخص ہے اور عبادتِ الٰہی میں مصروف ہے۔ انہوں نے سوچا کہ یہ شخص جب نماز سے فارغ ہوگا تو پھر اس سے چور کے بارے پوچھیں گے کہ کیا اس نے چور کو دیکھا یا یہ کہ چور کس طرف گیا ہے؟

چور نے یوں ظاہر کیا کہ جیسے وہ نوافل کی ادائیگی میں مصروف و مشغول ہے۔ بالآخر اس نے جب سلام پھیرا تو لوگوں نے اس سے پوچھا اور انتہائی ادب واحترام کے ساتھ نرم لہجے میں پوچھا:

''حضرت جی! کوئی چور تو ادھر سے نہیں گزرا۔ آپ نے دیکھا ہو تو اس کا حلیہ بتائیے یا یہ بتائیے کہ وہ کس طرف گیا ہے؟ اور اگر آپ اسے پہچانتے ہیں تو اس کا نام بتائیے۔''

چور نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ سر نیچا کر کے ہوں ہوں کیا۔ لوگ سمجھے کہ وہ بزرگ اور نیک آدمی ہے۔ نماز کے فوری بعد کسی نہ کسی وظیفے یا ورد میں مصروف ہو گیا ہے۔ اس لئے ہوں ہوں کر رہا ہے۔

لوگوں نے فیصلہ کیا کہ خواہ مخواہ ایک نیک اور پارسا شخص کو تنگ نہ کیا جائے اور اس کی عبادت میں خلل نہ ڈالا جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس طرح وہ اپنے حساب میں گناہ لکھوالیں۔ چنانچہ لوگ وہاں سے چل دیئے اور چور کی تلاش میں آگے نکل گئے۔

اس کہانی سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حالانکہ اس چور کی نماز دکھاوے کی تھی۔ جھوٹی تھی اور اپنی چوری کو چھپانے کیلئے تھی لیکن رب قادر و قدیر اور خدائے رحمٰن و رحیم کی رحمت اور فضل و کرم کی انتہا دیکھئے کہ جو شخص محض اداکاری کر رہا تھا اس پر بھی رحم کرتے ہوئے اس کا راز فاش نہیں ہونے دیا اور اسے پکڑے جانے سے بچالیا۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے حاضرین مجلس سے سوال کیا کہ پھر سچی نماز کیوں نہیں بچائے گی۔ سچی نماز تو دنیا میں بھی بچائے گی اور آخرت میں بھی بچائے گی۔

ایک جلاہے کو کپڑا بننے کیلئے عاریتاً اوزار دیا گیا تو اس نے دن رات ایک کر کے کپڑا تیار کیا کیونکہ اسے علم تھا کہ دو دن کے بعد اوزار واپس چلا جانا ہے۔ اسی طرح یہ جسم بھی ہمیں عاریتاً دیا گیا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ایک ایک لمحہ عبادتِ الٰہی میں صرف کریں کیونکہ یہ جسم ایک نہ ایک دن واپس لے لیا جانا ہے۔

یہ خطاب حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے 3 دسمبر 1924ء کو محلّہ نوری دروازہ آگرہ میں ایک عظیم الشان جلسہ سے فرمایا۔

مجتہد سے مناظرہ؟

اللہ کے نیک بندوں پر رب قادر و قدیر کا خاص کرم ہوتا ہے۔ الطاف و عنایات کی بارش ہوتی ہے جس سے وہ لمحہ لمحہ فیض یاب ہوتے رہتے ہیں۔ ان کے سینے علوم وہبی سے منور و مطہر ہوتے ہیں۔ وہ جس قدر بھی تحصیل علوم میں سعیٔ بلیغ کریں ان کو کمال کسبی علوم کی وجہ سے نہیں بلکہ وہبی علوم ہی کے باعث ملتا ہے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ پر رب کریم و عظیم کا یہ فضل عظیم تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کئی علوم میں ماہر و مشاق تھے۔ امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک دفعہ ایک پٹھان حاضر ہوا۔ وہ امرتسر کا رہائشی تھا۔ وہ ایک خاص مشن کے تحت آپؒ کے پاس پہنچا تھا۔

اس پٹھان نے سلام دعا کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ:

''حضرت جی! آپ از راہ صد لطف و کرم ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ چلئے۔ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مجتہد کے پاس لے جانا چاہتا ہوں۔ وہ بہت

سے علوم کا ماہر ہے۔ اس کے ساتھ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا مناظرہ ہوگا۔"

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس امرتسری پٹھان سے کہا:

"علم تو عطیۂ خداوندی ہے۔ یہ صرف اور صرف رب رحیم و رحمٰن کی عطا ہے۔ اس پر کسی کی اجارہ داری نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ رب کریم و رحیم نے اسے اپنے فضل و کرم سے مجھ سے زیادہ عطا کیا ہوا ہو۔ تاہم تم کہتے ہو تو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ جو رب قادر و قدیر کو منظور ہوگا وہی ہوگا۔"

اور پھر جب امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اس امرتسری پٹھان کے ہمراہ اس مجتہد کے پاس پہنچے تو مجتہد نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا:

"یہ بتائیے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کتنے علوم پر مہارت حاصل کی ہوئی ہے؟ ان علوم کی تعداد سے آگاہ کیجئے۔"

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس مجتہد سے کہا کہ:

"رب رحمٰن و رحیم کا میں جس قدر بھی شکر ادا کروں وہ کم ہے کہ اس ذات پاک نے مجھے ستائیس علوم پر دسترس سے نوازا ہے۔ یہ سب اسی کی عطا ہے ورنہ میں فقیر تو سراپا خطا ہوں۔"

وہ مجتہد از حد حیران و پریشان ہو کر قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ

رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھنے لگا کہ:

''علوم کی تعداد تو 27 نہیں ہے۔ اس قدر علوم تو ہو ہی نہیں سکتے۔ آپؒ نے یہ علوم حاصل کیے ہیں تو پھر ان علوم کے نام بتایئے تا کہ میں جان سکوں کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے واقعی اتنے علوم حاصل کیے ہیں۔''

امیر ملت، قبلہ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے جملہ ستائیس علوم کے نام بتائے تو وہ ایک علم کے نام پر چونکا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ سے اس نے پوچھا کہ:

''یہ جو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے علم صلات بتایا ہے میں نے اس کا نام پہلی بار سنا ہے۔ اس علم کے بارے تفصیل سے بتایئے اور تشریح کیجئے کہ یہ علم کیا ہے؟''

امیر ملت، قبلہ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس مجتہد سے مخاطب ہو کر فرمایا:

آپ ذرا ان تین تراکیب پر غور کیجئے پہلی یہ کہ نَظَر فِیہ، دوسری یہ کہ نظر عَلَیہ، تیسری یہ کہ نَظَر مِنہُ اب تینوں تراکیب میں '' نَظَر'' کا صلہ تبدیل ہو جانے سے ان کے مفہوم و معنی یکسر بدل جاتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ '' فِیہ'' کی وجہ سے '' نَظَر'' کے معنی ''غور کرنا'' ہیں۔ '' عَلَیہ'' کی وجہ سے '' نَظَر'' کے معنی ''سبقت کرنا'' جبکہ '' مِنہُ'' کی وجہ سے '' نَظَر'' کا مطلب ''ناراض ہو جانا'' بنتا ہے۔ یہ ہے علم صِلات اور یہ ہے اس کی تشریح و توضیح۔''

امیر ملت، قبلہ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی اس

فصاحت آفریں وضاحت پر وہ مجتہد بالکل خاموش ہو گیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی نے اس کی زبان پر تالے لگا دیئے ہوں۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیا جواب دے۔ اس مجتہد کو یوں ساکت و جامد اور حیران و پریشان دیکھ کر امرتسری پٹھان اس قدر خوش ہوا کہ اس نے ناچنا کودنا شروع کر دیا۔ اس نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو اوپر اٹھا لیا اور نعرے لگانے لگا:

''ہم جیت گئے۔ ہم جیت گئے۔ ہمارے پیر نے میدان مار لیا۔ مجتہد کو ہرا دیا۔''

اس کے بعد امرتسری پٹھان نے اس مجتہد سے مخاطب ہو کر کہا:

''تم عجیب مجتہد ہو! تمہیں تو علوم کی اقسام اور تعداد بھی معلوم نہیں اور تم مناظرہ کا چیلنج دیتے تھے ہمارے رہبر و رہنما پیر جماعت علی شاہؒ کو اور عجیب باتیں کرتے تھے۔ آج دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو گیا ہے۔''

شیخ جی کی سیر

پٹھان پیر بھائیوں کے حوالے سے شیخ عبدالشکور لاہوری کے بیان کے مطابق ایک دفعہ وہ لاہور سے قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں سیالکوٹ حاضر ہوا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ ان لمحات میں سفر کی تیاری میں مصروف تھے۔ آپؒ نے شیخ عبدالشکور لاہوری سے کہا کہ: ''چلو شیخ جی! تمہیں سیر کرا لاتے ہیں۔''

شیخ عبدالشکور لاہوری نے دست بستہ عرض کی:

''قبلۂ عالم! میں تو لاہور سے محض آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کی غرض سے سیالکوٹ آیا تھا۔ میں اپنے ہمراہ کوئی زادراہ نہیں لایا۔ نہ تو میرے پاس اتنی رقم ہے کہ سفر کے ٹکٹ اور دوسرے اخراجات برداشت کرسکوں اور نہ ہی میرے پاس دوسرا لباس ہے کہ تبدیل کرسکوں۔ میں کس طرح آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ چل سکوں گا؟''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے شیخ عبدالشکور لاہوری سے

مخاطب ہو کر انتہائی دلنشیں انداز میں فرمایا:

''خرچ و اخراجات کی تم فکر بالکل نہ کرو۔ میں نے سفر کی دعوت دی ہے تو میں ہی خرچہ کروں گا۔ تم خواہ مخواہ کیوں پریشان ہوتے ہو؟ بس میرے ساتھ چل پڑو۔ یقین کرو تمہیں روحانی و قلبی سکون ملے گا۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے معتمد خاص حاجی بوٹا کو حکم دیا تو شیخ عبدالشکور لاہوری کا بھی ریلوے ٹکٹ خرید لیا گیا۔ یوں سب سے پہلے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ راول پنڈی پہنچے۔ وہاں چند روز قیام کیا۔ اس قیام کے دوران وہاں کے یاران طریقت کو وعظ و نصیحت اور تلقین و ارشاد سے مستفید و مستفیض فرمایا۔

پھر قبلۂ عالم، امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ چورہ شریف پہنچے۔ اس کے بعد کوہاٹ اور بعد ازاں پشاور تشریف لے گئے۔ اس تمام سفر میں پٹھانوں نے جس طرح حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت و عزت اور پذیرائی و وقعت افزائی کی وہ بے مثل و بے مثال تھی۔ محبت و عقیدت کی اس حدت و حرارت کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ شیخ عبدالشکور لاہوری اس کے چشم دید گواہ تھے اور انہوں نے ہی یہ ساری روداد بیان کی۔

چودھری جی گھبرا گئے

اسی طرح ایک دفعہ حاجی چودھری اللہ دتہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس وقت صوبہ سرحد جانے کا ارادہ کیا ہوا

تھا۔ آپؒ نے اپنے عقیدت وارادت مند حاجی چودھری اللہ دتہ سے کہا:

''چودھری جی! چلو تمہیں صوبہ سرحد کی سیر کرا لائیں۔''

اب چودھری اللہ دتہ شش و پنج میں پڑ گئے۔ وہ تو سیالکوٹ حاضر ہوئے تھے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کریں گے ملاقات کریں گے اور پھر گھر لوٹ جائیں گے۔ اس ارادہ کے باعث وہ اپنے ہمراہ کوئی نقدی وغیرہ نہیں لائے تھے چنانچہ وہ گھبرا سے گئے۔

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے چودھری اللہ دتہ کے کچھ کہے بغیر ہی ان کی صورت حال کو سمجھ لیا اور چودھری اللہ دتہ سے مخاطب ہو کر تسلی دیتے ہوئے کہا:

''چودھری جی! گھبرا کیوں گئے؟ کرایہ وخرچہ کی فکر نہ کرو۔ اس کا انتظام میں خود کروں گا۔ تمام اخراجات میرے ذمہ ہوں گے۔ تم صرف میرے ساتھ ساتھ رہو گے۔''

یوں چودھری اللہ دتہ صوبہ سرحد کے تمام سفر میں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمرکاب رہے جبکہ تمام اخراجات کی ذمہ داری حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ادا کی۔

اسی طرح عقیدت وارادت مندوں کی ایک طویل فہرست ہے کہ جنہیں آپ رحمتہ اللہ علیہ بہ اصرار اپنے ہمراہ مختلف مقامات کے سفر پر ساتھ لے گئے اور اضراجات خود برداشت کئے۔

یہ دنبہ کہاں سے آیا ہے؟

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے عقیدت وارادت مندوں پر خرچ کر کے خوش ہوتے تھے۔ اگر کوئی نذرانہ لے آتا تھا تو وہ بھی مریدین میں تقسیم فرمادیتے تھے۔ آپؒ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اس فرمان کی جیتی جاگتی تصویر تھے کہ:

''پیر اگر اس نیت سے بیعت لے کہ مرید نذرانہ دے گا یا میرا ایک نذرانہ زیادہ ہو جائے گا تو پیر مشرک ہو جاتا ہے۔ رب کی رزاقیت پر اس کا ایمان ناقص ہے۔''

حاجی اللہ رکھا سیالکوٹی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے قریبی یاران طریقت میں سے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ:

''میں نے تمام عمر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک دفعہ صرف ایک روپیہ پیش کیا تھا لیکن یہ حقیقت ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے کتنے سو روپے عطا فرمائے وہ میں نہیں بتا سکتا اور نہ ہی مجھے یاد ہیں۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ مجھے عجیب وغریب قسم کی بیماری نے آگھیرا۔ میں بیماری کے باعث کمزور ولاغر ہو گیا۔ آپؒ نے مجھے دیکھا تو مجھے فوری طور پر پچاس روپے دیئے اور حکم دیا کہ فوری طور پر اپنے پیر بھائی غلام رسول کے پاس پشاور جاؤ کیونکہ اس علاقے کی آب وہوا اور پانی صحت کیلئے از حد مفید وموزوں ہے۔ تم وہاں جا کر یقینی طور پر صحت مند ہو جاؤ گے۔ تمہیں دوا کی نہیں بلکہ تبدیلی ہوا کی ضرورت

ہے۔

اور جب حسبِ حکم پیر جماعت علی شاہؒ میں پیر بھائی غلام رسول کے پاس پشاور پہنچا تو اس نے میری از حد خاطر تواضع کی۔ مجھے طرح طرح کے کھانے کھلائے۔ مجھے جگہ جگہ کی سیر کرائی اور مجھے ایک پیسہ تک بھی خرچ نہ کرنے دیا۔ ہمہ قسم کا خرچہ وکرایہ وغیرہ پیر بھائی غلام رسول نے اپنے ذمہ لے لیا۔

اس طرح مجھے جو پچاس روپے قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے دیئے تھے وہ میرے پاس بچ رہے۔ وہ پیسے میں وہاں خرچ کرنے سے قاصر رہا اور جس طرح پچاس روپے لے کر گیا تھا اسی طرح پچاس روپے لے کر واپس آ گیا۔

ان پچاس روپوں سے میں نے عرس شریف کی خاطر ایک تُرکی دنبہ خرید لیا اور اسے پالتا رہا۔ عرس کے موقع تک وہ خوب موٹا تازہ اور فربہ وصحت مند ہو چکا تھا۔ میں نے ختم شریف پر وہ دنبہ امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دنبہ دیکھتے ہی پوچھا:

''اللہ رکھا! یہ دنبہ کہاں سے آیا ہے؟''

حاجی اللہ رکھا سیالکوٹی نے عرض کیا:

''حضرت جی! یہ دنبہ آپ رحمتہ اللہ علیہ ہی کا ہے۔ یہ میں نے ان پچاس روپوں سے خریدا تھا جو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے پشاور جانے کیلئے دیئے تھے۔ پیر بھائی غلام رسول نے چونکہ مجھے کوئی پیسہ خرچ نہ کرنے دیا تو یہ پچاس

روپے بچ رہے جن سے میں نے یہ دنبہ خرید لیا اور نیت کر لی کہ اسے عرس کے موقع پر پیش کروں گا۔ سو اب یہ دنبہ پیش خدمت ہے قبول فرمایئے۔''

قبلہٗ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے حاجی اللہ رکھا سیالکوٹی سے کہا:

''حاجی جی! یہ تم نے کیا کیا؟ میں نے تو تمہیں پچاس روپے اس لئے دیئے تھے کہ اپنے اوپر خرچ کرو۔ میں نے وہ پیسے دنبہ خریدنے کیلئے تو نہیں دیئے تھے۔ پھر تم نے ایسا کیوں کیا؟''

حاجی اللہ رکھا سیالکوٹی نے دست بستہ عرض کی:

''قبلہٗ عالم! آپ رحمتہ اللہ علیہ نے تو مجھے پچاس روپے عطا فرما دیئے تھے۔ اب وہ میرے ہو گئے تھے۔ جب وہ میرے ہو گئے تھے تو مجھے کامل اختیار تھا کہ اسے اپنی خوشی کے مطابق جس طرح چاہوں خرچ کروں۔ اگرچہ میں نے انہیں خرچ کرنے کی بہت کوشش کی مگر وہ پھر بھی بچ رہے تو میں نے دنبہ خرید لیا۔''

عورت کے بتاشے

امیر ملت، قبلہٗ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے عقیدت وارادت مندوں کی دلداری اور عزت نفس کا بہت خیال رکھتے تھے۔ آپؒ کی کوشش و کاوش ہوتی تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہر عقیدت وارادت مند کو آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کر کے خوشی ہو۔ یہ نہ ہو کہ اس کے دل میں کوئی میل آئے یا اس کی محبت کے اظہار کا مثبت جواب اسے نہ ملے۔

ایک دفعہ امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک عورت نے آگے بڑھ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھوڑے سے بتاشے پیش کئے۔ آپؒ نے اس کی دلداری کی خاطر وہ بتاشے اپنے دُھسے میں لے لئے۔ دُھسہ ریشمی تھا۔ اس پر مٹھاس لگ کر اسے کیڑا لگنے کا خطرہ تھا مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی پرواہ نہ کی۔

اس موقع پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حضرت سید اختر حسین شاہؒ بھی تھے۔ جب وہ عورت چلی گئی تو حضرت سید اختر حسین شاہؒ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی:

''قبلۂ عالم! یہ بتاشے آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھے کہہ دیتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ میں اپنی چادر میں لے لیتا۔ اب بھی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ بتاشے مجھے ہی دے دیئے ہیں کہ رکھ لو۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے سید اختر حسین شاہؒ سے کہا:

''اختر! ایک بات سنو اور غور سے سنو اور اسے پلے باندھ لینا۔ ایک دفعہ میں حضرت قاضی سلطان محمودؒ اعوان شریف والے کے پاس موجود تھا کہ وہاں ایک خاتون آئی۔ اس نے حضرت قاضی سلطان محمودؒ کو دو پیسے بطور نذرانہ دیئے۔ انہوں نے وہ دو پیسے اپنی آنکھوں سے لگائے اور خوش ہو کر فرمایا کہ:

''یہ رب رازق و رزاق نے بھیجے ہیں۔ اس عورت نے نہیں دیئے کیونکہ کوئی بھی انسان کسی دوسرے انسان کو کچھ نہیں دے سکتا۔ وہ تو خود منگتا ہے چنانچہ

رب کریم ورحیم کی طرف سے بھیجی گئی عطا کی قدر کرنی چاہیئے۔ وہ چاہے چھوٹی ہو یا بڑی ہو۔"

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ مکاشفات کی دنیا کے غازی تھے۔ آپؒ اس حدیث پاک کی چلتی پھرتی تصویر تھے کہ جس میں سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"مومن کی فراست سے بچتے رہو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔"

دواؤں کی شیشیاں توڑنے کا حکم

یہ 1941ء کا زمانہ تھا جب حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ پر بیماری نے شدید حملہ کیا جس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ، ہاتھوں اور پاؤں پر ورم آ گیا۔ آپؒ کیلئے اٹھنا اور بیٹھنا مشکل ہو گیا۔ کافی تکلیف محسوس کرتے تھے۔ صورت حال اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ نماز کی ادائیگی بھی اشاروں سے فرمانے لگے۔

ڈاکٹروں اور حکیموں سے دوائیاں لی گئیں مگر صورت کچھ ایسی بنتی جا رہی تھی کہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی والا معاملہ ہو گیا۔ آپؒ کی یہ کیفیت دیکھ کر سب لوگ گھبرا گئے اور سخت پریشان و افسردہ و غمگین ہو گئے۔

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چاہنے والوں کی یہ کیفیت دیکھی تو ان سے مخاطب ہو کر کہا:

"تم لوگ تو بالکل نہ گھبراؤ۔ مجھے رب قادر و قدیر نے کافی زندگی عطا کی ہے۔ یہ سب ان حکیموں اور ڈاکٹروں کی غلط فہمی ہے جو سراسر جھوٹ بول رہے

ہیں اور میرے بارے غلط انداز ے لگا رہے ہیں۔ میں اب ان کی دوا ہرگز ہرگز استعمال نہیں کروں گا۔ یہ کہاں سے میرے رب بن بیٹھے ہیں؟ کیا موت وحیات کے یہ لوگ مالک ہیں؟ میں ابھی بہت عرصہ زندہ رہوں گا۔''

یہ کہہ کر امیر ملت، قبلۂ عالم نے نہ صرف دوائیں استعمال کرنا بند کر دیں بلکہ تمام دواؤں کو باہر پھنکوا دیا۔ دواؤں کی شیشیاں تک توڑ ڈالنے کا حکم دے دیا۔

ایسا کرنے کی دیر تھی کہ رب رحمٰن ورحیم کے فضل وکرم سے چند روز ہی میں آپ رحمتہ اللہ علیہ بالکل صحت مند اور تندرست وتوانا ہو گئے اور ہشاش بشاش ہو کر خدمتِ دین اسلام میں مصروف ومشغول ہو گئے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام معالجوں، طبیبوں، حکیموں اور ڈاکٹروں نے متفقہ فیصلہ المناک قسم کا دیا تھا۔

پیچھے مت کھڑے رہو، سامنے آؤ

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک عقیدت وارادت مند حاجی عطا محمد سیالکوٹی کے والد محترم ابھی تک آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ حاجی عطا محمد سیالکوٹی اپنے والد ماجد سے اس بات کا اکثر تقاضا کرتے تھے کہ وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہو جائیں اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کرلیں مگر وہ ٹالتے رہے۔

آخر ایک روز حاجی عطا محمد سیالکوٹی کے والد محترم نے بیٹے سے کہا:

''بیٹا! تم اکثر ضد بھی کرتے ہو اور اصرار وتکرار بھی کرتے ہو کہ میں تمہارے پیر ومرشد کا مرید ہو جاؤں۔ میری ایک شرط ہے وہ یہ کہ میں اس وقت

تمہارے پیر سے بیعت ہوں گا جب مجھے ثابت ہو جائے کہ وہ ولی کامل ہیں۔"

حاجی عطا محمد سیالکوٹی نے والد محترم سے پوچھا:

"اباجان! آپ پر یہ کیسے ثابت ہوگا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کامل ولی اللہ ہیں؟"

حاجی عطا محمد سیالکوٹی کے والد محترم نے اپنے بیٹے سے کہا:

"تم مجھے ان کے پاس لے چلو۔ باقی میں خود دیکھ لوں گا۔ اور وقت خود ثابت کر دے گا۔"

طے شدہ پروگرام کے مطابق دونوں باپ بیٹا ایک روز امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس پہنچے۔ بیٹا حاجی عطا محمد سیالکوٹی نے آگے بڑھ کر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو سلام کیا اور دعائیں لے کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے بیٹھ گیا۔

مگر حاجی عطا محمد سیالکوٹی کے والد محترم آنکھ بچا کر امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی پشت پر کھڑے ہو گئے اور انتہائی آہستہ آہستہ سنائی نہ دینے والی آواز میں درود پاک پڑھنے لگے۔ اس پر امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فوری طور پر زوردار آواز میں فرمایا:

"باباجی! میرے سامنے آ جاؤ۔ ادھر آ ؤ سلام دعا لو۔ پیچھے کھڑے ہو کر درود پاک نہیں پڑھا کرتے۔"

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حالتِ کشف دیکھ کر حاجی عطا محمد سیالکوٹی کے والد محترم پر یہ واضح ہو گیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ واقعی کامل ولی اللہ ہیں۔ وہ دوڑ کر آگے آئے اور اسی لمحے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے التجا کی کہ انہیں بیعت فرما کر حلقہ ارادت میں داخل کریں۔ آپؒ نے بابا جی کی خواہش کا احترام کیا اور اسے اپنے مریدین میں داخل فرما لیا۔

چائے کی بجائے بے لطف قہوہ

علم غیب اور مکاشفہ دونوں مختلف خصوصیات و جزئیات کی حامل عنایاتِ ربانی ہیں۔ کشف و کرامت اگرچہ ولایت پر دلالت کرتے ہیں مگر ان کا بلا ضرورت اظہار معرفت و طریقت کی دنیا میں کبھی بھی پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا گیا۔ اولیاء اللہ کے ہاں کشف و کرامت کا اظہار محض اسی وقت ضروری سمجھا جاتا ہے جب کسی کی جان یا ایمان کو خطرہ ہو یا کسی کی فلاح و اصلاح مقصود ہو۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس حوالے سے بہت خوبصورت بات کہی کہ:

''ولی اللہ کرامت کے اظہار کو ریاکاری اور بے جا نام و نمائش گردانتا ہے اور حتی الوسع اس سے گریز کرتا ہے۔''

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ یاران طریقت کے خیالات و حالات سے بیشتر اوقات آگاہ و آشنا ہوتے تھے مگر اس کا اظہار صرف ضرورت کے وقت ہی فرماتے تھے۔ آپؒ جب بھی کسی عقیدت مند کے دل میں کسی غلط خیال کو پاتے تھے تو اسے فوری طور پر ٹوک دیتے تھے۔ یہی

وجہ تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے قریبی یاران طریقت پوری کوشش کرتے تھے کہ ان کے دل و دماغ میں کوئی ایسا خیال نہ آئے کہ جس پر انہیں امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی ناراضی و ناگواری کا سامنا کرنا پڑے۔

ایک دفعہ امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ آگرہ میں قیام پذیر تھے۔ ان دنوں آپ رحمتہ اللہ علیہ وہاں فتنۂ ارتداد اور تبلیغ دین کی ترتیب و تنظیم میں مصروف تھے۔ جس قدر حاضرین آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حلقہ میں موجود ہوتے تھے۔ ان سب کیلئے چائے کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ حلقہ کے بعد بھی حسب ضرورت چائے کا دور چلتا رہتا تھا لیکن قبلۂ عالمؒ کیلئے چائے کی بجائے قہوہ اور وہ بھی قدرے تیز و تلخ قسم کا تیار کیا جاتا تھا کیونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ یہی پسند فرماتے تھے۔

ایک وقت جب حاضرین کو چائے اور قبلۂ عالمؒ کو قہوہ پیش ہونے لگا تو امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ مجاز حاجی پروفیسر عابد حسن فریدی کے دل میں خیال آیا کہ عام لنگر کی چائے اس قدر لذیذ و فرحت آفریں ہوتی ہے تو امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو جو قہوہ پیش کیا جاتا ہے وہ کس قدر اعلیٰ ذائقہ کا حامل ہوگا۔

حاجی پروفیسر عابد حسن فریدی کے دل میں اس خیال کا آنا تھا کہ امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فوراً حکم دیا کہ:

''فریدی صاحب کو قہوہ پیش کرواور فوری کرو۔''

حسب الحکم حاجی پروفیسر عابد حسن فریدی کو چائے کی بجائے قہوہ دے دیا گیا۔حاجی پروفیسر عابد حسن فریدی نے قہوہ پینا شروع کیا تو اس کی تلخی وتیزی کی وجہ سے انہیں وہ لطف نہ آسکا جس کی وہ توقع کررہے تھے تاہم انہیں یہ علم ہو گیا کہ قبلۂ عالمؒ نے ان کے دل کا حال رب قادر وقدیر کی عطا کردہ قوت وطاقت سے معلوم کرلیا ہے۔

آٹھ کی بجائے سولہ ہزار

اسی طرح ایک دفعہ ایسا ہوا کہ امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند اکبر صاحبزادہ سید محمد حسین شاہؒ پورووال آرائیاں کی زمین کے مقدمہ کی پیروی کیلئے سینئیر سب جج کی عدالت میں گورداسپور تشریف لے گئے۔ اس روز مقدمہ کا فیصلہ سنایا جانا تھا۔

صاحبزادہ سید محمد حسین شاہؒ کی طرف سے بھیجا ہوا تار ملا تو اس سے علم ہوا کہ فیصلہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حق میں ہوا ہے اور فاضل جج نے آٹھ ہزار روپے کا فیصلہ دیا ہے۔ جب امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو اس فیصلہ کے بارے اطلاع دی گئی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے تار کا مضمون کوئی تین بار پڑھوایا مگر ہر بار یہی بتایا گیا کہ فیصلہ آٹھ ہزار روپے کا ہوا ہے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے کہا:

”یقینی طور پر فاضل جج سے فیصلہ سنانے میں غلطی ہوئی ہے۔ رقم آٹھ ہزار روپے نہیں بلکہ سولہ ہزار روپے ہے۔“

اور وہی ہوا جو امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔ بعد میں ایک اور تار آیا جس کے مضمون کے مطابق جج کو فیصلہ سنانے میں غلطی کا بتایا گیا تھا اور مطلع کیا گیا تھا کہ رقم آٹھ ہزار روپے نہیں بلکہ سولہ ہزار روپے ہے۔ اور یہ کہ اس حوالے سے فریقین کو دوبارہ طلب کیا گیا ہے تاکہ تصحیح شدہ فیصلہ سنایا جاسکے۔ یہ سب رب قادر وقدیر کا کرم اور عنایت وعطا تھی کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو اتنی دور بیٹھے یہ علم ہو گیا تھا کہ اصل فیصلہ کیا ہے اور کتنی رقم کا فیصلہ صحیح ہے اور کس قدر رقم کا فیصلہ غلط ہے۔

یہاں گنا نہیں ہو گا

ایک دفعہ نبیرۂ ملت امیر ملت صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ نے گنے کی فصل حاصل کرنے کیلئے زمین درست کرا کر بیج کرائی ہی تھی کہ امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کھیتوں پر تشریف لے گئے اور صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ سے پوچھا:

''اختر حسین! تم نے یہ زمین تیار کرائی ہے اس میں کون سی فصل اگانے کا ارادہ ہے؟''

صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ نے جواب دیا:

''قبلۂ عالم! میرا ارادہ ہے کہ اس زمین سے میں تیار گنے کی فصل حاصل کروں۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اختر حسین! گنا اور جگہ لگاؤ۔ یہاں گنا نہیں ہوگا۔''

صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ نے عرض کی:

''قبلۂ عالم! میں نے تو زمین تیار کرا کر بیج بھی کرا دی ہے۔ اب ان بیجوں کو کسی دوسری جگہ لگانا از حد مشکل ہے۔''

اس پر امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہو گئے اور وہاں سے چلے گئے مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کہا پورا ہوا۔ اس زمین میں گنے کی فصل کافی کوشش کے باوجود نہ ہو سکی۔ جو بات قبلۂ عالمؒ نے پہلے بتا دی تھی وہی ہوا۔ یہ قوتِ کشف محض عطاء ربِ قادر و قدیر تھی کہ جس سے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ مالا مال تھے۔

یہ ہے حقیقی گرو!

ایک دفعہ امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کشمیر میں قیام پذیر تھے۔ سردیوں کا موسم اپنا جوبن دکھا رہا تھا۔ چہار جانب سبزے نے زمین کو مخملیں چادر سے ڈھانپ دیا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ تبلیغ وارشاد سے فارغ ہوئے تو من چاہا کہ دھوپ کا مزہ لینے کیلئے قالین بچھا کر کیوں نہ قدرے آرام کیا جائے۔ چنانچہ آپ رحمتہ اللہ علیہ آرام فرما ہی رہے تھے کہ اتنے میں تیس چالیس کے قریب سادھو وہاں آ دھمکے۔ انہوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں سے کہا کہ وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس سلام کیلئے حاضر ہوئے ہیں اور وہاں قریبی علاقے میں رہائش پذیر ہیں۔

سلام کرنے کا محض ایک جواز بنایا گیا تھا در اصل سادھو یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ مسلمانوں کا ''گورو'' یعنی پیر سچا بھی ہے یا نہیں۔ وہ ایک سوال سوچ کر آئے تھے جس کا جواب اگر ان کے سوچے سمجھے ہوئے جواب سے مطابقت رکھتا ہوا انہیں مل جائے تو وہ مان اور جان لیں گے کہ مسلمانوں کے ''گورو'' حضرت پیر

جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سچے ولی اللہ ہیں اور جواب کوئی اور ملا تو وہ اعلان کر دیں گے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ ولی کامل نہیں۔

انہوں نے آتے ہی امیر ملت، قبلہ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے سوال کیا:

''گورومہاراج جی! آپ کا گھر کہاں ہے؟''

امیر ملت، قبلہ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے بلاتوقف جواب دیا:

''کیا کبھی درویشوں اور فقیروں کا بھی کوئی گھر ہوتا ہے؟ جہاں رات آئی بسیرا کرلیا۔ جہاں دن پڑا ڈیرا بنالیا۔''

سادھوؤں نے جب اپنے من کی بات حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی زبان سے سنی تو حیرانی وخوشی کے عالم میں اچھلنے لگے اور زور زور سے بلند آہنگ ہوکر کہنے لگے کہ:

''مسلمانوں کا گورو سچا اور خالص ہے۔ یہ ہے حقیقی گورو۔ یہی ہے سچ کا گورو۔''

سادھوؤں نے آگے بڑھ کر باری باری امیر ملت، قبلہ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی قدم بوسی کی اور عقیدت ومحبت کے جذبات و احساسات سے لبریز واپس لوٹ گئے۔ تاہم اس واقعہ سے یہ ضرور ظاہر ہوا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے رب کریم وعظیم کی عطا کردہ قوت

کشف سے سادھوؤں کے دلوں کا حال جان لیا تھا۔

یہود و ہنود کا گٹھ جوڑ

اسی طرح 1935ء میں مسجد شہید گنج کے ہنگامے کے دنوں میں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے واضح طور پر فرما دیا تھا کہ:

''یہود و ہنود چاہے جتنا گٹھ جوڑ کر لیں اور مسلمانوں کے خلاف چاہے جس قدر متحد و منظّم ہو جائیں انہیں بالآخر یہاں ہندوستان سے جانا ہو گا۔ یہ دونوں یہاں نہیں رہیں گے اور یہاں مسلمانوں کی حکومت قائم ہو کر رہے گی۔''

اور چشمِ فلک اس امر کی گواہ ہے اور زمانہ اس حقیقت کا شاہد ہے کہ پاکستان معرض وجود میں آیا اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی کہی ہوئی بات حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی حالانکہ اس وقت ایسے آثار نظر نہیں آتے تھے۔

تمہارے کتنے بچے ہیں؟

ایک دفعہ امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ دعوت وارشاد اور تبلیغ و تلقین کیلئے جموں گئے ہوئے تھے۔ وہاں آپ رحمتہ اللہ علیہ ایک عظیم الشان اجتماع سے مخاطب تھے کہ یکایک آپ رحمتہ اللہ علیہ کی نظر ضلع سرگودھا کے رہائشی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک عقیدت مند چودھری مہر داد پر پڑی۔ آپؒ نے وعظ وخطاب کے دوران ہی چودھری مہر داد سے پوچھا:

''بتاؤ مہر داد! تمہارے کتنے بچے ہیں؟''

چودھری مہر داد نے جواب دیا:

''قبلۂ عالم! رب کریم و عظیم کی اس نعمت کا منتظر ہوں۔ فی الحال کوئی بچہ نہیں۔''

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب چودھری مہر داد کی زبان سے یہ بات سنی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''سب لوگ ہاتھ بلند کر کے دعا کریں کہ رب قادر و قدیر چودھری مہر داد کو صاحبِ اولاد کرے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر چودھری مہر داد سے پوچھا:

''مہر داد! کتنے بچوں کی خواہش ہے؟''

چودھری مہر داد نے عرض کی: ''قبلۂ عالم! صرف ایک لڑکا ہی رب تعالیٰ کی ذات پاک سے عطا ہو جائے تو کافی ہے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

''یہ کیا بات ہوئی۔ صرف ایک لڑکا۔۔۔۔ ہم تو رب تعالیٰ جل شانہٗ سے پانچ بچوں کی دعا کرتے ہیں۔ اور رب کریم و رحیم نے چاہا تو تمہارے پانچ بیٹے ہوں گے۔''

اور پھر اس اجتماعی وانفرادی دعا والتجا کو رب قادر وقدیر نے شرفِ قبولیت بخشا۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ رب رحمٰن ورحیم نے چودھری مہرداد کو پانچ بیٹے عطا فرمائے حالانکہ ایک بچے کی بھی توقع نہیں تھی۔ یہ سب رب کریم وعظیم کا کرم اور اس کی عطا وعنایت ہے کہ جسے چاہے نواز دے اور جس دعا کو چاہے قبولیت کی سند عطا کر دے اور جس نیک بندے کی زبان کی لاج رکھنا چاہے لاج رکھ لے۔

لیلیٰ حسین پوری

ایک دفعہ ایک شخص امیر ملت، قبلہ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے بصد عجز و نیاز آپ رحمتہ اللہ علیہ کو سلام کیا۔ آپؒ نے اس کے سلام نیاز کا جواب دیا اور فوراً ہی اس سے مخاطب ہو کر کہا:

''تم لیلیٰ حسین پوری کے شوہر ہو۔ بتاؤ تمہارا کیا حال احوال ہے؟''

وہ شخص اس سے پہلے کبھی بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ سے نہیں ملا تھا۔ وہ حیران ہوا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے کس طرح پہچان لیا۔ لیلیٰ حسین پوری آپ رحمتہ اللہ علیہ کی عقیدت مند خاتون تھیں۔ پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس حیرت زدہ شخص کو مزید ورطہ حیرت میں ڈالتے ہوئے اسے اس کے تمام حالات و واقعات سے آگاہ کیا تو وہ عش عش کر اٹھا اور آگے بڑھ کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں میں گر گیا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے وہ عقیدت و ارادت مند جن کے مقدمات عدالتوں میں زیر سماعت ہوتے تھے آپ رحمتہ اللہ علیہ انہیں بہت پہلے بتا دیا

کرتے تھے کہ ان کے مقدمہ کا فیصلہ کیا ہوگا۔ جس عقیدت و ارادت مند کو بھی جس فیصلے کے بارے پیشگی بتایا اس کا وہی فیصلہ ہوا۔ کبھی کوئی فرق پیدا نہ ہوا۔

لاری ابھی نہیں جائے گی

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے کسی عقیدت و ارادت مند کو کسی کام سے روکتے تھے یا کسی کام کے کرنے کا حکم صادر فرماتے تھے تو اس میں کوئی نہ کوئی فلاح و اصلاح کی حکمت پوشیدہ ہوتی تھی۔ ظاہری طور پر بعض اوقات ایسے محسوس ہوتا تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے احکامات صورتِ حال کے مطابق نہیں مگر بعد کے واقعات اس امر کی تصدیق کرتے تھے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے جو بھی حکم دیا تھا وہ مصلحت و حکمت اور ضرورتِ وقت کے عین مطابق تھا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک خاص عقیدت و ارادت مند مولوی قطب الدین نے مدینہ منورہ حاضری کے بعد روانگی کیلئے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے اجازت طلب کی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے کچھ دیر بعد جانے کا حکم صادر فرمایا۔ آپؒ نے مولوی قطب الدین سے کہا:

"قطب الدین! کسی قسم کی فکر نہ کریں۔ تشویش کی کوئی بات نہیں۔ ابھی ٹھہر جائیں اس لئے کہ لاری ابھی نہیں جائے گی۔"

مولوی قطب الدین کو بلانے کیلئے تھوڑی دیر بعد کوئی نہ کوئی فرد آتا رہا اور کہتا رہا کہ روانگی کیلئے لوگ تیار ہیں اور جلدی پہنچیں۔ مولوی قطب الدین

نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی بار بار توجہ اس جانب مبذول کرائی کہ بلاوا آ رہا ہے۔ روانگی کا وقت ہوا چاہتا ہے۔ سواری و گاڑی چلنے والی ہے مگر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدِ خاص مولوی قطب الدین سے فرماتے رہے کہ:

"یہ لوگ نہیں جانتے کہ لاری ابھی نہیں جائے گی۔ لاری کے جانے میں ابھی کافی وقت پڑا ہے۔ جب لاری جانے کا وقت ہی نہیں ہوا تو تمہارے وہاں جانے کا کیا فائدہ؟"

اس دوران حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے کافی مقدار میں کھانا تیار کرایا۔ مولوی قطب الدین آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حکم ملنے کیلئے سراپا انتظار رہے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع دی گئی کہ کھانا حسب الحکم تیار ہو گیا ہے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی قطب الدین کو پاس بلایا۔ اسے ضرورت سے کافی زیادہ کھانا اور تربوز دیئے اور پھر جانے کی اجازت دے دی۔

مولوی قطب الدین ان لمحات میں عجیب شش و پنج میں مبتلا رہے تھے۔ وہ دوڑے دوڑے اڈے پر پہنچے تو علم ہوا کہ ابھی بھی لاری کے چلنے میں وقت پڑا ہے۔ خدا خدا کر کے شام کے وقت لاری روانہ ہوئی حالانکہ اس کی روانگی کا وقت بہت پہلے کا تھا۔

مولوی قطب الدین لاری میں سوار ہو گئے۔ اس وقت لاری اگرچہ چل پڑی مگر راستے میں ایک ایسی جگہ پر خراب ہو گئی جو ویران و سنسان اور ریت و

ریگستان تھی۔ نہ آدمی نہ آدم زاد۔ لاری میں سوار تمام لوگ پریشان ہو گئے۔ لاری ایک رات اور ایک دن اس بیابان میں رکی رہی۔

اس دوران سب مسافروں کو بھوک اور پیاس نے ستایا تو مولوی قطب الدین کو یاد آیا کہ قبلۂ عالمؒ نے تو وافر مقدار میں کھانا اور تربوز ساتھ کر دیئے تھے بلکہ اسی کھانے کی تیاری میں دیر ہونے کے باعث ہی مولوی قطب الدین کو لاری اڈہ پہنچنے میں دیر ہوئی تھی۔

اب مولوی قطب الدین نے وہ کھانا نکالا تو وہ اندازے سے بھی زیادہ تھا۔ مولوی قطب الدین نے لاری کے تمام مسافروں کو کھانا پیش کیا۔ سب نے جی بھر کر کھایا اور پانی کے طور پر تربوز استعمال کیا اور ڈھیروں دعائیں دیں اور رب رازق و رزاق کا شکر ادا کیا کہ جس ذات پاک نے اس ویرانے میں بھی کھانے کا بندوبست ایسا فرمایا کہ الحمدللہ!

اس وقت مولوی قطب الدین کو سمجھ آئی کہ قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس قدر زیادہ مقدار میں کھانا تیار کرا کر کیوں ساتھ کیا تھا اور تربوز بھی اہتمام کے ساتھ دیئے تھے۔ یہ ہوتا ہے مقام کشف و مکاشفت کہ جو کسی ولی کامل کی پہچان بنتا ہے اور اس کی عظمت و رفعت کی دلالت کرتا ہے۔

جمعداری مبارک ہو

ایک دفعہ امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرانس میں مقیم اپنے ایک عقیدت و ارادت مند قاسم علی خان روہتکی کو خ

جس میں خوشخبری و مبارکباد دی کہ فلاں تاریخ سے جمعداری مبارک ہو۔ قاسم علی خان روہتکی کو جب قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا خط ملا تو وہ ازحد حیران ہوا کہ یہ کیسی مبارکباد ہے کیونکہ اس وقت تک سرکار کی جانب سے اسے کسی قسم کی ترقی کے احکامات موصول نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی اس کے وہم و گمان اور اطلاع میں تھا کہ اس کی ترقی ہونے والی ہے۔

قاسم علی خان روہتکی چندروز اک عجیب کیفیت میں مبتلا رہا اور پھر اسے سرکاری حکم نامہ مل ہی گیا جس میں تحریر تھا کہ اسے فلاں تاریخ سے جمعدار کی پوسٹ پر ترقی دے دی گئی ہے۔ قاسم علی خان روہتکی یہ دیکھ اور پڑھ کر مزید حیران ہوا کہ اس سرکاری حکم نامے میں تاریخ ترقی بالکل وہی تھی جو امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے خط میں لکھ کر بھیجی تھی۔ اسے سابقہ تاریخ سے جمعدار کی تنخواہ ملنے لگی اور اس کو اس بات پر یقین کامل ہو گیا کہ اس کے پیرومرشد حضرت جماعت علی شاہؒ واقعی ولی کامل ہیں اور قوتِ کشف و طاقتِ مکاشفت سے مالامال ہیں۔

گڑ کا ٹوکرا

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ بعض اوقات اپنے مریدین کو تنبیہہ و نصیحت ان کی حالتِ خواب میں بھی کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مرید بابا امام الدین آپ رحمتہ اللہ علیہ کے کنوئیں سے گڑ کا ٹکڑا اپنے سر پر رکھ کر گھر لا رہے تھے کہ راستے میں انہیں نور محمد

درویش ملا۔ دوران ملاقات سلام دعا کے بعد نور محمد درویش نے بابا امام الدین سے اجازت طلب کی کہ کیا وہ ٹوکرے میں سے تھوڑا سا گڑ لے لے۔ بابا امام الدین نے بصد خوشی اور بغیر کسی حیل و حجت کے نور محمد درویش کو گڑ لینے کی اجازت دے دی۔

اب جب بابا امام الدین کو نیند آئی اور وہ سویا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ اس نے اسی طرح اپنے سر پر گڑ کا ٹوکرا اٹھایا ہوا ہے اور وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے گھر پہنچانے کیلئے جا رہا ہے۔ راستے میں اس کی ملاقات قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے ہوتی ہے۔ وہ آگے بڑھ کر امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو جھک کر سلام کرتا ہے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اس کے سلام کا جواب دینے کے بعد اس سے کہتے ہیں کہ:

''بھائی امام الدین! میں بھی ٹوکرے میں سے گڑ لے لوں۔''

یہ خواب دیکھتے ہی بابا امام الدین کی نیند کھل گئی تو انہیں سخت ندامت ہوئی۔ تمام بات ان کی سمجھ میں آ گئی اور انہیں علم ہو گیا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں کس بات کی تنبیہہ و نصیحت کی ہے۔ انہوں نے توبہ کی کہ وہ آئندہ کبھی بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی چیز آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اجازت کے بغیر کسی کو نہیں دیں گے۔

مقدمہ کا فیصلہ

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خاندانی زمینیں گورداسپور میں تھیں ان کے عوض 1947ء کے بعد فیصل آباد میں زمین دی گئی۔ بعض مہاجرین نے حکومتِ وقت کے پاس درخواست گزاری کہ چونکہ یہ لوگ مقامی ہیں اس لئے ان سے زمین واپس لی جائے۔ یوں مقدمہ شروع ہوگیا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے فرزندِ اکبر سراج الملت صاحبزادہ سید محمد حسین شاہؒ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں مقدمہ کی مکمل تفصیلات لکھ کر ارسال کیں تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''یاد رکھو کہ یہ زمین رب کائنات نے ہمیں عطا کی ہے اور رب تعالیٰ کی ذات پاک دے کر واپس نہیں لیا کرتی۔ تم فکر مت کرو۔ یہ زمین ہمارے پاس ہی رہے گی اور مقدمہ کا فیصلہ ہمارے حق میں ہی ہوگا۔''

اگرچہ یہ مقدمہ کئی برس چلتا رہا تاہم اس کا فیصلہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بات کے مطابق حق میں ہی ہوا۔

ایک سکھ کا قتل

امیر ملت، قبلہ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ میدان مکاشفت کے شہسوار تھے۔ جب بھی ضرورت و اہمیت محسوس کرتے تھے اپنے عقیدت و ارادت مندوں کو ان کے پیش آمدہ واقعات و حالات سے محض اس

لئے آگاہ فرما دیتے تھے تا کہ ان کی پریشانی اور اضطراب دور ہو اور وہ پوری یکسوئی اور اطمینان کے ساتھ اپنے لمحات اپنے رب کی عبادات میں صرف کر سکیں۔

امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا دائرۂ مکاشفت محض اس حد تک تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو جس قدر رب کریم وعظیم کی قدرت وعطا سے علم حاصل ہوتا تھا اتنا ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ دوسروں کو بتاتے تھے۔ جس امر کا آپ رحمتہ اللہ علیہ کو علم نہیں ہوتا تھا تو اس وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ خاموش رہتے تھے۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حاجی ماسٹر کرم الٰہیؒ کے بھتیجے سردار محمد نے ایک سکھ کو ریل میں قتل کر دیا۔ ایک عرصہ تک مقدمہ چلتا رہا۔ حاجی ماسٹر کرم الٰہیؒ سخت رنجیدہ وغمزدہ رہتے تھے کیونکہ ماتحت عدالتوں نے فیصلہ خلاف دیا تھا۔ صورتِ حال انتہائی تشویشناک تھی اور حاجی ماسٹر کرم الٰہیؒ کو اپنے بھتیجے سردار محمد کی رہائی کی امید کم کم ہی نظر آتی تھی۔

جب مقدمہ ہائی کورٹ میں پہنچا اور چند پیشیاں ہوئیں تو حاجی ماسٹر کرم الٰہیؒ کا اضطراب فزوں تر ہوا۔ اک دن جب حاجی ماسٹر کرم الٰہیؒ اس حوالے سے نمدیدہ سے تھے تو امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے حاجی ماسٹر کرم الٰہیؒ سے انتہائی نرم لہجے میں کہا:

"کرم الٰہی! رنجیدہ خاطر ہونے کی ضرورت نہیں۔ رب قادر وقدیر کی ذات پاک ہی حیات وممات کی مالک ہے اور خدا ہی کی منشاء ومرضی کے مطابق

میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ تمہارے بھتیجے سردار محمد کی زندگی بھی ابھی بہت پڑی ہے۔ اسے پھانسی کی سزا نہیں ہوگی۔ تم مطمئن رہو اور پریشان ہونا چھوڑ دو۔"

اور پھر وقت نے گواہی دی کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق سردار محمد کی پھانسی کی سزا بدل دی گئی اور یوں وہ اپنی زندگی کے باقی لمحات گزارنے کیلئے زندہ رہا۔

پیشگی خوشخبری

اسی طرح ضلع شیخوپورہ کے رہائشی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عقیدت و ارادت مند چودھری غلام رسول کی والدہ محترمہ ایک دفعہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کشمیر میں قیام پذیر تھے۔ والدہ نے عرض کی کہ اس کے بیٹے پر قتل کا مقدمہ چل رہا ہے۔ شہادتیں اس کے خلاف ہیں۔ رہائی کی کوئی صورت بنتی نظر نہیں آتی۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس خاتون کو فوری طور پر کہا:

"رونا بند کرو اور رب کریم ورحیم کا شکر ادا کرو کیونکہ اس ذات پاک نے اپنے فضل وکرم سے تمہارے بیٹے کی پھانسی ٹال دی ہے۔ اب اسے پھانسی کی سزا نہیں ہوگی۔ رب رحمٰن ورحیم نے تمہاری دعا والتجا سن لی ہے۔ اب گھر جاؤ اور رب قادر و قدیر کے حضور سجدے میں گر جاؤ اور شکرانہ کے نوافل ادا کرو۔ عنقریب تمہیں خوشخبری مل جائے گی جب عدالت سے فیصلہ سنایا جائے گا۔"

فکر نہ کرو

ضلع سرگودھا کے رہائشی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مریدِ خاص چودھری مہرداد کے خلاف اس کے دشمنوں نے ایک قتل کا مقدمہ دائر کر دیا تھا۔ وہ بہت گھبرایا۔ ایک عرصہ تک مقدمہ چلتا رہا۔ مقدمہ میں کئی دفعہ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ فیصلہ چودھری مہرداد کے خلاف ہوگا۔ چودھری مہرداد کئی دفعہ پریشانی کے عالم میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا مگر ہر دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے یہی فرمایا کہ:

"فکر کرنے کی کوئی بات نہیں۔ رب قادر وقدیر کی منشاء و مرضی اور مدد سے کوئی سزا نہیں ہوگی بلکہ بری ہو جاؤ گے۔"

اور پھر وہی ہوا کہ جو امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا تھا۔

ٹوکرے کے سیب

ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک عقیدت مند حافظ خلیل الرحمٰن آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے مریدین کے درمیان بیٹھے ان کے مسائل سن رہے تھے اور ان کے شرعی سوالات کے جوابات دے رہے تھے۔ حافظ خلیل الرحمٰن نے دیکھا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے قریب ہی ایک ٹوکرے میں سیب رکھے ہیں۔ اس نے دل میں خیال کیا کہ "میں دیکھتا ہوں کہ آیا مجھے جماعت علی شاہؒ سیب دیتے ہیں یا

نہیں۔ اگر آپ رحمتہ اللہ علیہ میرے دل کا حال اور میری خواہش جان گئے اور مجھے سیب دے دیئے تو پھر جان جاؤں گا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ واقعی ولیٔ کامل ہیں۔''

حافظ خلیل الرحمٰن نے ابھی دل میں اتنا سوچا ہی تھا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے حافظ خلیل الرحمٰن کو اپنے قریب بلایا اور اسے سیب پیش کیے۔ اس بات سے حافظ خلیل الرحمٰن کے دل کا خیال پورا ہوا تو اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے داخل سلسلہ ہونے کی درخواست کی جسے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے قبول کرتے ہوئے حافظ خلیل الرحمٰن کو اپنے حلقہ ارادت میں شامل فرمالیا۔

پانچ طمانچے

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ایک دفعہ کسی کام سے گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک عقیدت مند نے آگے بڑھ کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کو روک لیا۔ آپؒ نے اس سے انتہائی خوش خلقی کے ساتھ پوچھا:

''کیا بات ہے؟ مجھے جلدی پہنچنا ہے اور تم نے روک لیا ہے؟''

اس شخص نے کہا: ''قبلۂ عالم! میرا کوئی بیٹا نہیں ہے۔ خواہش ہے کہ رب تعالیٰ بیٹا عطا کر دے۔''

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ گھوڑے سے اتر آئے اور جوش بھرے لہجے میں کہا: ''تم لوگ تنگ بہت کرتے ہو۔''

یہ کہہ کر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے اس عقیدت مند کو ایک زوردار طمانچہ رسید کیا۔ پھر دوسرا طمانچہ، تیسرا طمانچہ اور چوتھا طمانچہ رسید کیا۔ اس عقیدت مند نے چار طمانچے تو برداشت کیے مگر جب آپ رحمتہ اللہ علیہ نے پانچواں طمانچہ لگایا تو وہ گر پڑا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس عقیدت مند سے جلالی کیفیت میں بات کرتے ہوئے کہا:

"دیکھو۔ میری بات غور سے سنو اور پلے باندھ لو۔ رب کریم و عظیم اپنے فضل و کرم سے تجھے پانچ بیٹے عطا فرمائیں گے مگر یہ کہ پانچواں بیٹا فوت ہو جائے گا اس لئے کہ تم پانچویں طمانچے پر نیچے گر گئے تھے اور پانچواں طمانچہ برداشت نہیں کر سکے تھے۔"

اور پھر چشم فلک اس امر کی گواہ ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے اس عقیدت مند کے ہاں پانچ بیٹے سال بہ سال یکے بعد دیگرے ہوئے مگر پانچواں بیٹا اللہ کو پیارا ہو گیا۔ اس عقیدت مند نے اپنے چاروں بیٹوں کو تاکید کی کہ وہ اور ان کی اولاد ہر سال علی پور سیداں حاضری دیتی رہے لہٰذا اس کے بیٹوں نے اپنے والد کی اس خواہش کا مکمل احترام کیا۔

جب انگریز کو جگایا گیا

ایک دفعہ امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے مدراس جانے کا ارادہ کیا تو چند ارادت مندوں کے ہمرکاب ریلوے اسٹیشن پہنچے۔ وہاں اسٹیشن ماسٹر نے بتایا کہ مدراس جانے والی ریل گاڑی مکمل طور پر مسافروں سے بھری جا چکی ہے۔ ایک نشست بھی خالی نہیں۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو جب اس صورتِ حال سے آگاہ کیا گیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''کون کہتا ہے کہ تمام سیٹیں پُر ہو چکی ہیں۔ ہم تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے مہمان ہیں۔ ہم ہر صورت اسی گاڑی ہی میں جائیں گے اور اللہ تبارک وتعالیٰ ہی انتظام فرمائیں گے۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ سیٹھ علی محمد بنگلوری بھی تھا۔ اس نے اسٹیشن ماسٹر سے خصوصی درخواست کی کہ گاڑی کے ساتھ ایک بوگی اور لگا دی جائے اور اس میں ہمارے لئے پانچ سیٹوں کو وقف کر دیا جائے مگر اسٹیشن ماسٹر نے سراسر

اور یکسر انکار کر دیا۔ آپؒ کے ہمراہی پریشان ہوئے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''صبر کرو۔ رب قادر وقدیر کی مرضی ومنشاء سے ہم اسی گاڑی ہی سے جائیں گے اور ہمیں کوئی تکلیف بھی نہیں ہوگی بلکہ از حد آسانی اور سہولت کے ساتھ جائیں گے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پُرسکون چہرے اور اطمینان آفریں کلمات سے سب لوگ مطمئن ہو گئے تاہم دل ہی دل میں سب سوچ رہے تھے کہ خدا معلوم معاملہ کس طرح حل ہوگا البتہ انہیں یہ بھی یقین تھا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ جو بات بھی زبان سے نکالتے ہیں رب رحمٰن ورحیم اپنی قدرتِ کاملہ سے اسے پورا فرماتے ہیں۔

اب گاڑی کے آنے کا انتظار ہونے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں گاڑی اسٹیشن پر آکر رکی۔ آپؒ کے ہمراہی ارادت مند اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر کو ساتھ لے کر کوئی نہ کوئی خالی سیٹ ڈھونڈنے نکلے۔ ان کی کوشش وکاوش تھی کہ اگر ایک سیٹ بھی خالی مل جاتی ہے تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اسی پر ہی روانہ ہو جائیں گے جبکہ باقی افراد بعد میں آنے والی گاڑی میں سوار ہو کر بعد میں مدراس پہنچ جائیں گے۔

گاڑی میں سیٹ کی تلاش کے دوران دیکھا گیا کہ ایک سیکنڈ کلاس کا ڈبہ اندر سے بند تھا۔ جب اسے کھلوایا گیا تو پتہ چلا کہ اس میں صرف ایک انگریز تھا

جو گہری نیند میں تھا۔ جب اسے جگایا گیا تو اس نے بتایا کہ اس نے اسی اسٹیشن پر ہی اترنا تھا آگے نہیں جانا تھا۔ وہ از حد شکر گزار ہوا کہ اسے جگا دیا گیا ہے ورنہ وہ سخت پریشانی کا شکار ہوتا اور اپنی منزل سے دور مدراس پہنچ جاتا۔

اور اب تو صورتِ حال یہ ہوئی کہ ایک سیٹ کی تلاش ہو رہی تھی کہ پورا ڈبہ ہی خالی مل گیا۔ اسٹیشن ماسٹر اور وہاں کا عملہ حیران تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا مگر یہ تو سب عطائے رب العزت تھی۔ پروردگار و کردگار کی خاص مہربانی تھی۔ رب کریم و رحیم کا فیضِ خاص تھا کہ جو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی کہی ہوئی بات کو توقیر و تعبیر مل گئی تھی۔ یوں امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق آپ رحمتہ اللہ علیہ اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہی از حد سہولت اور آسانی کے ساتھ اسی ریل گاڑی میں سوار ہو کر مدراس پہنچے۔

ان لمحات میں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ہمراہی و ہمسفر صاحبزادہ پیر سید اختر حسین شاہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''تم کہتے تھے کہ تکلیف ہو گی۔ مجھے تمام عمر کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کے مہمان ہیں پھر ہمیں کیسی تکلیف اور کیسی پریشانی؟''

رات بھر سفر کے بعد گاڑی اگلی صبح مدراس پہنچی تو امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ڈبے سے باہر آئے۔ وہاں مدراس ریلوے اسٹیشن پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت و ارادت مندوں کا اک جم غفیر تھا

جو حد نگاہ تک پھیلا ہوا تھا۔ وہ لوگ آپ رحمتہ اللہ علیہ کیلئے سراپا انتظار تھے۔ ریل گاڑی سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے باہر آنے کی دیر تھی کہ نعرہ ہائے تکبیر کی عطر بیز گونج نے ہوا و فضا کو مہکا دیا۔

اس بھیڑ اور جم غفیر کے باوجود امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ کمال شفقت اور جمال محبت تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے انتہائی مسرت و انبساط کے ساتھ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے استقبال کیلئے آنے والے ہر عقیدت و ارادت مند سے معانقہ بھی کیا اور مصافحہ بھی اور ساتھ ہی ساتھ اس کی خیریت بھی پوچھی اور قدرے بات چیت بھی کی۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت و ارادت مندوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالنا شروع کئے تو اک سماں بندھ گیا۔ ہر ایک منٹ بعد پھولوں کے ہار آپ رحمتہ اللہ علیہ کے منہ تک آجاتے تھے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے گلے سے پھولوں کے ہار اتار اتار کر اپنے عقیدت و ارادت مندوں کو پہناتے جاتے تھے۔ آپؒ کے عقیدت و ارادت مندوں کیلئے یہ دگنی خوشی و مسرت تھی کہ وہ ہار ایک تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے گلے سے اترے ہوئے تھے دوسرے وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مبارک ہاتھوں سے پہنائے گئے تھے چنانچہ یہ ہوا کہ ان ہاروں کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں نے ان لمحات تک پہنے رکھا جب تک ان کے پھولوں کی پتیاں بکھر نہیں گئیں۔ یہ تھی وہ بے مثال و بے مثل عقیدت و محبت جو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ارادت مند آپ رحمتہ اللہ علیہ سے رکھتے تھے۔

مدراس ریلوے اسٹیشن کا اسٹیشن ماسٹر ایک انگریز تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ ایک شخص کی اس قدر بے پناہ عزت و وقعت ہو رہی ہے تو وہ حیرت زدہ ہو گیا۔ اس نے کسی سے پوچھا تو اسے بتایا گیا کہ یہ ہمارے بزرگ رہبر ورہنما اور پیرومرشد ہیں تو وہ بے اختیار کہنے لگا کہ:

''اس قدر تعظیم وتکریم تو میں نے کبھی کسی بادشاہ کی نہیں دیکھی اور نہ ہی اس قدر لوگ کسی حکمران کے استقبال کیلئے جمع ہوئے ہیں۔ یہ واقعی ایسی شخصیت ہیں کہ جن کی توقیر لوگ دل وجان سے کرتے ہیں۔''

سیٹھ بیڑی کے گھر قیام

اپنے عقیدت وارادت مندوں سے فرداً فرداً ملنے کے بعد انہی کے جلو میں امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ مدراس کے رہائشی اپنے ایک عقیدت وارادت مند سیٹھ بیڑی کی قیام گاہ پر پہنچے۔ سیٹھ بیڑی کو یہ قطعی علم نہیں تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کی کوٹھی پر تشریف لائیں گے۔ اگرچہ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے استقبال کیلئے ریلوے اسٹیشن مدراس پہنچا تھا مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کر کے اپنے گھر واپس آ گیا تھا۔

اپنے گھر پر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ وہ انتہائی عزت واحترام کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے گھر کے اندر لے گیا۔ اسے حیرت وفرحت زدہ دیکھ کر امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"سیٹھ صاحب! آپ ریلوے اسٹیشن پر ملاقات کرنے کے بعد کہاں گم ہو گئے تھے۔اس کے بعد آپ نظر ہی نہیں آئے ورنہ میں آپ کو بتاتا کہ میں آپ کے پاس آرہا ہوں۔آپ کو یاد ہو گا کہ کوئی بارہ سال پیشتر میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ مدراس آؤں گا تو پہلے آپ کی کوٹھی پر آؤں گا۔آپ کو یاد ہے یا نہیں ہے لیکن مجھے اپنا وعدہ یاد ہے اور رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے آج اپنا وعدہ پورا کرنے کی توفیق بخشی۔"

اور پھر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے کچھ دن مدراس میں گزارے۔وہاں حسبِ معمول وحسبِ توفیق دعوتوں، وعظوں اور جلسوں کی گہما گہمی رہی۔تبلیغ وارشاد کے ساتھ ساتھ داخل سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ بھی جاری وساری رہا۔

ثواب میں فرق

مدراس کے بعد امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ بنگلور پہنچے۔مدراس سے رخصت ہوتے وقت بھی وہی ہجوم کثیر آپ رحمتہ اللہ علیہ کو الوداع کرنے آیا جو بوقت استقبال مجتمع ہوا تھا۔بنگلور میں بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کا شاندار اور بے نظیر استقبال کیا گیا۔وہاں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بخشی مصطفےٰ علی خان خلیفہ مجاز کی مہمان داری میں وقت گزارا۔وہاں بھی تبلیغ وارشاد اور دعوت وطعام کا سلسلہ جاری رہا۔اگرچہ امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے اعزاز میں انتہائی پر تکلف دعوتوں کا اہتمام وانصرام کیا جاتا تھا

مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے ملازم کا پکایا ہوا کھانا ہی تناول فرماتے تھے۔آپؒ کے کھانے میں عام طور پر پھلکا، مرغی کا شوربا اور خشکہ شامل ہوتا تھا تاہم آپ رحمتہ اللہ علیہ پر تکلف دعوتوں کے انتظامات پر خوشی و مسرت اور شادمانی و فرحت کا اظہار فرماتے تھے اور خود کسی کی دعوت کرتے تھے تو وہ بھی از حد پر تکلف ہی ہوتی تھی۔

بنگلور میں قیام کے دوران آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مریدان خاص عبدالغنی شاہ، ٹھیکیدار شمس الدین اور ٹیلر ماسٹر عبدالسلام نے انتہائی شاندار اور تکلف آمیز دعوتوں کا اہتمام کیا۔ تینوں حضرات کی دعوتوں کے بعد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے بھی ارادہ کیا کہ ان تینوں کی قابل ذکر دعوت کی جائے۔ چنانچہ اس دعوت کے انتظام و انصرام کی تمام تر ذمہ داری نبیرۂ امیر ملت حضرت سید اختر حسین شاہ اور بخشی مصطفےٰ علی خان نے سنبھالی۔ دونوں نے کھانے بانٹ لئے اور تیار کرانے لگے۔

اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بخشی مصطفےٰ علی خان نے دوسرے پیر بھائیوں کو بھی صلائے عام دی کہ جو شخص اپنی مرضی سے جو چاہے پکوا کر ساتھ لائے۔ اور پھر جب دعوت ہوئی تو ایسی یادگار ہوئی کہ جو ناقابل فراموش اور قابل دید تھی۔ کھانوں کی تعداد و مقدار کا شمار نہیں ہوسکتا تھا۔ ہر کھانا لذت و فرحت میں ایک سے بڑھ کر ایک تھا جبکہ مہمانان بھی اتنے زیادہ تعداد میں تھے کہ لوگوں کا اک سیل رواں موجزن تھا۔

ٹھیکیدار شمس الدین اس دور کے لکھ پتی آدمی تھے مگر وہ بھی حیران و ششدر تھے کہ اس قدر کھانے کہاں سے آئے۔ سب نے جی بھر کر کھایا اور یہی وہ بات تھی جس سے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ مسرت و فرحت محسوس کرتے تھے۔

دعوت کے بعد امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے عبدالغنی شاہ، ٹھیکیدار شمس الدین اور ٹیلر ماسٹر عبدالسلام تینوں کو انتہائی قیمتی شالیں بطور تحفہ عطا فرمائیں تو وہ بہت خوش ہوئے۔

اس موقع پر ٹھیکیدار شمس الدین نے ایک ہزار روپے بطور نذرانہ پیش کرنے کی درخواست کی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے یکسر انکار کر دیا۔ اس نے بڑی منت سماجت کی مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ اسے قبول کرنے سے انکار ہی فرماتے رہے۔ آپؒ نے کہا کہ ''اس طرح میرے ثواب میں فرق آجائے گا۔''

میسور اور بنگلہ

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے خاص عقیدت وارادت مند سیٹھ غلام حسین میسوری نے اپنے دو بیٹوں کو حفظِ قرآن اور تعلیمِ قرأت کیلئے مدینہ منورہ بھیجا۔ جب وہ دونوں صاحبزادے اپنی تعلیم مکمل کر کے واپس میسور آئے تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے سیٹھ غلام حسین میسوری کی حسبِ خواہش یہ ارادہ کیا کہ رمضان المبارک کے متبرک مہینے میں وہاں جا کر ان صاحبزادوں کی قرأت سماعت فرمائیں گے۔

اور پھر جب آپ رحمتہ اللہ علیہ میسور پہنچے تو وہاں بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کا شاندار استقبال ہوا۔ لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا جو آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کیلئے آیا تھا۔ آپؒ نے فرداً فرداً سب سے ملاقات کی۔ وہاں طعام وقیام کا اعلیٰ وارفع اہتمام تھا۔

وہاں آپ رحمتہ اللہ علیہ تراویح کے بعد روزانہ وعظ فرمایا کرتے تھے۔ جمعتہ المبارک کی نماز کے بعد بھی وعظ کا اہتمام ہوتا تھا۔ تبلیغ وارشاد اور تعلیم

وتدریس کا سلسلہ جاری رہا جبکہ وہاں پر لوگوں کی ایک معقول تعداد داخل سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ بھی ہوئی۔

ختم القرآن کے بعد امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ پھر بنگلور تشریف لے گئے۔ اس دفعہ مریدِ خاص عباس خان اور دیگر عقیدت وارادت مندوں کی فرمائش ودرخواست پر امیر ملتؒ نے نماز عید بنگلور کی جامع مسجد اور عیدگاہ میں پڑھائی اور اگلے ہی روز حیدرآباد دکن چلے گئے۔

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ زیادہ وقت سفر میں گزارتے تھے اور زیادہ سے زیادہ علاقوں میں جانے کی کوشش کرتے تھے تاکہ رب قادر وقدیر کے احکامات اور نبئ آخرالزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کی تبلیغ وترویج دور دور تک ہو سکے اور یہ کہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کو زیادہ سے زیادہ فروغ حاصل ہو۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ ہر شہر اور ہر مقام پر کسی مریدِ خاص کو امیر حلقہ کی ذمہ داری سونپتے تھے اور انہیں حکم دیتے تھے کہ وہ ہر ہفتے ایک مخصوص جگہ پر جمع ہو کر ختم شریف خواجگان ومجددیہ ومعصومیہ پڑھیں۔ حلقۂ ذکر منعقد کریں اور ان حلقوں کی روئیدادیں رسالہ انوار الصوفیہ میں اشاعت کیلئے روانہ کریں۔

ڈاکٹروں کی لاعلمی

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے عقیدت وارادت مندوں کی نہ صرف تعلیم وتربیت فرماتے تھے بلکہ ان کی خوشی وغمی میں

برابر کے شریک رہتے تھے۔ کسی مرید کے من کی جائز مراد پوری کرنے کیلئے رب قادر وقدیر کی بارگاہ میں دعا والتجا کیلئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کسی توقف کے بغیر بلند ہوتے تھے اور رب کریم وعظیم کے ہاں قبولیتِ دعا کے درجہ ومرتبہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سبھی عقیدت وارادت مند آگاہ وآشنا تھے۔

ایک دفعہ جبکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کشمیر میں تبلیغ وارشاد کی خاطر قیام پذیر تھے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا گیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قریبی ارادت مند خواجہ مام کلو مرحوم کے فرزند خواجہ عبد الاحد سخت بیمار ہیں اور ممات وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ خواجہ عبد الاحد کے منہ سے خون آتا تھا اور کسی بھی دوا سے انہیں افاقہ نہیں ہوتا تھا۔

خواجہ عبد الاحد کی شفایابی کیلئے ان کے دو معالجوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگالیا تھا مگر وہ ناکام رہے تھے۔ ایک معالج انگریز تھا جبکہ دوسرا معالج سکھ تھا اور دونوں ڈاکٹرز اپنے پیشہ وتجربہ کے حوالے سے نامی گرامی تھے لیکن خواجہ عبد الاحد کی بیماری کے حوالے سے ان کی تمام تر قابلیت ولیاقت اور تجربہ ومشاہدہ جواب دے چکا تھا۔ وہ علاج کیا کرتے وہ تو یہ تک معلوم نہیں کر سکے تھے کہ خواجہ عبد الاحد کو بیماری کیا ہے؟

امیر ملت، قبلہ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد خواجہ عبد الاحد کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ اگرچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ضعیف العمری کے باعث نقاہت محسوس کر رہے تھے تاہم مریدین

نے سہارا دے کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کو خواجہ عبدالاحد کے گھر پہنچایا۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ جب خواجہ عبدالاحد کے گھر پہنچے تو اس کی والدہ، بیوی اور بہنوں کے علاوہ دوسری رشتہ دار خواتین نے رو رو کر امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے کہا:

''قبلۂ عالم! آپ رحمتہ اللہ علیہ کو رب العزت نے بہت عزت دی ہے۔ آپ مستجاب الدعوات ہیں۔ آپ دعا فرمائیں اور رب کریم و عظیم سے التجا کریں کہ وہ ذات پاک خواجہ عبدالاحد کو شفا عطا فرما دے کیونکہ ہمارے گھر میں صرف یہی ایک مرد ہے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔''

امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے خواجہ عبدالاحد کی والدہ محترمہ سے مخاطب ہو کر کہا:

''ماں کی دعا رب رحمٰن و رحیم جلد سنتا ہے اور قبول فرماتا ہے۔ آپ بھی میرے ساتھ دعا کریں۔''

اور پھر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے دعا کیلئے ہاتھ بلند کئے تو خواجہ عبدالاحد کی والدہ نے بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کا ساتھ دیا۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے تین چار مرتبہ رب قادر و قدیر کی بارگاہ میں انتہائی عاجزی و انکساری کے ساتھ یہی دعا کی کہ:

''یاالٰہی! کرم کر، رحم کر اور یہاں میرا آنا قبول فرمالے۔''

اس کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ نے خواجہ عبدالاحد کی والدہ سے کہا:

''رب وحدہٗ لاشریک کی ذات پاک سے اور اس کی رحمت وعنایت سے مایوسی کفر ہے۔رب رحمٰن ورحیم جلد ہی خواجہ عبد الاحد کو شفا عطا فرما دیں گے۔فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔خواجہ عبد الاحد اس بیماری سے ہرگز فوت نہیں ہو گا۔''

اس کے بعد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ واپس تشریف لے آئے۔نمازِ عصر سے پیشتر خواجہ عبد الاحد کے دونوں معالجوں نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی۔آپؒ نے ان سے پوچھا:

''سناؤ اب عبد الاحد کا کیا حال ہے؟اس کی بیماری میں افاقہ ہوا ہے یا نہیں؟''

دونوں ڈاکٹروں نے یک زبان ہو کر حیرت و فرحت بھرے جذبات کے ساتھ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا کہ:

''خواجہ عبد الاحد تو بالکل صحتمند اور تندرست ہے۔اس کی بیماری جاتی رہی ہے اور یہی بات بتانے کیلئے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت سے فیض یاب ہونے کیلئے تو ہم آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آئے ہیں۔''

اس موقع پر امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے دونوں ڈاکٹروں سے پوچھا:

''یہ بتایئے کہ خواجہ عبد الاحد کو بیماری کیا تھی؟''

دونوں ڈاکٹروں نے اپنی بے بسی کا اقرار کرتے ہوئے امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے کہا:

''حضرت جی! اگر ہمیں بیماری کا علم ہوتا تو خواجہ عبدالاحد آپ رحمتہ اللہ علیہ کے آنے سے پہلے ہی ہمارے علاج سے ٹھیک ہو چکا ہوتا۔ بیماری کا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کو علم ہوگا کیونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے آنے سے ہی وہ صحت یاب ہوا ہے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''خدا کی ذات بڑی رحیم و کریم ہے۔ اس نے میرا آنا قبول فرما لیا ہے۔ میں اس ذات پاک کا جس قدر شکر ادا کروں کم ہے۔ وہ بہتر جانتا ہے کہ خواجہ عبدالاحد کو بیماری کیا تھی تاہم اس نے کرم کیا ہے کہ خواجہ عبدالاحد کو صحتمند کر دیا ہے۔ وہ ذات پاک قادر و قدیر ہے اور وہی شفا دینے والی ہے۔ ہم نے تو اس کی بارگاہ میں عرضی پیش کی تھی۔ وہ قبول نہ کرتا تو اس میں بھی کوئی نہ کوئی اس کی حکمت ہوتی۔ اس نے قبولیت کی سند عطا کر دی ہے تو اس میں بھی اس کی کوئی حکمت ہی ہے۔''

ڈاکٹروں نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا کہ:

''ہمیں ایک فیصد بھی امید نہیں تھی کہ خواجہ عبدالاحد اس بیماری سے چھٹکارا پالے گا۔ اس کے منہ سے تھوڑی تھوڑی دیر بعد خون آ رہا تھا۔ اس کی حالت لمحہ بہ لمحہ بگڑتی جا رہی تھی اور کوئی دوائی بھی کارگر نہیں ہوتی تھی بلکہ بیماری کا

علم نہ ہونے کے باعث ہر دوا اُلٹا اثر کرتی تھی۔ ہم حیران ہیں کہ وہ لمحوں میں صحتمند کیسے ہو گیا؟ بے شک اس نیلی چھتری والے کا آپ رحمۃ اللہ علیہ پر بہت کرم ہے۔"

آئندہ کیا بنے گا؟

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو رب قادر و قدیر کی قدرت و عنایت پر ناقابل بیان حد تک یقین و ایقان اور اعتبار و اعتماد تھا۔ سچ ہے کہ رب کریم و عظیم کی ذات پاک بندے کو اس کی توقع و امید کے مطابق ہی عطا فرماتی ہے۔ جس کو خدا کی ذات پر جس قدر یقین اور جس قدر توکل ہوتا ہے رب تعالیٰ جل شانہٗ اسی قدر ہی اسے نوازتے ہیں۔

ایک دفعہ امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے کشمیر میں قیام کے دوران اپنے پیر بھائیوں کی دعوت کا اہتمام کرنے کا حکم صادر فرمایا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا گیا کہ:

"قبلۂ عالم! آٹا، گھی، چاول اور مرغیاں سب بہت کم مقدار و تعداد میں رہ گئے ہیں۔ نقد رقم بھی ختم ہے۔ اگر اس دعوت پر سب کچھ پکا کر کھا لیا گیا تو آئندہ کا کیا بنے گا؟"

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ یہ بات سن کر مسکرائے اور کہا:

"لاؤ مجھے دکھاؤ کہ کیا کیا موجود ہے۔"

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حسب الحکم جو کچھ موجود تھا آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے لا کر رکھ دیا گیا۔ تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''میں نے تمام سامان دیکھ لیا ہے۔ یہ سب آج ہی پکا لو۔ باقی کچھ نہ رہنے دو۔ مہمانوں کی خاطر تواضع میں کوئی کسر نہیں رہنی چاہیئے۔ کل کی فکر مت کرو۔ رب رازق ورزاق کی ذات پاک ہی رزق دینے والی ہے۔ جو ذات آج دے رہی ہے۔ جس نے کل دیا تھا وہ آنے والے کل کو بھی بہت کچھ دے گی۔ فوری طور پر کھانا تیار کراؤ۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حسب الارشاد جو کچھ موجود تھا سب پکا لیا گیا اور مہمانوں کو سب کھلا دیا گیا۔ ابھی مہمان رخصت ہی ہوئے تھے کہ ڈاکیا منی آرڈر لے کر آیا۔ بنگلور سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے کسی مرید نے تین سو روپے بھجوائے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ڈاکیا سے رقم وصول کر کے منتظم خوراک کے حوالے کی اور کہا:

''تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہے تھے۔ اب جو کچھ خریدنا ہے خرید لو۔ رب رازق ورزاق نے انتظام فرما دیا ہے۔''

ملاقاتیوں کی قلت و کثرت

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اشاعتِ دینِ اسلام کیلئے نئے سے نئے علاقے میں تشریف لے جاتے تھے۔ بعض اوقات بلکہ اکثر اوقات ایسا ہوتا تھا کہ بالکل نئی جگہ پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کو جاننے اور پہچاننے والا کوئی نہیں ہوتا تھا یا پھر یہ کہ وہاں پر صرف ایک ہی پیر بھائی یا مرید کی رہائش ہوتی تھی مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی یہ منفرد شان تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ تبلیغ وارشاد کیلئے کسی قسم کا پہلے سے کوئی اہتمام وانتظام نہیں فرماتے تھے۔ چونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا مشن محض دینِ اسلام کی اشاعت اور احکامِ الٰہی کی ترویج اور اسوۂ حسنہ کی تبلیغ تھی اس لئے رب کریم وعظیم کی ذات پاک خود ہی راستے آسان اور منزل سہل کرتی جاتی تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ گھر سے نکلتے تھے تو رب کائنات پر مکمل بھروسہ واعتماد کے ساتھ نکلتے تھے اور رب العزت نے بھی کبھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے اعتماد وایقان کو ٹوٹنے نہیں دیا تھا۔

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ جب پہلی بار

بمبئی تشریف لے گئے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے پیر بھائی غلام محی الدین امرتسری کی رہائش گاہ پر قیام فرمایا۔ علاقے میں تعارف نہ ہونے کے باعث آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ملنے کیلئے کوئی بھی نہ آیا تو یہ بات غلام محی الدین امرتسری کو بھلی معلوم نہ ہوئی۔ اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کی کہ:

''قبلۂ عالم! یہ اچھا نہیں لگتا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ یہاں یوں اکیلے بیٹھے رہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ توجہ فرمائیں تا کہ لوگ یہاں آنا پسند فرمائیں۔''

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے غلام محی الدین امرتسری سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''میں تو گھر سے آ گیا ہوں۔ تبلیغ وارشاد کیلئے تیار ہوں۔ اب جو رب وحدہٗ لاشریک کی مرضی ومنشاء ہے وہی ہو گا۔ جو ذاتِ پاک لمحہ لمحہ میری مددگار رہی ہے اب بھی وہ مجھے مایوس نہیں کرے گی۔ میں خدا ہی کے کام کیلئے آیا ہوں خدا ہی اسے انجام تک پہنچائے گا۔''

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اگلے ہی روز غلام محی الدین امرتسری کے ایک دوست نے چائے پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کو مدعو کیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ وہاں تشریف لے گئے۔ چائے پر چند اور افراد بھی موجود تھے۔ وہاں پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کا اتنا ہی تعارف ہوا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ پنجاب کے رہائشی ہیں اور پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے پہچان رکھتے ہیں۔ غلام محی الدین امرتسری کے پیر بھائی ہیں اور ان ہی کے گھر قیام پذیر ہیں۔

اور پھر چشمِ فلک شاہد ہے کہ اس کے بعد لوگوں کا اک تانتا سا بندھ گیا۔ کوئی دعا کیلئے آیا تو کوئی کسی شرعی مسئلہ کی تشریح وتوضیح کیلئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا۔ کسی نے اپنی مشکل بیان کی تو کسی نے اپنی محبت وعقیدت کا اظہار کیا۔ کوئی پیدل پہنچا تو کوئی کسی سواری کے ذریعے آیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہر ایک سے خندہ پیشانی اور خوش خلقی کے ساتھ ملاقات کی اور تبلیغ وارشاد کے ساتھ ساتھ ان کے مسائل بھی حل کرنے کی حتی الوسع کوشش وکاوش کی۔ یوں وہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت وارادت مندوں کا ایک معقول تعداد میں حلقہ قائم ہو گیا جس میں وقت کے ساتھ ساتھ وسعت ہوتی گئی۔

آپ کون ہیں؟

اسی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ جب پہلی بار حیدر آباد تشریف لے گئے تو وہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کسی سے کوئی شناسائی وواقفیت نہیں تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ریلوے اسٹیشن پر اترے تو کوئی استقبال کرنے والا نہیں تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اکیلے تانگہ میں سوار ہو کر محلّہ پتھر گٹی میں مولوی خیر المبین رحمۃ اللہ علیہ کی قیام گاہ پر پہنچے۔

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہنچے تو محفل سجی تھی۔ مولوی خیر المبین رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مند اور یاران طریقت جمع تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا لباس اور انداز اجنبی اجنبی سا تھا۔ لوگ حیران تھے کہ یہ کون نئے شخص ہیں کہ جو اس محفل

میں پہلی بار آئے ہیں۔ بہر حال آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اہل مجلس کو السلام علیکم کہا اور پھر سیدھے مولوی خیر المبین رحمتہ اللہ علیہ کی جانب تشریف لے گئے۔ مولوی خیر المبین رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے سلام کا جواب دے کر بیٹھے بیٹھے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ:

''آپ کون ہیں اور کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتایئے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے مولوی خیر المبین رحمتہ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''مولوی صاحب! چند روز پیشتر میں نے روضہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دی تو رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں حیدر آباد دکن جا کر مولوی خیر المبین رحمتہ اللہ علیہ کو شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچاؤں۔ میں اسی خاطر حاضر ہوا ہوں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ تک تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچے۔''

مولوی خیر المبین رحمتہ اللہ علیہ نے یہ بات سنی تو حیرت و استعجاب کی اک عجیب کیفیت میں مبتلا ہوئے اور پھر اپنی نشست سے اٹھے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے معانقہ و مصافحہ کیا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے قریب مسند پر بیٹھنے کو کہا۔ امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ وہاں بیٹھ گئے۔

حیدر آباد دکن میں مولوی خیر المبین رحمتہ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت مسکین

شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو کئی روز تک مہمان رکھا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خاطر تواضع میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے وہاں جمعتہ المبارک کے روز نمازِ جمعہ کے بعد حاضرین کو وعظ وارشاد سے مستفید و مستفیض فرمایا۔

بعد ازاں جب بھی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ حیدر آباد تشریف لے جاتے تھے تو مولوی خیر المبین رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں ہی قیام فرماتے تھے۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نظام حیدر آباد کی دعوت پر وہاں پہنچے تو پھر بھی پہلے سیدھے مولوی خیر المبین رحمتہ اللہ علیہ کی رہائش گاہ پر پہنچ کر ان کے ہاں حاضری دی اور پھر نظام حیدر آباد کے پاس پہنچے حالانکہ ریلوے اسٹیشن پر شاہی سواریاں، شاہی مہماندار و حکام وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ کے استقبال کیلئے حاضر ہوتے تھے اور وہ درخواست کرتے تھے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نظام حیدر آباد کے پاس پہنچنے کیلئے ان کے ہمراہ چلیں مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ انکار کر دیتے تھے اور پہلے مولوی خیر المبین رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں جاتے تھے۔

انعامات کی نوازش

مولوی خیر المبین رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ معمول بنایا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ جب بھی حیدر آباد جاتے تھے تو قاری شہاب الدین رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں قیام فرماتے تھے۔

بیشتر دفعہ حیدر آباد میں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا قیام کئی

ماہ پر محیط ہوتا تھا۔ یہاں بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے شب و روز تبلیغ وارشاد اور مخلوق خدا کی رہبری و رہنمائی ہی میں صرف ہوتے تھے۔ اکثر ایسے ہوتا تھا کہ جلسہ عام میں رات ایک بجے تک وعظ جاری رکھتے تھے۔ پھر کچھ وقت آرام کے بعد نماز تہجد کیلئے بیدار ہو جاتے تھے مگر نماز کی ادائیگی سے پہلے تمام یاران طریقت کو بھی نماز کیلئے بیدار کر دیتے تھے۔

حیدر آباد میں قیام کے دوران سارا دن تبلیغ و ارشاد اور وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ پنجاب سے کوئی اور علماء و مشائخ کرام بھی حیدر آباد پہنچتے تھے۔ان کے جملہ اخراجات کی ذمہ داری حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ لیتے تھے۔ان علماء و مشائخ کرام کے خطابات بھی ہوتے تھے۔یوں دین اسلام کی ترویج و اشاعت بحسن وخوبی رواں دواں رہتی تھی۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ منفرد طریقہ وسلیقہ تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ لوگوں سے نذرانے وصول کرنے کی بجائے خود لوگوں کی امداد و استعانت کے ساتھ ساتھ دعوتیں کرتے تھے اور اچھے کاموں پر انعامات سے بھی نوازتے تھے۔

وعظ کے علاوہ دوسرے اوقات میں جب مختلف افراد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کیلئے آتے تھے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ ان سے پوچھتے تھے کہ:

''کیا آپ لوگ وعظ میں شریک تھے؟ کیا آپ نے میرا وعظ سنا اور اس پر عمل بھی کیا؟''

اگر کسی کا جواب اثبات میں نہیں ہوتا تھا تو امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اس سے انتہائی میٹھے اور شیریں لہجے میں کہتے تھے کہ:

''تم اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات وارشادات کیوں نہیں سنتے؟ کیا تم نہیں چاہتے کہ مجھے رب العزت کی بارگاہ سے کوئی اجر ملے اور تمہیں بھی ثواب حاصل ہو۔ میں تو اتنی دور سے یہاں تمہارے شہر میں آ جاتا ہوں مگر تم لوگ ہو کہ گھر سے یہاں تک نہیں آتے۔ آیا کرو یار!!''

اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات کا لوگوں پر اس قدر اثر ہوتا تھا کہ وہ بلا ناغہ ہر روز آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ میں شرکت کرنا شروع کر دیتے تھے۔

حیدر آباد دکن میں قیام کے دوران پیر بھائی بڑی پُر تکلف دعوتوں کا اہتمام کرتے تھے مگر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے خادم کے ہاتھ کا پکایا ہوا مخصوص کھانا ہی تناول فرماتے تھے جس میں روٹی کا پھلکا، خشکہ اور مرغی کا شوربہ شامل ہوتا تھا۔ نظام حیدر آباد دکن کی جانب سے شاہی مُہر کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کیلئے بڑا پُر تکلف اور کثیر مقدار میں کھانا آتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کھانے کو قبول کر لیتے تھے مگر وہ کھانا خود نہیں کھاتے تھے بلکہ وہ یاران طریقت کو ہی دیتے تھے جبکہ خود اپنے مخصوص سادہ کھانے پر ہی اکتفا کرتے تھے۔

سرد مقام کا قیام

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی یہ عادت و معمول تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ موسم گرما میں کسی نہ کسی سرد مقام پر تشریف لے جاتے تھے مگر مقصد سیر و سیاحت یا تفریح و فرحت نہیں ہوتا تھا بلکہ وہاں بھی تبلیغ و ارشاد کی خاطر ہی جایا کرتے تھے۔ چونکہ امراء و خواص کی ایک معقول تعداد موسم گرما کسی سرد مقام پر گزارتی تھی اس لئے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو وہاں ان سے ملاقات کا موقع مل جاتا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ ان کی دعوتیں کرتے تھے اور ان کو احکامات الٰہی اور ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔

سرد مقام کے طور پر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کشمیر کا انتخاب کیا ہوا تھا اور اکثر وہیں ہی تشریف لے جاتے تھے۔ وہاں آپ رحمتہ اللہ علیہ کا یہی کام ہوتا تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ وعظ فرماتے، شرعی مسائل و احکامات سناتے اور شریعت و سنت کی پابندی کی ترغیب دیتے۔

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت میں رب کریم و عظیم نے اک خاص کشش و مقناطیسیت رکھی تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زبان بھی بڑی پُر تاثیر تھی۔ جو بھی ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کر لیتا تھا آپ رحمتہ اللہ علیہ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ جو بھی ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا وعظ سُن لیتا تھا اس پر عمل کر کے اپنی عاقبت سنوارنے کی کوشش کرتا تھا اور پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ کا ہر وعظ سننے کی بھی کوشش کرتا تھا۔

یہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زبان حق ترجمان کی جاذبیت ہی تھی کہ دور دراز مقامات کے افراد ہجوم در ہجوم آپ رحمتہ اللہ علیہ کا وعظ سننے کیلئے آتے تھے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ نہ صرف وعظ و تبلیغ کرتے تھے بلکہ حاجت مندوں اور ضرورت مندوں کی خدمت بھی کرتے تھے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کا دسترخوان ہمہ وقت جاری و ساری رہتا تھا۔کوئی شخص بغیر خاطر تواضع کے واپس نہیں جاتا تھا۔بقول شاعر۔

جس کا عاشق عرب ، عجم شیدا
جس نے مخدوم ہو کے خدمت کی
تا حدِ ہندو شام و مصر و عرب
وسعتیں جس کے خوانِ نعمت کی

شریر جن کی توجہ

عوام الناس کی فلاح و اصلاح میں ایک مرشد و مربی کا کردار یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو شیطان کے شر سے محفوظ و مامون رکھنے کیلئے پوری سعی و کاوش کراتا ہے۔ شیطان ہر دو مخلوق جن و بشر میں موجود ہوتے ہیں لہٰذا جن و بشر کے شر سے اپنے عقیدت و ارادت مندوں کو بچانا ایک پیر کیلئے اتنا ہی ضروری ہوتا ہے جتنا ایک مچھلی کیلئے پانی اور ایک ذی روح کیلئے ہوا لازمی ہوتی ہے۔

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے کسی بھی عقیدت و ارادت مند کو جب بھی کوئی جن تنگ کرتا تھا یا اپنی شرارت سے اسے اذیت پہنچاتا تھا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ اس جن کو ایسا سیدھا کرتے تھے کہ وہ شرارت ترک کر کے شرافت اختیار کر لیتا تھا۔ یوں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں میں جنات کی بھی ایک معقول تعداد شامل تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کئی سرکش جنوں کو صراط مستقیم دکھائی۔ انہیں مشرف بہ اسلام کیا اور انہیں نماز، روزے کے ساتھ ساتھ جملہ احکامات شرعیہ کا پابند بنایا۔ یوں آپ رحمتہ اللہ علیہ کا فیض و

فیضان صرف انسان تک محدود نہیں تھا بلکہ جن بھی اس سے مستفید و مستفیض ہوتے تھے۔

قبلۂ عالم، امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ایک دفعہ ایک ایسے گاؤں تبلیغ وارشاد کیلئے تشریف لے گئے جس کی مسجد بالکل غیر آباد تھی۔ نہ وہاں اذان دی جاتی تھی اور نہ ہی وہاں کوئی نماز پڑھنے کیلئے جاتا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے گاؤں والوں سے پوچھا:

"آخر کیا وجہ ہے کہ تم نے مسجد کو ویران کیا ہوا ہے؟ میں نے دیکھا ہے کہ تم لوگ گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہو مگر مسجد میں نہیں جاتے۔ نہ ہی وہاں اذان ہوتی ہے اور نہ ہی جماعت ہوتی ہے۔ نہ ہی اس کا کوئی مؤذن مقرر ہے اور نہ ہی کسی امام کا تقرر کیا گیا ہے۔ آخر ایسا کیوں ہے؟"

گاؤں کے رہائشیوں نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا کہ اس مسجد میں ایک جن رہتا ہے جو نمازیوں کو تنگ کرتا ہے اس لئے اس خوف کے مارے لوگ مسجد میں جانے سے کتراتے ہیں اور کوئی شخص بھی جرأت و جسارت نہیں کرتا کہ مسجد میں قدم رکھے۔ یہی وجہ ہے کہ مسجد غیر آباد اور ویران ہے۔

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ بذات خود اس مسجد میں تشریف لے گئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مسجد کو خوب صاف کرایا۔ اس کا فرش مٹی مٹی تھا اسے دھلوایا۔ اچھی طرح صفائی کرانے کے بعد آپ رحمتہ اللہ

علیہ نے وہاں اذان دلوائی اور پھر نماز ادا کی۔ مغرب کے بعد عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ بستر لگا کر اسی مسجد ہی میں بیٹھ گئے اور ذکرِ الٰہی میں مصروف و مشغول ہو گئے۔

کوئی آدھی رات کا وقت تھا کہ جن حاضر ہو گیا۔ اس نے آ کر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاؤں دبانا شروع کر دیئے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ سے دست بستہ معافی کا خواستگار ہوا۔ اس نے امیر ملت، قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے کہنے پر پاؤں اور زور سے دبائے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ

''اور زور سے دباؤ۔ تمہارے پاس تو کوئی قوت و طاقت ہی نہیں ہے۔''

جن جس قدر زور سے پاؤں دباتا تھا آپ رحمتہ اللہ علیہ کہتے تھے کہ

''بس اتنا ہی زور ہے۔ اور زور سے دباؤ۔''

بالآخر جن تنگ آ گیا اور کہنے لگا:

''قبلہ عالم! میں توبہ کرتا ہوں۔ آئندہ کبھی کوئی غلط کام نہیں کروں گا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ مجھے بیعت فرما کر اپنے سلسلہ عالیہ میں داخل فرمائیں۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے جن کی درخواست پر اسے توبہ کرانے کے بعد سلسلہ عالیہ میں داخل کیا اور اس سے وعدہ لیا کہ وہ آئندہ نمازیوں کو تنگ کرنے کی بجائے ان کیلئے سہولتیں فراہم کرے گا۔ اس کے بعد ویران مسجد آباد ہو گئی اور لوگوں نے وہاں بلا خوف و خطر آنا جانا شروع کر دیا۔ مؤذن و امام کا اہتمام ہو گیا اور نماز پنجگانہ ادا کی جانے لگی۔

گنے سے پٹائی

اسی طرح ایک دفعہ امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا ایک عقیدت مند آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس اپنی بیوی کے ہمراہ حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی کہ:

"قبلۂ عالم! میری بیوی پر جن کا سایہ ہے۔ وہ لمحہ لمحہ تنگ کرتا ہے۔ ہماری گھریلو زندگی اجیرن بنا کر رکھ دی ہے۔ اب آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا ہوں تا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ اس ظالم جن سے ہمیں نجات دلائیں۔"

آپ رحمتہ اللہ علیہ اس وقت راستے میں تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس عقیدت مند سے کہا کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ حویلی چلے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ وہاں تھوڑی دیر میں پہنچ رہے ہیں اور پھر دیکھتے ہیں کہ جن یہاں رہتا ہے یا بھاگ جاتا ہے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ اس وقت کھیتوں میں تشریف لے گئے۔ وہاں گنے کی فصل تیار تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے وہاں ساتھیوں کے ہمرکاب گنے توڑے اور چوسے۔ واپسی پر ایک گنا آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تھا۔ راستے میں پھر وہ شخص مل گیا۔ بیوی اس کے ہمراہ تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے کہا کہ کیا وہ ابھی تک حویلی نہیں گیا؟ اس نے کہا کہ بس اب جانے ہی والا ہوں مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ سے درخواست کرتا ہوں کہ میری بیوی کا علاج یہیں ہی کر دیں تو بہتر ہو گا۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس شخص کے کہنے پر وہیں کھڑے کھڑے اس گنے سے مارنا شروع کر دیا جو اس وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تھا۔ جن چیختا چلاتا ہوا بھاگ گیا اور عورت نے کہا کہ اب وہ بالکل تندرست ہے۔ اس شخص نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا شکریہ ادا کیا اور واپس چلا گیا۔

مجھے معاف کردو

ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا ایک عقیدت و ارادت مند اپنے ایک دوست کے ہمراہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا۔ اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کی کہ اس کے دوست پر جن کا سایہ ہے۔ جن اسے بری طرح تنگ کرتا ہے اور کسی پل چین نہیں لینے دیتا۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس شخص کو اپنے قریب بلایا اور جب وہ قریب آیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کے دائیں ہاتھ کا انگوٹھا پکڑ لیا۔ اور چند قرآنی آیات تلاوت کرائیں تو وہ جن چلانے لگا کہ:

''مجھے معاف کرو۔ میں جل گیا۔ میں دھواں ہو گیا۔ میں کوئلہ ہو گیا۔ آئندہ میں کسی کو تنگ نہیں کروں گا۔ مجھے چھوڑ دو۔ مجھے معافی دے دو۔''

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس جن سے مخاطب ہو کر کہا:

''یاد رکھو کہ تم بھی رب کریم کی مخلوق ہو اور ہم بھی رب عظیم کی مخلوق

ہیں۔ جسے کمزور دیکھتے ہو اسے تنگ کرنا شروع کر دیتے ہو۔ خبردار! آئندہ کسی کو تنگ کیا تو تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔“

اس جن نے توبہ کی اور عہد کیا کہ آئندہ وہ کسی کو تنگ نہیں کرے گا اور یہ کہ اب وہ وہاں سے کہیں دور جا رہا ہے۔ اس پر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس شخص کا انگوٹھا چھوڑ دیا اور وہ شخص بالکل تندرست اور صحت مند ہو گیا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کو ڈھیروں دعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔

لمحہ لمحہ نئی مصیبت

ایک دن حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس رتہ پیراں والے پیر صاحب نے حاضری دی۔ سلام دعا کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے خیر و عافیت دریافت کی اور اس کے علاقے کے حالات پوچھے تو اس نے بتایا کہ:

”قبلۂ عالم! ہمارے حالات ویسے تو ٹھیک ہیں لیکن مجھے خاص طور پر جنات نے بہت زچ کیا ہوا ہے۔ وہ میرے مکان میں دندناتے پھرتے ہیں۔ صندوق میں رکھے کپڑوں تک میں آگ لگا دیتے ہیں۔ روپے پیسے چرا لیتے ہیں۔ کھونٹی پر سے قرآن پاک نیچے گرا دیتے ہیں۔ لمحہ لمحہ ہمارے لئے کوئی نہ کوئی نئی آفت و مصیبت کھڑی کر دیتے ہیں۔ ان کے بھگانے کیلئے کئی عمل کئے اور کرائے ہیں۔ کئی تدبیریں اور ترکیبیں آزمائی ہیں مگر نتیجہ وہی کا وہی ہے۔ اب آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا ہوں تا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ ہماری مدد

معاونت فرمائیں اور ہمیں جنات کی اس مصیبت سے نجات دلائیں۔"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے رتہ پیراں والے پیر صاحب کی داستان الم انتہائی غور اور شفقت و محبت کے ساتھ سنی۔ تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر رتہ پیراں والے پیر صاحب سے مخاطب ہو کر کہا:

"تم اپنے گھر جاؤ اور وہاں جا کر مکان کے درمیان میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہو کہ اے جنات! تمہیں جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ حکم دیتے ہیں کہ یہاں سے چلے جاؤ اور تنگ مت کرو۔ اگر آج کے بعد پھر تنگ کیا تو تمہیں ایسا تنگ کیا جائے گا کہ تم زندگی بھر یاد رکھو گے۔"

رتہ پیراں والے پیر صاحب اس امید سے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس پہنچے تھے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ اس کے ہمراہ اس کے مکان پر تشریف لے چلیں گے اور وہاں جنات کا دفعیہ فرمائیں گے یا یہ کہ کوئی تعویز وغیرہ دیں گے یا پانی پر دم کر کے دیں گے یا کوئی کلام بتائیں گے کہ جسے مکان میں پڑھ کر پھونکا جا سکے مگر جب حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے محض ایک پیغام جنوں کے نام دیا تو رتہ پیراں والے پیر نے دل ہی دل میں سوچا کہ شاید حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے ٹال دیا ہے لیکن جب اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کا پیغام اپنے مکان میں موجود جنات تک پہنچایا تو واقعی وہ اسی وقت وہاں سے چلے گئے اور پھر اس کے بعد انہوں نے کبھی تنگ نہیں کیا۔

جن کا پیر بھائی

ضلع میانوالی کے رہائشی بابا فضل نور پر ایک مدت سے جن کا سایہ و اثر تھا اور وہ اس سے پریشان اور بے حال سا رہتا تھا۔ ایک دن وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا اور داخلِ سلسلہ عالیہ ہونے کی درخواست کی۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے داخلِ سلسلہ کیا تو وہ جن بھی توبہ کر کے داخل سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ ہو گیا۔

اب امیر ملت، قبلہ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس جن سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''اب تم اور فضل بابا نور آپس میں پیر بھائی ہو۔ ایک مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ دوسرے مسلمان کو سہولت دینے کی بجائے تکلیف پہنچائے۔ مسلمان تو مسلمان کا بھائی ہوتا ہے۔ اب بابا فضل نور کا پیچھا چھوڑ دو۔ نہ اسے تکلیف دو اور نہ ہی آئندہ کسی اور کو تکلیف پہنچانا۔ جاؤ اب یہاں سے دور نکل جاؤ۔''

اور پھر اس جن سے بابا فضل نور کو نجات مل گئی اور پھر اس جن نے کبھی بھی بابا فضل نور کو تنگ نہیں کیا۔

امیر ملت، قبلہ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی اولین کوشش و کاوش یہی ہوتی تھی کہ جنات کو مسلمان بنا کر سلسلہ عالیہ میں داخل کرتے تھے اور اعمال صالح کی تلقین و تاکید فرماتے تھے۔ جہاں تک جن کو حاضر

کرنے کا تعلق ہے تو اس کیلئے آپ رحمتہ اللہ علیہ اکثر قرآنی آیات پڑھتے تھے اور جن حاضر ہو جاتا تھا۔

عامل کی جان خطرے میں

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ علی پور شریف کی رہائشی ایک نوجوان لڑکی پر جن کا سایہ ہو گیا۔ وہ لڑکی کو بہت تنگ کرتا تھا۔ لڑکی چیختی چلاتی تھی اور بعض اوقات آسمان سر پر اٹھا لیتی تھی۔ اس کے والدین سخت پریشان تھے کیونکہ اس وجہ سے لڑکی کی شادی رکی ہوئی تھی۔

اتفاقاً وہاں کہیں باہر سے ایک عامل آئے ہوئے تھے۔ لڑکی کے والدین اپنی آسیب زدہ بیٹی کو اس عامل کے پاس لے گئے تو جن نے اس عامل کو اتنا پیٹا کہ اسے لہولہان کر دیا۔ عامل کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور وہ اپنی تمام عاملیت یکسر بھول گیا۔ وہ وہاں سے جن سے معافیاں مانگتا ہوا بھاگ نکلا اور علی پور چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا۔

اب اس لڑکی کے والدین اس لڑکی کو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس لے آئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اس وقت مسجد نور سے نماز عصر ادا کر کے واپس آ رہے تھے کہ راستے میں سامنے وہ لڑکی آگے بڑھ کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے قریب آ کر کہنے لگی کہ:

''میں نے تم جیسے سید بہت دیکھے ہوئے ہیں۔ کیا تم نے کم والے عامل سید کا حال نہیں سنا؟ میں نے اس کی کیسی درگت بنائی۔ اگر تم نے مجھ پر ہاتھ ڈالا

تو تمہارا بھی وہی حشر کروں گا بلکہ اس سے بھی برا حال کر دوں گا۔"

دراصل اس لڑکی کی زبانی وہ جن ہی بول رہا تھا۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے جن کی یہ باتیں سنیں تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے آگے بڑھ کر اس لڑکی کو اس زور سے طمانچہ رسید کیا کہ وہ سامنے کی دیوار سے جاٹکرائی اور زمین پر گر گئی۔ اس وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ چند مریدان خاص بھی تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ان سب کو حکم دیا کہ "اسے خوب مارو۔"

اب تو سب نے مارنا شروع کر دیا۔ اس دوران حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ منتخب آیاتِ قرآنی پڑھتے رہے اور خود بھی مارتے رہے۔ وہ جن جلد ہی معافی مانگنے لگا اور چیخنے لگا "چھوڑ دو۔ چھوڑ دو۔ معاف کر دو۔ آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس جن سے مخاطب ہو کر کہا:

"تو نے آج تک کوئی سید دیکھا ہی نہیں۔ تجھے کسی سید سے پالا پڑا ہی نہیں ورنہ تو ایسی باتیں نہ کرتا۔"

اب بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ نے وقفے وقفے سے اس کی پٹائی جاری رکھی۔ وہ جن معافیاں مانگتا ہوا آپ رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں میں گر گیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے وعدہ لیا کہ آئندہ وہ کسی کو تنگ نہیں کرے گا اور کسی سید کو چیلنج نہیں کرے گا اور کسی سید کی توہین نہیں کرے گا۔ اس نے پکا وعدہ کیا اور دور چلا گیا تو لڑکی صحتمند ہو گئی۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے نبیرہ سید اختر حسین شاہ کو بھی اختیار دیا ہوا تھا کہ وہ بوقتِ ضرورت جنات سے گفت وشنید کر کے مخلوق خدا کو ان کے شر سے بچانے کی پوری کوشش وکاوش کریں۔ اس حوالے سے امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے سید اختر حسین شاہ کو قرآنی آیات کا ایک عمل بھی سکھایا ہوا تھا۔

لڑکی کا پیچھا چھوڑ دو

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک عقیدت وارادت مند پروفیسر منشاد علی جوائنٹ سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ کے ایک رشتہ دار ملتان شریف میں اس کے گھر مہمان تھے۔ مہمانوں میں سے ایک لڑکی پر جن کا سایہ تھا۔ پروفیسر منشاد علی نے اس بات کا ذکر سید اختر حسین شاہ سے کیا تو سید اختر حسین شاہ نے امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا سکھایا ہوا عمل پڑھ کر لڑکی پر دم کیا تو جن حاضر ہو گیا۔

اب لڑکی چارپائی سے اتر کر زمین پر بیٹھ گئی۔ سید اختر حسین شاہ نے اس سے پوچھا کہ:

''تم کون ہو اور لڑکی کو کیوں تنگ کر رہے ہو؟ لڑکی کا پیچھا چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟''

اس جن نے سید اختر حسین شاہ سے مخاطب ہو کر کہا:

''میں حضرت قبلۂ عالم پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا غلام ہوں۔ اسی

لئے میں نیچے بیٹھ گیا ہوں۔ میں آپ کے سامنے چارپائی پر بیٹھنے کی گستاخی نہیں کرسکتا۔ اگر یہ لوگ میری عبادت کیلئے ایک چھوٹا کمرہ فارغ کردیں تو میں وہاں نماز کے علاوہ درود اور وظائف پورے کرنا چاہتا ہوں اور پھر میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔ البتہ آپ کی تعظیم و تکریم کرتے ہوئے میں اس لڑکی کو چھوڑ دیتا ہوں۔"

اور یوں وہ جن وہاں سے چندروز بعد اپنے وظائف کی تکمیل کے بعد چلا گیا البتہ اس نے حسبِ وعدہ لڑکی پر سے اپنا سایہ اسی وقت اٹھالیا جبکہ ایک چھوٹا کمرہ اس کے حسبِ خواہش چندروز کیلئے فارغ کردیا گیا۔

کیا آپ نے مجھے پہچانا؟

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ علی پور سیداں میں گھر پر نہیں تھے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عقیدت و ارادت مند اپنی بڑی بیٹی کے ہمراہ وہاں حاضر ہوا۔ اس وقت گھر پر سید اختر حسین شاہ موجود تھے۔ وہ عقیدت و ارادت مند سید اختر حسین شاہ کے پاس پہنچا۔ اس کے ہمراہ اس کی بیٹی نے سید اختر حسین شاہ کو دیکھتے ہی سلام کیا۔ دراصل اس لڑکی پر کسی جن کا سایہ تھا اور یہ سلام اسی جن ہی نے کیا تھا۔ اس نے سید اختر حسین شاہ کو سلام کرنے کے بعد ان سے پوچھا:

"کیا آپ نے مجھے پہچانا کہ میں کون ہوں؟ میں تو آپ کو جانتا ہوں۔"

سید اختر حسین شاہ نے اس سے کہا:

"جب تک میں تمہاری شکل و صورت نہ دیکھ لوں میں تمہیں کیسے پہچان سکتا

ہوں؟ اب تو صرف تم لڑکی پر سایہ کیے ہوئے ہو اور لڑکی کی زبان ہی سے مخاطب ہو تو پھر تمہیں پہچاننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

اس جن نے سید اختر حسین شاہ سے کہا:

"قبلہ! میں مدرسہ نقشبندیہ میں آپ کے ساتھ مولوی محمد ابراہیم صاحب سے پڑھتا رہا ہوں۔ آپ اور میں ہم جماعت رہے ہیں۔"

سید اختر حسین شاہ نے اس جن سے کہا:

"چلو شکل نہیں دکھاتے تو نام ہی بتا دو تا کہ میں تمہیں پہچان سکوں۔"

جن نے دست بستہ عرض کی:

"اختر صاحب! میں امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں داخل ہوں۔ ہر سال یہاں حاضری دیتا ہوں۔ میں نے اپنا نام بتا دیا اور آپ نے مجھے پہچان لیا تو پھر میری شناخت ہو جائے گی اور یوں میرا یہاں حاضر ہونا بہت مشکل ہو جائے گا۔"

سید اختر حسین شاہ نے اس جن سے مخاطب ہو کر کہا:

"پھر تو یہ شخص کہ جس کی لڑکی کو تم تنگ کر رہے ہو تمہارا پیر بھائی ہوا۔ آخر تم ان کو تنگ کیوں کرتے ہو؟ کیا پیر بھائیوں کو بھی تنگ کیا جاتا ہے؟ کچھ خیال کرو اور ان کا پیچھا چھوڑ دو۔"

جن نے سید اختر حسین شاہ کو انتہائی عاجزی و انکساری کے ساتھ جواب دیا:

''شاہ صاحب! یہ اچھے پیر بھائی ہیں جو کبھی علی پور سیداں حاضری ہی نہیں دیتے۔ یہ اگر یہاں حاضری دیتے ہوتے تو میں انہیں کبھی بھی تنگ نہ کرتا۔ میں نے تو کبھی بھی ان کو یہاں حاضری دیتے نہیں دیکھا۔ سالانہ اجتماع پر بھی نہیں آتے۔''

لڑکی کے والد حیات محمد نے اسی لمحے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ ہر سال دربار پر حاضری دیا کرے گا۔ اب سید اختر حسین شاہ نے جن سے مخاطب ہو کر کہا:

''دیکھو! حیات محمد نے وعدہ کر لیا ہے اب تو ان کی جان چھوڑ دو اور ان کی بیٹی پر سے سایہ اٹھا لو۔''

جن نے سید اختر حسین شاہ کے ارشاد کی تعمیل کی اور اسی لمحے لڑکی کا پیچھا چھوڑ کر سید اختر حسین شاہ کو سلام کر کے رخصت ہوا اور پھر کبھی اس کو تنگ نہ کیا۔

یہ سب امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا فیض و فیضان تھا کہ سید اختر حسین شاہ بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سکھائے ہوئے عمل کے ذریعے جنات کو حاضر کر لیتے تھے اور پھر ان سے گفت و شنید کر کے ان کو جانے پر مجبور کرتے تھے۔

یوں ایسے کئی واقعات ہیں کہ جن سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے جنات کی اصلاح محض انسانیت کی فلاح اور جنات کو دائرۂ اسلام اور سلسلۂ عالیہ میں داخل کرنے کیلئے کی اور یہ کہ خلق خدا کو آسیب سے محفوظ و مامون کرنے کی بھرپور کوشش و کاوش کی۔

دل بہ یار، دست بہ کار

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے قدیم شرعی تصوف پر نہ صرف خود عمل کیا بلکہ اپنے عقیدت و ارادت مندوں کو بھی تلقین و ترغیب دی کہ وہ بھی اس پر بحسن و خوبی عمل پیرا ہوں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ ان روایات کے سخت خلاف تھے جو احکاماتِ شرعیہ سے متصادم تھیں یا جو سنتِ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے مطابقت نہیں رکھتی تھیں۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ طریقت چونکہ نقشبندیہ مجددیہ تھا اس لئے آپ رحمتہ اللہ علیہ سختی کے ساتھ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے ارشادات و فرمودات کے مطابق زندگی گزارنے کے قائل تھے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے شریعت و اطباع سنت کی از حد تلقین و تاکید کی ہے اور یہی شیوہ و طریقہ امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا بھی تھا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ تمام عبادات کو سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق سر انجام

دینے کو تصوف کی روح اور مغز گردانتے تھے۔ ذکرِ الٰہی ہو یا نماز و روزہ کی ادائیگی ہو، حقوق العباد ہوں یا حقوق اللہ ہوں۔ فرائض و واجبات ہوں یا امر بالمعروف نہی عن المنکر ہو، قدم قدم پر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے رحمتہ للعالمین ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی حتی المقدور کوشش و کاوش کو اپنا شعار و وقار بنائے رکھا اور اپنے معتقدین کو بھی یہی تلقین کی۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے عقیدت و ارادت مندوں کو مشکل وظائف پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔ آسان وظائف بتاتے تھے اور وہ بھی جب آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت و ارادت مند از حد اصرار کرتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ چلہ کشی سے بھی روکتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے مریدین کو نصیحت کرتے تھے کہ وہ رب قادر و قدیر کے ذکر میں مستغرق ہو کر نفس و شیطان کو قابو میں رکھتے ہوئے ریاضت و مجاہدہ کی زندگی بسر کریں۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دین و دنیا میں اک حسین امتزاج پیدا کیا ہوا تھا۔ ''دل بہ یار و دست بہ کار'' کی عملی و حقیقی تصویر تھے۔ نفس امارہ کو اس طرح قابو میں کیا ہوا تھا کہ مخلوق میں بھی شامل رہتے تھے اور ذات باری تعالیٰ جل شانہ' سے بھی واصل تھے۔ گویا ''بے ہمہ و باہمہ'' آپ رحمتہ اللہ علیہ کا روزمرہ تھا۔ مخلوق خدا کو صراطِ مستقیم پر ڈالنا اور لوگوں کو پابند شریعت و سنت بنانا آپ رحمتہ اللہ علیہ کا بنیادی مطمع و مقصد اور محور و مطلب تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ہزاروں افراد نہیں بلکہ لاکھوں بندگان خدا کی اصلاح کی۔ انہیں ذکرِ الٰہی کا عادی بنایا اور نفس مطمئنہ

کے مرتبہ ومقام تک پہنچایا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کا یہی وہ کام ہے جو زندہ جاوید رہے گا۔ بقول شاعر۔

با ہمہ رہ کے بے ہمہ ہونا
یہ تھی جلوت میں شان خلوت کی
جس نے بن کر مجاہدِ اسلام
اہلِ اسلام کی قیادت کی

اصل تصوف

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا تصوف ترکِ دنیا نہیں تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اچھے سے اچھا کھانا تواضع کرتے تھے اور خود بھی اچھا طعام نوش فرماتے تھے۔ پاکیزہ و خوبصورت لباس پہنتے تھے اور دنیاوی کاموں میں شریعتِ حقیقی کے مطابق عمل کرتے تھے۔ سنتِ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام والتزام آپ رحمتہ اللہ علیہ کی عادت و خصلت اور سرشت و جبلت بن گیا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک حقیقتِ شریعت پر کامل اطمینان قلب کے ساتھ عمل پیرا ہونا ہی اصل تصوف تھا۔ اور جو لوگ ایسی سعی و کاوش کرتے تھے ان کے قلوب پر صفاتِ الٰہی کا پرتو پڑتا ہے اور یوں وہ اعلیٰ وارفع مقامات کے حقدار ٹھہرتے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے درجات و مقامات کی بلندی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اسی خوبی وصفت کی بدولت تھی۔ بقول شاعر۔

شریعت میں صدرِ صفِ اہلِ سنت
طریقت میں روشن ضمیر حقیقی
وہ جس کے رخِ حق نما سے عیاں تھی
ضیائے سراج منیر حقیقی

ظاہر باخلق، باطن باحق

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں رقم طراز ہیں کہ:

''جہاں تک نقشبندیہ طریقہ کا تعلق ہے تو اس میں اصل ریاضت یہ ہے کہ نفس امارہ کی خواہشات کو مکمل طور پر قابو میں لایا جائے اور اس کیلیئے اطباع احکاماتِ شریعت اور پیرویٔ سنتِ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم بنیادی شرط ہے۔ نفس امارہ کیلیئے سب سے مشکل امر یہ ہوتا ہے کہ اسے شریعت کے اوامر ونواہی کا پابند بنایا جائے۔ اور یہ کہ ایسے مجاہدات وریاضتوں سے اجتناب کیا جائے کہ جو تقلیدِ سنت کے دائرہ میں نہیں آتیں کیونکہ ان کا کوئی اعتبار واعتماد نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ جوگی، برہمن اور یونانی فلسفی بھی ایسا کیا کرتے تھے۔ ان ریاضتوں سے ان لوگوں کی گمراہی میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔''

اور یہ وہ بنیاد ہے کہ جس پر طریقہ عالیہ نقشبندیہ کو اختیار کرنا سب سے افضل سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کو کئی دیگر طریقہ ہائے تصوف میں بھی اجازت حاصل تھی مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ نقشبندیہ

طریقہ کو سب سے بہتر و افضل سمجھتے تھے کیونکہ یہاں سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اطباع اور بدعت سے اجتناب کا بطورِ خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ذی شان ہے کہ:

''بزرگان سلسلہ نقشبندیہ کو اگر اطباع اسوۂ حسنہ کی دولت حاصل نہ ہو تو اپنی پہچان کھو دیتے ہیں۔ ان کی اصل شناخت ہی اطباع سنتِ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔''

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اسی طریقہ عالیہ نقشبندیہ پر سختی سے کاربند تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ بزرگان سلسلۂ عالیہ کے تصوف کی تجدید و توسیع میں اک مدت تک سعی و کاوش کرتے رہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ ''ظاہر با خلق اور باطن با حق'' کے قائل تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کلام الٰہی کی اس آیت کا اکثر حوالہ دیا کرتے تھے کہ:

''وہ لوگ کہ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت ذکرِ الٰہی سے غافل نہیں کر سکتی۔''

ایک اور جگہ فرمان الٰہی ہے کہ:

''وہ ہمیشہ ہمیشہ عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔'

اور انہی آیات کو مدنظر رکھتے ہوئے امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ دنیاوی کاموں میں مصروف رہتے ہوئے بھی ذکرِ الٰہی میں مشغول و مستغرق رہتے تھے کیونکہ یہی اطباع سنت ہے۔ آپ رحمتہ اللہ

علیہ نے نہ صرف خود اصل نقشبندیہ طریق پر عمل کیا بلکہ دوسروں کو بھی اس کا پابند بنایا۔ نقشبندیہ طریق میں ترکِ دنیا اور ترکِ تنعم کی کوئی ضرورت نہیں۔ دن رات خدا کے ذکر میں مشغول رہنا مگر اسی کے ساتھ خلقِ خدا سے بھی واسطہ رکھنا حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا معمول تھا۔

طریقت کی بنیاد

تصوفِ نقشبندیہ کے علماء کے نزدیک جس طرح شریعت کے پانچ ارکان ہیں اسی طرح طریقت کی بنیاد بھی پانچ ارکان پر استوار ہے۔ ان پانچ اراکین میں ذکر، فکر، مراقبہ، محاسبہ اور رابطہ شامل ہیں۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ان پانچوں ارکان کی دل و جان سے پابندی فرماتے تھے بلکہ اپنے عقیدت وارادت مندوں کو اس بات پر مائل و قائل کرتے تھے کہ وہ بھی طریقت کے پانچوں درجات سے نہ صرف خود فیض حاصل کریں بلکہ اپنے ملنے والے اور دور و نزدیک کے رشتہ داروں کو بھی اس نیک کام کی طرف توجہ دلائیں۔

شکر و شکریہ کی پہلی منزل

ایک دفعہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کا ایک مریدِ خاص مقبول خان رہتکی لاہلی والا آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کیلئے حاضر ہوا۔ اس کے کپڑے میلے بھی تھے اور رنگین بھی۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کیلئے فوری طور پر نئے تہ بند کا انتظام فرمایا اور اس کیلئے چکن کا کرتہ خاص طور پر منگوایا گیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ تمام کپڑے اس شخص کو پہنائے اور اپنی پگڑی بھی اس کے حوالے کی اور انتہائی شستہ و مؤدب طریقے سے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"آئندہ ایسے میلے کچیلے کپڑے کبھی نہ پہننا۔ ہمیشہ عمدہ اور صاف کپڑے زیبِ تن کیا کرو۔ جب رازق ورزاق نے تمہیں ہر چیز سے نوازا ہے تو پھر کسی قسم کی کنجوسی سے کام نہ لو۔ اچھا کھاؤ۔ اچھا پہنو اور فراخدلی سے زندگی بسر کرو۔ اس طرح رہو کہ یوں محسوس ہو کہ تمہیں رب قادر و قدیر نے بہت نوازا ہے۔ یہی اس کے شکر و شکریہ کی پہلی منزل اور پہلا اظہار ہے۔ کیا تمہیں علم نہیں کہ رب کائنات

کا قرآن پاک میں واضح اعلان ہے کہ:

''اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ عطا کروں گا۔''

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس جو یاران طریقت حاضر ہوتے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ معمول تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ ان سے گھر اور کاروبار کی تفصیلات جاننے کی کوشش کرتے تھے۔ اگر کوئی یہ کہہ دیتا کہ ''میں کچھ نہیں کرتا'' تو آپ رحمتہ اللہ علیہ خفگی و ناراضی کا اظہار فرماتے اور اسے کوئی نہ کوئی کام کرنے کی تلقین فرماتے۔

میں تو کچھ نہیں کرتا

ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا ایک عقیدت و ارادت مند نور عالم گجراتی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے دریافت کیا کہ:

''بتاؤ میاں! کیا حال ہے؟ تم کیا کام کرتے ہو؟ تمہارا ذریعہ معاش کیا ہے؟''

نور عالم گجراتی نے بڑے فخریہ انداز میں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا کہ:

''میں تو کچھ نہیں کرتا۔ رب قادر و قدیر کا دیا ہوا بہت کچھ ہے۔ مجھے کوئی

کام کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی دعاؤں سے رب کریم ورحیم دے رہا ہے اور ہم کھا رہے ہیں۔''

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے نور عالم گجراتی کو سمجھاتے ہوئے کہا کہ:

''کوئی نہ کوئی کام ضرور کرو۔ ہمارے ہاں تو جو کوئی کام نہ کرے ہم اسے کوڑھی کہتے ہیں۔''

نور عالم گجراتی نے اسی لمحے توبہ کی اور وعدہ کیا کہ وہ آئندہ کبھی بھی کوئی وقت ضائع نہیں کرے گا بلکہ لمحہ لمحہ کسی نہ کسی کام میں مشغول و مستغرق رہے گا۔

بغدادی پیر

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ایک دفعہ جب بمبئی تشریف لے گئے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کو علم ہوا کہ وہاں بغداد شریف کے ایک پیر و بزرگ رہائش پذیر ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس پیر سے ملاقات کا ارادہ وعندیہ ظاہر کیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کو بمبئی کے رہائشی یاران طریقت نے کہا کہ:

''قبلۂ عالم! بغداد کے وہ پیر اک خاص مزاج وطبیعت کے حامل ہیں۔ وہ کسی سے مصافحہ تک گوارا نہیں کرتے ملاقات کیا کریں گے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اس کے پاس تشریف نہ ہی لے جائیں تو بہتر ہوگا۔''

قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے عقیدت و ارادت مندوں کے خدشات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

''تم لوگ فکر مت کرو وہ پیر اگر کسی سے مصافحہ نہیں کرتا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ میں نے ایک نیک کام کی نیت کر لی ہے۔ ارادہ پختہ کر لیا۔ رب قادر وقدیر ضرور مدد فرمائیں گے اور میں ضرور اس پیر کے پاس جاؤں گا۔''

قاری شہاب الدین حیدر آبادی اس لمحے وہاں موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ وہ بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ بغدادی پیر کے پاس جانا چاہتے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اجازت مرحمت فرمادی تو وہ بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ ہو لئے۔

وہاں پہنچنے پر اس بغدادی پیر نے امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے آگے بڑھ کر معانقہ کیا مگر قاری شہاب الدین حیدر آبادی سے مصافحہ کرنے کی بجائے ہاتھ دور کھینچ لیا۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ منظر دیکھا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسی لمحے بغدادی پیر سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''یاد رکھو کہ مصافحہ کرنا سنت ہے اور سنت سے منہ موڑنا گناہ ہے۔ خوب جان لو کہ لوگ دریا میں محض اس لئے داخل ہوتے ہیں کہ وہ پاک ہو جائیں۔ ان کی گندگی دھل جائے۔ ان کا میل کچیل جاتا رہے اور جب دریا ہی اپنے قریب نہیں آنے دے گا تو لوگ پاک صاف کس طرح ہوں گے۔ کیا آپ کو علم ہے کہ رب کریم ورحیم کی بارگاہِ لطف وعنایت میں کون پاک ہے اور کون ناپاک ہے؟ یہ سب کچھ رب قادر وقدیر ہی کو علم ہے کہ آپ کے ہاتھ قاری شہاب الدین کے ہاتھوں سے لگ کر پاک ہو جائیں گے یا آپ کے ہاتھوں کی بدولت قاری شہاب الدین کے ہاتھ پاک ہو جائیں گے۔''

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی ان باتوں کا

بغدادی پیر پر از حد اثر ہوا۔اس نے اسی لمحے توبہ کی اور عہد کیا کہ وہ آئندہ کبھی بھی ایسا نہیں کریں گے۔

جلوت میں نفس پر تسلط

ایک دفعہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو علم ہوا کہ ایک جگہ ایک بزرگ گزشتہ بارہ برس سے گوشہ نشین ہیں اور کبھی بھی کسی صورت بھی باہر نہیں آتے۔سب کام وہیں ہی سرانجام دیتے ہیں۔آپ رحمتہ اللہ علیہ چونکہ احکاماتِ شریعت کی پابندی کا خاص خیال رکھتے تھے اس لئے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو یہ بات پسند نہ آئی اور اس بزرگ کے پاس پہنچ گئے۔

اس گوشہ نشین بزرگ سے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے جاتے ہی کہا:

''قبلہ شاہ جی! آیئے آپ کو آج جمعتہ المبارک کی نماز پڑھالائیں۔''

اس بزرگ نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے انتہائی عاجزی وانکساری کے ساتھ درخواست کی کہ:

''میں گزشتہ بارہ برس سے گوشہ نشین ہوں۔اس دوران میں نے انتہائی مشکل کے ساتھ نفس کو قابو کیا ہے۔کیا آپ اس کو پھر سے آزاد کرنا چاہتے ہیں؟ کیا یہ بہتر رہے گا؟ ایسا نہ ہی ہو تو اچھا ہو گا۔''

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس گوشہ نشین بزرگ سے کہا:

''گوشہ نشین ہو کر اور خلوت میں رہ کر نفس کو قابو میں لانا کوئی کمال نہیں۔''

اس بزرگ نے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے انتہائی منکسرانہ لہجے میں عرض کی کہ:

''حضرت جی! جلوت میں رہ کر نفس پر تسلط قائم کرنا اور اسے قابو میں لانا آپ رحمتہ اللہ علیہ ہی کا کمال ہے۔ یہ بات میرے بس کی نہیں۔ میں نے تو خلوت میں رہ کر اسے بڑی مشکل سے قابو کیا ہے۔ جلوت میں جا کر یہ پھر بے قابو ہو جائے گا جس کا مجھے بہر حال افسوس ہوگا۔''

مجھے اپنے حال میں رہنے دیں

اسی طرح ایک دفعہ امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ میر وال کی جانب محو سفر تھے کہ راستے میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا گیا کہ قریب ہی ایک کٹیا میں بہار شاہ مجذوب قیام پذیر ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اس کے پاس تشریف لے گئے اور جاتے ہی اس سے کہا:

''شاہ جی! السلام علیکم''

مگر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے سلام کا مجذوب نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک بار پھر اسے سلام کیا۔ اس بار بھی وہ خاموش رہا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے تیسری بار سلام کیا تو پھر بھی وہ حسبِ سابق خاموش ہی رہا۔

اب حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے بلند آہنگ میں اس

یاران طریقت کی خدمت

قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے پاس پہنچنے والے ہر ملاقاتی کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا اور اس قدر اچھے اخلاق سے پیش آئے کہ ہر شخص یہی سمجھتا تھا کہ اس کے ساتھ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا خصوصی تعلق ہے اور وہ ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خصوصی توجہ کے اعزاز سے بہرہ ور ہے۔

خطا کاروں اور گناہ گاروں سے آپ رحمتہ اللہ علیہ خصوصی شفقت و محبت کے ساتھ پیش آتے تھے اور ایسی توجہ فرماتے تھے کہ ایک ہی دفعہ میں ان کے دل کا زنگ اور ان کے من کا میل دور ہو جاتا تھا۔ وہ بری باتوں اور برے کاموں سے توبہ کر کے اعمال صالحہ کی جانب لوٹ آتے تھے۔

جب داخل سلسلہ عالیہ نقشبندیہ ہونے والوں کی تعداد بڑھ جاتی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ دن میں کئی کئی بار حلقے منعقد کرتے تھے ورنہ آپ رحمتہ اللہ علیہ اکثر سحری کے اوقات ہی میں داخل سلسلہ فرماتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی دستار

مبارک دس گز لمبی ہوتی تھی۔ مریدین کی تعداد اگر زیادہ ہوتی تو دوسری پگڑیاں باندھ کر اسے مزید لمبا کرلیا جاتا تھا تاکہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہونے والوں کے ہاتھوں میں دستار آجائے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ تعداد بہت زیادہ ہوگئی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کھڑے ہو جاتے تھے اور کھڑے کھڑے ہی سب کو داخل سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ فرماتے تھے اور اسباق بتاتے تھے۔

قبلۂ عالم، امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے مریدین کو "یار" اور "یاران طریقت" کے الفاظ سے مخاطب فرماتے تھے۔ کبھی کسی کو مرید کہہ کر مخاطب نہیں فرمایا۔ کوئی حاضر ہوتا تو عام طور پر کھڑے ہو کر معانقہ فرماتے البتہ طویل العمری کے باعث ضعف کے زمانہ میں صرف مصافحہ ہی فرماتے تھے تاہم ہر ایک سے اس کی اور اس کے افراد خانہ کی خیریت دریافت فرماتے۔ اس کی ملازمت اور ذریعہ معاش کی بابت پوچھتے۔ کاروبار کا حال معلوم کرتے اور اس کی فلاح و اصلاح کیلئے دعا فرماتے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ یاران طریقت کی خدمت کر کے خوش ہوتے تھے۔ ان کے آرام و قیام و طعام کا اہتمام و انصرام فرماتے تھے۔ طرح طرح کے لذید کھانے تیار کراتے۔ موسم کے لحاظ سے نئے نئے کھانے پیش کر کے خوشی و مسرت محسوس کرتے تھے۔ ناشتہ میں عام طور پر پراٹھے، مکھن، انڈے، کیک، رس، بسکٹ، دہی، دودھ اور چائے کی فراوانی ہوتی تھی۔ کبھی کبھی ان تمام اشیاء کے ساتھ ساتھ چاول اور سالن بھی مہیا کرنے کا حکم صادر فرماتے تھے۔

معمول کے کھانے کے اوقات میں پلاؤ، زردہ، سالن اور روٹی تو ضروری اشیاء ہوتی ہی تھیں البتہ خاص طور پر ہریسہ، کھیر، سرسوں کا ساگ اور دوسرے کھانے بھی تیار کرائے جاتے تھے۔

ہر روز نئے مہمان آتے تھے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ پہلے سے موجود یاران طریقت سے کہتے تھے کہ:

''آج تمہارے پیر بھائی آئے ہیں۔ ان سے محبت و شفقت کے ساتھ ملو۔ اخوت و پیار کی باتیں کرو۔''

جو یاران طریقت آپ رحمتہ اللہ علیہ سے رخصت کی اجازت طلب کرتے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ ان سے فرماتے:

''آج ہی تو نئے یاران طریقت آئے ہیں اور آج ہی تم لوگ جا رہے ہو۔ دنیا کے کام تو کبھی ختم نہیں ہوں گے وہ تو ہوتے ہی رہیں گے مگر اپنے پیر بھائیوں سے ملاقات تو روز روز نہیں ہو سکتی۔ اس لئے فی الحال ٹھہر جاؤ اور کم از کم آج مت جاؤ۔''

اگرچہ امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مریدین کی تعداد کا اندازہ لگانا از حد مشکل ہے تاہم بخشی مصطفٰے علی خان مہاجر مدنی نے ''آفتاب عالم تاب'' میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مریدین کی تعداد تقریباً پچاس لاکھ بیان کی ہے۔

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی یہ منفرد خوبی

اور نمایاں وصف تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے عقیدت وارادت مندوں کو کثیر النوع کھانوں پر مشتمل دعوتوں سے لطف اندوز ہونے کا اہتمام وانصرام فرماتے تھے۔اپنی سادہ خوراک کے باوجود مہمانوں کی خاطر تواضع پر خاص توجہ دیتے تھے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دستر خوان کی وسعت آپ رحمتہ اللہ علیہ کی وسعتِ قلب کی غمازی کرتی تھی اور پھر رب رازق ورزاق نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے انتظام کردہ طعام میں ایسی برکت ولذت رکھی تھی کہ ہر فرد زیادہ سے زیادہ کھانے کی کوشش کرتا تھا مگر کھانا پھر بھی بچ جاتا تھا چاہے جس قدر بھی مہمان آجائیں۔

جو مہمان خوب سیر ہو کر کھاتا آپ رحمتہ اللہ علیہ اس سے بہت خوش ہوتے تھے۔اپنی خوراک قلیل ہونے کے باوجود خوش مزاجی اور خندہ طبعی سے مہمانوں کو کہتے تھے کہ:

''دیکھو بھائیو! تم جانتے ہو کہ میں ایک بوڑھا آدمی ہوں مگر بوڑھا ہونے کے باوجود اتنا کھا گیا ہوں مگر تم لوگ جوان ہونے کے باوجود کم کھا رہے ہو۔یہ کیا بات ہوئی! اور کھاؤ۔رب رازق ورزاق کا دیا ہوا رزق ہے اس سے خوب جی بھر کر لطف اٹھاؤ۔اگر کھاؤ گے نہیں تو رب کریم ورحیم کی عبادت وریاضت کیسے کرو گے؟ رب وحدہٗ لاشریک کی ادا کردہ نعمتوں سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی کوشش کرو اور اس ذات پاک کا شکر ادا کرو کہ جس نے ہمارے لئے انواع واقسام کی نعمتیں فراوانی کے ساتھ فراہم کیں۔''

کمزور گھوڑے پر سواری نہیں ہو سکتی

ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مریدِ خاص حکیم خادم علی سیالکوٹی کو مخاطب کر کے فرمایا:

"حکیم صاحب! یہ حقیقت آپ بھی تسلیم کریں گے کہ جس گھوڑے کو صحیح اور پوری خوراک نہ دی جائے اس سے کام کس طرح لیا جا سکتا ہے؟ کیا کمزور گھوڑے پر سواری کی جا سکتی ہے؟ یہ جسم بھی انسان کا گھوڑا ہے یہ اگر کمزور و نحیف ہو گیا تو پھر فرائض و واجبات کی ادائیگی تو مشکل ہو جائیگی۔ یاد رکھئے کہ بھوکا و پیاسا رہ کر عبادت و ریاضت کرنا کوئی کمال نہیں۔ رب رحمٰن و رحیم کی نوازشوں اور عنایتوں، مہربانیوں اور نعمتوں سے مکمل فائدہ اٹھاتے ہوئے پیٹ بھر کر کھانا اور پھر نہ سونا بلکہ عبادت و ریاضت کرنا یہ کمال ہے۔"

امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ، قبلۂ عالم کو اچار، مربہ جات اور چٹنیوں کا بھی شوق تھا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ کھانے کے اختتام پر شہد، گاجر و ادرک کا مربہ، زیتون و شلجم کا اچار اور آم کی چٹنی کے ساتھ ساتھ کئی دوسری خصوصی تیار کردہ اشیاء لائی جاتیں اور آپ رحمتہ اللہ علیہ جو چیز چاہتے حسبِ خواہش اسے چکھتے اور مہمانوں کو بھی دعوت دیتے کہ وہ لطف اندوز ہوں۔

قبلۂ عالم، امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے مریدین اور عقیدت و ارادت مندوں کے ساتھ یوں گھل مل کر رہتے تھے کہ مرشد و مرید کا گمان نہیں ہوتا تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے قریبی دوست آپس میں میل جول رکھے

ہوئے ہیں۔یہی وجہ تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے مریدین کو "یار" کہتے تھے کیونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا رویہ ان کے ساتھ یاروں جیسا ہی ہوتا تھا۔

موسم گرما میں دوپہر کے کھانے سے فراغت کے بعد اکثر یاروں کے ہمرکاب اپنی کنوئیں پر تشریف لے جاتے تھے۔وہاں مسجد میں نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد یاروں کو ساتھ لے کر اپنے کھیت پر جاتے۔گنوں کی فصل تیار ہوتی تو خود بھی گنے توڑ کر چوستے تھے اور تمام مریدین سے بھی کہتے کہ وہ گنے توڑ کر انہیں چوسیں اور لطف اندوز ہوں۔گنے کا رس آپ رحمتہ اللہ علیہ کا مرغوب مشروب تھا۔بعض اوقات درویشوں کو حکم دیتے کہ گنے کا رس نکال کر باری باری سب کو پلاؤ۔گنے کے رس سے کھیر تیار کراتے اور صبح کے ناشتے پر دہی کے ساتھ یاروں کو پیش کرتے۔

موسم گرما کی دوپہر

آپ رحمتہ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ جب علی پور سیداں میں موجود ہوتے تو موسم گرما کی دوپہر سرد خانوں میں گزارتے جبکہ نمازِ عصر کنوئیں پر جا کر مسجد میں ادا فرماتے۔مغرب اور عشاء کی نمازوں کی ادائیگی بھی وہیں فرماتے۔یوں عشاء کے بعد ہی گھر واپس تشریف لاتے۔بیشتر اوقات مغرب اور عشاء کے درمیانی وقفہ میں خلیفہ مجاز پروفیسر حاجی عبدالحسن فریدی کو حکم دیتے کہ وہ وعظ و بیان سے محفل کو گرمائیں۔ان کے خطاب کی فصاحت و بلاغت پر آپ رحمتہ اللہ علیہ خوشی و خوشنودی کا اظہار فرماتے اور تعریف و تحسین

کے کلمات سے نوازتے۔

یاران طریقت کو مختلف النوع کھانوں کے ساتھ ساتھ تحائف بھی پیش کرتے تھے۔ان میں جائے نماز،ٹوپی، رومال، تسبیح، گُڑ،شکر، الائچی دانے اور مٹھائی ضرور شامل ہوتے تھے۔جو یارانِ طریقت آمدورفت کے خرچہ کو برداشت کرنے کی سکت وطاقت نہیں رکھتے تھے انہیں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی جیبِ خاص سے تمام تر خرچہ عطا فرماتے۔

نہ تکلیف، نہ تکلف

یاران طریقت کی حد درجہ عزت و وقعت کرنا حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خاص پہچان تھی۔ اول تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں جو شخص آ گیا ہے وہ زیادہ سے زیادہ عرصہ یہاں رہے لیکن یاران طریقت کے از حد اصرار پر آپ رحمتہ اللہ علیہ ان کو واپس جانے کی اجازت دیتے بھی تھے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ انہیں میلوں پیدل چل کر رخصت کرنے جاتے تھے۔ وہ روکتے رہتے تھے اور درخواست کرتے رہتے تھے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ گھر پر ہی تشریف رکھیں مگر آپ کرحمتہ اللہ علیہ کی اخوت و محبت اور شفقت و مروت کی اک نرالی شان تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کافی دور فاصلے تک ان کے ساتھ ساتھ چلتے اور اسی میں خوشی و فرحت محسوس کرتے۔

ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک عقیدت و ارادت مند قصور سے پیدل چل کر علی پور سیداں پہنچے کیونکہ اس دور میں ریل گاڑی کا کوئی ایسا انتظام نہیں کیا گیا تھا کہ جو ان دو شہروں کو ملا سکے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے قصور سے آئے ہوئے

اپنے عقیدت وارادت مند حاجی مہتاب دین کی از حد قدر افزائی فرمائی اور انہیں ایک مدت تک واپس نہ جانے دیا۔ ان کے از حد اصرار پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں واپس جانے کی اجازت دی تو کئی میل تک پیدل حاجی مہتاب دین کے ساتھ واپسی کے سفر پر چلتے رہے۔ وہ تھوڑی دور جا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کرتے تھے کہ:

''قبلۂ عالم! تکلیف نہ فرمائیں۔ آگے کا سفر مجھے اکیلے کرنے دیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تھکاوٹ ہو جائے گی۔''

مگر قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ یہی فرماتے رہے کہ:

''مہتاب دین! تم اتنی دور سے پیدل چل کر میرے پاس آئے ہو۔ اب مجھے بھی تو کچھ ثواب حاصل کرنے دو۔''

جیبِ خاص

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت و ارادت مندوں میں امیر وغریب ہر طبقہ کے افراد شامل تھے۔ بعض مفلس وغریب پیر بھائی ایسے بھی ہوتے تھے کہ جن کے گھروں میں جوان بیٹیاں ہوتی تھیں مگر وہ مطلوبہ رقم نہ ہونے کے باعث ان کی شادی نہیں کر سکتے تھے تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ان کی اپنی جیبِ خاص سے امداد واعانت فرماتے تھے اور یوں وہ اپنی اس ذمہ داری سے بحسن وخوبی عہدہ برآ ہو جاتے تھے۔

بعض عقیدت وارادت مند ایسے بھی ہوتے تھے کہ جن کے بیٹے ان کی

مفلس و ناداری کے باعث زیور تعلیم سے آراستہ ہونے کی سکت نہیں رکھتے تھے۔ایسے بچوں کی تعلیمی کفالت آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے۔یا تو ان کے وظائف مقرر کر دیتے تھے یا یکمشت اتنی رقم دے دیتے تھے کہ وہ بہ آسانی اپنی تعلیم مکمل کر سکتے تھے۔

اسی طرح جب آپ رحمتہ اللہ علیہ کو علم ہوتا تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے کسی عقیدت و ارادت مند پر کوئی مقدمہ ہو گیا ہے اور وہ غربت کے باعث پیروی کرنے سے قاصر ہے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ اس کی حسبِ ضرورت مدد فرماتے تھے۔بعض اوقات ایسے بھی ہوتا تھا کہ فوری طور پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس رقم کا انتظام نہیں ہوتا تھا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کسی سے قرض لے کر اعانت فرما دیتے تھے اور جب آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس پیسے آ جاتے تھے تو قرض اتار دیتے تھے۔

عیادت وتلاوت

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت و ارادت مندوں میں سے اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ اس کی عیادت کرنے کیلئے تشریف لے جاتے۔اپنے ہمراہ کوئی نہ کوئی تحفہ اور کھانے پینے کی چیز بھی لے جاتے۔بیمار کی عیادت بھی کرتے اور رب کریم ورحیم سے اس کی شفایابی کیلئے دعا بھی فرماتے اور اسے حوصلہ بھی دیتے کہ رب رحمٰن ورحیم اپنے فضل وکرم سے اسے جلد صحت یاب کر دیں گے۔

اگر کوئی عقیدت و ارادت منداس جہان فانی سے کوچ کر جاتا تو کوشش کرتے کہ اس کے جنازہ میں شریک ہوں۔ اگر شریک نہ ہو سکتے تو پھر بعد میں اس کی قبر پر تشریف لے جاتے۔ وہاں بیٹھ کر قرآنی سورتوں کی تلاوت فرماتے اور رب العزت کی بارگاہ میں دعا کرتے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ جب حاجی اللہ دتہ کے پاس پڑو پیاں تشریف لے گئے تو سانگلہ کے ریلوے اسٹیشن پر اترتے ہی فرمایا کہ:

''مجھے پہلے شیخ عبداللہ کی قبر پر لے چلو۔ میں نے وہاں بیٹھ کر تلاوت و دعا کرنا ہے۔ میں یہاں آیا ہی اس لئے ہوں۔''

ان دنوں موسم کافی گرم تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے گرمی میں بیٹھ کر تلاوت بھی فرمائی اور دعا بھی مانگی۔

اسی طرح جب آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مریدِ خاص حاجی امام الدین کا کراچی میں انتقال ہو گیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ فرصت ملتے ہی کراچی پہنچے اور حاجی امام الدین کے بیٹوں کو بلوایا اور ان سے کہا کہ وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو حاجی امام الدین کی قبر پر لے چلیں۔ وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے والد کی قبر پر لے گئے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے وہاں قرآن پاک کی تلاوت فرمائی اور رب وحدہٗ لا شریک کی بارگاہ میں دعا فرمائی۔

خلیفہ مجاز مولانا عابد حسن فریدی مئی 1945ء میں آگرہ میں فوت ہو گئے تو اس وقت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سفرِ دکن میں تھے۔ وہاں

سے واپسی پر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے آگرہ میں خصوصی طور پر قیام فرمایا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ مولانا عابد حسن فریدی مرحوم کی قبر پر پہنچے۔وہاں کافی دیر بیٹھے رہے۔تلاوت کی۔دعا کی اور فاتحہ پڑھی۔

گیارہ صد روپے کی سعادت

یوں تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سبھی یاران طریقت کی خواہش و آرزو ہوتی تھی کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اس کے ہاں تشریف لے آئیں اور اس کے گھر زیادہ سے زیادہ دن قیام فرمائیں مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ صورتِ حال کے مطابق ہی کسی کے ہاں تشریف لے جاتے تھے۔جس عقیدت و ارادت مند کے بارے خیال کرتے تھے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے اس کے پاس جانے سے اسے قدرے دقت ہو گی اور وہ خواہ مخواہ کی پریشانی میں مبتلا ہو گا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ اس کے پاس نہیں جاتے تھے۔عقیدت وارادت مند کی پریشانی مالی بھی ہو سکتی تھی اور مکانی بھی ہو سکتی تھی کیونکہ جس کے ہاں آپ رحمتہ اللہ علیہ ٹھہرتے تھے وہاں سینکڑوں عقیدت و ارادت مند روزانہ آتے تھے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کرتے تھے۔

اسی طرح آپ رحمتہ اللہ علیہ کی عادت مبارک تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ بھی ان یاران طریقت کے پاس زیادہ جاتے اور زیادہ ٹھہرتے تھے جو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں زیادہ قیام کرتے تھے۔

حاجی اللہ دتہ ایک عرصہ تک درخواست کرتے رہے کہ اس کے گھر

پڑوپیاں تشریف لے چلیں مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ منظور نہیں فرماتے تھے۔ ایک دفعہ جب حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ حیدر آباد دکن تشریف لے گئے تو حاجی اللہ دتہ نے وہاں جا کر آپ رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کی:

"قبلہ عالم!! اگر آپ رحمتہ اللہ علیہ میرے گھر تشریف لائیں گے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ مدینہ منورہ کے مساکین کیلئے گیارہ صد روپے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔"

اس پر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے حاجی اللہ دتہ سے کہا:

"کالی کملی والے محبوب خدا ﷺ کے شہر والوں کی خدمت کے کام کی خاطر میں تمہارے گھر ضرور آؤں گا۔"

چنانچہ حسب وعدہ آپ رحمتہ اللہ علیہ حیدر آباد دکن سے واپسی پر پڑوپیاں پہنچے۔ محض ایک رات قیام کیا اور پروگرام کے مطابق واپسی کا سفر اختیار کیا۔

پھر گلہ کیسا؟

حاجی عبدالعزیز زرگر کے از حد اصرار و درخواست پر اس کے گھر محض ایک دفعہ تشریف لے گئے۔ اسی طرح محمد یعقوب لائل پوری کی از حد منت سماجت کے بعد صرف چند منٹ کیلئے اس کے ہاں قیام فرمایا جبکہ مولوی سید محمد نے بہت درخواست کی کہ اس کے گھر تشریف لے چلیں مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ نہیں گئے اور اس سے کہا:

"تم اکیلے ہو، میرے پہنچنے سے تمہیں تکلیف ہو گی۔ اس لئے تمہارے

گھر نہیں پہنچ سکوں گا۔"

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک عقیدت و ارادت مند عبداللطیف بنگلوری نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کی:

"قبلۂ عالم! آپ رحمتہ اللہ علیہ نے میرے ہاں ایک وقت کا کھانا بھی تناول نہیں فرمایا تاکہ میرے گھر میں برکت ہو جائے جبکہ بخشی مصطفےٰ علی خان کے ہاں کئی مرتبہ تشریف لے گئے اور کافی دنوں تک قیام فرمایا۔"

عبداللطیف بنگلوری کی اس بات پر آپ رحمتہ اللہ علیہ قدرے مسکرائے اور عبداللطیف بنگلوری سے پوچھا:

"اچھا تو تم یہ بتاؤ کہ تم کتنی دفعہ علی پور آئے ہو؟"

اس نے بتایا: "قبلۂ عالم! میں صرف ایک بار علی پور گیا ہوں۔"

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے عبداللطیف بنگلوری سے پھر پوچھا:

"تم نے میرے کہنے کے باوجود علی پور میں کتنا عرصہ قیام کیا اور کتنے روز ٹھہرے رہے؟"

عبداللطیف بنگلوری نے بتایا: "قبلۂ عالم! میں صرف ایک رات علی پور ٹھہرا ہوں۔"

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

"عبداللطیف! تم خود سوچو کہ بخشی مصطفےٰ علی خان کئی بار علی پور گئے۔ طویل

قیام کرتے رہے تو پھر تمہارا گلہ کس طرح بنتا ہے جبکہ تم ایک دفعہ صرف ایک رات میرے پاس ٹھہرے تھے حالانکہ میں تمہیں مزید قیام کیلئے روکتا رہا تھا مگر تم نے میری بات نہیں مانی تھی۔اب تم کس طرح بخشی مصطفیٰ علی خان کا حوالہ دیتے ہو؟‘‘

طبقہ اشرافیہ عالیہ

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کیلئے طبقہ اشرافیہ عالیہ کے افراد بھی آتے تھے۔ نظام دکن کی پھوپھی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت تھی۔ وہ ایک دفعہ پورے کروفر اور شان و شوکت کے ساتھ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کیلئے آئی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی اعلیٰ وارفع مہمان نوازی کی۔ وہ علی پور سیداں میں ایک ہفتہ قیام پذیر رہی۔ شاہی ملازمین اس کے ہمراہ تھے۔ جب وہ رخصت ہونے لگی تو قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے قیمتی تحائف دیئے اور اس کیلئے دعا بھی فرمائی۔

اسی طرح حیدر آباد دکن سے نواب ظہیر یار جنگ بہادر اپنی بیگم کے ہمراہ ایک دفعہ عرس شریف کے دوران آئے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے خاطر تواضع میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ جاتے وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ نے نواب ظہیر یار جنگ بہادر کو ایک بوری چاول، ایک بوری آٹا اور دو کنستر گھی ساتھ کرنے کا حکم

دیا۔ نواب ظہیر یار جنگ بہادر نے بہت کوشش کی کہ وہ یہ اشیاء ساتھ نہیں لے جانا چاہتے مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''آپ اب کشمیر جا رہے ہیں۔ یہ اشیاء ہو سکتا ہے وہاں آپ کو نہ ملیں۔ اس لئے ان اشیاء کو ضرور ساتھ لے جائیے۔ وہاں آپ کے کام آئیں گی۔''

علی پور سیداں آمد پر بیگم نواب ظہیر یار جنگ زنانہ حویلی میں گئیں تو وہاں ایک ایک خاتون سے الگ الگ ملیں۔ خواتین نے اس کی بہت عزت افزائی کی تو اس نے خواتین سے مخاطب ہو کر کہا:

''میں کوئی تم سے الگ خاتون نہیں۔ میں اپنے پیر کے گھر آئی ہوں۔ مجھے اپنی پیر بہنوں سے ملاقات کر کے جس قدر مسرت و شادمانی حاصل ہوئی ہے وہ ناقابل بیان ہے۔ یہ میری خوش بختی و خوش قسمتی ہے کہ میں نے یہ اعزاز حاصل کیا کہ آپ جیسی عزت دینے والی پیر بہنوں سے ملاقات ہوئی۔

کچھ افراد تو ایسے ہوتے تھے جو پہلے ہی سے امیر کبیر ہوتے تھے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوتے تھے تو ان کی آن بان اور شان میں رب کریم و عظیم کے فضل و کرم سے اضافہ ہو جاتا تھا اور زمانے میں ان کی قدر و منزلت کئی گنا بڑھ جاتی تھی۔

امیر و غریب

کچھ افراد ایسے بھی ہوتے تھے جو پہلے غریب ہوتے تھے مگر آپ رحمتہ اللہ

علیہ کے مریدین کی صف میں داخل ہوتے تھے تو ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ رنگ لگا دیتا تھا اوران کے پاس دولت یوں آنا شروع ہو جاتی تھی جیسے موسلا دھار بارش ہورہی ہو مگران نو وارد امراء میں چند افراد ایسے بھی ہوتے تھے جو رب تعالیٰ جل شانہٗ کی عطا کردہ دولت میں سے رب رازق ورزاق کے نام پر خرچ کرنے سے کتراتے تھے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی سے خوف کھاتے تھے۔ ایسے افراد کو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ہدایت فرماتے تھے تو وہ راہِ راست پر آجاتے تھے۔

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک عقیدت و ارادت مند حاجی شیخ کرم الٰہی لاہوری ایک غریب و نادار شخص تھے۔ قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے توجہ فرمائی تو رب رحمٰن ورحیم کی عطا ومنشاء سے وہ بہت خوشحال اور دولتمند ہو گئے۔

خدائی ٹیکس

ایک دفعہ یوں ہوا کہ حکومتِ وقت نے حاجی شیخ کرم الٰہی لاہوری پر 80 ہزار کا انکم ٹیکس لگا دیا۔ حاجی شیخ کرم الٰہی لاہوری اس صورتِ حال سے پریشان ہوئے اور آزردہ خاطر ہو کر امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس پہنچے اور عرض کی:

"قبلۂ عالم! حکومتِ وقت نے مجھ پر 80 ہزار کا ٹیکس عائد کر دیا ہے۔ پریشانی کا عالم ہے۔ دعا فرمائیے کہ اس پریشانی سے نجات پاؤں۔"

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے حاجی شیخ

کرم الٰہی لاہوری کی جانب قدرے غور سے دیکھا۔ایک لمحہ کیلئے خاموشی اختیار کی اور پھر حاجی شیخ کرم الٰہی لاہوری سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''شیخ جی! یہ بتائیں کہ کیا آپ خدائی ٹیکس بھی ادا کرتے ہیں یا نہیں؟''

حاجی شیخ کرم الٰہی لاہوری نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سوال کا مطلب سمجھ لیا اور عرض کی:

''قبلۂ عالم! خدائی ٹیکس سے مراد یقیناً زکوٰۃ ہے۔ میں زکوٰۃ دیتا تو ضرور ہوں مگر حساب کر کے ادا نہیں کرتا۔ جہاں تک اور جس قدر ہو سکتا ہے دے دیتا ہوں۔''

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''شیخ جی! تم رب قادر و قدیر کا ٹیکس حساب کر کے ادا کیا کرو۔ پھر تم پر کوئی بلا حساب ٹیکس نہیں لگائے گا۔ جب تم اللہ کا ٹیکس بلا حساب دیتے ہو تو پھر تم پر بھی بلا حساب ٹیکس لگتا ہے۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ہدایت پر جب شیخ کرم الٰہی لاہوری نے حساب کر کے زکوٰۃ ادا کر دی تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حکومتِ وقت نے اس پر جو بلا حساب ٹیکس لگایا تھا وہ ختم کر دیا اور یوں حاجی شیخ کرم الٰہی لاہوری کی پریشانی دور ہو گئی۔

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی ہدایت ہر مشکل اور ہر صورت جاری و ساری رہتی تھی یہی آپ رحمتہ اللہ علیہ کا فیضانِ عام تھا کہ لوگوں کی اصلاح و فلاح ہو رہی تھی۔

خواب مختصر مگر اہم

یہ ایک راحت آفریں حقیقت ہے کہ جس کسی نے بھی امیر ملت، قبلہ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کی یا آپ رحمتہ اللہ علیہ کا وعظ سنا تو وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی مقناطیسی شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور یوں یا تو وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گیا یا وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا ایسا عقیدت مند بنا کہ وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی محافل و مجالس میں مسلسل و متواتر شریک ہونے لگا مگر ایسے لوگوں کی تعداد نسبتاً کم تھی اور ان کی یہ مجبوری تھی کہ وہ پہلے ہی سے کسی اور مرد باصفا کے ہاتھ پر بیعت ہو چکے ہوتے تھے۔

کچھ ایسے خوش نصیب افراد بھی تھے کہ جن کی نہ تو آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی ہوتی تھی اور نہ ہی انہوں نے اپنے طور آپ رحمتہ اللہ علیہ کا وعظ و ارشاد سنا ہوتا تھا بلکہ انہیں محض خواب میں ایسا اشارہ ملتا تھا کہ وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت و ارادت مندوں میں شامل ہوں گے۔ گویا یہ ایک سعادت و

فضیلت تھی کہ جس کی بشارت انہیں رب کریم وقادر کی طرف سے ملتی تھی۔

کوہاٹ کے نزدیک واقع موضع گڑھی مواز خان کے رہائشی صحبت خان کوہاٹی نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ وہ اسلامیہ ہائی اسکول کوہاٹ کی اونچی عمارت کے بالائی حصے پر موجود ہے جہاں سے اسے ایک بلند وبالا پہاڑ کی آسمان سے باتیں کرتی چوٹی نظر آ رہی ہے۔

خواب اگرچہ مختصر تھا مگر صحبت خان کوہاٹی کے نزدیک اس کی اہمیت بہت زیادہ تھی۔ اس نے اس خواب بارے کافی دیر سوچا اور آخر کار اس کی سوچ وفکر میں اس خواب کی یہی تعبیر سجھائی دی کہ ان شاء اللہ اسے کسی بلند وبالا مرتبہ اور ارفع و اعلیٰ رتبہ کے حامل بزرگ کی زیارت کا شرف حاصل ہوگا۔

صحبت خان کوہاٹی کامل یقین واعتماد واعتقاد کے ساتھ شرفِ زیارت کے انتظار میں تھا کہ ایک روز اسے اطلاع ملی کہ علی پور سے ایک پیر جی کوہاٹ پہنچے ہوئے ہیں اور وہ جمعۃ المبارک کی نماز حضرت حاجی سید بہادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں ادا فرمائیں گے۔ لوگ ان پیر صاحب کی بہت تحسین وتوصیف کر رہے تھے اور ان سے ملاقات کا شوق واشتیاق رکھتے تھے۔

صحبت خان کوہاٹی بھی ان پیر صاحب کی زیارت کیلئے مسجد میں پہنچا مگر وہ بہ ہزار کوشش پچھلی صف سے اگلی صف تک نہ پہنچ سکا کیونکہ لوگوں کا جم غفیر اس خیر کثیر کے ساتھ تھا کہ اس بات کی کوئی گنجائش نہیں تھی کہ ان پیر صاحب سے ملاقات ہو سکے یا دور ہی سے ان کی زیارت ہو سکے جبکہ وہ پیر صاحب اگلی صف

میں تشریف فرما تھے۔

صحبت خان کوہاٹی مسجد سے واپس آ گیا مگر اس کا من یہی کہتا تھا کہ اگر رب کریم و عظیم کی مرضی و منشاء ہے تو ان پیر صاحب کی زیارت ضرور ہو گی اور یوں اسے اپنے خواب کی کھلی آنکھوں کے ساتھ تعبیر ملے گی۔ بعد ازاں یہ اعلان کیا گیا کہ وہ پیر صاحب اسلامیہ ہائی اسکول کوہاٹ کے معائنہ کیلئے تشریف لے جا رہے ہیں۔

صحبت خان کوہاٹی نے جیسے ہی یہ اعلان سنا تو وہ دوڑ کر اسلامیہ ہائی اسکول پہنچا اور چپکے سے دوسروں کی نظروں سے چھپ کر اسکول کی چھت پر چڑھنے لگا۔ اس کا خیال تھا کہ پیر صاحب اسکول کے معائنہ کیلئے آئیں گے تو اسکول کے ہال میں ضرور تشریف لے جائیں گے۔ یوں وہ اسکول کی چھت کے روشن دان سے ہال میں موجود پیر صاحب کی دور سے زیارت کر لے گا۔

مگر صحبت خان کوہاٹی کا یہ سارا منصوبہ دھرا کا دھرا رہ گیا جب اس نے یکا یک السلام علیکم کی آواز سنی۔ اس کو یہ آواز اس کی عقبی جانب سے آئی تھی۔ اس نے یکدم پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک بزرگ نظر آئے۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جو اسکول کے معائنے کیلئے تشریف لائے ہیں کیونکہ وہ آگے آگے چل رہے تھے اور باقی تمام لوگ ان کے پیچھے با ادب ہو کر خاموشی کے ساتھ آ رہے تھے۔ صحبت خان کوہاٹی نے آگے بڑھ کر پیر صاحب کی دست بوسی کی۔ پیر صاحب نے بھی انتہائی گرم خوشی کے ساتھ صحبت خان کوہاٹی کے ساتھ مصافحہ کیا

اور اس محبت و شفقت کے ساتھ ہاتھ دبایا کہ جس کا لمس صحبت خان کوہاٹی ایک مدت تک محسوس کرتا رہا۔ صحبت خان کوہاٹی کے دل و دماغ نے کسی توقف کے بغیر گواہی دی کہ یہی وہ پیر صاحب ہیں کہ جن کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کا عندیہ اسے خواب میں دیا گیا تھا۔ صحبت خان کوہاٹی کو اپنے خواب کی تعبیر مل چکی تھی۔ اور وہ بزرگ اور پیر صاحب امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ہی تھے۔ صحبت خان کوہاٹی نے اگلے ہی روز سحری کے وقت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہو کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کر لی اور پھر تو یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ صحبت خان کوہاٹی کا آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مریدان خاص میں شمار ہونے لگا۔

چار دوستوں کی داستان

صحبت خان کوہاٹی ویسے تو وقتاً فوقتاً امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دیا کرتا تھا لیکن عرس کے موقع پر بطور خاص علی پور سیداں پہنچتا تھا۔ ایک دفعہ صحبت خان کوہاٹی اپنے فرزند ارجمند فقیر محمد کے ہمرکاب عرس میں شمولیت وشرکت کیلئے علی پور سیداں کی جانب محوسفر تھا کہ جہلم سے دو اور یاران طریقت بھی ریل گاڑی کے اسی ڈبے میں سوار ہوئے جس میں صحبت خان کوہاٹی اور اس کا بیٹا فقیر محمد بیٹھا تھا۔

اب اس ڈبے میں چار افراد ایسے تھے کہ جو عرس میں حاضری کیلئے علی پور سیداں جارہے تھے۔ جہلم سے جو دو یاران طریقت گاڑی میں سوار ہوئے تھے انہوں نے تمام مسافت کے دوران حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے بارے بہت سی باتیں بیان کیں اور آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کے واقعات بیان کئے جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے کافی قریب رہے ہیں تاہم اس سفر میں صحبت خان کوہاٹی اور اس کا بیٹا فقیر محمد

خاموش رہے اور ان دونوں حضرات کی باتیں غور سے سنتے رہے۔

ریل گاڑی اپنی منزل کی جانب رواں دواں رہی اور بالآخر چاروں یاران طریقت عرس مبارک میں شرکت کیلئے علی پور سیداں پہنچ گئے۔

جب چاروں مسافر دربار پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ اس وقت امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ باغ کے باہر میدان میں تشریف فرما تھے۔ عقیدت وارادت مندوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا جس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو چہار جانب سے گھیرا ہوا تھا اور ہر کسی کی یہی خواہش تھی کہ وہ سب سے پہلے دست بوسی کی سعادت حاصل کرے۔

صحبت خان کوہاٹی اپنے بیٹے کے ساتھ آرزومندان زیارت میں شامل ہو گیا۔ اس کے ساتھ جہلم والے دوست بھی تھے۔ اتنی دیر کی مسافت کی رفاقت نے انہیں دوست بنا دیا تھا۔ صحبت خان کوہاٹی کی جب باری آئی تو امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے صحبت خان کوہاٹی کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا اور اپنے قریب بٹھا کر ہمہ قسم کے حالات وواقعات سے آگاہی حاصل کی۔ گھر والوں کا حال پوچھا۔ مالی ومعاشی صورت حال دریافت کی۔ علاقہ کے دوسرے لوگوں کے حوالے سے گفتگو کی اور باہمی دلچسپی کے امور پر بھی تبادلہ خیال کیا۔ یوں نصف گھنٹہ تک یہ بات چیت جاری رہی۔

پھر امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے کارندوں سے کہا کہ ان چاروں دوستوں کو خصوصی طور پر خوب ٹھنڈا اور لذیذ

شربت اس قدر پلاؤ کہ یہ لوگ اچھی طرح سیر ہو جائیں۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کے فرمان کی تعمیل ہوئی۔ جب جہلم والے دو دوستوں نے یہ ساری صورت حال ملاحظہ کی تو انہوں نے صحبت خان کو ہاٹی کو برملا کہا کہ:

''یار تم تو امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک انتہائی عزت واحترام کا مقام رکھتے ہو۔اس قدر رش اور ہجوم کے باوجود آپ رحمتہ اللہ علیہ نے تمہیں نصف گھنٹہ دیا حالانکہ دوسروں کو بمشکل ایک منٹ ملنا بھی دشوار ہو رہا تھا مگر جب ریل گاڑی میں ہم لوگ سفر کر رہے تھے تو تم اس وقت خاموش رہے اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے اپنے اس قدر قریبی تعلق کا قطعی کوئی اظہار نہیں کیا۔''

اس موقع پر صحبت خان کو ہاٹی نے جہلم والوں سے محض اتنا کہا کہ:

''یہ سب رب قادر وقدیر کا فضل وکرم اور پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی شفقت وعنایت ہے ورنہ مجھ میں ایسی کوئی خوبی وخصوصیت نہیں کہ جس پر میں ناز کرسکوں۔میں ایک گنہگار وخطا کار شخص ہوں۔رحمتہ للعالمین ﷺ کا امتی ہوں اور حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا مرید ہوں۔بس ان دو باتوں کے علاوہ اور مجھ میں کوئی بات نہیں۔''

یار! ایسا تو نہ کرو

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے عقیدت وارادت مندوں سے جس محبت وشفقت سے پیش آتے تھے وہ ناقابل بیان

ہے۔حاجی شیخ کرم الٰہی سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو بہت محبت تھی۔وہ جب بھی حاضر ہوتا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ اسے جانے کی اجازت دینے میں تامل سے کام لیتے۔اگر وہ کہتا کہ اس کے کاروبار کا حرج ہو رہا ہے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ اس سے کہتے کہ اس کے کاروبار کا جس قدر ہرجانہ ہوگا وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ ادا کریں گے۔

اسی طرح دوسرے یاران طریقت کے ساتھ بھی التفات ومحبت کا یہی عالم ہوتا تھا۔انہیں زیادہ دن ٹھہرنے کیلئے کہتے اور بعض اوقات بہ آواز بلند کہتے:

''کیوں بھائی! واپس کیوں جا رہے ہو! کیا تم لوگ مجھے اکیلا چھوڑ دو گے؟ یار! ایسا تو نہ کرو۔''

البتہ جب نئے یاران طریقت آجاتے تو پھر اگر کوئی اجازت طلب کرتا تو دے دیا کرتے تھے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے عقیدت وارادت مندوں کی جو خدمت کرتے تھے وہ ضرب المثل ہے۔ان کے کھانے کا بہتر سے بہتر انتظام، ان کے ٹھہرنے کا اچھے سے اچھا اہتمام اور ان کی تعلیم وتربیت کا اعلیٰ و ارفع انصرام آپ رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت کا خاص وصف تھا۔

ایک حسرت، ایک آرزو

آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے عقیدت وارادت مندوں کی خاطر تواضع اور ضیافت ومدارت کر کے جس قدر فرحت وشادمانی محسوس کرتے تھے وہ بیان سے باہر ہے۔اپنی آخری بیماری کے ایام میں ایک دن آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بڑی

حسرت کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ:

''رب قادر وقدیر نے میری ساری تمنائیں، آرزوئیں اور خواہشیں پوری کر دیں ہیں مگر ایک خواہش ہے کہ لمحہ لمحہ دل میں مچلتی رہتی ہے۔ وہ اگر پوری ہو جاتی تو پھر تو کیا ہی بات ہوتی!!''

مریدِ خاص عبد اللہ امرتسری اس موقع پر موجود تھے۔ انہوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا:

''قبلۂ عالم! ایسی کون سی آرزو ہے کہ جس کے پورا ہونے کی آپ رحمتہ اللہ علیہ یوں بے تابی محسوس کرتے ہیں؟''

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''کاش ایسا ہوتا کہ اتنے مہمان آتے کہ ان کے ہاتھ دھلوانے کیلئے صابن کی نئی ٹکیہ ایک طرف سے ایک قطار میں ایک کونے سے شروع ہوتی تو دوسرے کونے تک پہنچتے پہنچتے ختم ہو جاتی۔''

مرید خاص حاجی عبد اللہ امرتسری نے دست بستہ عرض کی:

''قبلۂ عالم! ہر سال عرس کے موقع پر ایسا ہی تو ہوتا ہے کہ مہمانوں کی اس قدر آمد ہوتی ہے کہ صابن کی نئی ٹکیہ ایک کنارے سے شروع ہوتی ہے تو دوسرے کنارے تک ختم ہو چکی ہوتی ہے۔''

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے برجستہ فرمایا:

"حاجی صاحب! عرس کے موقع پر ضرور ایسا ہوتا ہے یہ میں جانتا ہوں مگر میری خواہش ہے کہ ہر روز ایسا ہو۔ اور ہر روز کے ہر کھانے میں ایسا ہو تو کیا ہی بات ہو!!"

غلط فہمی دور ہوگئی

بعض دفعہ کسی عقیدت و ارادت مند کو کسی قسم کی غلط فہمی ہو جاتی تھی تو اسے بھی امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ بڑی خوش اسلوبی اور خوش سلیقہ مندی سے دور کرتے تھے۔

چراٹ کے علاقہ میں ایک شخص کینٹین منیجر تھا۔ اس کا نام لیاقت حسین تھا۔ وہ بڑا حاضر جواب، خوش طبع اور باتونی شخص تھا۔ بات بات میں عذر تلاش کرنا اس کی عادت تھی۔

ایک دفعہ جب امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ پشاور تشریف لے گئے تو لیاقت حسین مراد آبادی نے خواہش ظاہر کی کہ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہونا چاہتا ہے۔ اس کی اس خواہش کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص صحبت خان کوہاٹی اسے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گئے اور وہ اپنی مرضی ومنشاء سے داخل سلسلہ ہوا۔ یوں وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت

میں شامل ہو گیا۔

اگلے برس جب امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ پشاور پہنچے تو صحبت خان کوہاٹی نے لیاقت حسین مراد آبادی کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی آمد کی اطلاع دی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضری کیلئے کہا تو لیاقت حسین مراد آبادی نے عذر پیش کیا کہ فلاں افسر کی آمد ہے اور فلاں فلاں کام ہے اس لئے وہ پشاور آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کیلئے نہیں جا سکتا۔ اس نے صحبت خان کوہاٹی سے کہا کہ وہ اس کا سلام امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ تک پہنچا دے۔

صحبت خان کوہاٹی جب پشاور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا تو اس نے لیاقت حسین مراد آبادی کا سلام بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ تک پہنچایا مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے جوابی سلام اگرچہ نہ دیا تاہم یہ دریافت ضرور کیا کہ لیاقت حسین کون ہے؟ کیا کرتا ہے؟ کہاں کا رہنے والا ہے؟ اس کے علاوہ بھی مزید تفصیل اس کے بارے معلوم کی۔

صحبت خان کوہاٹی جب واپس چراٹ پہنچا تو اس نے امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے اپنی ملاقات کی تفصیل حرف بہ حرف بتا دی تو اس پر لیاقت حسین مراد آبادی خاموش سا ہو گیا اور کوئی تبصرہ یا تجزیہ نہ کیا حالانکہ اس کی عادت تھی کہ وہ بات بات میں بال کی کھال اتارا کرتا تھا۔

کوئی چھ سات ماہ بعد لیاقت حسین مراد آبادی نے باتوں باتوں میں صحبت

خان کوہاٹی سے اس معاملے بارے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اسے اس بات کا سخت رنج اور صدمہ ہوا تھا جب اسے علم ہوا تھا کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا اور اس نے دل ہی دل میں یہ خیال کیا تھا کہ اس نے کس طرح کے پیر کا ہاتھ پکڑا ہے کہ جو اسے پہچانتا بھی نہیں۔

لیاقت حسین مراد آبادی نے صحبت خان کوہاٹی کو بتایا کہ اس کے ساتھ اب ایک ایسا واقعہ پیش آیا ہے کہ جس سے اس کی قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ بارے غلط فہمی اور شکوہ دور ہو گئے ہیں۔ اس نے بتایا کہ جس کینٹین کا وہ منیجر ہے اس کے ٹھیکیدار کے بڑے لڑکے محمد صدیق نے کسی قصور و خطا اور کسی بنیاد و بناء کے بغیر اس کی انتہائی سخت الفاظ میں توہین اور بے عزتی کی تو وہ بہت رنجیدہ و نم دیدہ ہوا۔ اس کے من میں آئی کہ وہ کینٹین کی منیجری کی نوکری چھوڑ دے مگر پھر خیال آیا کہ فوری طور پر اتنی رقم کی ملازمت کا بندوبست کیسے ہو گا؟ بیوی بچے کہاں سے خرچہ لیں گے؟

اسی پریشانی و فکر مندی میں ظہر کی نماز کا وقت ہوا تو اس نے نمازِ ظہر ادا کی۔ وہ نماز ادا کر کے جیسے ہی مراقبہ میں بیٹھا تو اسے واضح طور پر محسوس ہوا کہ امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اس کے سامنے موجود ہیں اور انگلی کے اشارے سے فرما رہے ہیں کہ

"فکر مت کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

لیاقت حسین مراد آبادی کو اس بات سے ازحد خوشی ہوئی کہ اس کے پیرو مرشد حضرت جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے تکلیف دہ لمحات میں آ کر اسے تسلی وتشفی دی اور اسے اطمینان دلایا کہ وہ فکر منداور پریشان نہ ہو۔

اس کے بعد جب لیاقت حسین مراد آبادی اپنی ڈیوٹی پر شام چار بجے کینٹین گیا تو وہ یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ ٹھیکیدار کے جس لڑکے محمد صدیق نے اس کی سخت بے عزتی کی تھی اس نے خود بخود آ کر معذرت کی اور اپنے سابقہ رویے پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے لیاقت حسین کو بڑا بھائی کہہ کر مخاطب کیا اور وعدہ کیا کہ آئندہ وہ اسے بڑا بھائی ہی کہا کرے گا اور یہ کہ نہ صرف بڑا بھائی کہے گا بلکہ عملی طور پر ثابت بھی کرے گا کہ لیاقت حسین اس کا بڑا بھائی ہے۔

لیاقت حسین مراد آبادی کا اعتماد واعتقاد جو پہلے قدرے مضمحل ہو گیا تھا اب ایسا بحال و مستحکم ہوا کہ وہ اپنے پیر و مرشد حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان تھا۔

اس واقعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف اپنے ارادت مندوں کی اصلاح فرماتے تھے بلکہ ان کی فلاح کے وقت بھی پیچھے نہیں رہتے تھے۔ جیسے ہی وہ اپنے کسی مرید کو مشکل و پریشانی میں پاتے تھے اس کی ہر ممکن مدد کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جب علم ہوا کہ لیاقت حسین مراد آبادی جان بوجھ کر عذر بہانہ کر کے ان کے پاس حاضری کیلئے نہیں پہنچا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے سلام کا جواب نہ بھیجا تا کہ لیاقت

حسین کی اصلاح ہو اور جب اسے پریشان دیکھا تو پھر بروقت اس کی ایسی مدد کی کہ اس کا تمام تر گلہ وشکوہ جاتا رہا۔ بقول شاعر

بحر الطاف و کرم ، جود و سخا
مصدر فیض و نوال و ہم عطا
دستگیر بے بساں و بے کساں
ماوئے دل دادگاں دل خستگاں

حلقہ ذکر وفکر

امیر ملت، قبلہ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے عقیدت وارادت مندوں کے احوال کی نہ صرف نگرانی وخبر گیری فرماتے تھے بلکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی پوری کوشش وکاوش ہوتی تھی کہ سب پیر بھائی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت واخوت سے پیش آئیں۔ ایک دوسرے کے حالات و واقعات سے واقف ہوں اور بوقت ضرورت ایک دوسرے کی مدد واعانت بھی کریں۔

اس ضرورت کے پیش نظر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ہر شہر میں ایک مرید و ارادت مند کو مقرر کر دیا تھا کہ وہ اپنے پیر بھائیوں کا ایک حلقہ قائم کرے۔ ان پیر بھائیوں کی ہفتہ میں ایک بار میٹنگ ہو۔ اس اجلاس میں وہ نہ صرف ایک دوسرے کے حالات سے آگاہ وآشنا ہوں بلکہ حلقہ ذکر وفکر بھی منعقد کریں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ خاص طور پر ہدایت فرماتے تھے کہ ختم قرآن پاک کے ساتھ ساتھ ختم

خواجگان، ختم مجددیہ اور ختم معصومیہ بھی فرمائیں۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ہدایت کے مطابق یہ حلقہ ہائے ذکر وفکر ہر شہر میں پورے انتظام والتزام کے ساتھ منعقد ہوتے تھے۔ ہر ہفتے کسی ایک ارادت مند کے گھر پر حلقہ منعقد ہو جاتا تھا اور یہ حلقہ صرف اسی ارادت مند کے گھر انعقاد پذیر ہوتا تھا جو اس کی خواہش کرتا تھا اور دعوت دیتا تھا۔ بعض یاران طریقت اس حلقے میں اشیائے خورد ونوش بھی لاتے تھے اور ختم قرآن پاک کے بعد تقسیم کرتے تھے۔

حلقے کے وقت مقررہ کے لحاظ سے عصر، مغرب یا عشاء کسی بھی نماز کا وقت ہو جاتا تھا تو حلقہ میں شریک تمام پیر بھائی اکٹھے نماز کی ادائیگی کرتے تھے۔ آپس میں طے کر کے کسی بزرگ کے ذمہ امامت ہو جاتی تھی اور باقی سب اس کی امامت میں نماز ادا کرتے تھے۔ اور پھر حلقہ کے اختتام پر آئندہ ہفتہ کے پروگرام کے مطابق پھر اکٹھا ہونے کا عزم لئے رخصت ہوتے تھے۔ جو شہر بڑے ہوتے تھے وہاں ایک سے زائد امیر حلقہ مقرر کر دیئے جاتے تھے تاکہ لوگوں کو سفر کی تکلیف نہ ہو اور ہر کوئی قریبی جگہ پر حلقہ میں شامل ہو سکے۔

امیران حلقہ میں سے جس امیر کو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اس قابل سمجھتے تھے کہ وہ بہتر طور پر وعظ وارشاد کر سکتا ہے تو اسے خلیفہ مجاز بھی بنا دیتے تھے تاکہ دین اسلام کی اشاعت کا سلسلہ جاری وساری رہے۔ ان حلقہ ہائے ذکر وفکر کی روئیدادیں رسالہ ''انوار الصوفیہ'' میں بڑے اہتمام سے شائع

ہوتی تھیں۔آپ رحمتہ اللہ علیہ ان روئیدادوں کا خیر مقدم کرتے تھے۔بعض اوقات ان کے چیدہ چیدہ نکات مطالعہ فرماتے تھے اور بعض اوقات اپنے مریدین میں کسی سے کہہ دیتے تھے کہ وہ ان حلقہ ہائے ذکر وفکر کا احوال آپ رحمتہ اللہ علیہ کو سنائے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ ان کارروائیوں کو پڑھ اور سن کر خوشی و شادمانی محسوس کرتے تھے۔

روحانیت کی ارفعیت

دین اسلام کی اشاعت وترویج اور احیاء وتجدید کیلئے امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ لمحہ لمحہ متحرک اور لحظہ لحظہ متموج رہتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ تعداد میں عام جلسے منعقد فرماتے اور گھنٹوں وعظ وارشاد فرماتے۔ یہ بھی رب قادر وقدیر کی قدرت کا کرشمہ تھا کہ ہزاروں افراد کے اجتماع میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کسی قسم کے لاؤڈ اسپیکر کی مدد کے بغیر خطاب فرماتے تھے مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی آواز آخری قطار میں موجود شخص تک پوری توانائی اور صراحت ووضاحت کے ساتھ پہنچتی تھی۔

خدمتِ خلق بھی جاری رہتی تھی اور ذکرِ الٰہی بھی جاری رہتا تھا بلکہ اپنے ہمرکاب حاضرینِ محفل کو بھی ذکر وفکر میں شامل رکھتے تھے۔ نمازوں کی ادائیگی کیلئے وقفوں کے علاوہ باقی تمام وقت وعظ ونصیحت میں ہی گزرتا تھا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی روحانیت کی ارفعیت کا یہ عالم تھا کہ جب آپ رحمتہ اللہ علیہ اسم ذات کی ضرب لگاتے تھے تو سب پر اک مسحور کن اور اثر آفریں

وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ بعض لوگ تو اس کیفیت میں بے ہوشی کے عالم میں چلے جاتے تھے اور گھنٹوں بعد ہوش میں آتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ داخل سلسلہ ہونے والے مریدین کو کلمہ طیبہ پڑھاتے۔ اس کے معانی و مطالب کی وضاحت کرتے۔ بعد ازاں اسم ذات کی تلقین فرماتے اور اپنے روحانی تصرف سے ان کے اذہان و قلوب میں ایمان و ایقان کی خوشبو اور محبتِ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع جلا دیتے تھے۔

تھکن و تھکاوٹ وہ الفاظ تھے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی لغتِ حیات میں سرے سے موجود ہی نہیں تھے۔ جہدِ مسلسل، سعیٔ پیہم اور کارِ متواتر کے قائل تھے۔ رات گئے تک تبلیغ و ارشاد میں مصروف رہتے۔ بمشکل ایک گھنٹہ استراحت فرماتے کہ نمازِ تہجد کا وقت ہو جاتا تھا۔ تہجد کی ادائیگی کیلئے تمام یاران طریقت کو بیدار کر دیتے جبکہ نماز فجر کی ادائیگی کے تھوڑی دیر بعد سب کو بلاتے اور ناشتے میں شریک کرتے۔

نہ صرف روحانی مریضوں کا علاج کرتے بلکہ جسمانی مریضوں کا بھی روحانیت کے ذریعے علاج فرماتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دوا صرف اور صرف دعا یا تعویز پر مشتمل ہوتی تھی اور رب رحمٰن و رحیم کی مرضی و منشاء سے لوگوں کو شفا ملتی تھی کیونکہ شفا دینے والی تو محض وہی ذات رب کریم و رحیم ہی ہے جو کہ موت و حیات کی مالک ہے۔

رب سے مانگو، وہی دینے والا ہے

یہ بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جو مرد یا عورت اپنی کسی مشکل یا حاجت وضرورت کی حکایت آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے بیان کرتا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ اس سے صاف صاف لفظوں میں یہی کہتے کہ:

''احکامات خدا اور ہدایات رسول رحمت ﷺ پر کاربند ہو جاؤ۔ رب کو یاد کرو اور رب سے مانگو۔ دینے والی صرف اور صرف ایک ذات الٰہی ہی ہے۔ وہی سب کے بگڑے کام سنوارنے والا ہے۔ اسی کی بارگاہ سے گڑگڑا کر طلب کرو۔ اپنے گناہوں کی معافی طلب کرو۔ تمہارے نقصانات کی تلافی خود بخود ہو جائے گی۔ تم مقدمہ جیت جاؤ گے۔ تمہیں روزگار مل جائے گا۔ تم صاحب اولاد ہو جاؤ گے۔ تمہیں اولاد نرینہ کی دولت سے سرفراز کیا جائے گا۔ ایک بار نہیں بلکہ بار بار بارگاہ رب العزت میں دعا والتجا کرو۔ اگر وہ کام تمہارے حق میں بہتر ہوا تو رب کریم ورحیم ضرور تمہاری خواہش پوری فرمائیں گے ورنہ خاموش رہو۔ تمہیں صبر کا اجر ملے گا۔''

نیک مقصد

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ لوگوں کو عبادت و ریاضت کی جانب راغب کرنے کیلئے کئی طریقے استعمال کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے چک نمبر 5 جنوبی متصل بھلوال کے مولوی محمد عالم کو حکم دیا کہ:

''سحری کے اوقات میں جولوگ مسجد میں نماز تہجد پڑھنے کیلئے آئیں توان کو چائے اور بسکٹ پیش کیا کرو۔ان اخراجات کی ادائیگی میں خود کروں گا۔''

اس سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کا مقصد یہی تھا کہ اس گاؤں کے رہائشی نمازی وتہجدی بن جائیں اور جوآپ رحمتہ اللہ علیہ کے دربار کی صورت حال تھی وہ تو سب پر عیاں ہے کہ وہاں وافر مقدار میں لنگر چلتا رہتا تھا۔

پیچیدہ مقدمات کے فیصلے

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ یاغستان کئی بار تشریف لے گئے اور ہزاروں کی تعداد میں پٹھانوں کوراہِ راست اور صراط مستقیم پر لے آئے۔ یاغستان میں موضع کھبل میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مکان اور ایک مسجد تعمیر کرائی۔ یہ ایک پُر فضا اور صحت افزا مقام ہے۔بعض گرمیوں میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے وہاں طویل قیام بھی فرمایا اور کئی دفعہ رمضان المبارک کا متبرک وافضل مہینہ وہیں رہ کر روزے رکھے۔تراویح قائم کی۔قرآن پاک سنا بھی اور سنایا بھی اور یہ کہ وہاں لوگوں کی دعوتیں بھی کیں۔ وعظ وارشاد فرمایا اور تلقین وترغیب سے بھی کام لیا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی آمد ورفت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہاں کے مکینوں نے یہ طریقہ اختیار کر لیا تھا کہ ان کے عمائدین سے جن مقدمات و معاملات میں فیصلے نہیں ہو سکتے تھے وہ پیچیدہ معاملات ومقدمات آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کرتے تھے اور درخواست کرتے تھے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ

ان کے فیصلے فرما دیں۔ امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ پیچیدہ پیچیدہ معاملات و مقدمات کے فیصلے کسی تاخیر کے بغیر اسلامی شرع وفقہ کے مطابق فرما دیتے تھے۔ وہاں کے باسی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے فیصلوں کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان پر کامل عمل درآمد کرتے تھے۔

ماہ رمضان المبارک

یہ امر قابل ذکر ہے کہ بیشتر واکثر سالوں میں رمضان المبارک کا متبرک و منور مہینہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے علی پور سیداں ہی میں گزارا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ گاؤں کی بڑی جامع مسجد میں تراویح کی امامت فرماتے اور قرآن پاک سناتے۔ نمازیوں سے مسجد کھچا کھچ بھری ہوتی تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ خود گھر گھر جاتے تھے اور لوگوں کو تراویح میں شرکت کیلئے قائل و مائل کرتے تھے۔

اپنی بستی کے علاوہ دور دراز سے بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت و ارادت مند قرآن پاک سننے کیلئے آتے تھے اور تراویح میں شریک ہوتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ ان افراد کو اپنے مہمان ہونے کے ناتے خاص خاطر و مدارت اور تواضع سے نوازتے تھے۔ قرآن پاک کی تلاوت مکمل ہونے کے بعد رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں شبینہ بھی سناتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے عقیدت و ارادت مندوں کو یہی ہدایت و نصیحت فرماتے رہتے تھے کہ تراویح کبھی نہ چھوڑا کرو اور مکمل قرآن پاک سننے کی سعادت حاصل کیا کرو۔

بعض رمضان المبارک کے متبرک مہینے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دوسرے شہروں میں بھی گزارے اور وہاں شبینے سنائے۔ان شہروں میں سیالکوٹ، وزیر آباد، لاہور، امرتسر، پسرور، قصور، گوجرانوالہ، فیروز پور، لدھیانہ، جالندھر اور دہلی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔آپ رحمتہ اللہ علیہ شبینہ سناتے تھے مگر لاوڈ اسپیکر کا استعمال نہیں کرتے تھے۔ یہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خداداد صلاحیت واہلیت تھی کہ مسجد میں چاہے جتنے بھی لوگ ہوں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی آواز آخری صف تک پہنچتی تھی۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مرید خاص حاجی محمد حسین سیالکوٹی بتایا کرتے تھے کہ وہ ایک دفعہ رمضان المبارک کے مقدس ومتبرک مہینے میں دہلی گیا تو اس نے وہاں اشتہار لگا دیکھا کہ آج رات کو امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ فتح پوری مسجد میں شبینہ سنائیں گے۔اس طرح اسے علم ہوا کہ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ دہلی تشریف لائے ہوئے ہیں۔اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی قیام گاہ کا پتہ کیا اور خدمت اقدس میں حاضری دی۔رات کو وہ امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ہی فتح پوری مسجد پہنچا اور شبینہ سنا۔لوگوں کا ایک جم غفیر تھا کہ جو آپ رحمتہ اللہ علیہ سے کلام الٰہی سننے کیلئے آیا ہوا تھا۔وہاں اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ کسی قسم کے لاوڈ اسپیکر کا اہتمام نہیں کیا گیا تھا مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی آواز صفِ آخر تک پہنچ رہی تھی۔

حفظِ قرآن کی تاکید

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے تمام بیٹوں، پوتوں اور نواسوں کو کلامِ الٰہی حفظ کرایا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے عقیدت وارادت مندوں اور یاران طریقت کو بھی ہدایت ونصیحت فرماتے تھے کہ وہ اپنے بیٹوں کو کلامِ الٰہی حفظ کرائیں۔

ایک دفعہ امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ آگرہ تشریف لے گئے تو خلیفہ مجاز پروفیسر حاجی عابد حسن فریدی نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ اس کے چھوٹے بیٹے ظفر حسن نے قرآن پاک پڑھنا شروع کرنا ہے اس لئے اس کی رسم بسم اللہ آپ رحمتہ اللہ علیہ ادا فرمائیں۔

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے پروفیسر حاجی عابد حسن فریدی سے واضح لفظوں میں فرمایا:

"فریدی صاحب! میں محض اس شرط پر بسم اللہ پڑھاؤں گا کہ تم اپنے بیٹے ظفر حسن کو پہلے قرآن پاک حفظ کراؤ گے پھر دنیاوی تعلیم شروع کراؤ گے۔"

پروفیسر حاجی عابد حسن فریدی نے دست بستہ عرض کی:

''قبلۂ عالم! میں صدقِ دل سے وعدہ و اقرار کرتا ہوں کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حکم کی مکمل تعمیل ہوگی۔''

چنانچہ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے پروفیسر حاجی عابد حسن فریدی کے فرزندِ ارجمند کو بسم اللہ پڑھائی اور دعا فرمائی۔

پروفیسر حاجی عابد حسن فریدی نے اپنے وعدہ کو وفا کیا اور پہلے اپنے بیٹے ظفر حسن کو قرآن حفظ کرایا اور پھر اسے دنیاوی تعلیم کی جانب راغب کیا۔

بہت بڑی سعادت

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ایک دفعہ نارووال کے نزدیکی موضع مہار تشریف لے گئے۔ یہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت و ارادت مندوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ:

''قبلۂ عالم! ہم اور ہمارے تمام ساتھی آپ رحمتہ اللہ علیہ سے کلامِ الٰہی سننے کے خواہش مند ہیں۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے آگے انہیں بات ہی نہ کرنے دی اور فوراً ہی کہہ دیا کہ:

''سپاہی کا کام ہی کیا ہے۔ میں دل و جان سے حاضر ہوں۔ یہ میرے

لئے بہت بڑی سعادت ہے۔"

اور پھر وقت مقررہ پر جب تراویح شروع ہوئیں تو حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے تراویح کی محض دو رکعتوں میں پورا قرآن پاک شروع سے لے کر آخر تک از حد خوبصورت لحن کے ساتھ سنا دیا۔ جب تک آپ رحمتہ اللہ علیہ جسمانی اعتبار سے طاقتور و تنومند رہے اور ضعیف العمری کے ضعف کی شکایت نہ تھی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ تراویح میں اور شبینوں میں کلام الٰہی سناتے رہے اور محض دو رکعتوں میں قرآن پاک سنانا آپ رحمتہ اللہ علیہ کی سعادتِ خاص رہی۔

شخصیت کے حُسن کا راز

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ذی شان ہے کہ:

"مجھے جو کچھ حاصل ہوا وہ کامل اتباع سنتِ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا۔"

یہی اتباع سنتِ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے عقیدت و ارادت مندوں کو بھی تلقین فرمایا کرتے تھے کہ:

"نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل اتباع کرو۔ اسی میں فلاح دارین کا راز مضمر ہے۔"

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی یہی وہ نمایاں خوبی اور ممتاز وصف تھا کہ جس کی

بدولت آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مدارج بلند طے کر لئے تھے۔ اشاعتِ دین مبین آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا تھا اور یہی وہ حسن تھا جو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت میں اتباع اسوۂ حسنہ سے آیا تھا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اس خصوصیت وارفعیت کو واضح کرنے کیلئے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ اول حضرت مولانا محمد حسین قصوری رحمتہ اللہ علیہ نے امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی موجودگی میں یاران طریقت سے دریافت کیا کہ:

''تم لوگ یہ بتاؤ کہ نمازیں ہم بھی پڑھتے ہیں۔ روزے ہم بھی رکھتے ہیں۔ نوافل ہم بھی ادا کرتے ہیں۔ کلام الٰہی کی تلاوت ہم بھی کرتے ہیں۔ اتباع سنت کا کامل اہتمام ہم بھی کرتے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مدارج روز بروز فزوں تر ہیں جبکہ ہم اس مقام تک پہنچنے سے قاصر ہیں؟ آخر کوئی وجہ تو ضرور ہے کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو ہم سب پر فوقیت حاصل ہے۔''

سب لوگ کافی دیر سوچتے رہے لیکن خاموش رہے۔ کسی نے کوئی جواب نہ دیا کیونکہ کسی کے ذہن میں مدلل جواب نہیں آ رہا تھا۔ تب تمام لوگوں نے حضرت مولانا محمد حسین قصوری رحمتہ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ:

''مولانا! ہمیں تو کوئی ٹھوس جواب بھائی نہیں دے رہا۔ اس سوال کا جواب آپ رحمتہ اللہ علیہ ہی بتائیں۔''

حضرت مولانا محمد حسین قصوری رحمتہ اللہ علیہ نے حاضرین مجلس سے مخاطب ہو کر انہیں بتایا کہ:

''دراصل فرق یہ ہے کہ امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ہم جیسے لاکھوں افراد کو سنتِ رسول رحمت ﷺ کا پیروکار بنایا ہے۔ لوگوں کو نمازوں کی پابندی سکھائی ہے۔ زندگی کے تمام امور میں لوگوں کو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکامات و فرمودات کا پابند بنایا ہے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ جتنا اجر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ افراد کو ان کے اعمال صالحہ کا ملتا ہے اتنا ہی اجر حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے حسناتِ اعمال میں شامل ہو جاتا ہے کیونکہ حدیثِ رحمتہ للعالمین ﷺ ہے کہ:

''بھلائی کی جانب رہنمائی کرنے والا بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ اس بھلائی پر عمل کرنے والا ہے۔''

چنانچہ جب امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے نامۂ اعمال میں دوسرے لاکھوں انسانوں کے اعمال صالحہ جتنا اجر بھی شامل ہو جاتا ہے تو پھر کوئی دوسرا کیونکر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ہمسری و برابری کر سکتا ہے!! یہی وجہ ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مدارج میں اضافہ ہوتا جاتا ہے جبکہ ہم پیچھے رہ جاتے ہیں۔''

نعمتوں کی فرمائش

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سچے عاشق

رسول رحمت ﷺ تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف اتباع اسوۂ حسنہ کے قائل تھے بلکہ رحمتہ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی مدح سرائی بصورت نعت بہت پسند فرماتے تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی فرمائش ہوتی تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خوبصورت لحن میں نعت سنائی جائے ہر جلسہ میں کئی کئی نعتیں پڑھی جاتی تھیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ انتہائی انہماک واشتیاق سے سنتے تھے اور اکثر اوقات نعت سنانے والے کو نقد انعام سے بھی نوازتے تھے۔

ایک دفعہ مدینہ منورہ میں مشہور و ممتاز و منفرد شاعر اور قومی ترانے کے خالق حفیظ جالندھری آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شرف نیاز حاصل کیا۔امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حفیظ جالندھری سے پوچھا اور تقاضا کیا کہ:

''جالندھری صاحب! یہاں دیارِ رسول رحمت ﷺ میں آکر بھی کوئی شعر کہا ہو تو سنایئے۔''

حفیظ جالندھری نے فوراً یہ شعر سنایا کہ۔

کہاں تھے یہ نصیب اللہ اکبر سنگ اسود کے
یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے محمد ﷺ کے

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے جیسے ہی یہ شعر سنا بے اختیار وجد میں آگئے۔اس شعر کو حفیظ جالندھری کی زبانی بار بار سنا اور اس قدر پسند فرمایا کہ اپنی انتہائی قیمتی واسکٹ اتار کر حفیظ جالندھری کو عطا

فرمادی۔آپ رحمتہ اللہ علیہ یہ شعر اکثر و بیشتر اپنے خاص ملنے والوں کو سنایا کرتے تھے اور خوشی وخوشنودی کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔

خصوصی تحفہ کی برکت

مدینہ منورہ سے واپسی پر امیر ملت،قبلہ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کچھ عرصہ بعد کشمیر تشریف لے گئے تو وہاں حفیظ جالندھری نے نشاط باغ میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی۔دوران گفتگو حفیظ جالندھری نے امیر ملت،قبلہ عالم حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا کہ:

''قبلہ عالم ! آپ رحمتہ اللہ علیہ کا عطا کردہ تحفہ میرے پاس موجود ہے۔میں خاص مواقع پر اسے زیب تن کرتا ہوں۔وہ میرے لئے خصوصی تبرک ہے۔''شاہنامہ اسلام'' لکھتے وقت اسی واسکٹ کو پہنتا ہوں تو اس کی برکت سے مضامین واشعار یوں لکھے جاتے ہیں جیسے نازل ہو رہے ہوں۔''

اشعار کی اصلاح

ایک دفعہ قصور میں انجمن اسلامیہ کا جلسہ پورے تزک واحتشام کے ساتھ منعقد تھا۔ اس جلسہ کی صدارت امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ فرما رہے تھے۔ اس موقع پر حفیظ جالندھری بطور خاص مدعو تھے۔ اور قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ سے اظہار نیاز مندی کرنے کیلئے بھی پہنچے ہوئے تھے۔ حفیظ جالندھری کو دعوت کلام دی گئی تو انہوں نے ''شاہنامۂ اسلام'' سے بڑی خوش الحانی کے ساتھ چند اشعار نذر محفل کئے۔ جب انہوں نے یہ شعر پڑھا ؎

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، دینِ حق کی شرطِ اول ہے

اس میں ہو اگر خامی تو ایماں نا مکمل ہے

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے جیسے ہی یہ شعر سنا تو بے ساختہ فرمایا:

''حفیظ صاحب! یہ شعر اس طرح ہو جائے تو زیادہ بہتر ہوگا کہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، دینِ حق کی شرطِ اول ہے

اس میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نا مکمل ہے

حفیظ جالندھری نے امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی اصلاح از حد پسند فرمائی۔ حاضرین مجلس نے بھی اسے بے حد سراہا۔ اب حفیظ جالندھری نے دوبارہ سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اصلاح کے مطابق شعر پڑھا اور محفل سے داد پائی۔ اس موقع پر حفیظ جالندھری نے اعلان کیا کہ وہ ''شاہنامۂ اسلام'' کے دوسرے ایڈیشن میں اسی طرح اصلاح کے ساتھ اس شعر کو چھپوائیں گے۔

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو یہ ملکہ حاصل تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ موقع ومحل کی مناسبت سے اور مفہوم ومطلب کی مطابقت سے شاعر کے اشعار میں ردوبدل یا اصلاح ضرور فرماتے تھے اور کمال یہ ہوتا تھا کہ شاعر کو اس پر اعتراض تو دور کی بات، وہ اس پر اعزاز محسوس کرتا تھا کیونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اصلاح موزوں ومناسب ہوتی تھی اور شعر کے معانی میں ایسا خوبصورت اضافہ کرتی تھی کہ سننے والا عش عش کر اٹھتا تھا۔

ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک عقیدت مند نے جب یہ شعر پڑھا ؎

زمیں کو بھی عزت ہو، عرش علا کی
دکھا جاؤ بندوں کو صورت خدا کی

اور آپ رحمتہ اللہ علیہ نے سنا تو فوراً ارشاد فرمایا کہ اسے اس طرح پڑھو ؎

زمیں کو بھی عزت ہو، عرش علا کی
دکھا جاؤ بندوں کو قدرت خدا کی

یوں آپ رحمتہ اللہ علیہ شعر کی یوں اصلاح فرماتے تھے کہ اس کا حُسن دوبالا ہو جاتا تھا۔

ایک انوکھا خط

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک روز یکا یک اعلان کیا کہ:

''کل ایک خط میرے پاس پہنچا ہے جس میں تحریر ہے کہ میری زندگی اب بہت تھوڑی رہ گئی ہے۔ مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ دارفنا سے دار بقا کی جانب کوچ کی تیاری کرو اور خوب عبادت و ریاضت کرو۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ اطلاع ملتان سے آئے ہوئے اپنے دو عقیدت و ارادت مندوں حاجی خوشی محمد اور شیخ نذیر کو دی اس موقع پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے پوتے جو ہر ملت پیر سید اختر حسین شاہ کے علاوہ کئی دوسرے ارادت کیش و عقیدت اندیش بھی موجود تھے۔ یہ لرزہ خیز و اندوہ انگیز خبر سن کر سبھی رونے لگے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''ایک نہ ایک دن ہر کسی کو یہاں سے جانا ہے۔ موت ٹھوس اور اٹل حقیقت ہے۔ اس سے کیا ڈرنا اور اس کیلئے کیوں رونا!!''

پیر سید اختر حسین شاہ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا:

''قبلۂ عالم! جس خط کا آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ابھی ذکر کیا ہے وہ کہاں ہے؟ کیا میں بھی اسے دیکھ سکتا ہوں؟''

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے سید اختر حسین شاہ کو بتایا کہ:

''اختر حسین! وہ خط میرے نواسے سید حیدر حسین کے پاس ہے۔ کسی کو بھیج کر منگوا لو۔''

پیر سید اختر حسین شاہ نے وہ خط منگوایا۔ اسے کھولا تو اس کی تحریر عربی زبان میں تھی۔ امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے نبیرۂ اکبر پیر سید اختر حسین شاہ کو حکم دیا کہ:

''اختر حسین! یہ خط ابھی پڑھو اور مجھے سناؤ۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کا ترجمہ بھی کرتے جاؤ تاکہ یہاں پر موجود دوسرے لوگ بھی اس خط کی عبارت اور مفہوم و مطلب سے آگاہی حاصل کر سکیں۔''

پیر سید اختر حسین شاہ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حسب الحکم وہ خط بہ آواز بلند باترجمہ پڑھا تو سننے والے دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ آہ و فغاں اور گریہ و بکا سے فضا و ہوا لرزیدہ و نم دیدہ ہوئی تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے بار بار منع فرمایا کہ ایسا نہ کیا جائے۔ چنانچہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی نصیحت و تلقین پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت و ارادت مند بمشکل اپنے جذبات و احساسات پر

قابو پا سکے تاہم ہر فرد دکھی تھا، ہر شخص رنجیدہ تھا۔

یہ 13 مئی 1951ء کا ناقابل فراموش دلخراش دن تھا۔ جس دن آپ رحمتہ اللہ علیہ نے خود ہی اپنی روانگی کی اطلاع دی اور ثبوت کے طور پر ایک خط پیش کیا تاہم یہ نہ بتایا گیا کہ یہ خط کس نے لکھا ہے اور کہاں سے آیا ہے؟

اس بات کے کچھ عرصہ بعد رمضان المبارک کا متبرک ومقدس مہینہ شروع ہوا تو امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے خلاف معمول ماہ رمضان المبارک کے روزے علی پور سیداں ہی میں رکھنے کا ارادہ فرمالیا حالانکہ گرمیوں میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کسی سرد مقام پر تشریف لے جاتے تھے اور رمضان المبارک کا مہینہ وہیں گزارتے تھے۔

اس دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے علی پور سیداں میں قیام فرمایا تو رات کو آپ رحمتہ اللہ علیہ مسجد نور میں تشریف لے جاتے اور تراویح میں کلام الٰہی کی تلاوت سماعت فرماتے جبکہ دن کا وقت روزے کی حالت میں تہہ خانے میں گزارتے البتہ نماز کے اوقات میں مسجد میں پہنچ جاتے۔

بخار کی حالت میں تراویح کی ادائیگی

یہ 1370 ہجری رمضان المبارک کی 9 تاریخ تھی کہ امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو مسجد نور میں تراویح کی ادائیگی کے دوران بخار نے آلیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بخار کی حالت ہی میں تراویح مکمل کیں اور رہائش گاہ پر پہنچتے ہی ایک مرید خاص کو حکم دیا کہ سید اختر حسین شاہ کو

فوری بلواؤ۔

اس وقت سید اختر حسین شاہ زمین کے انتظام وانصرام کی خاطر فیصل آباد گئے ہوئے تھے۔ انہیں بلانے کیلئے فوری طور پر برادری کے ایک فرد سید منظور حسین شاہ کو فیصل آباد روانہ کر دیا گیا۔ جیسے ہی سید منظور حسین شاہ فیصل آباد پہنچا سید اختر حسین شاہ اس کے ہمراہ علی پور سیداں کیلئے چل پڑے اور رات 9 بجے علی پور سیداں پہنچ گئے۔ علی پور سیداں پہنچتے ہی سید اختر حسین شاہ نے امیر ملت، قبلہ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خوشی کا اظہار کیا اور سید اختر حسین شاہ کو بتایا کہ:

''مجھے 105 ڈگری بخار ہو گیا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے بخار کے باعث میرا جگر جل گیا ہے اور اس نے کام کرنا بند کر دیا ہے تاہم بخار اگرچہ اب بھی ہے مگر کم ہے۔''

اپنے علاج کیلئے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم خادم علی کا نام تجویز فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حسبِ ارشاد حکیم خادم علی کو بلوایا گیا۔ اس نے تمام صورت حال کا جائزہ لے کر اور حالت وکیفیت کا تجزیہ کرنے کے بعد دوائی دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دوائی لینا شروع کی تو چند ہی روز میں اگرچہ بخار جاتا رہا مگر کمزوری نے ایسا گھر کیا کہ روز بروز بڑھتی ہی چلی گئی جبکہ خوراک بہت کم ہو گئی۔ یوں نقاہت نے جسمانی طاقت اور قوت مدافعت پر گہرا اثر ڈالا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ چلنے پھرنے سے عاجز نظر آنے لگے۔

عید الفطر بھی حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیماری ہی میں

گزاری۔ عید کی نماز کی باجماعت ادائیگی کیلئے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو چارپائی سمیت مسجد میں لایا گیا اور یوں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے جماعت کے ہمرکاب نماز کی سعادت حاصل کی۔

بار بار وضو

اس ضعف انگیز بیماری میں آپ رحمتہ اللہ علیہ ہر نماز کیلئے اگرچہ تازہ وضو فرمایا کرتے تھے مگر قارورہ خطا ہونے کی بیماری تو بہت پہلے سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو لاحق تھی جس کے باعث ایک ہی نماز کے دوران کئی بار وضو کرنا پڑتا تھا۔اس طرح پریشانی بھی ہوتی تھی اور کمزوری بھی بڑھتی تھی۔

آخرایک روز آپ رحمتہ اللہ علیہ کے نبیرۂ اکبر پیر اختر حسین شاہ نے عرض کی اور دست بستہ عرض کی کہ:

''قبلۂ عالم! آپ رحمتہ اللہ علیہ کو بار بار وضو کرنے سے دقت و مشقت برداشت کرنا پڑتی ہے۔کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ تیمّم ہی فرما لیا کریں۔اسلام میں اس کی اجازت ہے۔''

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اختر حسین! میں جانتا ہوں کہ اسلام میں تیمّم کی اجازت ہے مگر جب پانی نہ ہو لیکن یہاں تو پانی کے کنوئیں بھرے ہوئے ہیں۔جب وافر مقدار میں پانی موجود ہو تو پھر تیمّم کی کیا ضرورت ہے!!''

سید اختر حسین شاہ نے دست بستہ عرض کی:

''قبلۂ عالم! تیمّم دراصل وضو کا خلیفہ ہے نہ کہ پانی کا اور صورت حال یہ

ہے کہ تمام فقہاء نے تیمّم کو وضو کا خلیفہ لکھا ہے پانی کا نہیں لکھا۔"

حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اچھا اختر حسین ! اگر ایسی بات ہے تو مجھے کتابیں لا کر دکھاؤ۔ مستند و معروف فقہاء کی کتب لائبریری میں موجود ہیں۔ وہاں سے مجھے یہ بات دکھاؤ اور پڑھ کر سناؤ۔ عربی پڑھو میں سمجھتا ہوں۔"

سید اختر حسین شاہ اسی لمحے لائبریری گئے اور مستند و مشہور فقہاء کے ساتھ ساتھ معروف تفاسیر میں سے متعلقہ مضمون پر نشانات لگا کر لے آئے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اجازت سے تمام حوالہ جات پڑھے تو حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اسی لمحے حکم دیا کہ:

"پاک مٹی لے آؤ۔ اب ہم تیمّم کی سہولت سے فائدہ اٹھائیں گے۔"

پاک مٹی کی پاک اینٹ

فوری طور پر پاک مٹی کی پاک اینٹ لائی گئی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے تیمّم کیا اور نماز عصر ادا کی۔ بعد ازاں تمام نمازیں سہولت کے ساتھ تیمّم کر کے ادا کرتے رہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے تمام تر بیماری کے دوران تمام نمازیں با جماعت ادا کیں۔ بیماری کے شروع کے ایام میں آپ رحمتہ اللہ علیہ بیٹھ کر نماز پڑھتے اور رکوع و سجود کرتے رہے۔

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نماز عصر کی ادائیگی کے بعد ختم شریف معصومیہ پڑھا کرتے تھے۔ یہ وظیفہ بیماری میں بھی پورے اہتمام و التزام کے ساتھ جاری و ساری

رہا۔ مغرب کی نماز تک قرآن پاک پڑھنے کی عادت بھی قائم و دائم رہی۔ ایک روز آپ رحمتہ اللہ علیہ نے سید اختر حسین شاہ سے کہا کہ:

''اختر حسین! میں قرآن پاک پڑھتا ہوں تو زبان خشک ہو جاتی ہے کسی کے ذمہ لگاؤ کہ وہ مجھے کلام الٰہی روزانہ سنایا کرے۔''

یوں سید افضل حسین شاہ کے ذمہ یہ خوشگوار فریضہ لگا دیا گیا کہ وہ روزانہ شام کی نماز کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ کو قرآن پاک خوش الحانی کے ساتھ سناتے رہیں۔

روغن ہلیلہ کی مالش

بیماری سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی نقاہت بڑھی تو اس کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو رات کے لمحات میں نیند نہیں آتی تھی۔ حکیم خادم علی سے اس بارے مشورہ لیا تو انہوں نے تجویز کیا کہ روغن ہلیلہ کی سر پر مالش کی جائے تو نیند آنا شروع ہو جائے گی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ ذمہ داری اپنے مرید خاص پروفیسر زاہد حسن فریدی کے سپرد کی کیونکہ وہ موسم گرما کی تعطیلات کے باعث علی پور سیداں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت کرنے کیلئے ہی آئے ہوئے تھے۔ انہیں یہ ذمہ داری ملی تو وہ بہت خوش ہوئے۔ وہ بلا ناغہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سر پر تیل کی مالش کیا کرتے تھے جس سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کافی سکون محسوس کرتے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ رات کے لمحات میں کچھ وقت نیند فرما لیتے۔ بعض اوقات آپ رحمتہ اللہ علیہ دن کے وقت بھی بے چینی سی محسوس کرتے تو سر پر روغن ہلیلہ کی مالش کرا لیتے۔ یوں آپ رحمتہ اللہ علیہ کا اضطراب اور بے چینی دور ہو جاتی۔

کوچ کا مرحلہ

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بیماری کا جس نے سنا وہ عیادت وخدمت کیلئے دوڑا چلا آیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت و ارادت مند آپ رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کرتے کہ کوئی خدمت ہوتو انہیں حکم کیجئے مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ان میں سے محض دوافراد سے کہا کہ:

''رب العزت کی بارگاہ میں نجات کی دعا کیجئے۔ بخشش ومغفرت طلب کیجئے۔''

تاہم کسی سے بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ نہیں کہا کہ ان کی صحت یابی کی دعا کیجئے کیونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو علم تھا کہ اب کوچ کا مرحلہ ہے اور فانی دنیا سے رخصت کا سلسلہ ہے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت وارادت مند جوق در جوق دور ونزدیک سے عیادت کیلئے آ رہے تھے۔ وہ جب رخصت کی اجازت طلب کرتے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ انہیں بہ اصرار روک لیتے مگر آخر کار انہیں اجازت دے دیتے تو وہ

بھی بے کلی و بے قراری محسوس کرتے ہوئے دو دن بعد پھر حاضر خدمت ہو جاتے۔ یوں روزانہ لاتعداد افراد آتے اور جاتے رہتے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ سب سے انتہائی خوشدلی و محبت والفت کے ساتھ پیش آتے۔ ان کی خاطر تواضع کا ازحد خیال رکھتے۔ ان کیلئے طرح طرح کے کھانے تیار کراتے خود لیٹے رہتے اور مسرت کا اظہار فرماتے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے کچھ یاران طریقت ایسے تھے جو انتہائی ضعیف العمر اور ناتواں تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں بطور خاص پیغام بھیج کر بلوایا۔ ان کی بہ سہولت آمد کا انتظام فرمایا اور ان سے ملاقات کر کے سابقہ یادوں کو تازہ کیا۔

بیماری کے ایام میں حکیم خادم علی کی تجویز پر آپ رحمتہ اللہ علیہ گلوکوز استعمال کرتے تھے تاکہ کسی طور طاقت وتوانائی کچھ نہ کچھ تو بحال ہو۔ ایک روز سید اختر حسین شاہ نے دیکھا کہ گلوکوز ختم ہوا چاہتا ہے تو انہوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرید خاص حاجی مہر عبدالحق سیالکوٹی سے کہا کہ:

"تم شہر جارہے ہو تو دو تین ڈبے گلوکوز کے لیتے آنا اور ان کیلئے یہ رقم مجھ سے لے لو۔"

مگر حاجی عبدالحق سیالکوٹی نے رقم لینے سے انکار کر دیا اور رقم چھوڑ کر چلے گئے۔ جب گلوکوز لے آئے تو سید اختر حسین شاہ نے تمام صورت حال سے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو آگاہ و آشنا کیا۔ اس پر آپ رحمتہ اللہ

علیہ نے فرمایا کہ اس سے گلوکوز کے ڈبے مت لینا جب تک وہ پیسے نہ لے۔ حاجی مہر عبد الحق سیالکوٹی کو جب اس بات کا علم ہوا تو مجبوراً اسے پیسے لینا پڑے۔

اور جب حاجی مہر عبد الحق سیالکوٹی رخصت ہونے لگے تو امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا اور کہا: ''عبد الحق! میرے لئے دعا کیا کرو۔'' یہی بات آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سید افضل حسین شاہ سے بھی کہی تھی۔

حکیم خادم علی روزانہ اور تواتر کے ساتھ حاضری دیتے تھے اور لمحہ لمحہ کی صورت حال سے باخبر رہتے تھے۔ بعض اوقات ان کی حاضری ایک دن کے وقفہ کے بعد بھی ہوتی تھی۔ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بیماری کی بگڑتی سنورتی حالت کے مطابق دوائیوں میں مناسب ردوبدل بھی کرتے تھے تاہم حکیم خادم علی جو دوائی تجویز کرتے تھے حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اس کی مکمل چھان پھٹک کرنے کے بعد ہی استعمال میں لے آتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس دوائی کے اجزاء اور اس کی تیاری کے مراحل تک سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد اسے زیر استعمال لاتے تھے تاکہ کوئی ایسی چیز اس میں شامل نہ ہو جو خلافِ شرع ہو۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام تر بیماری کے دوران دیسی اور یونانی ادویات ہی استعمال فرمائیں البتہ ایک بار ضعف ونقاہت میں کمی لانے کیلئے ایلو پیتھک انجکشن لگوایا مگر اس کے بارے بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مکمل معلومات

حاصل کیں اور جب تک کامل تسلی واطمینان نہ ہوا انجکشن لگانے کی اجازت نہ دی۔

نقاہت میں اضافہ

اب آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بیماری کو تین ماہ سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا تھا۔اب تو کمزوری ونقاہت اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ دوسرے سے بات تک کرنا مشکل امر محسوس ہوتا تھا مگر اس کے باوجود آپ رحمتہ اللہ علیہ کی عبادت و ریاضت کے معمولات میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں آئی تھی اور رب کریم ورحیم کے فضل وکرم سے نہ کبھی ایسا ہوا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ پر بے ہوشی طاری ہوئی ہو اور یوں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ذکر واوراد میں کوئی فرق پڑا ہو۔ایسا آخردم تک کبھی بھی نہ ہوا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ تمام نمازیں باجماعت ادا فرماتے رہے۔قرآن پاک کی تلاوت سنتے رہے۔نماز عصر کے بعد اور نماز عشاء کے بعد کے وظائف کو بھی جاری وساری اور قائم رکھا۔

بیماری کے دوران آپ رحمتہ اللہ علیہ ہر اس فرد کو داخل سلسلہ فرماتے رہے جو بھی اس حوالے سے حاضر ہوتا تھا البتہ وصال سے ایک روز قبل ایک عورت سلسلۂ عالیہ میں داخل ہونے کیلئے آئی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے اپنے بڑے فرزند سراج الملت حضرت پیر سید محمد حسین شاہ کے پاس بھیجا۔اس عورت نے بار بار اصرار کیا کہ وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہونے کا شرف حاصل کرنا چاہتی ہے مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنی بات پر قائم رہے اور یوں آپ رحمتہ اللہ علیہ

کے سجادہ نشین اول اور فرزندِ اکبر سے بیعت ہونے کا آغاز آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات میں ہی کر دیا تا کہ لوگوں تک یہ پیغام پہنچ جائے کہ یہی سجادہ نشین ہیں اور یہ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد وہی بیعت لیا کریں گے۔

یہ 26 , 27 ذیقعدہ 1370 ہجری مطابق 30 , 31 اگست 1951 عیسوی بروز جمعرات و جمعۃ المبارک کی درمیانی شب تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف معمول وتر کی ادائیگی نماز عشاء کے ساتھ ہی فرمالی حالانکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ وتر کی نماز معمول کے مطابق نماز تہجد کے بعد ہی پڑھا کرتے تھے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انہیں سردی سی محسوس ہو رہی ہے اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نچلی منزل میں لے جایا جائے۔ حکم کی تعمیل ہوئی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نچلی منزل میں نماز وتر کی ادائیگی کے بعد لے جایا گیا۔

معمول کے اوراد و وظائف

تھوڑی ہی دیر میں خبر ملی کہ امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ پر غنودگی سی طاری ہونے لگی ہے۔ سید اختر حسین شاہ دوڑے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اختر حسین شاہ سے اپنی تسبیح طلب کی۔ تسبیح لے کر اپنے معمول کے اوراد و وظائف بہ حسن و خوبی مکمل کئے اور پھر تسبیح واپس کر دی۔

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ برابر والے کمرے میں کون ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا گیا کہ گھر کی کام کرنے والی عورتیں وہاں موجود

ہیں۔آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ:

''اب مجھے آرام ہے۔کسی قسم کی فکرمندی کی کوئی بات نہیں چنانچہ اب وہ اپنے گھروں کو جائیں۔''

راہیٔ باغ جنت

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اتنا کہنا تھا کہ آواز تھم گئی۔سانس آنا بند ہو گیا۔یہ کوئی رات گیارہ بجے کا عمل تھا اور امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے دارِ فنا کو خیر باد کہہ کر داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور لاکھوں عقیدت و ارادت مندوں کو ملول و مغموم اور غمزدہ و نم دیدہ چھوڑ کر راہیٔ ملک عدم ہوئے۔بقول شاعر

ہو گئے راہیٔ باغِ جنت
پیر جماعت، قبلۂ عالم
دور رواں میں ذات تھی ان کی
ظلِ رسول اکرم
آلِ نبی ﷺ تھے، آلِ علی رضی اللہ عنہ تھے
تھے وہ معظم، تھے وہ مکرم
صاف حدیثِ شاہِ رسل ﷺ ہے
موت العالِم موت العالَم

اسی وقت سائیکل سواروں کو سیالکوٹ روانہ کیا گیا تا کہ اس واقعہ دل گداز کی اطلاع چہار جانب پہنچائی جائے۔ چنانچہ اگلی صبح ریڈیو پاکستان نے اس سانحہ کی خبر نشر کی جبکہ اخبارات نے بھی اپنی ذمہ داری پوری کی۔ یوں ملک اور بیرون ملک آناً فاناً خبر پہنچ گئی اور رات ہی کو لوگ علی پور سیداں پہنچنا شروع ہو گئے۔

آخری دیدار اور شرکتِ جنازہ کیلئے قریب و دور سے لوگوں کا سیلاب اُمڈا چلا آتا تھا۔ نصف النہار سے قبل آپ رحمتہ اللہ علیہ کو غسل دیا گیا۔ صاحبزادہ حاجی سید اولاد حسین شاہ، حاجی مولوی محمد عالم، حاجی کرم الٰہی، غلام جیلانی کلیم، چودھری سید احمد اور حاجی عبدالعزیز نے یہ خدمت احکام سنت کے مطابق انجام دی۔

غسل کے بعد کفن بھی احکام سنت کے مطابق زیبِ تن کیا گیا جبکہ الحاج محمد امام الدین اور ماسٹر کرم الٰہی نے معطر دستار سر پر پہنائی۔ بعد ازاں جنازہ بڑی حویلی کے صحن میں رکھ دیا گیا۔ مشتاقان دیدار منتظر تھے۔ انہوں نے دیدار کی سعادت حاصل کرنا شروع کر دی۔

بعد نماز جمعتہ المبارک تقریباً اڑھائی بجے جنازہ بڑی حویلی سے زنانہ حویلی میں لے جایا گیا تا کہ خاندان کی مستورات کے ساتھ ساتھ دوسری مرید و ارادت مند خواتین بھی زیارت سے فیض یاب ہو سکیں۔ اس کے بعد جنازہ مسجد نور میں لے جایا گیا تا کہ مجمع کی کثرت کو مدنظر رکھتے ہوئے مناسب انتظام کیے

جاسکیں۔

وہاں سے جنازہ کو گاؤں سے کافی دور ایک بہت ہی وسیع وعریض میدان میں لے جایا گیا۔ جنازہ کے ساتھ لمبے لمبے بانس مضبوطی کے ساتھ باندھ دیئے گئے تاکہ افراد کی کثرت کندھے دینے کی خواہش پوری کر سکے۔

نمازِ جنازہ

امیر ملت، قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پیر ومرشد کے پوتے حضرت صاحبزادہ محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین دربار عالیہ چورا شریف تشریف لے آئے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ اکبر سراج الملت پیر سید محمد حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست پر انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد ازاں جنازہ کو اس جگہ لایا گیا جہاں روضہ کیلئے جگہ کا انتخاب کیا گیا تھا۔ جسدِ مبارک کو صندوق میں رکھ کر لحد میں اتارا گیا مگر صندوق کو بند نہیں کیا گیا تاکہ جو عقیدت وارادت مندرہ گئے ہیں وہ بھی دیدار کی سعادت حاصل کر سکیں۔ جب زیارت کا سلسلہ بند ہوا تو صندوق بند کر کے لحد مکمل کر دی گئی۔

تیسرے روز قل شریف میں ان گنت عقیدت وارادت مندوں اور یارانِ طریقت نے شرکت کی۔ سیالکوٹ سے پانچ بوری بھنے ہوئے چنے منگوائے گئے جن پر کئی لاکھ مرتبہ قل شریف اور کلمہ شریف پڑھا گیا۔ خلقت اس قدر زیادہ تھی کہ قل شریف کا تبرک کئی گھنٹوں تک تقسیم ہوتا رہا مگر ہر ایک کے حصہ میں مٹھی بھر تبرک بھی نہ آیا۔

مسلسل ومتواتر قرآن خوانی

مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں کے طلباء چالیس روز تک دن رات مزار مبارک پر قرآن خوانی میں مسلسل و متواتر مصروف رہے جبکہ ہر جمعرات کو ختم شریف کے بعد ایصالِ ثواب کیا جاتا رہا۔ روزانہ سینکڑوں دیگیں پکتی اور ضرورت مندوں میں تقسیم ہوتی رہیں۔

ایک صاحبِ کمال تھا نہ رہا
آپ اپنی مثال تھا نہ رہا
نہ رہا ایک تھا جو خلق میں فرد
برگزیدہ خصال تھا نہ رہا

اخلاف کرام

ولیوں کے ولی، پیر جماعت علی رحمتہ اللہ علیہ کے تین صاجبزادے اور ایک صاجبزادی تھیں۔ تینوں صاحب زادگان گرامی کو اجازت وخلافت مرحمت فرمائی تھی۔ ان کے مختصر حالات ذیل میں درج ہیں۔

سراج الملت

حضرت الحاج حافظ مولوی سید محمد حسین شاہؒ

سجادہ نشین اول

آپ حضورؒ کے خلف اکبر تھے۔ آپ کی صحیح تاریخ پیدائش کہیں محفوظ نہیں ہے۔ غالباً 1880ء (مطابق 1297ھ) سے قبل ولادت پائی تھی۔ ابتدائے عمر ہی سے ذہانت وفطانت کے آثار پیشانی سے ظاہر ہوتے تھے۔ اور اہل

بصیرت جانتے تھے کہ آپ مناصب بلند پر فائز ہوں گے۔

آپ دو تین مہینے کے تھے کہ بابا جی حضرت فقیر محمد صاحب چوراہی رحمتہ اللہ علیہ علی پور شریف تشریف لائے۔ تو آپ کے چچا حضرت سید صادق علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ آپ کو اپنی گود میں لے کر حضرت بابا صاحبؒ کے خدمت میں لائے۔ اور عرض کیا کہ "اس پر دم کر دیجئے۔ یہ اکثر روتا رہتا ہے۔" حضرت بابا جی صاحبؒ نے دم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "یہ رونے والا بچہ نہیں ہے۔ یہ بڑا مرد ہوگا۔ اور ہمیشہ خوش و خرم رہے گا۔"

حفظ قرآن مجید

جب عمر مبارک سوا چار سال کی ہوگئی تو آپ کو حضرت قاری حافظ شہاب الدین صاحبؒ کی خدمت میں کلام مجید کی تعلیم اور حفظ کے لیے بٹھایا گیا۔ آپ نے بڑی شفقت سے صاحبزادہ صاحب کو پڑھانا شروع کیا۔ اور بہت چھوٹی عمر میں پورا کلام مجید حفظ کرا دیا۔

رمضان کا مہینہ آیا تو حضرت قبلہ عالمؒ کے حکم پر آپ نے تراویح میں سنانا شروع کیا۔ کہیں کسی کو لقمہ دینے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ آپ نے نہایت عمدہ لہجہ میں تحمل، سکون اور ترتیل کے ساتھ پورا قرآن مجید سنایا۔ تمام نمازیوں نے بے حد پسند کیا اور حضرت قبلہ عالمؒ نے بھی خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ اس کے بعد سے معمول تھا کہ آپ ہر سال تراویح میں سنایا کرتے تھے۔ اور حفظ و ضبط اتنا عمدہ تھا کہ مدت العمر کبھی کوئی لغزش نہیں ہونے پائی۔ حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ

آپ کی تلاوت کی خاص طور پر تعریف و تحسین فرماتے اور ارشاد کرتے کہ "صاحبزادہ نہایت اچھا پڑھتا ہے۔ دوسرا کوئی حافظ اتنا عمدہ نہیں پڑھتا۔"

حضرت سراج الملت کا معمول تھا کہ روزانہ نماز فجر کے بعد کلام مجید کھول کر سامنے رکھ لیتے۔ اور کم از کم سوا پارہ ہر روز پڑھتے۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے خود مجھ سے کئی دفعہ فرمایا تھا کہ "شبینہ میں تیرے باپ نے کئی بار پہلی رکعت میں اکیس پارے اور دوسری رکعت میں نو پارے پڑھ کر سلام پھیرا ہے۔"

ابتدائی تعلیم

جب آپ کلام مجید کے حفظ سے فارغ ہو گئے تو آپ کو اسکول میں داخل کرایا گیا۔ علی پور سیداں میں کوٹ والی مسجد میں پانچویں جماعت تک اسکول قائم کیا جا چکا تھا۔ آپ بھی اسی میں پڑھتے رہے۔ اسی کے ساتھ آپ مولوی عبد الرشید صاحب سے فارسی کا سبق لیتے رہے۔ گلستان بوستان اور دوسری ابتدائی کتابیں آپ نے انہی سے پڑھی تھیں۔ قلعہ سوبھا سنگھ میں آٹھویں جماعت تک یعنی مڈل اسکول کھل چکا تھا۔ علی پور سیداں کے پرائمری اسکول کے بعد آپ قلعہ سوبھا سنگھ کے مڈل اسکول میں داخل ہوئے۔ اور وہاں سے آٹھویں جماعت (مڈل) کا امتحان پاس کر کے سند حاصل کی۔ مگر اس دوران بھی مولوی عبد الرشید صاحب سے فارسی کی کتابیں پڑھتے رہے۔

حضرت سراج الملتؒ عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھتے تھے کہ حضرت مولانا مولوی نور احمد صاحب پسروری حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضور نے مولوی صاحب سے کہا کہ صاحبزادہ کا امتحان لو۔ انہوں نے کچھ صیغے دریافت کیے جو صاحبزادہ صاحب نہ بتا سکے۔ حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ محنت نہیں کرتا۔ مولوی صاحب نے جواب دیا۔ ''بچہ ذہین اور محنتی ہے۔ قصور استاد کا ہے کہ ٹھیک ذہن نشین نہیں کراتا۔'' اس کے بعد مولوی صاحب نے الگ لے جا کر صاحبزادہ صاحب کو کچھ صرفی قواعد سمجھائے اور پھر حضرت قبلہ عالم سے عرض کیا کہ اب حضور ان کا امتحان لیں۔ حضور نے جو سوالات کیے صاحبزادہ صاحب نے صحیح جواب دیا۔ اس پر حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ''مولوی صاحب آپ ان کو اپنے ساتھ لے جائیں اور وہیں تعلیم دیں۔''

تحصیل علوم

حضرت الحاج مولانا نور احمد صاحب انجمن نعمانیہ کے صدر اور مدرسہ میں صدر مدرس تھے۔ شیخ بڈھا کی مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ چنانچہ صاحبزادہ صاحب مولوی صاحب کے ہمراہ امرتسر گئے اور اور وہاں ان سے عربی کی درسی کتب پڑھیں۔ علوم وفنون معقول ومنقول کی اکثر کتابیں آپ نے مولوی صاحب ہی سے پڑھی تھیں۔

امرتسر کے قیام میں حضرت صاحبزادہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بڑی محنت اور دلجمعی سے تحصیل علم میں وقت صرف کیا تھا۔ ہماری برادری کے نمبردار جناب سید قائم علی شاہ صاحب نے ایک دفعہ مجھے بتایا تھا کہ ''ہم لوگ ذاتی کام

سے امرتسر گئے ہوئے تھے تو صاجزادہ صاحب سے ملنے شیخ بڈھا کی مسجد میں پہنچے۔ ہم نے دیکھا کہ صاجزادہ صاحب ایک حجرہ میں بیٹھے اپنا سبق یاد کر رہے ہیں۔ مٹی کے لوٹے کے اوپر روٹی رکھی ہے۔ روٹی کا لقمہ توڑ کر نمک مرچ لگا کر منہ میں رکھ لیتے ہیں۔ اور مطالعہ جاری ہے۔ تھوڑی دیر باہر کھڑے ہم یہ شغل دیکھتے رہے اور خوش ہوئے کہ ایسی محنت ہو تبھی اعلیٰ پڑھائی ہو سکتی ہے۔ اچانک صاجزادہ صاحب کی نظر ہم پر پڑی تو فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ محبت اور عزت سے پیش آئے۔ کھانے کی تواضع کی۔ مگر ہم کھانا کھا کے ان کے پاس گئے تھے۔ اس لیے معذرت کر دی۔ اور کہا کہ ہم تو صرف آپ سے ملنے اور آپ کی خیریت معلوم کرنے آئے تھے۔"

سفر دہلی

امرتسر میں تحصیل علم کر چکنے کے بعد آپ دہلی گئے اور وہاں مدرسہ امینیہ میں داخلہ لیا۔ درس نظامیہ کی تمام اعلیٰ کتابیں، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، فلسفہ وغیرہ کی تکمیل آپ نے یہیں کی تھی۔ حضرت سراج الملت فرمایا کرتے تھے کہ" میں نے قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر حضرت مولوی ڈپٹی نذیر احمد صاحب سے پڑھی ہے اور حدیث کی کتابیں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب سے پڑھی ہیں۔

مدرسہ امینیہ میں آپ نے دورۂ حدیث ختم کیا تو دستار بندی کے لیے حضرت مولانا مولوی محمود الحسن صاحب تشریف لائے تھے۔ آپ نے ایک ایک طالب علم کی دستار بندی کی اور سندیں عطا کیں۔ حضرت صاجزادہ صاحب

فطری تواضع وانکسار کے مطابق سب سے پیچھے تھے۔ جب ااپ کی باری آئی تو دستاریں ختم ہو چکی تھیں۔ مولانا محمود الحسن صاحب کو معلوم ہوا کہ اب کوئی دستار نہیں رہی تو انہوں نے اپنی ٹوپی اور دستار اتار کر صاحبزادہ صاحب کی دستار بندی کی۔ اور آپ کی ذہانت و فطانت کی تحسین فرمائی۔ آپ کی سند پر اپنے دستخط ثبت کیے۔ اور آپ کے لیے دعا کی۔ (یہ دستار اور سند اب تک ہمارے پاس محفوظ ہے۔)

ایک دفعہ مولوی محمد عالم صاحب خلیفہ مجاز حضرت سراج الملت کی ہم رکابی میں دہلی گئے ہوئے تھے۔ آپ بازار سے گزرتے ہوئے ایک دکان کے سامنے رک گئے۔ تو مولوی صاحب نے توقف کا سبب دریافت کیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ''دہلی میں تعلیم حاصل کرنے کے دوران میں اکثر و بیشتر رات کو اس دکان کے تختہ پر بیٹھ کر کتابوں کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔ بازار کی روشنی میرے پڑھنے کے لیے کافی ہوتی تھی۔ دیر تک مطالعہ جاری رکھنا اس لیے آسان ہوتا کہ میں سوچتا کہ اگر مجھے نیند آئی تو تھڑے (تختہ) سے نیچے سڑک پر گر پڑوں گا۔ اس اندیشہ میں نیند نہیں آنے پاتی تھی۔ اور میں راگ گئے تک مطالعہ میں مصروف رہتا تھا۔

تحصیل علم طب

قیام دہلی کے زمانے میں حضرت صاحبزادہ نے حکیم اجمل خان صاحب مرحوم کے طبیہ کالج میں داخلہ لے کر طب کی بھی باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی۔ حکیم

اجمل خاں صاحب آپ کو اپنے لائق شاگردوں میں شمار کرتے تھے۔ دہلی کے یونانی طب سے تعلق رکھنے والے ادارے آپ کی طبیبانہ حیثیت سے بخوبی واقف تھے۔ چنانچہ ہمدرد دواخانہ دہلی سے جو اشتہارات، فہرستیں اور کتابچے آتے رہتے تھے، ان پر آپ کے نام کے ساتھ حکیم بھی لکھا ہوتا تھا۔ حضرت کی خدمت میں جو بیمار تعویذ کے لیے آتے تھے، آپ انہیں تعویذ کے ساتھ دواؤں کا نسخہ بھی عطا فرماتے تھے۔ علاج پرہیز کی بابت تاکید فرماتے۔ اور ضروری ہدایت کی پابندی پر زور دیتے تھے۔ دیگر شدید امراض کے علاوہ اٹھرا جیسے موذی مرض کے لیے بھی آپ نسخہ تجویز کر کے دیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ نارووال کے اسٹیشن پر حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ دستر خوان پر سیالکوٹ کا ڈپٹی کمشنر بھی دعوت میں شریک تھا۔ حضرت بڑے صاحب زادہ صاحب نے ڈپٹی کمشنر کو ہدایت فرمائی کہ ''پلاؤ پہ دہی ڈال کے کھاؤ۔ دہی پلاؤ کا مصلح ہے۔'' اس پر حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا کہ ''بھئی صاحبزادے نے طب پڑھی ہے میں نے نہیں پڑھی۔ سب لوگ ان کی ہدایت پر عمل کرو۔ اور پلاؤ کے ساتھ دہی ضرور استعمال کرو۔''

عربی فارسی پر کامل عبور

حضرت سراج الملت رحمتہ اللہ علیہ کو عربی فارسی پر ایسا کامل عبور حاصل تھا کہ تحریر و تقریر میں اہل زبان جیسی لسانی مہارت حاصل رہی۔ اور تمام عمر کبھی بول چال میں کوئی رکاوٹ نہ آئی۔ دوسرے مذہب والوں سے آپ کو اکثر تحریری

مناظروں کے مواقع حاصل ہوئے۔ ان کی تحریر میں آپ نے ہمیشہ غلطیاں نکالیں۔ اور وہ کبھی توجیہہ وتاویل نہ کر سکے۔ مگر آپ کی تحریر میں ان کو نکتہ چینی اور خردہ گیری کی جسارت نہ ہوئی۔ آپ نے بار بار چیلنج بھی کیا مگر معاندین کو چپ سادھ جانے ہی میں عافیت نظر آئی۔

ایک دفعہ مولوی گلام رسول صاحب گوہر کے چچا صاحب کے گاؤں والے آپ کو اہل حدیث سے مناظرہ کرنے کے لیے اپنے گاؤں لے گئے۔ آپ نے ان کے اعتراضات کے جواب اور پھر اپنی طرف سے کچھ سوالات عربی زبان میں مدلل لکھ کر اس جماعت کے علماء کے پاس بھیجے اور مطالبہ کیا کہ عربی ہی میں جواب لکھ کر دو۔ آپ کی فصیح و بلیغ عربی دیکھ کر وہ لوگ راتوں رات وہاں سے بھاگ نکلے۔ آپ نے حسب عادت لوگوں کی ہدایت کے لیے مجمع میں تقریر فرمائی۔ جس سے بہت لوگ صحیح العقیدہ بن گئے۔

ایک بار جامع ازہر کے ایک استاد مصر سے علی پور سیداں آئے۔ بعض مسائل پر ان سے اختلاف ہوا تو مستقل بحث اور مناظرہ ہونے لگا۔ تین دن تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ حضرتؒ اس دوران برابر عربی میں گفتگو فرماتے رہے۔ مدرسہ کے اساتذہ وطلبہ محفل میں موجود ہوتے اور ان علمی مباحث سے استفادہ کرتے۔ آپ نے دلائل و براہین سے حنفی مسلک کی صحت اور افادیت ثابت کی۔ اور ان مصری عالم کو قائل کر دیا۔ آپ کی فصیح اور شستہ عربی گفتگو پر ان عربی عالم کو سخت حیرت تھی۔ آخر انہوں نے دریافت کیا کہ آپ نے ملک عرب میں کتنی مدت گزاری ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حج کے زمانے کے علاوہ مجھے کبھی وہاں رہنے کی

عزت حاصل نہیں ہوئی۔ ان عرب کو حیرت تھی کہ پھر آپ ہندوستان میں رہتے ہوئے کیونکر اتنی عمدہ لسانی مہارت بہم پہنچا سکے ہیں۔

کتابوں کا شوق

1932-33ء کے حج کے موقع پر آپ حرمین الشریفین تشریف لے گئے۔ تو جہاں دوسرے لوگوں نے ڈھیروں تبرکات اور تحفے خریدے، آپ نے لاتعداد عربی کتابیں خرید فرمائیں۔ اور پیٹیاں بھر کر علی پور لائے۔ جو کتابیں ہندوستان میں نایاب اور کمیاب تھیں خاص طور پر آپ نے انہی کی خریداری کا اہتمام فرمایا تھا۔ مثلاً منصوص سرخسی، فتح القدیر بحر الرائق، شیخ زادہ، عینی، قسطلانی (شروح بخاری) تفسیر روح المعانی، تفسیر روح البیان، تفسیر ابن جریر وغیرہ۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز آپ کے اس شوق کی بڑی قدر کرتے تھے۔ کئی بار تحسین و آفرین کے کلمات زبان مبارک سے ادا ہوئے ہیں۔ ایک بار فرمایا تھا کہ ''لوگ ایسے تبرکات خریدتے ہیں جو فنا ہو جاتے ہیں۔ صاحبزادہ نے ایسی چیزیں خریدی ہیں جن کو بقا ہے۔'' حضرت سراج الملت خود بھی اپنی اس سعی مشکور کا تذکرہ فخر کے ساتھ کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ''میں نے ایسی کتابیں جمع کر دی ہیں جو باقیات الصالحات کی مصداق ہیں۔'' حضرت قبلہ عالمؒ نے کتابوں کی کثرت دیکھ کر یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ ''صاحبزادہ نے تو مکہ شریف کے تمام کتب خانے خرید لیے ہیں۔''

مدرسہ نقشبندیہ

حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے دینی کارناموں میں ذکر آچکا ہے کہ آپ نے علی پور سیداں میں مدرسہ نقشبندیہ قائم کیا تھا جو بحمد اللہ اب تک بخیر وخوبی خدمات دینی وعلمی انجام دے رہا ہے۔

جب حضرت سراج الملت تحصیل علوم کے بعد علی پور سیداں واپس آئے تو آپ نے مدرسہ کا تمام انتظام وانصرام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ آپ ہی اس کے مدرس اعلیٰ تھے اور آپ ہی مہتمم۔ ابتداء میں تن تنہا تمام طلبہ کو اعزازی طور پر درس دیا کرتے تھے۔ بتدریج یہ مدرسہ اس قدر مشہور ومعروف ہو گیا کہ بنگال، مدارس، دکن، ایران، اور بخارا سے بھی طالب علم آنے لگے۔ جن طلبہ کی مادری زبان فارسی ہوتی تھی ان کو آپ فارسی ہی میں درس دیتے تھے۔

طلبہ کی تعداد بڑھ گئی اور کام زیادہ ہو گیا تو کانپور سے مولوی محمد یوسف صاحب کو بلوایا گیا۔ بعد میں دو تین اور مدرسوں کا بھی اضافہ ہوا۔ لیکن دوسرے مدرسوں کے آجانے کے بعد بھی حضرت خود صدر مدرس کی حیثیت سے تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آپ عموماً اعلیٰ درسی کتب کا درس دیتے تھے۔ آپ کو تدریس کا ایسا ملکہ تھا کہ مشکل سے مشکل مسائل بہت آسانی سے طلبہ کے ذہن نشین فرما دیتے تھے۔ اسی لیے منتہی اسباق کے طلبہ آپ کے علاوہ کسی دوسرے سے سبق لینے کے روادار نہ ہوتے تھے۔ حدیث، فقہ، منطق، فلسفہ، ہیئت، عقائد، معانی وبیان، ادبیات جملہ علوم کی تدریس میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ اور

یکساں مہارت واعتماد کے ساتھ درس دیتے تھے۔

طلبہ کے قیام، طعام، صحت، ورزش وغیرہ کی تفصیلات پہلے آچکی ہیں اس لیے مزید تکرار سے احتراز کیا جاتا ہے۔

فتویٰ نویسی

حضرت سراج الملت جلیل القدر عالم، محدث اور فقیہ تھے۔ اس لیے فتویٰ نویسی کی خدمت بھی آپ ہی سے متعلق تھی۔ آپ مشکل سے مشکل مسائل پر قلم برداشتہ فتویٰ لکھ دیتے تھے۔ حدیث وفقہ کی کتابوں پر ایسا عبور حاصل تھا کہ آپ کے فتوے قوی اور مضبوط دلائل سے حوالہ جات کے مطابق مزین ہوتے تھے۔ جن سے انحراف کی مجال ممکن نہ تھی۔ عدالتوں میں بھی ان پر اعتماد کیا جاتا اور ان سے سند لی جاتی تھی۔ علم الفرائض بہت مشکل چیز ہے مگر آپ کو اس میں بھی کامل مہارت حاصل تھی۔ میراث کے مسائل کا جواب برجستہ دیتے اور ترکہ کی تقسیم کے معاملات مدلل طور پر قرآن وحدیث کی روشنی میں فوراً حل فرما دیتے تھے۔

ایک دفعہ فیصل آباد میں دو اجنبی شخص حاضر ہوئے۔ انہوں نے میراث کا ایک فتویٰ پیش خدمت کر کے رائے معلوم کی۔ آپ نے فتویٰ پڑھ کر ارشاد کیا کہ ''مولوی یونس نے ترکہ کی تقسیم غلط کی ہے۔ صحیح تقسیم یوں نہیں یوں ہوگی۔'' قلم اٹھا کر اسی کاغذ پر تصیح فرما دی۔ اور ارشاد فرمایا کہ جاؤ مولوی یونس کو دکھا دو۔ مولوی یونس نے پڑھا تو دریافت کیا کہ ''حضرت نے کتابوں سے دیکھ کر تصیح کی ہے یا زبانی۔'' ان اشخاص نے جواب دیا کہ ''وہاں تو کوئی کتاب بھی سامنے موجود

نہ تھی۔" مولوی یونس کو آپ کے فاضل اجل ہونے کی تائید کرنی پڑی۔

ایک بار حضرت کلکتہ تشریف لے گئے۔ وہاں اس وقت ایک طلاق کے مسئلہ نے سب کو پریشان کر رکھا تھا۔

ایک شخص کو اپنی بیوی کی ہنڈیا چاٹنے کی عادت سے نفرت تھی اسے بار بار منع کر چکا تھا کہ ہنڈیا نہ چاٹا کر مگر وہ باز نہ آتی تھی۔ آخر اس نے غصے میں اپنی بیوی سے کہا کہ "اب اگر تو نے ہنڈیا چاٹی تو تجھ پر طلاق۔" عورت بھی غصے میں تھی اور اس نے ضد میں ہنڈیا چاٹنی شروع کر دی۔ اس طرح طلاق واقع ہو گئی۔ غصہ رفع ہونے کے بعد اس شخص کو افسوس ہوا اور اس نے مفتیوں سے رجوع کیا تو سب نے کہا کہ اس کی بیوی کو طلاق ہو گئی۔ انہی دنوں آپ کلکتہ پہنچے۔ اس شخص نے آپ سے رجوع کیا۔ آپ نے اس کی بیوی سے دریافت فرمایا "تم نے ہنڈیا کس طرح چاٹی ہے۔" اس نے جواب دیا "یوں۔ انگلی سے پونچھ پونچھ کر۔" آپ نے فرمایا "جا تجھ کو طلاق نہیں ہوئی۔ تو نے اپنی انگلی چاٹی ہے ہنڈیا نہیں چاٹی۔" کلکتہ کے دوسرے علماء آپ کی فراست و ذہانت کی یہ مثال دیکھ کر حیران رہ گئے۔

تقویٰ

حضرت جتنے جلیل القدر عالم تھے اسی کے مطابق آپ کو اتباع شریعت اور پابندی سنت کا اہتمام ملحوظ ہوتا تھا۔ محرمات اور مکروہات کا تو ذکر ہی کیا ہے، آپ مباح چیزوں میں بھی شبہ کی صورت میں احتیاط برتتے تھے۔ کبھی کسی مشتبہ کام کو

ہاتھ نہیں لگایا۔ اور ہمیشہ تقویٰ پر کاربند رہے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے معمولات اور معاملات میں پابندی شریعت اور اتباع سنت کا ذکر تفصیل سے آیا ہے، حضرت کے حیات طیبہ میں بھی اسی کا کامل پرتو نظر آتا تھا۔ شریعت و سنت پر عمل آپ کی سرشت بن چکا تھا۔ اس سے سرموانحراف کا کبھی تصور بھی نہیں ہوسکتا تھا۔

زمینوں کی دیکھ بھال اور اہتمام وانصرام حضرت سے متعلق تھا۔ کچہری، دیوانی ہو یا مال کی۔ وہاں احتیاط بہت مشکل ہوتی ہے۔ مگر آپ نے کبھی غیر شرعی عمل کا سہارا نہ لیا۔ آپ کو ان معاملات میں بڑی بڑی مشکلات بھی پیش آئیں مگر کبھی پیشانی پر بل نہ آیا۔ اور ہرگز کسی ناروا اقدام کو جائز نہ سمجھا۔

تحصیلدار، پٹواری اور دوسرے عملہ کے ساتھ روزانہ کام پڑتا تھا۔ یہ لوگ بغیر رشوت کے کب قابو میں آتے ہیں۔ مگر آپ نے پوری زندگی میں رشوت کو کبھی مقصد برآری کا ذریعہ نہیں بنایا۔ بہت سے نیاز مند اکثر عرض کرتے کہ مقدمہ میں فلاں رکاوٹ دور کرنے کے لیے رشوت بغیر چارہ نہیں۔ مگر آپ فرماتے کہ "مجھے حلال وحرام کی تمیز کا علم حاصل ہے۔ میں حرام تو کیا مشتبہ کام بھی نہیں کروں گا۔ آگے اللہ کارساز ہے۔" چنانچہ رب تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ کے تمام کام بخیر وخوبی تکمیل پاتے اور لوگ حیران ہوتے کہ ایسا کیونکر ممکن ہوا۔

جب والی زمین کا معاملہ بہت الجھ گیا۔ یہاں تک کہ علی اکبر خان وزیر تعلیم اور علی شیر خان ممبر اسمبلی سے مقابلہ آپڑا۔ تو مولوی قطب الدین جیسے

بزرگ نے میرے سامنے حضرت سے عرض کیا کہ ''رشوت دے کر اپنا حق حاصل کرنے کو فقہا نے جائز لکھا ہے۔'' مگر آپ کئی گھنٹے تک مولوی صاحب سے بحث فرماتے رہے۔ ان کے دلائل رد کرتے اور صحیح مسئلہ بیان فرماتے۔ حوالہ جات نقل فرماتے اور مولوی صاحب کو قائل کرتے کہ رشوت کا سہارا لینا ہر حال میں ناجائز ہے۔ آخر تنگ آ کر مولوی صاحب نے عرض کیا ''اگر آپ رشوت نہ دیں گے تو زمین ملنی ناممکن ہے۔'' آپ نے فرمایا کہ ''مولوی صاحب اگر آپ دلائل سے رشوت دینی جائز ثابت کر دیں تو بھی میں ہرگز ہرگز رشوت نہیں دوں گا۔'' مولوی صاحب نے کہا ''تو پھر زمین بھی آپ کو نہیں مل سکتی۔'' آپ نے جواب دیا۔ ''زمین ملے یا نہ ملے میں رشوت ہرگز نہیں دوں گا۔''

مولوی صاحب حیران رہ گئے۔ انہوں نے آپ کے پاؤں پکڑ لیے اور عرض کیا کہ ''آپ کی زمین کہیں نہیں جا سکتی۔'' حضرت نے فرمایا ''مولوی صاحب یہ کیا۔ ابھی تو آپ کچھ اور کہہ رہے تھے اور ابھی زبان بدل لی۔'' مولوی صاحب نے کہا ''جب آپ کو اپنے اللہ پر اتنا اور ایسا اعتماد ہے کہ آپ اس کے بھروسے پر اپنی جدی جائیداد کو لات مارنے پر آمادہ ہیں۔ مگر رشوت کا سہارا کسی عنوان منظور نہیں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی آپ کو جدی جائیداد سے محروم نہیں ہونے دے گا۔''

نتیجہ سب کے سامنے ہے کہ باوجود ہر قسم کے اثرات اور مخالفانہ کارگزاریوں کے بالآخر حضرت ہی کو کامیابی ہوئی اور فیصل آباد کی زمین ہماری

ملکیت میں برقرار رہی۔

ڈاکخانہ کا سود

حضرت نے قلعہ سوبھا سنگھ کے ڈاکخانہ میں مدرسہ کا روپیہ جمع کر رکھا تھا۔ اس رقم کو جمع کیے ہوئے مدت گزر چکی تھی۔ ایک دفعہ حضرت نے مولوی محمد اسماعیل سے کہا کہ ذرا قلعہ سوبھا سنگھ جا کر پوسٹ ماسٹر سے معلوم کر کے آؤ کہ اس وقت تحویل میں کتنی رقم ہے۔ پوسٹ ماسٹر نے مولوی صاحب کو بتایا کہ ابتداء میں حضرت نے گیارہ ہزار روپیہ جمع کیے تھے۔ اس پر ہر سال سود چڑھتا رہا۔ اب سود کی رقم بائیس ہزار ہو گئی ہے۔ اتنی بڑی رقم ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ ضرور وصول فرما لیں۔ مولوی اسماعیل صاحب نے کہا میں یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ حضرت کے سامنے ایسا عرض کروں۔ پوسٹ ماسٹر نے کہا اچھا میں خود آ کر عرض کروں گا۔

اس واقعہ سے اگلے روز پوسٹ ماسٹر مجھ سے ملا۔ حضرت فیصل آباد تشریف لے جا چکے تھے۔ اس نے مجھے تفصیل بتائی۔ تو میں نے جواب دیا کہ حضرت تحریر دے چکے ہیں کہ ہم سود کی رقم نہیں لیں گے۔ اس نے کہا اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اب دوسری تحریر دے دیں کہ میں یہ رقم وصول کروں گا۔ میں فیصل آباد گیا تو میں نے ساری تفصیل حضرت سے عرض کی۔ آپ نے ساری گزارش سنی مگر پسند نہ فرمایا۔ اور کہا کہ ''ہم ایک دفعہ لکھ کر دے چکے ہیں کہ ہمیں سود نہیں لینا ہے۔ بار بار اس بکواس کی کیا ضرورت ہے۔'' چنانچہ ضرورت

پڑنے پر آپ نے صرف اپنی جمع کردہ رقم وصول کی۔ اور سود کا ایک پیسہ بھی لینا گوارا نہیں کیا۔

مسجد نور کے پتھر ''سنگ مرمر'' کی خرید

حضرت بذات خود مکرانہ تشریف لے گئے اور وہاں سے مسجد نور کے لیے سنگ مرمر خرید فرمایا۔ مکرانہ سے چھوٹی لائن آتی ہے اور پھر پنجاب کے لیے بڑی لائن بدلتی ہے۔ اسٹیشن ماسٹر نے کہا کہ چھوٹی لائن سے بڑی لائن پر سامان اتارنے لادنے کا کام بغیر رشوت کے نہیں ہوگا۔ حضرت نے فرمایا یہ ریل والوں کی ذمہ داری ہے۔ ہم اس کام کا کچھ بھی نہیں دیں گے۔ اس نے صاف جواب دے دیا کہ پھر پتھر بھی نہیں جائے گا۔ آپ نے فرمایا ''یہ خانہ خدا کا پتھر ہے ضرور جائے گا۔''

چنانچہ آپ پتھر چھوڑ کر دہلی چلے آئے۔ اور ریل کے بڑے افسروں سے مل کر تمام معاملہ ان کے گوش گزار کیا۔ افسران نے اس اسٹیشن ماسٹر کو فوراً وہاں سے تبدیل کر کے دوسرے کو وہاں تعینات کیا۔ اور ساتھ ہی حکم جاری کیا کہ ان کا خرید کردہ پتھر فوراً روانہ کیا جائے۔ چنانچہ مسجد کی تعمیر کا پتھر بخیر و خوبی علی پور سیداں پہنچ گیا۔

جود و سخا

حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی مانند آپ بھی بڑے سخی اور جواد تھے۔ یتیموں اور بیوہ عورتوں کی خاص طور پر خبر گیری فرماتے تھے۔ اور ان کی نقد و جنس

کی تمام ضرورتیں فراہم کرتے رہتے تھے۔ اس پرطرہ یہ کہ عام طور پر دوسروں کو خبر بھی نہیں ہونے دیتے تھے۔ اسی طرح مدرسہ کے طلبہ کی ہر قسم کی ضروریات کا اہتمام فرماتے تھے۔ تاکہ طلب علم میں ان کو کسی طرح کی تلیف نہ ہونے پائے۔ ان تمام کاموں میں جو روپیہ صرف ہوتا اس کا علم خدا کے علاوہ کسی کو نہیں ہوتا تھا۔

ایک دفعہ آپ بھی حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ حج کو گئے ہوئے تھے۔ مدینہ منورہ میں حضرت قبلہ عالم نے ایک دن مولوی ضیاء الدین صاحب سے دریافت کیا کہ ''آپ نے صاجزادہ سے ملاقات کی۔'' مولوی صاحب نے جواب دیا۔ ''جی ہاں! ملاقات ہوئی۔ میں ان سے مل کر بہت خوش ہوا وہ بڑے عالم اور فاضل ہیں۔ آپ کے صحیح جانشین ہوں گے۔'' حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''مولوی صاحب! بعض باتوں میں وہ مجھ سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ میں کسی کو کچھ دیتا ہوں تو لوگ ایک کے چار کر کے بتاتے ہیں، مگر وہ دائیں ہاتھ سے دیتا ہے تو بائیں کو خبر نہیں ہونے دیتا۔''

ملی خدمات

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کی سیرت کے بیان میں دینی، ملی، فلاحی خدمات کا ذکر آیا ہے۔ ان تمام تحریکوں میں حضرت سراج الملت برابر شریک رہے۔ انجمن خدام الصوفیہ، فتنہ ارتداد، تحریک خلافت، سارداا ایکٹ، تحریک قیام پاکستان، اور دوسری تعلیمی، دینی اور ملی خدمات میں آپ ہی تمام انتظامات کے ذمہ دار ہوا کرتے تھے۔ کسی تحریک کے ناظم اعلیٰ، کسی کے خازن اور کسی کے مہتمم

بنتے۔ اور اپنے فرائض پوری تن دہی اور جاں فشانی سے انجام دیتے تھے۔

اس سلسلے میں آپ کو اطراف و اکناف ملک کے طویل دورے بھی کرنے پڑتے تھے۔ آپ بخوشی دوروں پر جاتے۔ دور دراز علاقوں کے سفر فرماتے۔ ہر جگہ عام دینی تبلیغ اور پند و موعظت کے ساتھ دوسرے قومی کام بھی انجام دیتے۔ ہر جگہ سلسلہ عالیہ کی توسیع اور توثیق فرماتے اور یاران طریقت کی ظاہری و باطنی اصلاح کرتے۔ اس ذیل میں آپ نے بار بار مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک سارے ملک کے دورے فرمائے ہیں۔ ان تمام سفروں میں اپنا ہی نہیں، ہمراہیوں کے سفر و حضرت کے اخراجات کا بار آپ خود اٹھاتے تھے اور کبھی کسی کو خبر بھی نہیں ہوئی کہ کس دورے پر کتنی خطیر رقم خرچ ہوئی ہے۔

حساب فہمی میں اہتمام

دربار شریف کے کاروبار اور زمینوں کے انتظامات آپ سے متعلق تھے۔ مدرسہ کے اہتمام کا ذکر پہلے آچکا ہے کہ اس کے بھی آپ پوری طرح کفیل ہوتے تھے۔ حساب کتاب کے معاملے میں اور لین دین میں آپ پوری احتیاط برتتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی اس بارے میں پور احتاط رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔

ایک دفعہ فیصل آباد میں آپ نے گھر کے لیے سبزی ترکاری خریدنے کے لیے روپیہ دیا۔ واپس آکر لانے والے نے آپ کو حساب نہیں بتایا۔ آپ نے حساب کیا تو معلوم ہوا کہ ڈھائی آنے بچے ہوں گے۔ دریافت فرمایا کہ "بچے ہوئے پیسے کس کے پاس ہیں، لا کے دو۔ آج کل لوگ پیسے کے معاملے

میں بے پرواہی کرنے لگے ہیں۔ حلال وحرام میں تمیز لازم ہے۔''

ماموں صاحب پیر سید علی حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ آپ کی کچھ کاروباری شرکت تھی۔ آخری دفعہ جب ماموں صاحب نے حساب بیباق کیا اور کاغذات بھیجے تو آپ نے ان کی پڑتال کی۔ معلوم ہوا کہ دو آنے زیادہ آ گئے ہیں۔ آپ نے ماموں صاحب کو واپس کیے۔ ماموں صاحب وہ دو آنے پا کر بہت خوش ہوئے۔ ان کو آنکھوں سے لگایا اور فرمایا کہ ''صاجبزادہ صاحب ہمیشہ سے پیسے کے معاملے میں بے حد محتاط ہیں۔ حساب میں کبھی ایک پیسے کی بھول چوک بھی ان کو گوارا نہیں ہوئی۔ یہ ان کے ولی اللہ ہونے کا پکا ثبوت ہے۔''

عادات کریمہ

حضرت بڑے متواضع اور حلیم الطبع بزرگ تھے۔ ہر ایک سے شفقت اور نرمی سے پیش آتے تھے۔ طبیعت میں بڑی سادگی تھی، جس کا اظہار لباس اور غذا وغیرہ میں ہوتا تھا۔ آپ نہایت سادہ کھانا تناول فرماتے تھے۔ مگر گوشت اور انڈا مرغوب تھا۔ ویسے جو سامنے لایا جاتا بے تامل تناول کرتے۔ آپ کو غصہ نہیں آتا تھا کسی نے کبھی آپ کو برا بھلا کہتے اور سخت الفاظ استعمال کرتے نہیں دیکھا۔ اگر آپ کو کسی کی کوئی بات بہت زیادہ ناگوار ہوتی تو صرف اتنا فرماتے ''تو جانور ہے۔'' یا کہتے ''تو چول ہے۔''

قیافہ شناس سے ملاقات

حضرت کے خادم خاص سائیں محمد علی بیان کرتے تھے کہ ''ایک دفعہ سفر میں جس ڈبے میں حضرت سفر کر رہے تھے ایک انگریز بھی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ انگریز اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پاس آیا اور پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں۔ میں نے بتایا کہ یہ پیر پادری ہیں۔ اس پر اس نے بتایا کہ ''میں قیافہ شناسی میں بڑی مہارت رکھتا ہوں۔ آج کل سیاحت پر ہندوستان آیا ہوں۔ میں نے ان کے قیافہ سے سمجھا کہ یہ بڑے عالم، دانشمند اور بزرگ آدمی ہیں۔ میں نے اس طرح کا قیافہ شاذ ہی دیکھا ہے۔''

حضرت نے سائیں محمد علی کو آواز دے کر پاس بلایا اور تنبیہ کی کہ کیوں باتوں میں وقت ضائع کر رہا ہے۔ تھوڑی دیر میں حضرت کی آنکھ لگ گئی تو محمد علی پھر اس انگریز سے باتیں کرنے لگے۔ اس انگریز نے کہا ''میرا علم مجھے بتاتا ہے کہ یہ صاحب کرامات بزرگ ہیں، اور ان سے لوگوں کو بہت فائدے پہنچیں گے۔''

شادی اور اولاد

حضرت کی شادی آپ کے تایا حضرت پیر نجابت علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ آپ بڑی عابدہ اور متقی خاتون تھیں۔ سلیم الطبع اور خوش مزاجی سے آراستہ تھیں۔ گھر بھر میں سب کی خیر خبر رکھتی اور امداد و اعانت پر آمادہ رہتی تھیں۔ میں نے اپنے ہوش کے زمانے میں ان کو دو بجے رات کے

بعد کبھی سوتے نہیں دیکھا۔ عنفوان عمر سے آخر تک آپ نے کبھی تہجد کی نماز قضا نہیں ہونے دی۔ رحمتہ اللہ علیہا۔

حضرت کے کچھ بچے طفولیت میں وفات پا گئے تھے۔ جنہوں نے بڑی عمر پائی صرف تین تھے۔ سید اختر حسین، سید انور حسین اور سردار فاطمہ

برادرم حضرت الحاج سید انور حسین شاہ عالم دین، حافظ قرآن اور متقی، پرہیز گار شخص تھے۔ ہمیشہ مسجد جا کر جماعت سے نماز ادا کرتے تھے۔ تہجد کی نماز کبھی قضا نہیں ہونے دی۔ اسی لیے سفر سے احتراز فرماتے اور زیادہ تر گاؤں ہی میں رہتے تھے۔ تاکہ نماز با جماعت اور تہجد کی ادائیگی میں خلل کا اندیشہ نہ آئے۔ چار دفعہ آپ نے حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ نبوی کی سعادت حاصل کی۔ آپ زیادہ وقت روضہ شریف کی خدمت اور لوگوں کی مقصد برآری میں صرف کرتے تھے۔ ۱۹۷۲ء میں بیمار ہوئے۔ ابتدا میں آپ نے بیماری کی فکر نہ کی۔ آخر تکلیفیں بڑھتی گئیں۔ لاہور لے جائے گئے۔ پورے اہتمام سے علاج معالجہ کیا گیا۔ لیکن وقت آ گیا تھا۔ طویل بیماری کے بعد ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۲ء کو لاہور میں وفات پائی اور علی پور سیداں لا کر روضہ شریف کے شمال مشرقی گوشہ کے حجرے میں والدہ صاحبہ کے برابر دفن کیے گئے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

آپ کی یادگار صرف ایک صاحبزادے سید منور حسین شاہ ہیں۔ آپ نے اپنا سارا نقد سرمایہ آخری وصیت کی رو سے مدرسہ نقشبندیہ کو دے دیا تھا۔ اسی طرح اپنی زر خرید آٹھ ایکڑ زمین بھی مدرسہ کو عطا کر دی تھی۔

بڑے صاحبزادہ حضرت الحاج سید اختر حسین شاہ صاحب قبلہ جوہر ملت

جلیل القدر عالم دین اور فصیح البیان خطیب ہیں۔ آپ نے عربی، فارسی کی مکمل تعلیم حاصل کی اور درس نظامیہ کے بعد دورۂ حدیث ختم کیا۔ آپ دربار شریف میں امور خانہ داری اور زمینداری کے مہتمم اعلیٰ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی لیے آپ کا زیادہ وقت انتظامات کی نذر ہو جاتا ہے۔ مگر اس پر بھی آپ کی تبلیغ وارشاد کے مشاغل جاری رہتے ہیں۔ اور فتویٰ نویسی میں آپ مفتی مدرسہ کی رہنمائی بھی فرماتے رہتے ہیں۔

تبلیغی اور مذہبی جلسوں میں بھی آپ شرکت فرماتے ہیں۔ اور حاضرین بڑے شوق سے آپ کے عالمانہ اور مدلل خطبات سنتے اور فیض حاصل کرتے ہیں۔ اس کتاب میں حضرت قبلہ عالمؒ کے ہمراہ آپ کی سفروں کا جابجا ذکر آیا ہے۔ اسی طرح انجمن خدام الصوفیہ اور دوسری ملی اور دینی خدمات کے سلسلے میں آپ کی کارگزاریاں بیان میں آئی ہیں۔ ان سے آپ کے حالات کا کم وبیش اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

آپ حلیم الطبع، متواضع اور مہمان نواز بزرگ ہیں۔ فیاضی طبعی اور سیر چشمی کے ساتھ حزم واحتیاط، معاملہ فہمی اور دور اندیشی کی صفات سے آراستہ ہیں۔ دور دور سے لوگ اپنی مشکلات اور معاملات میں مشورہ اور رہنمائی حاصل کرنے آتے ہیں۔ اور آپ بڑی بردباری اور دانشمندی سے ان کو اپنے مشوروں سے سرفراز کرتے اور ان کی اعانت فرماتے ہیں۔ آپ کی عمر اس وقت تریسٹھ سال ہے۔ آپ نے دو حج کیے ہیں۔ (مدظلہ العالی)

آپ کی شادی آپ کے ماموں پیر سید علی حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ آپ کے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔

صاحبزادہ سید اشرف حسین شاہ صاحب، صاحبزادہ سید افضل حسین شاہ صاحب، صاحبزادہ سید خورشید حسین شاہ صاحب، صاحبزادہ سید ذاکر حسین شاہ صاحب اور صاحبزادہ سید مظفر حسین شاہ صاحب، عابدہ بی بی اور شاہدہ بی بی۔

حافظ پیر سید اشرف حسین شاہ صاحب کی شادی حضرت حاجی حافظ پیر سید نذر حسین شاہ صاحب کی صاحبزادی مسرت فاطمہ سے ہوئی ہے۔ صاحبزادہ اشرف شاہ صاحب دربار شریف کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ اور مہمانوں کی خاطر مدارت خاص دلچسپی کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ حضرت الحاج حافظ صاحبزادہ سید افضل حسین شاہ صاحب عالم دین فاضل اجل اور بڑے شیریں بیان خطیب ہیں۔ نیز عابد و زاہد، خوش اخلاق، بلند کردار اور صفات حسنہ سے آراستہ جوان صالح ہیں۔ ایک بلند پایہ عالم اور دل پسند خطیب ہونے کے لحاظ سے آپ کو دور دور سے بلاوے آتے رہتے ہیں۔ اور آپ بھی اپنے مواعظ حسنہ سے لوگوں کو فیض یاب کرنے اور تبلیغ و ارشاد کے لیے طویل سفر فرماتے رہتے ہیں۔ آپ فارغ التحصیل اور عالم فاضل نوجوان ہیں۔ مدرسہ نقشبندیہ اور اس کا کتب خانہ آپ کی نگرانی میں ہے۔ آپ کتابوں کی حفاظت اور ترتیب وغیرہ میں بڑی دلچسپی لیتے ہیں۔ لیکن یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ ایسے قیمتی کتب خانہ کے لیے مناسب اور وسیع جگہ میسر نہیں ہے۔ خدا حالات سدھارے تو حضرت صاحبزادہ صاحب بھی کتب خانہ سے متعلق اپنی حیثیت اور صلاحیت کا پورا مظاہرہ فرما سکیں۔ حضرت افضل حسین شاہ صاحب کی ایک ہی صاحبزادی عزیزہ

فاطمہ ہیں جو 1973ء میں پیدا ہوئی ہیں۔ سلمہا اللہ تعالیٰ۔

مولوی ضیاء الدین مدنی

مولوی ضیاء الدین صاحب مہاجر مدنی کہتے ہیں کہ مختلف ممالک سے بڑے بڑے علماء اور فضلاء روضہ نبویؐ کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ میں ان سے ملتا رہا ہوں۔ مگر میں نے کسی کو حضرت سراج الملتؒ جیسا متبحر عالم نہیں پایا۔ آپ کے علم کے بحرِ ذخار کا اور چھور معلوم ہی نہیں ہوتا۔

مولوی صاحب ہی کا بیان ہے کہ جب حضرت مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو میں آپ کے ہمراہ روضہ نبویؐ پر سلام کے لیے حاضر ہوا۔ سلام پیش کرنے کے بعد میں نے عرض کیا کہ ''حضرت آغا خلیل صاحب تشریف فرما ہیں۔ ان سے بھی مل لیجئے۔'' جواب فرمایا ''جن کی خدمت اقدس میں حاضری مقصود بالذات ہے۔ پہلے اس بارگاہ مقدس میں حاضری دے لوں تو پھر کسی اور سے بھی ملاقات کرلوں گا۔'' چنانچہ آپ دیر تک روضہ شریف پر حاضر رہے اور پھر فرودگاہ پر واپس چلے آئے۔ جب حضرت آغا خلیل صاحب حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی ملاقات کے لیے مولوی ضیاء الدین صاحب کے گھر آئے تو وہ خود ہی حضرت صاحبزادہ صاحب سے ملنے کے لیے آپ کے پاس بھی آئے۔

مولوی محمد اسماعیل

مولوی محمد اسماعیل نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ ''حضور

میرے لیے دعا فرمائیں کہ میں میٹرک (انگریزی) کے امتحان میں کامیاب ہو جاؤں۔'' ارشاد فرمایا پہلے اتنے امتحان دیے تو کبھی دعا نہیں کروائی۔ اب بھی بغیر دعا کے کامیاب ہو جاؤ گے۔''

جس روز نتیجہ آیا میں نے مولوی اسماعیل سے کہا کہ اپنا نتیجہ معلوم کرو۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں پاس ہوں، میرے ڈیڑھ سو میں سے چوراسی نمبر آئے ہیں۔'' میں نے دریافت کیا تمہیں بغیر اخبار دیکھے کیسے معلوم ہو گیا۔ انہوں نے کہا ''رات میں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ''تو پاس ہے۔ تیرے چوراسی نمبر ہیں۔'' اس لیے مجھے اپنی کامیابی میں ذرا بھی شبہ نہیں۔'' میرے اصرار پر وہ قلعہ سوبھا سنگھ جا کر اخبار لائے تو تصدیق ہو گئی۔ بعد میں یونیورسٹی سے نتیجہ کا کارڈ آیا تو اس میں بھی چوراسی نمبر درج تھے۔

مولوی محمد اسماعیل نے 1955ء میں منشی فاضل کا امتحان پاس کیا تھا وہ جب بھی حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کے سلام کے لیے حاضر ہوتے، حضور فرماتے ''یار تو نے منشی فاضل پاس کر لیا مگر محکمہ نے تیری تنخواہ میں اضافہ نہیں کیا۔'' کبھی ارشاد ہوتا۔ ''یار یہ حکومت بڑی بے انصاف ہے تمہیں اب تک کوئی پیسہ نہیں دیا۔'' اس زمانے میں یہ قانون نہ تھا کہ منشی فاضل پاس کرنے پر بھی ایک ترقی زائد دی جائے گی۔ حضرت سراج الملت ؒ کے وصال کے بعد 1962ء میں نیا قانون بنا تو ترقی منظور کی گئی۔ چنانچہ مولوی محمد اسماعیل کو ایک دم پانچ ترقیاں مل گئیں۔ اور حضرت سراج املت کا فرمان پورا ہو گیا۔

نواب صاحب ریاست شاہ نور (دکن)

رانا شبیر احمد خان صاحب نے بیان کی اکہ میں نے حضرت سراج الملت رحمتہ اللہ کی زبان مبارک سے یہ واقعہ خود سنا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ شاہ نور ریاست کے نواب صاحب نے اپنے لڑکے کی شادی میں حضرت قبلہ عالم کو مدعو کیا تھا۔ اور تین سو روپیہ کا منی آرڈر بھی زادراہ کے لیے بھیج دیا تھا۔ حضرت قبلہ عالم کی طبیعت کچھ ناساز تھی، اس لیے آپ نے حضرت سراج الملت کو اپنی جگہ دکن کی اس ریاست کے سفر پر روانہ کر دیا۔ حضرت کے ہمراہ صرف ایک درویش فقیر محمد گئے تھے۔ نواب نے دیکھا کہ حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی بجائے بڑے صاحبزادہ صاحب تشریف لائے ہیں تو اسے تھوڑی سی مایوسی ہوئی مگر اس نے ظاہر نہ کیا۔

نواب نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے قاضی کے ہاں جائیداد کی وراثت کا ایک مسئلہ بہت زیادہ الجھ گیا ہے۔ بہت علماء جمع ہیں مگر کسی سے حل نہیں ہوتا۔ آپ توجہ کریں۔ آپ نے تفصیلات معلوم کیں اور قلم برداشتہ اس میراث کی تقسیم کا حل کاغذ پر لکھ دیا۔ جس میں کتب فرائض کے حوالہ جات بھی درج تھے۔ اور نواب صاحب سے کہا کہ علماء سے کہو کہ کتابوں میں حوالہ جات کا مطالعہ کر کے مسئلہ کو سمجھ لیں۔ اور پھر بھی سمجھ میں نہ آئے تو یہاں آئیں، میں سمجھا دوں گا۔

نواب آپ کے تجر علمی کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اور ان کے دل میں آپ

سے بغایت عقیدت پیدا ہوگئی۔ انہوں نے آپ کو بڑے اعزاز واکرام سے مہمان رکھا۔ جمعہ کی نماز کے بعد آپ نے وعظ فرمایا تو اس کا موضوع بھی ''وراثت'' تھا۔ جس میں آپ نے اسلامی وراثت کی خوبیاں اور فضائل بیان کیے۔ اور علم فرائض کی اہمیت اور فضیلت ثابت کی۔ نواب صاحب خود بھی بہت متاثر ہوئے۔ انہوں نے آپ کی رخصت کے وقت اپنے لڑکوں کے ساتھ خود بگھی چلائی اور پوری عزت واحترام سے آپ کو رخصت کیا۔

اولادنرینہ پیدا ہونا

ایسی بہت سی روایات تصدیق کو پہنچی ہیں کہ لوگوں کے یہاں صرف لڑکیاں پیدا ہوتی تھیں، آپ نے تعویز دیا تو لڑکے پیدا ہونے لگے۔ چک نمبر 232 ضلع جھنگ میں نول سلطان کے یہاں تین لڑکیوں کے بعد آپ کے ارشاد کے مطابق لڑکا ہوا۔ جس کا نام پہلے ہی آپ نے محمد اسلم تجویز کر دیا تھا۔ اس کے بعد بھی اس کے ہاں جتنی اولاد ہوئی سب لڑکے ہوئے۔

ضلع جھنگ کے چک نمبر 227 میں صالح محمد کے یہاں پانچ چھ لڑکیاں تھیں۔ لڑکا نہ ہوتا تھا۔ آپ نے فرمایا اب لڑکا ہوگا۔ چنانچہ اس کے بعد اس کے گھر کوئی لڑکی نہیں ہوئی سب لڑکے پیدا ہوتے رہے۔

ضلع جھنگ ہی کا رہنے والا محمد بخش حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے سات لڑکیاں ہیں، دعا فرمائیے کہ لڑکا پیدا ہو۔ حضور نے فرمایا جاؤ بڑے صاحبزادے سے تعویذ لے لو۔ آپ کے

تعویذ کی برکت سے خدا نے اسے لڑکا عطا کیا۔

ایسے بہت سے معتبر واقعات ہیں۔ مگر طوالت سے بچنے کے لیے انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

بیماری اور وصال

حضرت کو موتیا بند کا عارضہ ہو گیا تھا۔ آپ نے گوجرہ میں آنکھ کا آپریشن کرایا۔ جس سے نگاہ ٹھیک ہوگئی۔ مگر اسی کے بعد سے آپ کی صحت خراب رہنے لگی۔ دل بہت کمزور ہو گیا تھا اور بلغم آنے لگا تھا۔ بہت سے حکیموں، ڈاکٹروں کا علاج کیا گیا۔ ذرا بہت عارضی افاقہ ہو جاتا تھا مگر صحت کلی حاصل نہ ہو سکی۔

1955ء میں حضرت کی صحت زیادہ خراب ہوگئی تو ملتان کے سول ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ ڈاکٹر جو دوا میں تجویز کرتے آپ ان کے اجزاء کی تفصیل معلوم کیے بغیر استعمال نہیں فرماتے تھے۔ ایک ایسی دوا لکھی گئی جس میں ایک یا دو فی صد الکحل تھی۔ آپ کے انکار پر میں نے عرض کیا کہ اتنی کم مقدار سے سکر پیدا نہیں ہو سکتا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کل مسکر قلیلہ وکثیرہ حرام (جو بھی نشہ آور چیز ہے اس کی زیادہ اور کم ہر مقدار حرام ہے۔) چنانچہ آپ نے ہر توجیہ رد فرما دی اور وہ دوا استعمال نہیں کی۔

رانا شبیر احمد خان صاحب دن رات ہسپتال میں حاضر رہتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ اس زمانے میں تین دن ایسا حال رہا کہ بظاہر ہوش نہ ہوتا تھا۔ مگر اس حال میں بھی جب نماز کا وقت ہوتا حکم دیتے مجھے نماز پڑھاؤ۔ چنانچہ تیمّم سے نماز

ادا کرتے۔ رانا صاحب کہتے ہیں کہ آپ نے چودہ فرض نمازیں اسی طرح ادا کیں اور حد یہ ہے کہ ایک دن بھی تہجد کی نماز ناغہ نہ ہونے دی۔

آخری بیماری میں بھی نماز کا یہی اہتمام فرماتے رہے۔ انتہائی ضعف کے باعث ہم سمجھتے کہ حضور بے ہوش ہیں مگر نماز کے وقت آپ کو ہوش ہو جاتا اور تیمّم کر کے جماعت سے فرض ادا فرماتے۔ برادرم عزیزم سید نذر حسین شاہ صاحب پانچوں وقت جماعت کراتے اور آپ اشاروں کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے۔

مرض الموت میں حافظ نور احمد صاحب قصوری نے آپ کی بڑی خدمت کی۔ گھر بار چھوڑ کر دن رات آپ کی خدمت میں حاضر رہے۔ اسی طرح حاجی مہر عبد الحق صاحب، سائیں محمد علی درویش خاص، مولوی ادریس صاحب اور محمد صدیق صاحب مرحوم نے بھی آپ کی بڑی خدمت کی، اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیر اور فلاح دارین عطا فرمائے۔

آخر سولہ اکتوبر 1961ء کو آپ نے وصال فرمایا اور خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کے جنازے میں ہزاروں ہزار خلقت تھی۔ آپ کو حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مقدس کے برابر دائیں طرف مغرب کی سمت دفن کیا گیا۔ وصال مبارک کے وقت آپ کی عمر شریف پچاسی سال تھی۔

خادم الملت

حضرت الحاج حافظ سید خادم حسین شاہؒ

آپ منجھلے صاحبزادے تھے۔ بچپن ہی سے بڑے ذہین، متقی اور پرہیزگار تھے۔ اتباع شریعت کا آپ کو ابتداء سے خاص اہتمام مدنظر رہتا تھا۔ آپ نے بھی حضرت حافظ قاری شہاب الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے کلام مجید حفظ کیا تھا۔ اس کے بعد اردو، فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم علی پور شریف ہی میں حاصل کی۔ مابعد تحصیل علم کے لیے آپ کو لاہور بھیجا گیا۔

تحصیل علم

آپ نے لاہور میں مسجد پٹولیاں کے ایک حجرے میں قیام کیا۔ اور عربی علوم کی تحصیل میں سرگرمی سے کوشاں رہے۔ بعد میں اورنٹیل کالج لاہور میں داخل ہو کر مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ انہی دنوں مرزائیوں نے آپ پر ایک جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا تھا۔ جس کی تفصیل حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ العزیز کے حالات میں بیان ہو چکی ہے۔ مقدمہ سے براءت کے بعد آپ تحصیل و تکمیل علم

کے لیے کانپور تشریف لے گئے۔

کانپور میں آپ نے مدرسہ جامع العلوم میں باقاعدہ درس نظامیہ کی تکمیل کی۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر معقولی علوم حاصل کیے اور دورۂ حدیث کی سند حاصل کی۔ اس زمانے میں گھر سے دور رہ کر آپ کو مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ لیکن حصول علم کے شوق و ذوق میں آپ نے ہر سختی کو سہل سمجھا اور عالم فاضل بن کر گھر واپس آئے۔

اخلاق حسنہ

آپ کی زبان میں معمولی سی لکنت تھی لیکن اس پر بھی علمی اور تبلیغی مشاغل میں کوئی کمی نہ آنے دی۔ ہمیشہ نماز فجر کے بعد کلام مجید کی تلاوت فرماتے تھے۔ تبلیغ وارشاد کے لیے دور دور تک دورے فرماتے۔ اور لوگوں کو اپنے مواعظ حسنہ سے فیض یاب فرماتے رہتے۔ آپ گرمی کے موسم میں ہمیشہ کسی سرد مقام، کشمیر، کوئٹہ وغیرہ تشریف لے جاتے تھے۔ یاران طریقت کی خوشی اور غمی میں بالالتزام شرکت فرماتے اور ان کی دل جمعی اور ہدایت میں کوشاں رہتے تھے۔ آپ وسیع الاخلاق، خوش مزاج، بردبار اور اوصاف حسنہ سے آراستہ تھے۔ آپ کی سخاوت اور دریا دلی کے واقعات زبان زد عام و خاص ہیں۔ غربا و مساکین کی دستگیری اور حاجت روائی آپ کا شیوہ اور ہر ایک کی امداد و اعانت آپ کا خاصہ تھا۔

شادی اور اولاد

آپ کی پہلی شادی اپنی پھوپھی صاحبہ کی لڑکی سے ہوئی۔ جن سے ایک

لڑکا حامد حسین پیدا ہوا۔ مگر سات آٹھ سال کا ہو کر بقضائے الٰہی فوت ہو گیا۔ چند سال بعد زوجہ محترمہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ کی دوسری شادی آپ کے تایا حضرت پیر سید نجابت علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی چھوٹی لڑکی سے ہوئی۔ جن سے ایک لڑکا ہوا۔ جن کا نام نامی حضرت حافظ حاجی سید نذر حسین شاہ ہے۔ ان کی عمر اب تقریباً اڑتیس سال ہے۔ عالم دین، خوش اخلاق، متواضع، متقی اور پابند شریعت جوان صالح ہیں۔ اور دربار شریف اور یاران طریقت کی خدمت میں اپنا وقت صرف فرماتے ہیں۔ صاحبزادہ نذر حسین کی شادی ان کے ماموں حضرت سید علی حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی لڑکی سے ہوئی ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ ان کے دو لڑکے سید منظر حسین شاہ اور سید اشتیاق حسین شاہ اور دو لڑکیاں فرحت بی بی اور عصمت بی بی ہیں۔ خدا ان سب کو اپنے فضل و کرم سے نوازے اور صاحب علم و عمل بنائے۔

کتب خانہ

حضرت منجھلے صاحبزادہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو مطالعہ کتب کا بہت شوق تھا۔ آپ نے اپنا ذاتی کتب خانہ قائم کیا تھا۔ جس میں قیمتی کتابوں کا قابل قدر ذخیرہ جمع کیا تھا۔ آپ نے اپنا سارا کتب خانہ مدرسہ نقشبندیہ کے لیے وقف کر دیا تھا۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔ آپ حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے تبلیغی، دینی، ملی اور فلاحی کاموں میں پوری مستعدی سے حصہ لیتے تھے۔ اور اس مقصد کے لیے دور دراز مقامات کے دورے فرماتے رہتے تھے۔ آپ کو تین دفعہ فریضہ حج کی بجا

آوری کا شرف اور مدینہ منورہ کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔

وفات

آپ ایک پیر بھائی کے گھر فاتحہ خوانی کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ ان کا گاؤں کچا کھوہ ریلوے اسٹیشن کے قریب تھا۔ یہاں گاڑی بہت کم وقت کے لیے رکتی تھی۔ آپ ریل سے اترنے نہ پائے تھے کہ گاڑی روانہ ہوگئی۔ آپ چلتی گاڑی سے اترے تو گر پڑے اور دونوں پاؤں میں سخت چوٹ آئی جس سے کافی خون بہا۔ اسی حالت میں آپ کو خانیوال کے ہسپتال پہنچایا گیا۔ زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے ہسپتال والے بھی کچھ نہ کر سکے۔ اور وہیں آپ نے جام شہادت نوش کیا۔ اس طرح 22 اکتوبر 1951ء کو آپ بھی خالق حقیقی سے جا ملے۔

سب سے پہلے ملتان کے پیر بھائی حاجی خوشی محمد صاحب اور حکیم نذیر احمد صاحب کو آپ کے واصل بحق ہونے کا علم ہوا۔ وہ دوسرے یاران طریقت کے ساتھ فوراً خانیوال پہنچے۔ صندوق تیار کرایا۔ اور آپ کی میت کو لے کر علی پور سیداں آئے۔ اس ناگہانی حادثے نے سارے خاندان اور متوسلین کو بے حد متاثر اور افسردہ کیا۔ ابھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی کا غم فرو نہ ہو چکا تھا کہ دو مہینہ سے کم مدت میں یہ سانحہ پیش آ گیا۔ سب سے پہلے آپ ہی حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ العزیز کے جوار مبارک میں پہنچے تھے۔ حضرت قبلہ عالم کے روضہ شریف میں مرقد منور کی بائیں طرف مشرق میں قبر شریف سے ملحق ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دفن کیا گیا۔

شمس الملت

حضرت الحاج حافظ سید نور حسین شاہ مدظلہ تعالیٰ

سجادہ نشین ثانی

حلیہ شریف

آپ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ العزیز کے تیسرے اور سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ آپ کا تاریخی نام اعظم شاہ ہے۔ جس سے 1317ھ برآمد ہوتے ہیں (مطابق 1899ء) آپ نے خود بھی اپنا سال پیدائش یہی بتایا ہے۔ آپ شکل وصورت میں حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ سے بہت مشابہت رکھتے ہیں۔ جوانی میں حسین وجمیل اور شاندار وجاہت کے حامل تھے۔ بلند قامت، خوش پوش، سیاہ شیروانی اور سفید بلند عمامہ باندھ کر راستہ چلتے تو سب کی نظریں آپ کی شان وشوکت سے خیرہ ہو کر رہ جاتیں۔ اور دل آپ کی جانب کھنچے جاتے۔ اب کبر سن اور بیماریوں نے آپ کو بہت کمزور کر دیا ہے مگر پھر بھی چہرۂ مبارک سے وجاہت اور شان ہویدا ہے۔

حصول علم

آپ نے سب سے پہلے حضرت قاری شہاب الدین رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولوی حافظ قاری عبد الرحمان صاحب سے کلام مجید حفظ کیا۔ اور اس کے بعد علی پور سیداں ہی میں فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے مدرسہ نقشبندیہ میں کئی علماء وفضلا سے درس لیا ہے۔ مولوی محمد یوسف صاحب سے فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں ۔ پھر مولوی عبد الغفور صاحب نے متوسط درجات کی کتابیں پڑھائیں۔ مولوی بخاری صاحب سے اعلیٰ کتب کا سبق لیا۔ اور آخر میں مولانا ہزاروی صاحب سے کتب تفسیر وحدیث کی تکمیل کی۔ ابتدائی ایام میں علی پور سیداں کے اسکول میں آپ نے پرائمری جماعتوں میں تعلیم حاصل کی تھی۔ جس کے بعد درس نظامی کی تکمیل مدرسہ نقشبندیہ کے اساتذہ کرام سے کی۔ اور یہیں سے دورۂ حدیث کی سند حاصل کی۔

اتباع شریعت وسنت

حضرت شمس الملت مدظلہ ابتداء سے پابندی شریعت اور اتباع سنت پر بڑی سختی سے کاربندرہے ہیں۔ تقویٰ، پرہیزگاری، دریادلی، خوش طبعی، پاکیزگی اور خوش اخلاقی آپ کے اوصاف حسنہ کی امتیازی صفات ہیں۔ بچپن سے آپ کو نماز فجر سے قبل غسل کرنے کی عادت ہے۔ گرمی ہو یا سردی عادت مبارکہ قائم ہے ضیق النفس، جسمانی ضعف اور دیگر عوارض کی وجہ سے ڈاکٹروں اور طبیبوں نے لاکھ منع کیا مگر آپ نے یہ عادت نہ چھوڑی، اور نماز تہجد کی ادائیگی کے بعد

اب بھی ہمیشہ اول غسل فرماتے ہیں۔ تب نماز فجر ادا کرتے ہیں۔ آپ کے مزاج میں صفائی اور احتیاط بحد کمال ہے۔ ذرا سا بھی شبہ پیدا ہو جائے تو فوراً غسل فرماتے اور نئے کپڑے تبدیل کر لیتے ہیں۔ سفر اور حضر میں ہر جگہ اور ہر موسم میں یہ عادت مبارک قائم رہتی ہے۔

سخاوت اور دریا دلی

آپ کو اللہ تعالیٰ نے شاہانہ طبیعت عطا کی ہے۔ جود وسخا اور دریا دلی میں بے مثال ہیں۔ خود حضرت قبلہ عالمؒ آپ کا نام لے کر فرمایا کرتے تھے کہ ''رب تعالیٰ نے اس کو میرے دل سے خاص حصہ عطا فرمایا ہے۔'' حج کے سفر میں خود مجھ سے حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ العزیز نے ارشاد فرمایا کہ ''میں مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں معلموں کو سو سو روپیہ پیش کیا کرتا تھا۔ مگر اب کے نور حسین ''بادشاہ'' حج کرنے کے لیے آیا ہے تو اس نے معلموں کو دو دو سو روپے پیش کیے۔ چنانچہ اب مجھے بھی دو دو سو روپے دینے پڑتے ہیں۔'' حضرت شمس الملت کا نام لے کر آپ نے پھر فرمایا کہ ''رب تعالیٰ نے اس کو بہت بڑا دل عطا فرمایا ہے۔''

حج وزیارت

حضرت شمس الملت مدظلہ کئی مرتبہ خود حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تشریف لے گئے ہیں۔ عام طور پر تین ورنہ دو درویش سفر میں آپ کے ہمرکاب ہوا کرتے ہیں۔ حج وزیارت میں ہمراہیوں کی

تعداد اور بھی زیادہ ہو جایا کرتی ہے۔ اور آپ خود ان کے اخراجات کے کفیل ہوتے ہیں۔

آپ نے اپنے دادا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تمام افراد کو باری باری سے ایک ایک دو دو مرتبہ حج و زیارت کی سعادت کے لیے بھیجا ہے۔ اور ان کے جملہ اخراجات کا بار خود برداشت کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، راقم الحروف کو بھی دو مرتبہ خود آپ نے اخراجات سفر عطا کر کے حج کی ادائیگی کے لیے بھیجا تھا۔ حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ عالیہ اور آپ کے ہمراہی درویشوں کے جملہ اخراجات سفر حج دو مرتبہ آپ نے جیب خاص سے عطا فرمائے تھے۔

خاندان کے افراد کو اس فریضہ مقدسہ کی ادائیگی میں اعانت فرمانے کے بعد اب آپ درگاہ شریف کے تمام درویشوں کو اس سعادت سے مشرف کرانے میں کوشاں ہیں۔ ہر سال کئی افراد کو اپنے صرفہ پر حج وزیارت کے لیے بھیجتے ہیں اور بیس پچیس ہزار روپیہ ہر سال اس کار خیر میں جیب خاص سے صرف کرتے ہیں۔ اس سال بھی حضرت نے تین اصحاب کو اٹھارہ بیس ہزار روپیہ عطا فرما کر حج کے لیے بھیجا ہے۔ جن میں مولوی غلام رسول صاحب صدر مدرس مدرسہ نقشبندیہ بھی شامل ہیں۔

حق یہ ہے کہ آپ کی فراخدلی، شاہ خرچی اور فیض رسانی بے مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی صفت جوادی سے خاص حصہ عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ کو پیسہ سے کوئی رغبت نہیں۔ جو آتا ہے آپ اللہ کی راہ میں خرچ فرما دیتے ہیں

اوراس کا اظہار واعلان بھی اپنی زبان مبارک سے نہیں کرتے۔ میرا یہ بیان بطور "تحدیث نعمت" کے ہے، اس میں افشائے راز کا کوئی شائبہ نہیں۔

تبلیغ وارشاد

حضرت مدظلہ کو تبلیغ و ارشاد سے کامل دلچسپی رہی ہے۔ اکثر طویل دورے فرماتے ہیں اور دور دراز مقامات پر پہنچ کر توسیع سلسلہ عالیہ اور تربیت یاران طریقت میں کوشاں رہتے ہیں۔ کبرسنی اور ضعف جسمانی بھی اس عادت مبارک میں رکاوٹ نہیں بنتے۔ اس نیک مقصد کے لیے نوجوانی کے زمانے سے اطراف واکناف ہند کا سفر فرماتے رہے ہیں۔ خاص طور پر جنوبی ہند کے آپ نے بہت دورے کیے ہیں۔ حیدرآباد، میسور، بنگلور، مدارس، بمبئی اور جنوبی ہند کے دور دراز علاقوں کے دورے تقسیم ملک کے بعد بھی جاری رہے ہیں۔ بھارت کی آمد و رفت بند نہ تھی اور ویزا میں دشواریاں تھیں تب بھی آپ دکن تشریف لے جاتے تو تین، چار، بلکہ پانچ چھ مہینہ قیام فرما کے پاکستان واپس آتے تھے۔

پنجاب کے اضلاع کے دورے آپ عموماً گھوڑے پر سوار ہو کر انجام دیتے تھے۔ دور کے مقامات کے لیے ریل کا سفر اختیار فرماتے تھے۔ دکن کے سفر کے لیے عرصہ سے ہوائی جہاز کی سواری پسند کرتے ہیں۔ اب ضعف کے باعث اضلاع کے دوروں کے لیے ذاتی موٹر میں سفر فرماتے ہیں اور کراچی وغیرہ کے لیے ہوائی جہاز استعمال کرتے ہیں۔ مگر تبلیغ وارشاد اور تربیت واصلاح کے لیے سفروں کا یہ سلسلہ پہلے کی طرح اب بھی جاری ہے۔

مہمان نوازی

مہمان نوازی آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہے۔ سفر و حضر میں مہمانوں اور ہمراہیوں کی ہر گونہ آسائش کا خیال رکھتے اور درویشوں کو تاکید فرماتے رہتے ہیں کہ مہمانوں کی تمام ضروریات کا پوری طرح اہتمام رکھیں۔ مہمانوں کے لیے آپ عمدہ سے عمدہ کھانا تیار کراتے اور اپنے ساتھ ہی نہیں اپنے سامنے بٹھا کر کھلاتے ہیں۔ اور بار بار اس قدر اصرار سے کھلاتے ہیں کہ مہمان عاجز آ جاتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ زائرین صبح کے ناشتے کے بعد ریل سے روانگی کی اجازت لے چکے ہوتے ہیں، مگر ناشتا آتا ہے تو تفصیل اور اصرار سے ایک ایک چیز کھانے کی تاکید فرماتے ہیں۔ بارہا سب نے سنا ہے کہ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ''پیٹ بھر کر کھاؤ، اتنا کھالو کہ بس اس کے بعد شام ہی کو ضرورت پڑے۔'' لوگ بس کرنے لگتے ہیں تو بار بار فرماتے ہیں۔ ''خوب کھاؤ، سیر ہو کے کھاؤ، کچھ نہیں ہوگا۔ کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ ریل نہیں جائے گی۔'' اور ہوتا یہی ہے کہ ناشتے میں زیادہ وقت صرف ہونے پر بھی ریل مل جاتی ہے۔

1393ء کے رمضان شریف میں فاروقی صاحب پہلی سحری کو دربار شریف میں حاضر تھے۔ سائیں محمد علی نے کہا چلئے سحری کے وقت میں صرف دس منٹ رہ گئے ہیں۔ فاروقی صاحب نے جواب دیا ''میں تو چالیس منٹ میں کھانا ختم کرتا ہوں۔'' سائیں نے ان کے باب رحمت میں پہنچنے سے قبل یہ بات حضرت کے گوش گزار کر دی۔ حضرت نے اپنے دست مبارک سے ٹٹول ٹٹول

کے نرم پراٹھے ان کو دیے تاکہ جلدی چاب سکیں۔ اسی دوران پتہ چلا کہ ابھی وقت میں نصف گھنٹہ باقی ہے تو فاروقی صاحب کو بھی تسکین ہوئی اور حضرت مدظلہ بھی عادت مبارک کے مطابق اصرار کر کے مختلف کھانے کھلاتے رہے۔

فاروقی صاحب کا بیان ہے کہ ''حضرت شمس الملت مدظلہ کا ٹائم پیس سامنے ہی رکھا رہتا ہے۔ میں نے اکثر گھڑی دیکھ کر اندازہ کیا ہے کہ حضور خود اتنا کم تناول فرماتے ہیں کہ مشکل شاید پانچ منٹ لگتے ہوں گے مگر ہمارے لیے آپ کی تواضع اور تاکید مصیبت بن جاتی ہے۔ لیکن تجربہ یہ ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ حوصلہ سے زیادہ کھا جاتے ہیں مگر سب ہضم ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا وقت آنے سے پہلے بھوک لگنے لگتی ہے۔''

فیض رسانی

حضرت مدظلہ کی عالی حوصلگی اور فیض رسانی کا بیان جتنا بھی کیا جائے کم ہے آپ ضرورتمندوں اور سائلوں کی جو مالی اعانت فرماتے رہتے ہیں اس کا پوری طرح علم بھی نہیں ہوتا۔ صدقات جاریہ اور مصارف خیر میں آپ نے ہمیشہ سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ روضہ شریف کی عمارت کی تکمیل کے لیے آپ ہمیشہ عطیات دیتے رہتے ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے پچاس ہزار روپیہ کی خطیر رقم اس کار خیر کے لیے عطا فرمائی۔ (جزاہ اللہ خیر الجزائی الدارین)

دینی و ملی خدمات

حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی دینی، ملی اور رفاہی تحریکوں میں آپ نے

بھی ہمیشہ دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر طرح حصہ لیا ہے۔ فتنہ ارتداد، تحریک قیام پاکستان اور دوسری تحریکوں میں آپ سرگرمی سے مستعد عمل رہے اور اپنی جیب خاص سے زر کثیر صرف فرما کر طویل دورے کیے۔ جن کا مختصر ذکر "سیرت" کے مختلف ابواب میں آچکا ہے۔

شادی اور اولاد

حضرت قبلہ مدظلہ کی پہلی شادی آپ کے تایا زاد بھائی حضرت علی حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی بڑی لڑکی سے ہوئی تھی۔ جن سے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں تولد ہوئیں۔ آپ کے صاحبزادے برادرم عزیز حافظ حاجی سید بشیر حسین شاہ صاحب عالم فاضل شخص ہیں۔ دربار شریف میں قیام فرما رہتے ہیں۔ مگر تبلیغ و ارشاد کے لیے دورے بھی فرماتے ہیں۔ آپ خوش بیان خطیب بھی ہیں۔ دربار شریف میں منعقد ہونے والے جلسوں کے علاوہ دوسرے شہروں میں بھی لوگ بڑے شوق سے آپ کی تقریر دل پذیر سنتے اور فیض حاصل کرتے ہیں۔ برادرم عزیزم سید بشیر حسین شاہ صاحب بھی کئی مرتبہ حج کی ادائیگی کے لیے تشریف لے گئے ہیں۔

برادرم سید بشیر حسین شاہ صاحب کی شادی راقم الحروف کی بہن سے ہوئی ہے۔ ان کی اولاد دو لڑکیاں ہیں۔ زبیدہ بی بی اور طاہرہ بی بی۔ زبیدہ بی بی کی شادی برخوردار عزیزم حاجی حافظ سید افضل حسین شاہ سلمہ سے ہوئی ہے جن کی ایک بچی عزیز فاطمہ ہے جس کی عمر تقریباً ایک سال ہے۔

حضرت قبلہ مدظلہ کی صاجزادی صوفیہ بی بی کی شادی برادرم عزیزم سید انور حسین شاہ رحمتہ اللہ سے ہوئی تھی ۔ اور دوسری صاجزادی سعیدہ بی بی کی شادی میرے پھوپھی زاد بھائی برادرم عزیزم حافظ حاجی سید حیدر حسین شاہ صاحب کے ساتھ ہوئی ہے۔ دونوں بہنیں اوصاف حمیدہ سے آراستہ اور دیندار تہجد گزار بیبیاں ہیں۔ صوفیہ بی بی صاحبہ مہمان نوازی میں اپنی مثال آپ ہیں۔ مہمانوں کی ہر طرح خاطر ومدارت کرتی ہیں۔ اور اپنے ہاتھ سے ان کو کھانا کھلا کر خوش ہوتی ہیں۔

حضرت صاحبزادی بنت رسول عرف بوجی رحمتہ اللہ علیہا

حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد میں ایک ہی لڑکی تھیں۔ آپ کا نام بنت رسول اور عرف بوجی صاحبہ تھا۔ آپ کی دینداری، تقویٰ، خوش اخلاقی اور سیر چشمی زباں زد خاص و عام ہے۔ ہر چھوٹا بڑا آپ کے حسن سلوک کا گرویدہ ہو جاتا تھا اور آپ کے اوصاف حمیدہ کے باعث آپ کے زیادہ سے زیادہ عزت و احترام پر مجبور ہوتا تھا۔ آپ نے بھی فریضہ حج ادا کیا ہے۔ آپ کی شادی حضرت قبلہ عالم کے برادر خورد حضرت سید صادق علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت پیر سید اولاد حسین شاہ صاحب سے ہوئی تھی۔ آپ کی صرف ایک اولاد ہوئی۔ حضرت حاجی حافظ مولوی سید حیدر حسین شاہ صاحب آپ کے خلف الرشید ہیں۔ ان کی شادی حضرت شمس الملت مدظلہ کی صاحبزادی سعید فاطمہ صاحبہ سے ہوئی ہے۔ ان کا ایک لڑکا سید عابد حسین دوڈھائی سال کا ہو کر بقضائے الٰہی فوت ہو گیا تھا۔ اب ان کی صرف ایک بچی زاہدہ بی بی ہے جو اس

سال ان کے ہمراہ حج کو گئی ہے۔ آپ ہر سال حج کی ادائیگی اور زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ اور اکثر اپنی اہلیہ کو بھی ہمراہ لے جاتے ہیں۔

اخلاق حسنہ

حضرت بو جی صاحبہ بڑی فراخدل اور غریب نواز خاتون تھیں۔ دنیوی مال و دولت میسر نہ ہوتے ہوئے بھی آپ کسی کو دکھی اور غمگین دیکھتیں تو اس کی ہر طرح امداد فرماتیں۔ اپنے تمام کپڑے اور زیورات تک آپ نے غریبوں مسکینوں میں تقسیم کر دیے تھے۔ گاؤں کی بیوہ عورتیں اور یتیم بچیوں کی کفالت اور اعانت میں آپ کو خاص اہتمام مد نظر ہوتا تھا۔ خود بالکل سادہ لباس زیب تن فرماتی تھیں۔ لیکن غریبوں اور یتیموں کی شادی میں ان کو اچھے سے اچھے کپڑے سلوا کر عطا فرماتیں اور زیورات سے بھی مدد کرتیں۔ مہمان نوازی میں بھی آپ یکتائے زمانہ تھیں۔ مہمانوں کی خاطر مدارت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ ہونے دیتیں۔ خود کھڑی ہو کر ان کو کھانا کھلاتیں اور ان کا ہر طرح خیال رکھتی تھیں۔ آپ کے پاس کانوں میں جو ذرا بہت زیور باقی تھا، وہ آپ نے وفات سے قبل مجھے بلا کر روضہ شریف کی تعمیر کے اخراجات کے لیے عطا فرما دیا تھا۔

وفات

اپنے والد ماجد، دو بھائیوں اور اکلوتے پوتے کی وفات کے باعث آپ کے دل کو سخت صدمہ پہنچا تھا۔ جس سے ہمیشہ دلگیر و مغموم رہنے لگی تھیں۔ اس سے

صحت بھی گرنی شروع ہوگئی۔ غذا کم ہوگئی۔ اور کمزوری بڑھتی گئی۔ اپنی ذات کے لیے آپ نے پہلے بھی کوئی اہتمام پسند نہیں کیا تھا۔ اس وقت بھی اپنی صحت کا مطلق خیال نہ کیا۔ نتیجہ یہ کہ اندر ہی اندر گھلتی چلی گئیں۔ اور آخر وقت مقررہ پر خاص عرص شریف کے دن 11 مئی 1953ء کو اعلیٰ علیین کے سفر پر روانہ ہو گئیں۔

عرس شریف کی وجہ سے آپ کے جنازے میں بڑا اژدھام تھا۔ پورے اعزاز کے ساتھ آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اور روضہ مبارک کے جنوب مشرقی گوشے کے حجرے میں آپ رحمتہ اللہ علیہا آسودۂ خاک کی گئیں۔ (اخلاف کرام، ماخوذ از ''سیرت امیر ملت'' رحمتہ اللہ علیہ''، سید اختر حسین شاہ)

ملفوظات مبارک

1۔ کلمہ شریف کے دو جزو ہیں۔ جزو اول توحید یعنی لا الہ الا اللہ، جزو دوم محمد رسول اللہ۔ ان دونوں جزؤوں میں کوئی فاصلہ نہیں ہے۔ جہاں سے لا الہ الا اللہ کی حد ختم ہوئی وہیں سے محمد رسول اللہ کی حد شروع ہوئی۔

2۔ ہمارے لیے سب سے اعلیٰ اور سب سے افضل نعمت ایمان کی نعمت ہے۔ لا الہ الا اللہ تو شیطان بھی کہتا ہے۔ پھر اس کو لعنتی کیوں کہتے ہیں۔ دنیا میں جتنے فرقے ہیں۔ سب اپنے اپنے طور پر توحید کے قائل ہیں۔ پھر ملعون کیوں ہیں۔ اس وجہ سے کہ وہ صرف لا الہ الا اللہ کہتے ہیں محمد رسول اللہ نہیں پڑھتے۔

3۔ کلمہ شریف کے دو اجزاء ہیں پرندے کے دو پروں کی طرح۔ پرندے کا ایک پر ٹوٹ جائے تو وہ ایک پر سے بالشت بھر نہیں اڑ سکتا۔ ایسے ہی ہمارا کلمہ بارگاہ الٰہی میں نہیں پہنچ سکتا، جب تک اس کے دونوں پر یعنی دونوں جزو، توحید و رسالت سالم نہ ہوں۔

4۔ اسلام کا سارا دارومدار توحید و رسالت کے عقیدے پر ہے جس مکان کی

بنیاد ٹھیک نہ ہو وہ عمارت کب ٹھہر سکتی ہے۔ توحید اور رسالت عمارت کی بنیاد کے مانند ہیں۔ باقی سب نماز، روزہ، اعمال وغیرہ عمارت ہیں۔ پس جس مکان کی بنیاد مضبوط ہوگی، اس پر عمارت بھی اچھی قائم ہوگی۔

5۔ انبیاء کرام کے جسموں کو زمین نہیں کھا سکتی۔ زمین ان کے جسموں کو چھوتی بھی نہیں۔

6۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص محبت سے درود شریف پڑھتا ہے، میں اپنے کانوں سے اس کو سنتا ہوں۔

7۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھ پر سلام بھیجے گا، میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔

8۔ ایک شخص کو دوسرے نے بیلوں کی ایک جوڑی اور زمین دے دی۔ وہ شخص سال بھر تک محنت کرتا رہا۔ ہل چلایا، پھر فصل بوئی، اس کو پانی دیتا رہا، کھیت میں سے گھاس پھوس تنکے چنتا نکالتا رہا، دن رات اسی فکر میں لگا رہا، فصل پک گئی تو کاٹ کر دانہ بھوسا الگ الگ کیا۔ پھر دانوں کو صاف کیا۔ پھر چکی لا کر اس میں آٹا پیسا۔ لکڑیاں جمع کیں۔ چولھا بنایا۔ آٹا گوندھا۔ توا تلاش کر کے لایا۔ ساری محنت کر کے روٹی پکائی اور پیٹ بھرا۔ یہ شریعت ہے اور کسی نے اس شخص کو پکی پکائی روٹی دے دی اور اس نے کھالی یہ طریقت ہے۔

9۔ بارگاہ الٰہی میں پہنچنے کے دو راستے ہیں۔ پہلا شریعت، دوسرا طریقت۔ دونوں برحق۔ دونوں نور" علی نور۔ فرق اتنا ہے کہ شریعت کا راستہ بڑا اور لمبا ہے۔ اور طریقت کا راستہ قریب اور نزدیک۔

10۔ میرے والد صاحب قبلہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ لوگ لے کر خوش ہوتے ہیں، ہم دے کر خوش ہوتے ہیں۔ لوگ کھا کر خوش ہوتے ہیں، ہم کھلا کر خوش ہوتے ہیں۔

11۔ دنیا کی چیزوں کی محبت دل سے نکالنا اور خدا کی محبت کو دل میں جگہ دینا حج ہے۔

12۔ جتنی مخلوق ہے وہ سب دنیا کے جال میں پھنسی ہوئی ہے۔ وہ بڑا شہزور ہوگا جو اس جال کو توڑے گا۔ جال کے اس توڑنے کا نام حج ہے۔

13۔ جو شخص حج کے لیے گھر سے نکلتا ہے۔ وہ رب کا مہمان ہوتا ہے۔ جو شخص کسی کے مہمان کی خدمت کرے وہ میزبان کا دل خوش کرتا ہے۔ اور جو کسی کے مہمان کو تکلیف دے وہ گویا میزبان کو تکلیف دیتا ہے۔ اسی لیے حاجیوں کی خدمت عین موجب خوشنودی اللہ تعالیٰ ہے۔

14۔ شیطان اور نفس دو دشمن ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ حج میں ہم بارگاہ ایزدی میں ننگے سر ننگے پیر جاتے ہیں یعنی احرام باندھ کر فریادی بن کر، کہ بار آلہا! ہمیں ان دشمنوں سے بچا۔ اس میں رب کا کوئی فائدہ نہیں، ہمارا اپنا بڑا فائدہ ہے۔

15۔ زبان اللہ تعالیٰ نے ایک دی، وہ بھی دو کواڑوں کے درمیان۔ اس کو ان دو کواڑوں کے اندر بند رکھو۔ جب ضرور ہو تبھی اس کو باہر نکالو، بے ضرورت اس سے کام مت لو۔

16۔ جو شخص یہ تمنا رکھتا ہے کہ میرا رب مجھ سے راضی ہو، اس کو لازم ہے کہ وہ

اپنے ماں باپ کو راضی رکھے۔ اگر ماں باپ ناراض ہوئے تو اسے یقین کر لینا چاہیے کہ میرا رب بھی مجھ سے ناراض ہے۔

17۔ ماں باپ اگر اولاد کو عاق کر دیں تو ان کا روزہ، نماز، حج، زکوۃ کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ ادھر بندہ ناراض تو ادھر رب بھی ناراض۔

18۔ جس طرح بندہ رب کا حق ادا کرنے سے قاصر و عاجز ہے، اسی طرح اولاد بھی ماں باپ کے حقوق ادا کرنے سے عاجز ہے۔

19۔ دل کو آرام اسی وقت مل سکتا ہے جب آدمی یا تو خود ذکر کرے یا ذکر کرنے والوں کی صحبت میں بیٹھے۔

20۔ ذکر کرنے والے کے دل میں اللہ تعالیٰ دنیا اور دنیا والوں سے استغنا پیدا کرتا ہے۔

21۔ ایک شخص دنیا کے غموں اور فکروں سے پریشان تھا۔ اور دل کے آرام سے بالکل ناامید ہو گیا تھا۔ ایک روز وہ ایک درویش کی خدمت میں جا بیٹھا۔ جب تک اس کی خدمت میں رہا اس کے دل کو آرام اور چین حاصل رہا۔ اس نے اپنے حسب حال یہ شعر پڑھا۔

نا سکھ گھوڑے کی پالکی، نا سکھ چھتر کی چھاں
یا سکھ ہر کی بھگت میں، یا سکھ سنتا ماں

22۔ ذکر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک زبان سے دوسرے دل سے۔ ایک دفعہ بھی اللہ، کا لفظ زبان سے نکلا تو یہ زبان کا ذکر ہوا۔ ایک دفعہ اللہ کا نام لیا تو یہ دل کا ذکر ہوا۔ دل سے سارے جسم کی ہزاروں لاکھوں رگیں نکلتی ہیں۔ ایک بار

دل سے اللہ کا نام لیا تو ساری رگیں بھی اللہ کا نام لیتی ہیں۔ گویا زبان کے ذکر کے مقابلے میں دل کا ذکر ہزاروں لاکھوں مرتبہ بڑا ہے۔

23۔ جتنے ذکر ہیں، ان سب سے بڑھ کر ''اللہ'' کا ذکر ہے۔

24۔ اللہ کا ذکر کرنے والوں کا مخلوق کے سامنے یہ حال ہے کہ کپڑا پہننے کو نہیں، جسم کو مٹی لگی ہوئی ہے۔ دروازوں سے ان کو نکال دیا جاتا ہے۔ مگر اللہ کے دربار میں ان کا یہ حال ہے کہ ان کی زبان سے جو نکل جاتا ہے اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے۔ (حدیث صحیح کی یہی تفسیر ہے۔)

25۔ اطمینان ظاہر اور چیز ہے اور اطمینان قلب دوسری چیز ہے۔ جس نے سچے دل سے کلمہ شریف پڑھ لیا، اس کو مومن کہیں گے۔ مگر دل کو آرام نصیب ہو گا صرف اللہ کے ذکر سے۔ رب تعالیٰ خود فرماتے ہیں۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (ترجمہ: یاد رکھو کہ دلوں کو اطمینان صرف اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے۔)

26۔ دریا میں کشتی پانی کے اوپر رہتی ہے۔ جتنا پانی زیادہ ہو گا کشتی کو آسانی ہو گی۔ اگر وہی پانی کشتی کے اندر آ جائے تو کشتی ڈوب جائے گی۔ دل کشتی ہے۔ اور دنیا کے رنج و غم پانی۔ سب کی کشتی ڈوبی ہوئی ہے مگر اللہ کے بندوں یعنی ذاکروں کی کشتی تیرتی رہتی ہے۔

27۔ صوفیائے کرام نے مقرر کیا ہے کہ ہر دم پر ذکر کیا جائے۔ رات دن میں چالیس ہزار سانس آتا ہے۔ گویا ۲۴ گھنٹوں میں چالیس ہزار دفعہ ذکر ضروری ہے۔ ''جو دم غافل سو دم کافر۔''

28۔ حضور کی ذات مبارک رحمتہ للعالمین ہے۔ اس لیے آپ کی وجہ سے کافروں کو بھی عذاب نہیں دیا جاتا۔ وہ عذاب سے صرف آپ کی ذات پاک کے صدقے میں محفوظ ہیں۔ رب العزت فرماتے ہیں: وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم (ترجمہ: اور اللہ ان کو (کافروں کو) عذاب نہیں دیتا، درآں حالیکہ آپؐ ان کے درمیان تشریف فرما ہیں۔)

29۔ اگر ایک خوردسال بچے کے سامنے اس کی ماں کو گالی دی جائے تو اسے غصہ آجاتا ہے اور وہ لڑنے لگتا ہے۔ اس زمانے کے مسلمانوں میں چھوٹے بچے جیسی سمجھ بھی نہیں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں آئے دن گستاخیاں کی جاتی ہیں، اور ان کی غیرت کو ٹھیس بھی نہیں لگتی۔ حضورؐ تو ہمارے ماں باپ سب سے ہزاروں درجہ افضل و برتر ہیں۔

30۔ ہر شخص کو چاہیے کہ علم دین حاصل کرے۔ اگر ایسا نہ کر سکے تو اس پر لازم ہے کہ اپنی اولاد کو دینی تعلیم دلائے۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو ضروری ہے کہ علم دین حاسل کرنے والوں کی مدد کرے۔

31۔ مشہور ہے کل جدید لذیذ (ہر نئی چیز اچھی لگتی ہے) تم دنیا کی ہر نئی چیز کو پسند کر سکتے ہو، لیکن دین وہی پرانا قدیم قائم رکھو۔ جسے تمہارے اگلوں نے اختیار کیا تھا۔

32۔ دعا کے دو پر ہیں ایک اکل حلال دوسرے صدق مقال۔ جو حلال کما کے کھائے اور سچ بات منہ سے نکالے، اس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

33۔ جو شخص تم سے کچھ مانگتا ہے وہ دراصل تم پر احسان کرتا ہے۔ اس وجہ سے کہ

وہ تم سے ایک پیسہ مانگتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کا اجر تمہیں سات سو تک عطا فرماتا ہے۔

34۔ راہ خدا میں جو کچھ دینا ہو، وہ اپنی زندگی میں اپنے ہاتھ سے دے لو، مرنے کے بعد ہمارے نام پر نہ بیوی کچھ دے گی نہ بچے۔

35۔ بزرگان دین کا ادب کرو۔ اگر وہ ناراض ہو جائیں تو پھر کہیں سے بھلائی کی توقع عبث ہے۔ ایک کا مردود سب کا مردود۔ ایک مرغی کسی انڈے کو گندہ کر دے تو پھر کوئی مرغی بھی اس میں سے بچہ نہیں نکال سکتی۔

36۔ اللہ کا کلام اللہ کے لیے پڑھو۔ دنیا کے لیے پڑھنا ایسا ہے کہ جیسے لعل دے کر کوڑیاں لینا۔ یہ اور بات ہے کہ اللہ کے لیے پڑھنے کے بعد، اس کے طفیل میں، اللہ اس کو دنیا کا فائدہ بھی عطا فرما دے۔

37۔ سب کی قبروں میں اندھیرا ہوگا۔ لیکن تہجد پڑھنے والے کی قبر میں اندھیرا نہیں ہوگا۔ تہجد کی برکت سے اس کی قبر روشن ہوگی۔

38۔ ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی، اور ہر رات کو سورۂ تبارک الذی پڑھنے کی وجہ سے قبر میں عذاب نہیں ہوگا۔

39۔ اگر دل میں اس کی جگہ ہو، تو دنیا کا مال اور دولت اللہ کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتے۔

40۔ چاہے انسان بدعمل ہو مگر خدا کرے وہ بدعقیدہ نہ ہو۔

41۔ انسان دو قسم کی صفات کا مجموعہ ہے۔ (۱) اچھی صفات یعنی ملکوتی، ان کی ترقی سے انسان فرشتوں سے بڑھ سکتا ہے۔ (۲) بری صفات یعنی

شیطانی، ان کی ترقی سے انسان شیطان سے بڑھ جاتا ہے۔

42۔ جس دن میرے پاس زیادہ لوگ کچھ مانگنے آتے ہیں، اس دن میں بہت خوش ہوتا ہے۔ اور جس دن کوئی نہیں آتا، مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ جو کوئی مجھ سے کچھ لینے کے لیے آتا ہے، وہ دراصل لینے کے لیے نہیں آتا، بلکہ دینے کے لیے آتا ہے۔ میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اسے میرے دروازے پر بھیجا۔ اگر وہ مجھے اس کے دروازے پر بھیجتا تو میں کیا کر سکتا تھا۔

43۔ جو سید ہے وہ خدا کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا، اور جو ڈرتا ہے وہ سید نہیں ہوتا۔

44۔ لوگ کہتے ہیں کہ درویشی دوکانداری ہے، مگر یہ نہیں سوچتے کہ گاہک کو اگر مرضی کے مطابق سودا نہ ملے تو وہ دوبارہ کب اس دکان پر جاتا ہے۔ دکان میں اگر مال ہو تو دکان چلتی ہے مال نہ ہو تو دیوالہ نکل جاتا ہے۔

45۔ حج اور زیارت کو جاؤ تو وہاں سے کوئی چیز بچا کے ساتھ واپس مت لاؤ۔ مکہ شریف میں ایک کے بدلے لاکھ کا اور مدینہ شریف میں ایک کے عوض پچاس ہزار کا ثواب ملے گا۔ یہ خوش قسمتی ہے کہ آپ لوگوں کو یہاں کی حاضری نصیب ہوئی ہے۔

46۔ حد سے گزرے تو ولی، بے حد سے گزرے تو پیر، اور حد بے حد دونوں سے گزرے تو فقیر۔

47۔ بھوکا رہ کر اللہ اللہ کرنا کوئی کمال نہیں، اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانا، پیٹ بھر کر کھانا اس پر نہ سونا اور عبادت کرنا یہ کمال ہے۔

48۔ خوب پیٹ بھر کر کھایا کرو۔ بھوکے آدمی سے تو نماز بھی نہیں ادا ہو سکتی۔ کمال یہ ہے کہ اللہ کی نعمتوں سے پوری طرح سیر ہو اور پھر اللہ کرے۔ اور فرائض و واجبات کے علاوہ سنن و نوافل کو اچھی طرح ادا کرے۔ یاد رکھو! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صائم الدہر رہنے سے منع فرمایا ہے۔

49۔ خدا کرے کہ جیسے طریقت و شریعت میں بہ نگاہ حقیقت قطعاً کوئی فرق نہیں۔ ایسے ہی صوفیوں اور مولویوں میں خالص اتحاد ہو جائے۔ اور دونوں اپنے اختلافات و مناقشات فروعی سے بے نیاز و بالاتر ہو کر متحدہ مقاصد کے حصول کے لیے یک قالب و یک جان ہو جائیں۔

50۔ عالم کا وصف عند اللہ یہ ہے: انما تخشی اللہ من عبادہ العلماء یہ آیت مبارکہ واضح الفاظ میں بیان کر رہی ہے کہ عالم صرف خدا سے ڈرتا ہے۔ خشیت الٰہی اس کا حسن ہے۔ غیر اللہ سے ڈرنا شریعت و طریقت میں کفر و زندقہ سے بدتر ہے۔

51۔ ایمان محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے جس قدر محبت ہوگی اسی قدر ایمان سالم و کامل ہوگا۔ جس قدر محبت میں کمی ہوگی اسی قدر ایمان میں نقص ہوگا۔

52۔ مسلمان کس کو کہتے ہیں؟ مسلمان وہ ہے جو خدائے برتر و توانا کے ماسوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ مسلمان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کرتا ہے کہ فلا تخافوھم وخافون ان کنتم مؤمنین۔ (تم مخلوق سے مت ڈرو۔ اگر تم مومن ہو تو ہم سے ڈرو)

53۔ تم مسلمان ہو۔ تمہیں اسلام نے سکھایا ہے کہ تم آپس میں متحد رہو۔ باہمی اتفاق و اتحاد رکھو۔ اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو۔ آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ اسلام کا پہلا اصول ''باہمی محبت و اخوت'' ہے۔ اسلام محبت کا سبق دیتا ہے۔ اسلام ہمدردی سکھاتا ہے۔ بنی نوع انسان کی خیر خواہی کا سبق دیتا ہے۔ ہمارے مولیٰ فرماتے ہیں کہ ''تمام مسلمان مادر زاد بھائیوں کے مانند ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔''

54۔ انسان پر خداوند عمیم الاحسان کے اس قدر انعام واحسان ہیں کہ ان کا شکر بجالانا تو درکنار، اگر انسان تمام عمر ان کے شمار کرنے میں صرف کرے، تو بھی ان کو شمار نہیں کرسکتا۔ و ان تعدوا نعمة الله لا تحصوھا (اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو تم شمار نہیں کرسکتے) نص صریح اس پر شاہد ہے کہ انسان محدود علم و عقل و عمر سے اس بات کے بالکل ناقابل ہے۔

فضل خدا ے را کہ تو اند شمار کرو
یا کیست آنکہ شکر یکے از ہزار کرو

55۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام، الطاف ونوازش اپنے بندوں پر تمام بے مثال و بے نظیر ہیں، مگر سب سے اعلیٰ درجے کی نعمت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر عنایت کی، وہ یہ ہے کہ اپنے محبوب رحمتہ اللعالمین افضل الانبیاء و المرسلین خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے متمیز طوق سے ہمیں مزین و ممیز فرما کر بحکم اللہ اپنا محبوب ہونے کا رتبہ ہم کو عطا کیا۔ اور نور ایمان و ایقان سے ہمارے دل و دیدہ کو منور فرمایا۔ انسان، عاجز انسان مولیٰ کریم کی

کسی ایک نعمت کا شکر ادا کرنے کے قابل نہیں ہے، مگر غلامی محبوب رب العالمین ایسی نعمت ہے کہ اگر بندہ تمام عمر، ہر سر مو زبان بن کر، اس نعمت کا شکر ادا کرتا رہے تو بھی ادا نہیں ہو سکتا۔

56۔ صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو خداوند عالم کا پسندیدہ اور مقبول ہے جس پر ان الدین عند اللہ الاسلام (بے شک اللہ کے ہاں اسلام ہی دین ہے) کی آیت پاک شاہد ہے۔ یہ وہ مقبول اور برگزیدہ مذہب ہے جو خداوند کریم کے فرمان عالی شان و رضیت لکم الاسلام دینا (اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا) سے ظاہر ہے۔ یہ وہ مبارک اور مقدس مذہب ہے جس کی پیروی کے بغیر کوئی عبادت، کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔ و من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ (اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔) آیت پاک شاہد ہے۔ سعدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

خلاف پیمبرؐ کسے رہ گزید

کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

57۔ ہزار آدمی کھڑے ہیں۔ ہر ایک آدمی کے ہاتھ میں کانچ کا ایک ٹکڑا ہے۔ الماس صرف ایک آدمی کے ہاتھ میں ہے۔ باقی سب نے کانچ کے ٹکڑے کو الماس سمجھ کر پکڑ رکھا ہے۔ ہر ایک بخیال خود یہ سمجھتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں الماس ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔ اسی طرح الماس یعنی سچا مذہب مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے اور کانچ کے ٹکڑے یعنی مذاہب باطلہ

باقی سب لوگوں کے ہاتھ میں ہیں۔

58۔ سبحان اللہ! اسلام میں وہ جذب اور کشش ہے کہ جو کوئی اس کی مخالفت کرتا ہے، بالآخر اسی کو اس کا دلدادہ اور شیفتہ ہونا پڑتا ہے۔

59۔ اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے اور مسلمانوں کا ہر فرد اس کا مبلغ اور اشاعت کنندہ ہے۔

60۔ یاد رکھو! رازق حقیقی وہی ہے جو تمہارا خالق و مالک ہے۔ بے ریا عبادت کرو تاکہ اس کا اجر تم کو معبود سے ملے۔ ہمیشہ حق گوئی سے کام لیا کرو۔ سوائے اس جبار و قہار کے اور کسی سے مت ڈرو۔ اللہ کی مخلوق کے نفع نقصان کو اپنے نفع نقصان پر مقدم سمجھو۔ جہاں تک ہو سکے ان کی ہمدردی اور خیر خواہی کرو۔ اپنے یاران طریقت کے ساتھ محبت اور الفت رکھو۔ اور میرے بتائے ہوئے اسباق پر ان سے عمل کراتے رہو۔

61۔ اگر دین اور دنیا دونوں کے کام ایک وقت میں جمع ہو جائیں تو پہلے دین کا کام کرو۔ اس کی برکت سے دنیا کے کام خود بخود ہو جائیں گے۔

62۔ جان جائے پر نماز نہ جائے۔

63۔ مسجد کی زمین پر اگر خدانخواستہ عمارت باقی نہ رہے، تب بھی وہ زمین قیامت تک مسجد ہی رہتی ہے۔ اسے ہرگز کسی اور مقصد کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا اور وہاں کوئی اور عمارت تعمیر نہیں کی جا سکتی۔

64۔ پیر کے لیے رہبر کے لیے، بلکہ ہر انسان کے لیے علم کا بقدر ضرورت سیکھنا فرض ہے۔

65۔ کسی مسافر کو کھانا کھلانا بادشاہوں کا کام ہے۔ (پھر ارشاد فرمایا) نہیں! بلکہ شہنشاہوں کا کام ہے۔

زیرِ سرپرستی

جانشین امیرِ ملّت حضرت پیر سیّد منور حسین جماعتی

چیئرمین: انٹرنیشنل انجمن خُدّام الصُّوفیہ و امیرِ ملّت ٹرسٹ پاکستان و برطانیہ

- سیرتِ امیرِ ملّت (نیا ایڈیشن)
- اقبال بحضور حضرتِ امیرِ ملّت
- امیرِ ملّت مجدِدِ دین و ملّت
- امیرِ ملّت اور تحریکِ پاکستان
- تذکرہ شاہِ جماعت
- کراماتِ امیرِ ملّت
- امیرِ ملّت آل انڈیا سنّی کانفرنس
- ارشاداتِ امیرِ ملّت
- ملفوظاتِ امیرِ ملّت
- مناقبِ امیرِ ملّت
- فتاویٰ جماعتیہ
- جہانِ امیرِ ملّت
- Gift of Meraj (نماز کی کتاب انگلش)

ناشر: انٹرنیشنل انجمن خُدّام الصُّوفیہ و امیرِ ملّت ٹرسٹ پاکستان و برطانیہ